وزارتِ مذہبی امور و اقلیتی امور

حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم بحیثیت داعی امن و اخوت

مقالاتِ سیرت

قومی سیرت کانفرنس

۱۲-۱۳ ربیع الاول ۱۴۱۰ھ بمطابق ۱۴-۱۵ اکتوبر ۱۹۸۹ء

شعبۂ تحقیق و مراجع

وزارتِ مذہبی امور و اقلیتی امور، حکومتِ پاکستان، اسلام آباد

Marfat.com

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بحیثیت داعی امن و اخوت

مقالاتِ سیرت

قومی سیرت کانفرنس

۱۲-۱۳ ربیع الاول ۱۴۱۰ھ، بمطابق ۱۴-۱۵ اکتوبر ۱۹۸۹ء

شعبۂ تحقیق و مراجع

وزارت مذہبی امور و اقلیتی امور، حکومت پاکستان، اسلام آباد

Marfat.com

پیش لفظ

مسلمانوں کے نزدیک ہادیٔ عالم، پیغمبرِ اول و آخر حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی ایمان کا جزو ہے اور آپؐ کی عظمت کا اعتراف غیر مسلموں تک نے کیا ہے اور کر رہے ہیں۔ اس لئے ہمیں چاہیئے کہ ہم اپنی روزمرہ زندگی میں رسول رحمت صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات پر عمل کریں۔ اپنی صفوں میں اتحاد و یگانگت کی قوت پیدا کریں جو سرلیست کو بالا کر دے۔ اور پاکستان کو صلح و آشتی، محبت و مودّت، خوشحالی و فارغ البالی اور اخوت و مساوات کا ایسا گہوارہ بنادے کہ تمام عالم کی نظریں پاکستان پر لگی رہیں

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم محسن انسانیت ہیں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ

ورفعنا لک ذکرک (اور ہم نے آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کا ذکر بلند کیا)

آپؐ کا تذکرہ زیادہ سے زیادہ کریں۔ آپؐ کے ذکرِ جمیل کے لئے محافل کا انعقاد کریں اور آپؐ کی سیرت پاک کی زیادہ سے زیادہ ترویج و اشاعت کریں۔

وزارتِ مذہبی امور، سیرت طیبہ کی ترویج و اشاعت کیلئے اپنے قیام کے وقت سے ہی کوشاں ہے اور ہر سال قومی سطح پر سیرت کانفرنس بڑے تزک و احتشام سے منعقد کر رہی ہے۔ بین الاقوامی سطح پر بھی دو کانفرنسوں کا انعقاد کر چکی ہے جن کے ذریعے سیرت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کو خاصا فروغ حاصل ہوا ہے۔ اس موقع پر وزارت "مقالاتِ سیرت" کے عنوان سے ایک کتاب کی طباعت و اشاعت کا اہتمام بھی کرتی ہے۔ جو کانفرنس کے مندوبین کے علاوہ ملک کے تعلیمی اداروں، علماء اور دانشور حضرات میں تقسیم کی جاتی ہے۔

زیرِ نظر کتاب ان خطبات و مقالات پر مشتمل ہے جو قومی سیرت کانفرنس ۱۹۸۹ء میں پڑھے گئے۔

Marfat.com

اللہ تعالیٰ ہماری اس کاوش کو شرف قبولیت بخشے اور ہمیں سیرت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی روشنی میں اپنی سیرت و کردار کی تعمیر کی توفیق عطا فرمائے، آمین!

السعی منا والاتمام من اللہ تعالیٰ

محمد یوسف
سیکرٹری
وزارتِ مذہبی امور و اقلیتی امور، اسلام آباد

Marfat.com

مقالات سیرت ۱۹۸۹ء

۱۔	تعارفی کلمات	جناب حق نواز اختر، سیکرٹری وزارت مذہبی امور، اسلام آباد	۱
۲۔	خطبۂ استقبالیہ	جناب خان بہادر خان، وفاقی وزیر مذہبی امور و اقلیتی امور اسلام آباد	۷
۳۔	خطبۂ افتتاحی	جناب غلام اسحٰق خان، صدر اسلامی جمہوریہ پاکستان	۱۳
۴۔	صدارتی خطبہ (اجلاس مقالات)	جناب خان بہادر خان، وفاقی وزیر مذہبی امور و اقلیتی امور، اسلام آباد	۲۱
۵	۔صدارتی خطبہ (اختتامی اجلاس)	جناب سید قائم علی شاہ، وزیر اعلیٰ، صوبہ سندھ	۲۷
۶۔	حضورؐ بحیثیت داعی امن و اخوت	جناب حبیب الرحمٰن تنولی، وزیر مذہبی امور و اوقاف صوبہ سرحد	۳۱
۷۔	پیغمبر اسلامؐ بحیثیت داعی امن واخوت	مولانا عبد الرحمٰن کیلانی، لاہور	۳۵
۸۔	پیغمبر اسلامؐ بحیثیت داعی امن واخوت	حافظ قاری محمد یوسف شاہد، گوجرانوالہ	۶۱
۹ ۔	پیغمبر اسلامؐ بحیثیت داعی امن واخوت	مولانا عبد العزیز عرفی ایڈوکیٹ، کراچی	۸۱

Marfat.com

۱۰۔ پیغمبر اسلامؐ بحیثیت داعی امن و اخوت	پروفیسر ڈاکٹر نثار احمد، کراچی	۹۳
۱۱۔ حضورؐ بحیثیت داعی امن و اخوت	پروفیسر حافظ خالد محمود ترمذی، ڈیرہ اسماعیل خان	۱۰۹
۱۲۔ پیغمبر اسلامؐ بحیثیت داعی امن و اخوت	پروفیسر محمد ظفر اقبال، ڈیرہ اسماعیل خان	۱۲۹
۱۳۔ رسولؐ بحیثیت داعی امن و اخوت	پروفیسر ڈاکٹر عبدالرحمٰن، کوئٹہ	۱۴۱
۱۴۔ پیغمبر اسلامؐ بحیثیت داعی امن و اخوت	جناب شبیر احمد بلوچ، کوئٹہ	۱۶۱
۱۵۔ حضورؐ بحیثیت داعی امن و اخوت	علامہ سید کفایت حسین نقوی مظفر آباد	۱۷۷
۱۶۔ ہادیٔ عالمؐ بحیثیت داعیٔ امن و اخوت	ابوطاہر سید سبط احمد، گڑھی دوپٹہ آزاد کشمیر	۱۸۷
۱۷۔ پیغمبر اسلام بحیثیت داعی امن و اخوت	سید ذاکر شاہ، اسلام آباد	۱۹۹
۱۸۔ پیغمبر اسلام بحیثیت داعی امن و اخوت	حافظ محمد ظہور الحق، اسلام آباد	۲۰۷
۱۹۔ اُمت واحدہ کے بانی حضرت محمدؐ	مولانا ارشاد الحق تھانوی، کراچی	۲۲۱
۲۰۔ اسلام میں امن و اخوت کا عالمگیر تصور	پروفیسر احسان الدین، پشاور	۲۳۳
۲۱۔ سرورِ کائناتؐ بحیثیت داعی امن و اخوت	ڈاکٹر انعام الحق کوثر، کوئٹہ	۲۴۷
۲۲۔ پیغمبر اسلامؐ، پیغمبر امن و اخوت	پروفیسر رشید احمد جالندھری، کوئٹہ	۲۶۱
۲۳۔ امن و اخوت کے داعی اعظمؐ	جناب طالب ہاشمی، لاہور	۲۷۵
۲۴۔ دعوت امن و اخوت کا تبلیغی پہلو اور ذرائع ابلاغ سیرت طیبہؐ کی روشنی میں	ڈاکٹر شمس الدین، کراچی	۲۹۵
۲۵۔ رسول اکرمؐ کا پیغام امن و اخوت کا عالمی نظام	سید اسعد گیلانی، لاہور	۳۰۷
۔۔ بانیٔ امن و اخوت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم	سید اسماعیل رضا ذبیح ترمذی، ہری پور ہزارہ	۳۲۳

Marfat.com

۲۷۔ حضورؐ بحیثیت داعی امن و اخوت	بریگیڈیر گلزار احمد، راولپنڈی	۳۵۳
۲۸۔ نبی اکرمؐ بحیثیت پیغمبر امن و عافیت	پروفیسر سمیع اللہ قریشی، جھنگ	۳۷۹
۲۹۔ دعوت امن و اخوت اور اصلاح معاشرہ سیرت طیبہ کے عملی پہلو کی روشنی میں	ڈاکٹر عبدالرشید، کراچی	۳۹۵
۳۰۔ حضورؐ بحیثیت داعی امن و اخوت	پروفیسر محمد لطیف، راولپنڈی	۴۰۷
۳۱۔ حضور اکرمؐ، بحیثیت داعی امن و اخوت	پروفیسر سید ازکیا ہاشمی مانسہرہ	۴۲۷
۳۲۔ نبی اکرمؐ بحیثیت داعی امن و اخوت	جناب نوید شبلی، پشاور	۴۴۳

Marfat.com

تعارفی کلمات!

جناب حق نواز اختر، وفاقی سیکرٹری وزارتِ مذہبی امور و اقلیتی امور، اسلام آباد

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ہ

عالی مرتبت جناب غلام اسحٰق خان صاحب، صدر اسلامی جمہوریہ پاکستان

محترم جناب خان بہادر خان صاحب، وفاقی وزیر مذہبی امور،

وزراء کرام، علماء و مشائخ عظام،

معززّ مندوبین اور

حاضرین گرامی قدر،

السّلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ،

یہ ہم سب کیلئے شکر کا مقام ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں ایک بار پھر اپنے حبیب سیّدنا محمّد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی پاکیزہ محفل کے انعقاد اور اس میں حاضری کی توفیق عطا فرمائی اور رحمۃ للعالمین کی نسبت سے ہمیں دنیا اور عقبیٰ کی نعمتیں اور برکتیں حاصل کرنے کا موقع دیا۔ میں اس موقع پر صدرِ ذی وقار کا شکریہ ادا کرتا ہوں کہ انہوں نے ہماری استدعا قبول کی اور ہماری اس کانفرنس کی زینت بنے اور سب حضرات کا خیر مقدم کرتے ہوئے مختصر الفاظ میں اس کانفرنس کی غرض و غایت اور اس کے مختلف پہلوؤں سے متعلق تعارفی کلمات آپ کے گوش گزار کرنا چاہتا ہوں۔

حاضرین کرام!

زندہ قومیں اپنے محسنین اور مشاہیر کو کبھی فراموش نہیں کرتیں بلکہ ان کے نام اور کام کو زندہ رکھنے کیلئے مختلف نوعیت کے اقدام کرتی ہیں جن میں سے ایک طریقہ یہ بھی ہے کہ وہ ان کے دن مناتی ہیں اور ان کی یاد میں جلسے قائم کرتی ہیں اور سیمینار منعقد کرتی ہیں۔ یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ تاریخ عالم بلکہ تاریخ کائنات کا سب سے اہم واقعہ پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادتِ باسعادت کا ہے اور یہ ہم پر اللہ تعالیٰ کا ایک احسانِ عظیم ہے کہ اس نے

Marfat.com

ہمیں اپنے محبوب ترین نبی علیہ السلام کے اُمتی ہونے کا شرف بخشا' یہ اعزاز اسلامیانِ عالم سے اس بات کا تقاضا کرتا ہے کہ وہ بھی اپنے محسنِ اعظم کو ان کے شایانِ شان انداز سے یاد رکھیں۔ اسلئے ہماری یہ روایت رہی ہے کہ ہم ہر دور میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے یومِ ولادت کو خاص طور پر نہایت عقیدت و احترام سے مناتے ہیں۔ اس ضمن میں ہم سیرتِ طیبہ کی مجالس اور میلاد النبیؐ کی محافل منعقد کرتے ہیں لیکن ہمارا طریقہ دوسری اقوام سے قدرے مختلف رہا ہے۔ ہم ان مجالس میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حیاتِ طیبہ کے مختلف پہلوؤں پر روشنی ڈالتے ہیں۔ آپ کی تعلیمات بیان کرتے ہیں۔ آپ کے اسوۂ حسنہ کا تذکرہ کرتے ہیں اور آپ کے حضور درود و سلام اور قصیدہ و نعت کے نذرانے پیش کرتے ہیں۔ اور یہ آخری وظیفہ یعنی آپ پر درود و سلام بھیجنا خود اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے بھی سرانجام دیتے ہیں۔

"ان اللہ وملائکتہ یصلون علی النبیؐ"

اس لحاظ سے ہماری یہ سیرت کانفرنس یا سیرت و میلاد کے جلسے ارشادِ ربانی کی تعمیل کے زمرے میں آتے ہیں برصغیر کے مسلمان اس روایت کو ہمیشہ زندہ رکھے رہے' جہاں وہ اپنے گھروں میں' مساجد اور جلسہ گاہوں میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اعزاز میں نہایت عقیدت کے ساتھ مجلس منعقد کرتے تھے' لوگ ان میں شامل ہونا اپنے لئے سعادت و برکت سمجھتے تھے پاکستان بننے کے بعد ان محافل کی آب و تاب اور رونقوں میں مزید اضافہ ہوا۔ ساتھ ساتھ ایک نظریاتی اسلامی مملکت ہونے کے ناطے سے حکومت کا بھی یہ فرض تھا کہ وہ لوگوں کے احساسات و جذبات کا خیال رکھتے ہوئے سرکاری سطح پر اس جانب اقدام کرے۔

یہ سعادت جناب ذوالفقار علی بھٹو' وزیر اعظم پاکستان کے حصے میں آئی جنہوں نے اس کی ابتداء ۱۹۷۶ء میں پہلی بین الاقوامی سیرت کانفرنس سے کی' اس کانفرنس میں پاکستان کے طول و عرض سے سینکڑوں علماء' مشائخ اور دانشوروں کے علاوہ تقریباً تمام عالمِ اسلام کے نمائندوں نے شرکت کی اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کے اخلاقی پہلو پر بھرپور انداز سے روشنی ڈالی اس کانفرنس کے آخری اجلاس میں تمام مندوبین نے دوسری اہم تجاویز کے علاوہ متفقہ طور پر یہ قرارداد بھی منظور کی کہ آئندہ تمام اسلامی حکومتیں اپنے اپنے ملک میں ہر سال ربیع الاوّل کے مبارک مہینے میں قومی سطح پر سیرت کانفرنسیں منعقد کریں۔ الحمدللہ پاکستان

Marfat.com

نے اس قرارداد کی روح کو قائم رکھتے ہوئے گزشتہ تیرہ سالوں میں دو بین الاقوامی سیرت کانفرنسیں اور باقی قومی سیرت کانفرنسیں منعقد کیں۔ جن میں پاکستان کے تمام صوبوں اور علاقوں کی نمائندگی کرتے ہوئے علماء کرام، مشائخ عظام نے شرکت کی۔

صدر گرامی قدر!

سیرت کانفرنس کی برکات و فیوض میں اضافہ کرنے کیلئے وزارت نے مختلف نوع کے اقدام کیئے، شروع میں طریقہ کار یہ تھا کہ ہم علمی شخصیتوں کو ایک ہی مجوزہ مرکزی موضوع پر اظہار خیال کیلئے دعوت دیتے تھے۔ لیکن ہمارے تمام تر خلوص کے باوجود ہمیں اپنے مندوبین کی طرف سے ایسے افکار و خیالات نہ مل سکے جن کی ہم ان سے توقع رکھتے تھے۔ چنانچہ ہم نے اس طریقہ کار کو بدل دیا اور ابلاغ عامہ کے ذریعے ملک کے تمام اہل قلم کو مجوزہ موضوع پر مقالات سپرد قلم کرنے کیلئے دعوت دی اور ان میں مسابقت کے عمل کو جاری رکھنے کیلئے اور بہترین مقالات حاصل کرنے کیلئے انعامات کا سلسلہ شروع کیا۔ اس کے جواب میں ہمیں اچھے مقالات موصول ہوئے۔ ہم نے صوبائی حکومتوں کے تعاون سے ہر ایک صوبہ اور آزاد کشمیر سے ایک ایک بہترین مقالہ منتخب کرایا۔ اور ان منتخب مقالہ نویسوں کو سیرت کانفرنس میں اپنا مقالہ پیش کرنے کی درخواست کی۔ ماہرین سیرت کی ایک کمیٹی کے ذریعے ان میں سے ایک بہترین مقالہ منتخب کیا گیا۔ جس کے مصنف کو ایک گولڈ میڈل اور عمرہ کا ٹکٹ دیا گیا۔ جبکہ باقی مقالہ نویسوں کو مبلغ پچیس پچیس سو روپے کے انعامات دیئے گئے۔ ظاہر ہے ایسے مقابلے میں کسی ایک صوبہ کا مقالہ نویس ہی پہلے انعام کا مستحق قرار دیا جاسکتا تھا اور باقی علاقوں کے مقالہ نویس اس سے محروم ہو جاتے تھے۔ اس صورتحال کا ازالہ کرنے کیلئے اس طریقہ کار میں تھوڑی سے تبدیلی پیدا کر دی گئی ہے۔ چنانچہ ہم نے چاروں صوبوں کے علاوہ، آزاد کشمیر اور وفاقی علاقے کے مقالہ نگاروں سے مضامین حاصل کیئے اور جملہ ۱۳۵ مقالات موصول ہوئے۔ یہ سب مضامین متعلقہ حکومتوں کے تعاون سے وہیں کے ماہرین نے جانچے۔ جنہوں نے ہمیں ہر علاقے سے دو دو بہترین مضامین منتخب کرکے دیئے اس طرح کل ۱۲ مقالات انعام کے مستحق قرار پائے جن میں سے چھ پہلی پوزیشن کے حامل تھے اور دوسرے چھ دوسری پوزیشن کے یہ مقالہ نگار ہمارے درمیان موجود ہیں۔

Marfat.com

بالترتیب پہلی اور دوسری پوزیشن پر مبلغ -/۲۵۰۰ روپے اور -/۱۵۰۰ روپے بطور انعام دیئے جائیں گے اور ان مقالات کو آپ مقالات کے اجلاس میں سماعت بھی فرماسکیں گے ۔ اور باقی مقالات کو انشاء اللہ جلد ہی کتابی شکل میں طبع کروا کر حسب سابق آپ حضرات کی خدمت میں پیش کیا جائے گا ۔

جناب والا!

سیرت طیبہ کی اشاعت کی غرض سے وزارت مذہبی امور نے کتب سیرت پر متعدد مقابلے شروع کئے تھے اس کی وجہ سے سیرت نگاری کا رجحان بڑھا اور ۱۹۷۹ء سے لیکر اب تک تقریباً ۴۵۰ کتابیں انعامی مقابلوں میں شریک ہوئیں جن میں قومی زبان اردو علاقائی زبانوں کے علاوہ انگریزی، عربی، ترکی اور فارسی شامل تھیں۔ ان میں سے متعدد کتابوں نے انعامات بھی حاصل کئے لیکن اس مسابقت کی وجہ سے بالخصوص اردو اور علاقائی زبانوں میں سیرت کی کتابوں کا اعلیٰ معیار قائم نہ رہ سکا چنانچہ بہتر معیار کیلئے اس سال بین الاقوامی کتب سیرت اور علاقائی زبانوں میں نعت شریف کی کتابوں کو مقابلہ میں شامل کیا گیا ۔ جس کے نتیجے میں ۲ انگریزی، ۱ ترکی اور ایک بنگالی کتب کے علاوہ پنجابی زبان میں ۲ کتابیں اور سرائیکی میں ایک نعت شریف کی کتاب موصول ہوئیں۔ ان میں سے مستحق اور معیاری لکھنے والوں کو انعام کی رقم پیش کی جائے گی ۔ جن کا اعلان آپ اسی نشست میں سماعت فرمائیں گے ۔ آئندہ سال کے لئے مقابلہ میں کسی دوسری زبان کی کتب سیرت کو شامل کیا جائے گا ۔ اس طرح ہر زبان کی کتاب کو تیسرے سال مقابلہ میں شریک ہونے کا موقع ملے گا۔ جس سے ادبِ سیرت میں یقیناً صحت مندانہ رجحان پیدا ہوگا ۔

جناب والا!

نوجوان طلباء اور طالبات میں دینی رجحان کو فروغ دینے کیلئے اسکولوں، کالجوں، یونیورسٹیوں اور دینی مدارس کے طالب علموں کو ہر سال کسی اسلامی موضوع پر لکھنے کی دعوت دی جاتی رہی ہے ۔ ان میں سے اعلیٰ درجے کے مضامین پر انعامات دیئے گئے اور باقی مضامین میں سے منتخب اور معیاری مضامین کو کتابی شکل میں منصۂ شہود پر لایا جاتا ہے ۔ اس مرتبہ اس نوعیت کے دو مقابلے منعقد کئے گئے ایک انٹر کی سطح تک اور دوسرا

Marfat.com

یونیورسٹی اور دینی مدارس کی سطح پر، انٹر لیول کیلئے یہ موضوع تھا ۔

" اسلام میں پڑوسی کے حقوق "

جبکہ یونیورسٹی اور دینی مدارس کے طالب علموں کیلئے موضوع تھا ۔

" مساوات مرد و زن بشمول اعلیٰ ترین عہدوں پر فائز ہونے کا قرآنی تصور "

دونوں مقابلوں کے لئے انعام کی یہ رقوم مختص کی گئیں ۔

انٹر لیول

پہلا انعام	۲۰۰۰	روپے
دوسرا انعام	۱۵۰۰	روپے
تیسرا انعام	۱۰۰۰	روپے

یونیورسٹی اور دینی مدارس لیول

پہلا انعام	۲۵۰۰	روپے
دوسرا انعام	۲۰۰۰	روپے
تیسرا انعام	۱۵۰۰	روپے

ان انعامات کا تعین بالترتیب انٹر بورڈ کمیٹی آف چیئرمین اور یونیورسٹی گرانٹس کمیشن نے کرنا تھا ۔ جنہوں نے اپنی سفارشات ہمیں روانہ کردی ہیں ۔ مستحق طلباء کے نام آپ اسی اجلاس میں سماعت فرمائیں گے ۔

ان انعامات کے علاوہ ہر بورڈ سے پہلی پوزیشن حاصل کرنیوالے طالب علم کو ۵۰۰/- روپے اور یونیورسٹی یا دینی مدارس سے پہلی پوزیشن حاصل کرنیوالے طالب علم کو ۸۰۰/- روپے انعام کے طور پر دیئے جائیں گے ۔ ان کی ادائیگی متعلقہ بورڈ یا یونیورسٹی اور دینی مدارس کے ذریعے وزارت مذہبی امور کرے گی ۔

جناب والا !

یہ ان اقدامات کا خلاصہ ہے جو وزارت مذہبی امور سیرت طیبہ کی ترویج و اشاعت کے سلسلہ میں وقتاً فوقتاً کرتی رہی ہے اور الحمدللہ ہماری ان کوششوں کا اثر قومی سطح پر ہی نہیں بلکہ کسی حد تک بین الاقوامی سطح پر بھی رونما ہوا ہے ۔

Marfat.com

حضراتِ گرامی!

یہ تو تھے تعارفی کلمات جن میں سیرت کانفرنس کا پس منظر بیان کیا گیا ہے۔ مگر اس سال قومی سیرت کانفرنس کو کراچی میں منعقد کرنا اور مقالات کے عنوان کا تعین کرنا جناب عالی مرتبت صدر اور حاضرین کرام! ایک خاص مقصد کیلئے ہے اس وقت بصد افسوس کہنا پڑتا ہے کہ ہماری قوم گروہی، فرقہ وارانہ اور دیگر تعصبات کی بدولت افسوسناک فسادات اور جنگ وجدل میں ملوث ہے۔ آج اس شمع ہدایت، کالی کملی والے کے اُمتی ہونے کے ناطے سے ہمیں رسولِ پاک کی سیرت طیبہ سے امن و آشتی بھائی چارے اخوت و رحمت اور انصاف کا سبق سیکھنا ہے۔ جس کی ضرورت جتنی آج ہے پہلے کبھی نہ تھی آیئے اس شمع کی روشنی کو اپنے سینوں کو منور کرنے کیلئے کام میں لائیں، اپنی سماجی اور معاشرتی زندگی میں ان راہنما اصولوں کو اپنے اعمال کا بنیادی نکتہ بنائیں، میں اپنے بھائیوں بزرگوں اور بچوں سے یہ استدعا کرتا ہوں کہ اس پیغام کو گھر گھر پہنچائیں۔

جزاکم اللہ فی الدارین

Marfat.com

خطبۂ استقبالیہ!
جناب خان بہادر خان صاحب، وفاقی وزیرِ مذہبی امور و اقلیتی امور، اسلام آباد

بسمِ اللہِ الرّحمٰنِ الرّحیم ؕ

نَحمدُہٗ وَنُصَلّی عَلٰی رَسُولِہِ الکَرِیم

گرامی قدر جناب غلام اسحٰق خان صاحب، صدرِ پاکستان
وزراء کرام،
سیکرٹری وزارت مذہبی امور
علمائے کرام، مشائخ عظام
دانشوران قوم اور معزّز حاضرین محفل،
السّلام علیکم ورحمتہ اللہ وبرکاتہ،

میں وزارتِ مذہبی امور کی طرف سے قومی سیرت کانفرنس کے افتتاحی اجلاس میں آپ سب کو خوش آمدید کہتا ہوں اور جنابِ صدر آپ کا مِن تہہِ دل سے سپاس گزار ہوں کہ آپ اپنی تمام قومی اور بین الاقوامی مصروفیتوں کو معرض التواء میں ڈال کر ہماری درخواست پر یہاں تشریف لائے ہیں۔ آپ کے اس جذبے سے آپ کی اسلام اور پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم سے گہری عقیدت اور محبت کا پتہ چلتا ہے۔ اس کا اثر تمام قوم کے اذہان وقلوب پر بھی پڑے گا اور ہماری بھی حوصلہ افزائی ہوگی۔ مجھے یقین ہے کہ آئندہ بھی ہم ایسی مقدس مجالس کے انعقاد و اہتمام میں اپنی اسی ذوق وشوق اور عقیدت واحترام کا مظاہرہ کریں گے

Marfat.com

اور حضور علیہ السلام کے اسوۂ حسنہ کو اپنے لئے مشعلِ راہ بنائیں گے۔ اللہ تعالیٰ اس اجلاس میں شرکت پر آپ سب کو اجرِ عظیم عطا فرمائے۔

حاضرینِ کرام!

وزارت مذہبی امور کے سیکرٹری صاحب نے اپنے تعارفی کلمات میں اس بات کی صراحت فرمائی ہے کہ وزارت ہر سال کانفرنس کیلئے ایک مرکزی موضوع کا تعین کرتی ہے۔ اس کا سب سے بڑا فائدہ یہ ہے کہ ہمیں ایک ہی موضوع پر متعدد اہلِ قلم کے افکار و خیالات سننے اور جاننے کا موقع ملتا ہے۔ اس موضوع پر موصول ہونے والے مقالات کو بعد میں ہم کتابی شکل میں شائع کرتے اور قارئینِ سیرت تک پہنچاتے ہیں تو انہیں مختصر سے وقت میں اپنے پسندیدہ سیرت نگار کا مقالہ پڑھنے کا موقع مل جاتا ہے اور وہ اس سے استفادہ کر سکتے ہیں اور سیرت پاک کی روشنی میں اپنی زندگی سنوار سکتے ہیں۔ اس کانفرنس سے پہلے ہم حضور علیہ السلام کی سیرت پاک کے جن پہلوؤں کو اجاگر کر چکے ہیں ان میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی "معلم کامل" کی حیثیت، آپ کا نظامِ عدل، نظامِ معیشت، نظامِ تبلیغ، اصلاحِ معاشرہ انسانی حقوق، عہدِ حاضر کیلئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا پیغام اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی آفاقیت" جیسے اہم موضوع شامل ہیں۔ ان کتابوں میں بنی نوع انسان کے لئے ایسا پیغام اور مواد موجود ہے جو اس کی بنیادی ضرورتوں کا حل پیش کر سکتا ہے۔

موجودہ قومی سیرت کانفرنس کیلئے وزارت نے "پیغمبرِ امن و اخوت" کے موضوع کا انتخاب کیا یہ موضوع اپنے اندر بڑی جامعیت لئے ہوئے ہے اور آج کے دور کیلئے بڑی اہمیت کا حامل ہے آج دنیا کا سب سے بڑا مسئلہ امن و آشتی ہے۔ جسے دیکھیے کسی نہ کسی فکر میں مبتلا نظر آتا ہے کوئی غمِ دوراں کا مارا ہوا ہے۔ اور کوئی غمِ روزگار کا ستایا ہوا۔ ہر فرد اپنی جگہ پریشان، ہر شخص اپنے پہلو میں اضطراب کی دنیا لئے پھرتا ہے اور اسے کہیں بھی سکون نہیں ملتا۔ کیا انسان کے اس درد کا کوئی علاج نہیں! کیا اسکی اس پریشانی اور اس کے کرب کا کوئی مداوا نہیں! ہر انسان اپنے ان سوالات کا جواب چاہتا ہے۔ زمانہ بڑی ترقی کر چکا ہے، انسانیت کی فلاح و بہبود کیلئے متعدد نظام وجود میں آچکے ہیں مختلف ادارے مختلف سطحوں پر کام کر رہے ہیں لیکن اس کے باوجود انسان کو کسی پہلو چین نہیں۔

Marfat.com

حضرات گرامی!

مجھے یاد پڑتا ہے کہ اپنے دورۂ یورپ کے زمانے میں، جب علامہ اقبالؒ اٹلی کے سربراہ میسولینی سے ملاقات کے لئے گئے تو اس نے علامہ اقبال سے دریافت کیا کہ آج کے دور میں امن و امان کا خاتمہ ہو چکا ہے۔ ہر جگہ قانون شکن افراد اپنی من مانی کرتے پھرتے ہیں اس صورتِ حال کی اصلاح کس طرح ممکن ہے۔ اس پر علامہ اقبال نے فرمایا کہ میں جس رسولؐ کا ماننے والا ہوں اس کا ارشاد ہے کہ امن و امان قائم رکھنے کیلئے شہروں کی آبادی کو بڑھنے نہ دیا جائے۔ جتنا کوئی شہر یا مقام گنجان آباد ہو گا اتنے ہی اس کے مسائل ہوں گے اور اسی قدر وہاں پر امن و امان کی حالت خراب ہو گی۔

حضرات!

یہ مسئلہ کا صرف ایک حل ہے اس کے علاوہ بھی حضور علیہ السلام کی سیرت طیبہ میں ہمیں ایسے متعدد کلیدی اشارات اور عملی ثبوت مل جائیں گے، جنہیں اپنا کر ہم نہ صرف اندرونِ ملک امن قائم کر سکتے ہیں بلکہ پورے عالمِ انسانیت کو امن و آشتی اور صلح و سلامتی کا گہوارہ بنانے میں مدد کر سکتے ہیں۔

حاضرینِ کرام!

پیغمبرِ اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت سے قبل عرب جاہلیہ کے حالات کا مطالعہ فرمائیں۔ آپ کو اندازہ ہو جائے گا کہ اس وقت امن و آشتی کی کیا صورت تھی۔ عرب معاشرے میں نہ کوئی قانون تھا، نہ قانون ساز ادارہ اور نہ ہی کوئی قوت نافذہ تھی، اس لئے ہر سو قتل و غارت گری کا بازار گرم تھا۔ نہ گھر محفوظ تھے نہ بازار مامون، نہ راستے پرسکون تھے نہ [illegible] پرامن، نہ کسی کی عزت محفوظ تھی نہ کسی کی دولت، جنگ و جدل اور فتنہ و فساد کا دور دورہ تھا۔ غرضیکہ ایامِ جاہلیت کے ان مناظر کا خلاصہ یہ تھا کہ جو فطری صلاحیتیں انسانوں کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے عطا ہوئی تھیں۔ نہ ان سے فائدہ اٹھایا جاتا تھا اور نہ انہیں صحیح سمت کی طرف گامزن کیا جاتا تھا۔ شجاعت و بہادری نے ظلم اور زبردستی، فیاضی اور سخاوت نے اسراف اور فضول خرچی، خودداری اور غیرت، تعصبات و تفرقی، ذہانت و ذکاوت نے دھوکہ بازی اور حیلہ سازی کی شکل اختیار کر لی تھی۔

حقیقت یہ ہے کہ آپؐ کی تعلیمات اور سیرتِ طیبہ نے امنِ عالم کیلئے مفروضے اور

Marfat.com

بے بنیاد ضابطے، چارٹر اور رسمی تدابیر انسانوں کو نہیں دیں، بلکہ حقیقت پر مبنی راہ عمل دکھائی ۔ آپؐ نے ایسی بنیادیں قائم کیں جن سے فتنہ و فساد کی بجائے امن و سلامتی کی تعمیر ہو۔ آپؐ نے قیام امن کے ساتھ حرص و ہوس کو قطعاً روا نہ رکھا ۔ آپؐ نے خواہشات کو دیوتا بنانے کی مطلق گنجائش نہ رکھی ۔ اور نہ ہی خلق خدا کو ٹکڑوں میں بانٹنے کا جواز پیدا کیا بلکہ لینے کی بجائے دینے مفاد پرستی کی بجائے ایثار و قربانی ، طبقاتیت کی بجائے اخوت اور اقامت کی بجائے مساوات کے نہ صرف نظریات عطا کئے بلکہ عملی طور پر ان کا مظاہرہ بھی فرمایا ۔ چنانچہ اس کا بھرپور مظاہرہ ہمیں حضور علیہ السلام کی مدنی زندگی میں ملتا ہے ۔ کیونکہ اس دور میں آپؐ نے نہ صرف ایک صحت مند اور متوازن معاشرہ تشکیل دیا بلکہ اس کے نتیجہ میں ایک مثالی ریاست بھی قائم کی جس میں بیک وقت ایمانیات کے نتیجے میں ان بنیادی اقدار یعنی اتحاد و اتفاق ، مساوات اخوت اور عدل و حریت کا دور نظر آتا ہے ۔ اسلام کی بنیادی اقدار نے مسلمانوں کو آپس میں حقیقی بھائیوں سے بھی قریب تر کر دیا اور وہ مسلمان کا دکھ اس کی بے چینی اور اس کی تمام پریشانیوں کو اپنی پریشانیاں اور مسائل سمجھ کر ایک دوسرے کے ساتھ تعاون کرتے ہوئے نظر آنے لگے اور ان کی قوت و شوکت میں بے پناہ اضافہ ہوا ۔ چنانچہ چند سال ہی کے عرصے میں آپؐ نے ریاستِ مدینہ کو اتنا مضبوط اور پر شکوہ بنا دیا کہ آپؐ کی زندگی میں قرب و جوار کے علاقوں میں اسے محسوس کیا جانے لگا اور بہت مختصر وقت میں مسلمانوں نے وہ شوکت و قوت حاصل کر لی جس کے حصول کیلئے فرانسیسی دانشور ، رینان پوپ کی حکومت کو یورپ میں ہزار سال لگے تھے ۔

مطلب یہ ہے کہ اللہ کے رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اخلاقیات اور قوت و شوکت کے عملی امتزاج سے بین الاقوامی سطح پر دنیا کیلئے امن و اخوت اور صلح و آشتی کا جو نمونہ پیش کیا اس کی مثال زمانہ قبل نبوت میں تو کیا ملتی آج کے ترقی یافتہ دور میں بھی اس کی ضرورت محسوس کی جا رہی ہے ۔ آج بڑی طاقتور قومیں کمزور اور غیر ترقی یافتہ اقوام کا استحصال اسی تشدد سے کر رہی ہیں ۔ جس طرح زمانہ قدیم کی مہم جو قومیں کرتی تھیں ۔ لیکن آج کے انسان کے امن کیلئے پکار پہلے سے کہیں زیادہ زور دار ہے اور اس کی پریشانیاں مسائل اور نا آسودگیاں بھی زیادہ شدت اختیار کر چکی ہیں ۔ انسان ، انسان کے خون کا پیاسا ہو رہا ہے ۔ میرے نزدیک آج کے انسان کو امن و امان فراہم کرنا اسلامیان عالم کی ذمہ داری ہے ۔ انہیں چاہیے کہ پہلے

Marfat.com

وہ اپنے اندر اتفاق و اتحاد کی قوت پیدا کریں اور اپنے داخلی معاملات کو اس طرح درست کریں کہ ہر خطہ میں رہنے والے لوگ اپنے آپ کو خطرات اور اندیشوں سے محفوظ سمجھیں۔

حضراتِ گرامی!

اس مقصد کے حصول کیلئے ہم سب پر یہ مذہبی اور اخلاقی ذمہ داری عائد ہوتی ہے کہ ہم پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرتِ طیبہ اور تعلیمات کی زیادہ سے زیادہ ترویج و اشاعت کریں۔ حکومتی سطح پر سیرت کانفرنسوں کے انعقاد کا ایک اہم مقصد یہ بھی ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اس عظیم مقصد کے حصول میں کامیابی عطا فرمائے، آمین۔

حاضرینِ کرام!

آج کے اس اجتماع سے فائدہ اٹھاتے ہوئے میں نے محض حصولِ ثواب کی غرض سے مجوزہ موضوع پر چند باتیں پیش کرنے کی جسارت کی ہے حالانکہ میں سمجھتا ہوں کہ یہاں اس وقت اپنے دور کے اکابر، علماء، مشائخ، دانشور اور سیرت نگار موجود ہیں جو اس موضوع پر مجھ سے کہیں بہتر روشنی ڈال سکتے ہیں اس کا بھی ہم نے انتظام کر رکھا ہے۔ انشاء اللہ نشستِ مقالات میں آپ بہترین افکار و خیالات سے مستفید ہو سکیں گے۔

آخر میں، میں ایک بار پھر آپ سب حضرات کا شکریہ ادا کرتا ہوں اور صدرِ محترم کی تشریف آوری پر ان کا احسان مند ہوں۔ اللہ تعالیٰ ان کے اس اسلامی و ملی جذبے میں اضافہ فرمائے اور انہیں اجرِ عظیم عطا فرمائے، آمین۔

Marfat.com

خطبۂ افتتاحی

جناب غلام اسحٰق خان، صدر اسلامی جمہوریہ پاکستان

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ، ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

جناب فخر الدین جی ابراہیم، گورنر سندھ

جناب قائم علی شاہ، وزیر اعلیٰ سندھ

جناب خان بہادر خان، وفاقی وزیر مذہبی امور،

علمائے کرام،

مشائخ عظام، اور

معزز حاضرین،

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ'!

آج ہم فخر دو عالم، سرور کونین، رحمت عالم، محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت مطہرہ کے ذکر جمیل کی سعادت سے دلوں کی آسودگی، ذہنوں کی کشادگی اور روحوں کی بالیدگی حاصل کرنے جمع ہوئے ہیں۔ مدحت رسولؐ ہمارے لئے تکمیل ایمان کا ذریعہ اور نجات کا وسیلہ ہے۔ یہ الگ بات کہ نہ ہماری زبان میں یہ قدرت ہے کہ ثنائے پیغمبرؐ کا حق ادا کر سکے اور نہ ہمارے تخیل میں اتنی وسعت کہ مقام نبیؐ کا احاطہ کر سکے۔ مگر پھر بھی باری تعالیٰ سے یہی التجا ہے کہ اس عاجزانہ کوشش کے وسیلے سے ہمیں ان بندوں میں شامل کرے جن سے وہ راضی ہوا اور جن پر اس نے اپنی رحمتوں کے دروازے کھول دیئے۔

حاضرین گرامی قدر!

روز آفرینش سے آج تک ایسا کوئی دن طلوع نہیں ہوا جو ۱۲ ربیع الاول سے زیادہ سعادت و برکت کا دن ہو۔ یہ دن تخلیق کائنات کے درجۂ کمال کا دن ہے۔ یہ اعلائے کلمۂ حق کی ابتدا اور کفر و باطل کے ایوانوں کے لرزنے کا دن ہے۔ یہ انسانی حریت کے

Marfat.com

نقطۂ آغاز اور انسانی محکومی کی جملہ روایات کی تنسیخ کا دن ہے ۔ یہ اس عظیم ہستی کی بعثت کا یوم سعید ہے ۔ جس نے نسلی غرور اور قومی تفاخر کے بت گرا دیتے اور روندی ہوئی انسانیت کو مساوات اور امن کا لافانی منشور عطا کیا ۔ جس نے صداقت کو زباں بخشی اور کذب وافترا کے اسباب مٹا دیتے ۔ یہی وہ مقدس ترین دن ہے جب ارض وسما پر محیط ظلمتیں سمٹ گئیں اور لطف الٰہی سے وہ آفتاب تازہ طلوع ہوا جس کے لازوال نور میں انسان ذلت و نامرادی اور مایوسی کی پستیوں سے اٹھ کر عزت واقبال اور یقین کی رفعتوں پر فروکش ہوا اور " ولقد کرمنا بنی آدم " کے اعزاز کا سزاوار بنا ۔

سامعین کرام !

جیسا کہ عرض کر چکا ہوں ، نبی مکرم کے حسن ظاہری اور جمال معنوی ، ان کے اعجازات و احسانات اور سیرت طیبہ ، جو سراپا قدم قرآن کی تفسیر ہے ، اتنے وسیع ، اتنے عمیق موضوع ہیں کہ مجھ جیسا عاجز بیاں اور شکستہ پا اس دبستان لا انتہا میں قدم تک رکھنے کی جسارت نہیں کر سکتا ۔ یہ آپ جیسے اہل علم و دانش کا میدان ہے اور مجھے امید ہے کہ ان موضوعات پر آپ کی عالمانہ گفتگو رشد و ہدایت کی روشنی پھیلانے کا وسیلہ بنے گی ۔

میں تو آج آپ کی اجازت سے صرف چند سوال اٹھانے کی گستاخی کروں گا ، چند ایسے سوال جو رحمۃ اللعالمین کا امتی ہونے کے ناطے ہم میں سے ہر کسی کو اپنے آپ سے پوچھنے چاہئیں ۔ چند ایسی باتیں جو انسانیت کے عظیم ترین محسن کے نام لیواؤں کی اس خداداد مملکت کے حوالے سے ذہن میں آتی ہیں اور خون کے آنسو رلا جاتی ہیں ۔

جب مجھے یہ بتایا گیا کہ موجودہ سیرت کانفرنس کا موضوع "پیغمبر امن و اخوت" ہے تو میرا ذہن معاً " اسلام " کے لغوی معنی کی طرف گیا ۔ اسلام یعنی سلامتی ۔ پھر نگاہوں میں اقوام عالم کا اجمالی خاکہ پھرنے لگا ۔ جس میں گو کہ بہتری کے آثار پیدا ہو چلے ہیں مگر پھر بھی اب تک بحیثیت مجموعی بدامنی اور بے چینی کا رنگ غالب ہے ۔ کہیں نظریات کے تصادم سے اور کہیں مفادات کے ٹکراؤ سے ۔ کہیں طاقتور کی بالادستی اور غلبہ حاصل کرنے کی خواہش جاجب کی نت نئی شکلوں کو جنم دے رہی ہے اور کہیں کمزور کی بے بضاعتی اور بے بسی عارضی تحفظ کی پناہ گاہیں ڈھونڈ رہی ہیں ۔ مختلف میدانوں میں فتوحات انسانوں کو فرعونوں کا غرور عطا کر کے امن کی بجائے انتشار اور نفرت کو جنم دے رہی ہیں اور چاند کی پرسکون سطح پر قدم رکھنے والا

Marfat.com

انسان حیران ہے کہ جنونی اژدھے اسے کب یہ محسوس ہونے دیں گے کہ زمین پر سلامتی ہے۔ اس کا ایک ہی جواب ہے۔ اور وہ یہ کہ ایسا صرف تبھی ہو گا جب آدمی کا بنایا ہوا وہ نظام بدلے گا جو بھیڑوں کی حفاظت بھیڑیوں کے سپرد کرتا ہے اور جب ہر اس بت کا طلسم توڑ دیا جائے گا، جس کی خدائی میں انسانیت کے ابھرنے کا امکان نہ ہو، امن کا راز کسی ایک انسان، کسی ایک قوم، کسی ایک ملک کی دوسرے انسان، دوسری قوم، دوسرے ملک پر فتح میں نہیں بلکہ تمام انسانوں پر کسی ایسے نظام کی بالادستی میں ہے جو طاقتور کو کمزور کی حفاظت اور نگہبانی سکھاتا ہو، جو کج کلاہوں کو فروتنی بخشتا ہو، جہاں مظلوموں کی زبانیں فریاد کیلئے نہیں تشکر کیلئے کھلی ہوں، جو ہر محمود کو ایازوں کی صف میں لا کھڑا کرتا ہو، جو بھوک سے مرنے والے کتے تک کی ذمہ داری قبول کرتا ہو۔ وہ نظام جو دو عالم کے لئے رحمت بن کر آنے والے انسانیت کے محسن اعظم نے عطا کیا ہے۔ یہ وہی نظام ہے جس کی دعوت لے کر اٹھنے والوں سے دنیا کی امامت کا وعدہ کیا گیا ہے اور کل روئے ارض پر جس کے نفاذ کی سعی کو اہل ایمان کیلئے جہاد قرار دیا گیا ہے۔ مگر سوچنے کی بات یہ ہے کہ کیا آج ہم اس امامت کے حقدار ہیں؟ ہم خود اپنے بارے میں لاکھ حسن ظن سے کام لیں، اس سوال کا جواب نفی ہی میں ملے گا۔

ایسا کیوں ہے؟ وہ عزت و شرف والے کہ کل تک جن کی جناب میں گستاخی فرشتہ بھی پسند نہ تھی۔ آج تحقیر کا ہدف کیوں ہے؟ وہ سلامتی جن کا دین ہے اور امن جن کا جزو ایمان، آج انتشار، بے چینی اور بدامنی کا شکار کیوں ہیں؟ یہ کیوں کر ہوا کہ جنہیں ایک دوسرے کی جان و مال اور آبرو کا محافظ بنایا گیا تھا، آج آپس میں دست بہ گریباں برادر کشی میں مصروف ہیں؟ یہ سب نتیجہ ہے اس بدبختی کا کہ ہم نے نہ صرف دین و ایمان کی صراطِ مستقیم سے انحراف کیا بلکہ غلاموں نے اپنے آقا صلی اللہ علیہ وسلم تک کو بھلا دیا۔ ان کی مدح میں رطب اللسان تو ضرور رہے مگر دلوں کو ان سے وابستہ نہ کر سکے جو اللہ سے نزدیک ہونے کا واحد ذریعہ ہیں، اپنے آپ کو ان سے دور کر لیا۔ نتیجتاً وہی ہوا جو ہوا کرتا ہے جب مصطفیٰ تک رسائی حاصل نہ کر سکے تو پھر بولہبی کے سوا کیا ملتا۔

ہمیں حکم ہوا کہ "پورے کے پورے اسلام میں آجاؤ" ہم دائرہ اسلام میں آتو گئے مگر ایسا نظر آتا ہے گویا دل و دماغ کو باہر ہی چھوڑ آئے۔ ہمیں نور رسالت مآب کے طفیل آگ کے گڑھے کے کنارے سے لا کر باہم شیر و شکر کر دیا گیا تھا۔ پھر آج ہم میں تفرقہ کیوں

Marfat.com

ہے ؟ خدا کے رسولؐ نے تو ہمیں حجۃ الوداع کے موقع پر تاکید کی تھی کہ یاد رکھو، تمہارا خون، تمہارا مال اور تمہاری آبرو تم پر اسی طرح حرام ہے جیسے تمہارے اس شہر میں آج کے دن حرمت ہے۔ یہاں تک کہ تم اپنے رب سے جا ملو"۔ کیا ہمیں آقائے دوجہاںؐ کا یہ حکم یاد رہا ہے ؟ یا ہم یہ فرض کئے بیٹھے ہیں کہ ہمیں نہ اپنے رب سے جا ملنا ہے اور نہ اپنے اعمال کی جوابدہی کرنی ہے ؟ ہمیں سمجھایا گیا تھا کہ "پورا مسلمان تو وہ ہے جس کی زبان اور ہاتھ کی ایذا سے تمام مسلمان محفوظ ہیں۔ پھر بتائیے کہ جب ہماری زبانیں اور ہمارے ہاتھ روزِ قیامت ہمارے اعمال کی داہی دیں گے تو ہم اسے کیا منہ دکھائیں گے۔ جس کی شفاعت کے ہم طلبگار ہیں ؟ فرمایا تھا : "میرے بعد کافر نہ ہو جانا کہ ایک دوسرے کی گردن مارنے لگو" گویا مسلمانوں کے باہمی کشت و خون کو کفر کے مترادف گردانا گیا۔ اب وہ جو اس جرم قبیح کا ارتکاب کرتے ہیں۔ اپنے آپ کو کس منہ سے مسلمان کہیں گے۔

حضور اکرمؐ نے اپنی زبان مبارک سے اللہ کا یہ فرمان بھی ہم تک پہنچایا تھا کہ "اے میرے بندو ! میں نے ظلم کو اپنے اوپر حرام کر لیا ہے اور اس کو تمہارے درمیان بھی حرام کیا ہے۔ تو تم آپس میں ایک دوسرے پر ظلم نہ کرنا"۔ مگر بندوں کی سرکشی دیکھئے کہ جو بات معبود نے حرام قرار دی اسے اپنے آپ پر حلال کر کے معمول بنا لیا۔ اگر نہیں تو پھر ہم آئے دن شعلوں میں گھرے مکان، نقاب پوشوں کے ہاتھوں بے گناہوں کا قتل، بے گور و کفن لاشیں اور بکھری ہوئی ردائیں دیکھنے پر کیوں مجبور ہیں ؟ اور پھر بھی دعویٰ ہے کہ ہم مسلمان ہیں۔

ہمارے نام مسلمانوں کے ضرور ہیں ہم میں سے اکثر نماز روزے کے پابند ہیں اور صدقات و خیرات بھی دیتے ہیں مگر ہم جس کے اُمتی ہیں وہ تو کہتا ہے "کہ جس آدمی میں یہ تین باتیں نہ ہوں اس کا کوئی عمل کام نہ آئے گا۔ ایک تو یہ کہ وہ اپنے نفسانی جذبات کی باگ ڈھیلی نہ ہونے دے۔ دوسرے یہ کہ اگر کوئی نادان حملہ کرے تو وہ تحمل سے خاموش ہو جائے۔ تیسرے یہ کہ لوگوں کے درمیان حسن اخلاق کے ساتھ زندگی بسر کرے" کیا ہم اس معیار پر پورا اترتے ہیں ! ہماری جذباتیت کا تو یہ حال ہے کہ چھوٹی چھوٹی باتوں اور بے بنیاد افواہوں پر مشتعل ہو کر عقل و خرد کو خیرباد کہہ بیٹھتے ہیں۔ تحمل کا عالم یہ ہے کہ چھوٹی سی بات بھی اگر ناگوار خاطر ہو تو بھڑک اٹھتے ہیں حالانکہ دم اس کی محبت کا بھرتے ہیں جس نے پتھر برسانے اور کانٹے بچھانے والوں کو بھی دعائیں دیں۔ رہا حسن اخلاق تو دل آزاری کی

Marfat.com

وہ کونسی قسم ہے جو ہم میں نہیں پائی جاتی! دل آزاری، ناراضگی کا سبب بنتی ہے اور اخوت کے رشتوں کو کمزور کر دیتی ہے اور ہم ایسے بدنصیب ہیں کہ وہ وقتی ناراضگیوں کو دائمی کینہ بنا کر پال لیتے ہیں اور جب دلوں میں کینہ آجائے تو محبت مفقود ہو جاتی ہے جبکہ محبت، شفقت اور رحمت ہی تو آقائے دو جہاں کا پیغام ہے اور اس دن اللہ تعالیٰ کے سایہ رحمت کا ایک وسیلہ ہے جس دن اس کے سوا کوئی اور سایہ نہیں ہوگا۔

اب اگر ہم رب غفور الرحیم کے سایۂ رحمت کے طلبگار ہیں تو ہمیں باہمی محبت کو فروغ دینا ہوگا، نفرتوں اور تعصبات کے بتوں کو مسمار کرنا ہوگا اور ہر اس شئے، ہر اس جذبے کی بیخ کنی کرنی ہوگی جو ہم میں تفرقہ ڈال کر باہمی آویزشوں اور منافرت کا سبب بنتی ہے۔

باہمی نفاق کی متعدد وجوہ گنوائی جا سکتی ہیں۔ مگر اس کا سب سے بڑا سبب خدا اور اس کے رسول ﷺ سے سرتابی ہے۔ مومن تو ارشادِ ربانی کے مطابق آپس میں بھائی بھائی ہیں اب اگر وہ اپنے ہی وطن میں، جس کو اسلام کا قلعہ کہتے نہیں تھکتے، بھائیوں کی طرح نہیں رہ سکتے تو اس سے بڑھ کر ایمان کی کمزوری کا ثبوت اور کیا ہوگا۔ یہ اس امر کا بھی شاخسانہ ہے کہ ہم نے شافع محشر کا عطا کردہ اکسیر نسخہ تو طاق نسیاں پر رکھ چھوڑا ہے اور نو آموز عطائیوں کے مہمل نسخوں کے پیچھے بھاگ رہے ہیں۔ نتیجتاً مادہ پرستی، روحانیت پر غالب آگئی ہے اور انسان بے اطمینانی اور مایوسی کا شکار ہو گیا ہے یہ کیفیت کبھی نشہ دکے بہانے تلاش کرتی ہے اور کبھی مرکز گریز تنظیموں کا روپ دھار لیتی ہے۔ یاد رکھنے کی بات یہ ہے کہ ہر منفی تنظیم اپنے وجود کے لئے چند دلائل تو ضرور رکھتی ہے لیکن ان دلائل کی لگائی ہوئی آگ بجھائے نہیں بجھتی۔

کہا جاتا ہے کہ ہمارے ہاں دراّنے والے نفاق کے پیچھے دشمن کا ہاتھ ہے ہو سکتا ہے کہ ایسا ہو۔ مگر سوال تو یہ ہے کہ ہمارا حفاظتی حصار اتنا کمزور کیسے ہو گیا کہ دشمن ہماری صفوں میں آبیٹھا! اگر ہم متحد ہوں تو دشمن کے ناپاک عزائم اور سازشوں کے باوجود محفوظ و مامون رہ سکتے ہیں۔ لیکن اگر ہمارا اتحاد کمزور پڑ جائے تو دشمن کی ظاہراً نیک خواہشات بھی ہماری بقاء کی ضمانت نہیں بن سکتیں۔ ہمیں یہ بات اچھی طرح سمجھ لینی چاہیئے کہ اسلام کا سیاسی فلسفہ وحدت، مرکزیت اور اجتماعیت کے جن اصولوں کے گرد گھومتا ہے، وہی اصول ہماری قومی یکجہتی کو درپیش ہر چیلنج اور دشمن کی ہر چال کا منہ توڑ جواب ہیں اور ہمیں اسی سبق کو

Marfat.com

عام کرنا ہے۔

اسلام ہمارا دین ہی نہیں، ہمارے قومی وجود کا جواز بھی ہے۔ ہم ہر دور میں اسلام سے اپنی غیر مشروط وابستگی کا اظہار تو کرتے رہے ہیں، لیکن، جیسا کہ میں نے حال ہی میں ملتان میں کہا تھا، اس کے باوجود اسلام ملک میں آج بھی عملاً طاق پر رکھا ہوا نظر آتا ہے۔ ہونے کو تو پاکستان اسلامی جمہوریہ ہے اور اس کے آئین کی روح بھی اسلامی ہے۔ زبان سے ہر کوئی لا الٰہ الا اللہ کا ورد بھی کرتا ہے مگر افسوس کہ دل و نگاہ مسلمان نہیں۔ سوچ کے انداز عمل کے طور طریقے مومنانہ نہیں۔ کتنے دکھ کی بات ہے کہ ہم اپنی قومی زندگی کو اسلامی خطوط پر استوار کرنے پر سنجیدگی سے توجہ نہیں دے رہے ہیں اور نہ ہی اسلامی قدروں کو پروان چڑھانے میں خاطر خواہ دلچسپی لے رہے ہیں۔ ہم نے دوسری ترجیحات کو کچھ اس طرح اپنے اعصاب پر سوار کر لیا ہے کہ نفاذِ اسلام کیلئے عملی اقدامات تو درکنار، زبانی جمع خرچ میں بخل سے کام لینے لگے ہیں۔

ہمیں یہ روش بدلنا ہوگی اور تبھی ہم قوم کو امید کا پیغام دے سکیں گے۔ اس سلسلے میں حکومت کے ساتھ ساتھ، علماء، مشائخ اور دانشوروں پر بھی ذمہ داری عائد ہوتی ہے۔ اور مجھے اُمید ہے کہ وہ اس ذمہ داری سے پہلو تہی نہیں کریں گے۔ معاشرے میں پھیلے ہوئے لسانی، گروہی، علاقائی اور فرقہ وارانہ تعصبات اور ان کے نتیجے میں پیدا ہونے والی نفرتوں، تصادم، بغض و عناد اور اسلامی مساوات اور عدل و احسان کے فقدان کو دیکھ کر مایوس ہونا یا ہو تو فطری امر ہے لیکن ہمارے عقیدے کے مطابق مایوسی گناہ ہے کیونکہ پروردگار کی رحمت بے کنار اور اس کا کرم بے حساب ہے چنانچہ قوم کے ہر فرد سے میری درخواست ہے کہ تمام تر مشکلات کے باوجود، وہ یہ نہ سوچے کہ وہ بے بس ہے احساس بے بسی اپنی انتہائی شکل میں بے عملی کا سبب بنتی ہے، ہر اس شخص کو جو اسلام اور پاکستان سے محبت رکھتا ہے چاہیے کہ اپنی روزمرہ زندگی اور اپنے ذاتی، سماجی، اقتصادی اور سیاسی معاملات میں اس محبت کا عملی ثبوت پیش کرے اور صرف مسلمان، حضورؐ کا غلام اور پاکستانی کہلائے اور تبھی یہ ممکن ہوگا کہ ہم اپنی انفرادی اور اجتماعی زندگی اس نہج پر ڈال سکیں جو ان رحمتوں، برکتوں اور عظمتوں کی طرف جاتی ہے جو کملی والےؐ کے غلاموں کا مقدر ہیں۔ خدا اپنے حبیبؐ کے صدقے میں ہمیں اس کی توفیق عطا کرے۔ آمین!

میں اپنی کم مائیگی کے اعتراف کے ساتھ اس دعا پر اپنی گزارشات ختم کرتا ہوں کہ جن مقاصد

Marfat.com

کے لئے وزارت مذہبی امور نے اس کانفرنس کا اہتمام کیا ہے، اللہ تعالیٰ انہیں پورا کرے اور مسلمانان پاکستان کو امن واخوت کی فضا اور اپنے حفظ وامان میں رکھے ۔ انہی الفاظ کے ساتھ میں اس قومی سیرت کانفرنس کا افتتاح کرتا ہوں ۔

اسلام زندہ باد
پاکستان پائندہ باد

Marfat.com

جناب خان بہادر خان صاحب، وفاقی وزیر مذہبی امور کا صدارتی خطبہ (اجلاس مقالات)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ہ

مندوبین گرامی قدر

معزز حاضرینِ محفل

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ'

صد ہزار بار شکر کہ کانفرنس کا افتتاحی اجلاس بخیر و خوبی اور کامیابی و کامرانی کے ساتھ اختتام کو پہنچا۔ اس میں آپ نے جس ذوق و شوق سے شرکت فرمائی اور جس عقیدت و احترام کا مظاہرہ کیا، اس کے لئے میں آپ کا شکر گزار ہوں۔ آپ نے اجلاسِ مقالات میں بھی بھرپور شرکت کی اور پوری کارروائی کے دوران میں انتہائی ذوقِ سماعت کا ثبوت فراہم کیا، اس سے آپ کی اسلام سے گہری وابستگی اور پیغمبر امن و اخوت کے ساتھ محبت کا اظہار ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ آپ کے ان جذبات میں ترقی دے اور آپ سب کو حضور علیہ السلام کی سیرتِ طیبہ کے تمام پہلوؤں پر عمل پیرا ہونے کی توفیق دے۔ آمین

حضرات گرامی!

اس تقریب میں آپ نے پاکستان کے معروف دانشور حضرات اور سیرت نگاروں کے "امن و اخوت" کے موضوع پر معلومات افزا مقالات سُنے۔ ماشاء اللہ ہر مقالہ خوان نے اپنے موضوع کے ساتھ انصاف کیا۔ میرے لئے فرداً فرداً ان مضامین پر بحث کرنا ممکن نہیں، کیونکہ یہ تو آپ علماء اور دانشوروں کا مقام ہے۔ بہر حال ان مقالات سے جو میں اخذ کر سکا ہوں، اس کا خلاصہ پیش کرتا ہوں، اس میں کچھ میرے دل کی بات بھی آجائے گی۔

آپ سب جانتے ہیں کہ ملکوں اور قوموں کے تعمیری کاموں کو کامیاب بنانے کیلئے اور لوگوں کی اندرونی اصلاح کیلئے باہمی محبت، متحدہ کوشش اور امن و سلامتی کی ضرورت ہوتی ہے۔ اس کی اہمیت کا اندازہ تو کم و بیش سب کو ہوتا ہے۔ مگر اس کے قیام کیلئے

Marfat.com

یا تو صحیح کوشش نہیں ہوتی یا پھر ایسے اصولوں کا فقدان ہوتا ہے جو امن و آشتی کے اساس ہوتے ہیں ہم مسلمان اس معاملہ میں نہایت خوش قسمت واقع ہوئے ہیں کیونکہ ہمارے پاس پیغمبر امن و سلامتی کے تعلیم کردہ وہ اصول و نظریات بھی موجود ہیں اور آپ کا اسوۂ حسنہ بھی ہماری رہنمائی کرتا ہے۔

میں صرف موضوع کی مناسبت سے چند اشارات کروں گا۔ آپؐ نے جو اصول دیئے وہ یہ تھے کہ اللہ تعالیٰ کی زمین کو فتنہ و فساد سے پاک کیا جائے، اللہ کے بندوں کو بے قصور نہ ستایا جائے اور نوع انسانی کے امن کو خطرے میں نہ ڈالا جائے۔ نیز انسان کی اخلاقی، روحانی اور مادی زندگی پر حملے نہ کیے جائیں۔ یہ سب باتیں اللہ تعالیٰ کو پسند نہیں اس لئے وہ چاہتا ہے کہ مسلمان اس ظلم و ستم کے انسداد اور عدل و انصاف کے قیام کیلئے زندگی کا عیش و آرام اور اپنی جان و مال کی قربانی دے کر اس کی محبت و رضامندی کا استحقاق حاصل کریں، کچھ دینے کی بات کریں لینے کی نہ کریں۔

حضور نبی کریمؐ کی حیات طیبہ پر اگر نظر ڈالیں تو پتہ چلے گا کہ آپؐ کی ساری زندگی لوگوں کی خدمت اور فائدہ رسانی میں گزری۔ آپؐ کے اندر یہ فطری سعادت تھی کہ جس دور میں تمام عالم پر ظلم و سرکشی اور فتنہ و فساد کے بادل چھائے ہوئے تھے تنہا آپ کی ذاتِ اقدس تھی جس کے دل میں دنیا کا درد تھا اور صلح و آشتی کی تڑپ تھی۔ اور عملی طور پر آپؐ نے مظلوموں، فلاکت زدوں اور کمزوروں کی مدد کرنا شروع کی اور تمام نیکیوں کا پیکر بنے رہے۔ جہاں کہیں ظلم و جفا کا واقعہ پیش آیا وہاں تشریف لے گئے، لوگوں کو سمجھایا، معاملے کو سلجھایا اور مظلوموں کی مدد کی حتیٰ کہ آپ نے اس غرض سے قریش کی اس انجمن میں بھی شمولیت فرمائی جس کا مقصد انسداد جرائم اور قیام امن تھا۔

انسانی فطرت اور اس کا جذبۂ مخاصمت کیا کیا رنگ دکھاتا ہے اس کا اندازہ آپ اس حقیقت سے لگا سکتے ہیں کہ جب آپؐ نے اعلان نبوت کیا تو مکہ کے تمام شہری آپؐ کے دشمن بن گئے آپؐ اور آپؐ کے جاں نثاروں کے درپئے آزار ہو گئے کہ ان کی زندگی اس قدر اجیرن کی کہ پہلے ان میں سے بعض لوگوں نے حبشہ کی جانب ہجرت کی اور آخر میں سب مدینہ منورہ تشریف لے گئے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ منورہ پہنچ کر جس چیز کی طرف خصوصی توجہ دی اور کوشش فرمائی، وہ شہر کا امن و امان اور وہاں کے شہریوں کے باہمی تعلقات کو خوشگوار بنانا تھا۔ اس کا ایک پہلو تو مہاجرین و انصار میں باہمی اخوت پیدا کرنا تھا۔ اور دوسرا یہودیوں سے برابری

Marfat.com

کی حیثیت پر ایک ایسا معاہدہ تیار کرنا تھا جس کی رو سے فریقین میں کھچاؤ اور تناؤ کو ختم کر کے امن و امان کی فضا پیدا کرنا تھا۔

حاضرین کرام!

حضورؐ کی زندگی کے اتنے بوقلموں اور گوناگوں پہلو ہیں کہ اس مختصر سے وقت میں کسی کیلئے بھی ان کا احاطہ کرنا ممکن نہیں۔ اس لئے میں کانفرنس کے مجوزہ موضوع "پیغمبر امن و اخوت" کے تناظر میں صرف ان نکات و واقعات کی طرف اشارہ کروں گا۔ جو ہجرت مدینہ اور میثاق مدینہ کے نتیجہ میں برآمد ہوئے۔

حاضرین گرامی قدر!

امن کا بیج ایسے قلوب و اذہان پر بویا جا سکتا ہے جن کی فطرت میں سعادت ہو۔ اس کا پودا ایسے ماحول میں نمو اختیار کرتا ہے پروان چڑھتا ہے اور پھل لاتا ہے جہاں کے آب و گل میں اس کے بیج کو قبول کرنے کی صلاحیت اور دیگر عناصر میں اس کی نشوونما کے جوہر موجود ہوں۔ چنانچہ ہجرت کے نتیجہ میں آپؐ کو وقتی طور پر مدینہ منورہ میں وہ فضا میسّر آگئی۔ آپؐ کی جماعت کو اہل مکہ کی جارحیت اور عداوت سے تحفظ مل گیا۔ لیکن اہل مدینہ کے اپنے حالات خوشگوار نہ تھے، وہاں کے مشہور قبائل اوس و خزرج باہم دست و گریباں تھے۔ آپؐ نے ان کے درمیان صلح کرائی اور پھر مہاجرین کے ساتھ ان کو رشتہ اخوت میں ایسا پرویا کہ وہ تسبیح کے دانوں کی طرح متحد و متفق ہو گئے۔ قرآن کریم اس واقعہ کی طرف اس طرح اشارہ کرتا ہے۔

"اور سب مل کر اللہ تعالیٰ کی رسی کو مضبوطی سے تھام لو اور متفرق نہ ہو جانا اور اللہ تعالیٰ کی اس نعمت کو یاد کرو جب تم ایک دوسرے کے دشمن تھے تو اس نے تمہارے دلوں میں الفت ڈال دی اور تم اس کی مہربانی سے بھائی بھائی ہو گئے اور تم آگ کے گڑھے کے کنارے تک پہنچ چکے تھے تو اللہ تعالیٰ نے تم کو اس سے بچا لیا"

اس طرح حضورؐ نے مدینہ منورہ کے تمام گروہوں، مہاجرینؓ و انصار وغیرہ کو آپس میں بھائی بھائی بنا دیا۔ یہ واقعہ صرف نظریہ نہیں بلکہ ایک حقیقت ہے۔ جس حقیقت کے نتیجہ میں امن و امان کا قائم ہونا ناگزیر ہو گیا۔

مگر یہ تصویر کا صرف ایک رخ ہے۔ جبکہ وہاں ایک اور نمایاں عنصر یہود کا بھی موجود تھا۔ جو صاحب اقتدار اور مالدار لوگ تھے اور جنہوں نے اپنی مکارانہ فطرت اور مال و زر کے

Marfat.com

زو ر پر مدینہ کے اصل شہریوں کو اپنا مقروض اور محکوم بنا رکھا تھا۔ اس لیے آپؐ نے اہل مدینہ کو اس جماعت سے مامون و محفوظ کرنے کیلئے جو معاہدہ تیار کیا، اس میں تمام یہودی قبائل کو بھی شریک کیا۔

اس میثاق کی یوں تو متعدد شقیں تھیں مگر میں ان میں چند ایک کا ذکر ضروری سمجھتا ہوں۔

۱۔ مدینہ پر حملہ ہوگا تو فریقین یعنی یہود و مسلمان مل کر اس کا مقابلہ کریں گے۔

۲۔ تمام جھگڑوں کا آخری فیصلہ حضور علیہ السلام فرمائیں گے۔

۳۔ مدینہ کے اندر کشت وخون حرام سمجھا جائے گا۔

۴۔ مظلوم کی امداد سب پر لازمی ہوگی۔

اس معاہدے کی رُو سے مسلمانوں کی الگ حیثیت کو تسلیم کر لیا گیا، بلکہ ایک لحاظ سے اُن کو اہم اور بڑا فریق سمجھ لیا گیا کیونکہ باہمی نزاعات کی صورت میں آخری فیصلہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلّم کے ہاتھ میں دیا گیا اور سب سے بڑھ کر یہ کہ مدینہ منورہ کو حرم کی حیثیت حاصل ہوگئی کہ اس کے اندر کشت وخون حرام ٹھہرا۔

حضرات!

اس شاندار آغاز کے بعد فتح مکہ کے درمیان جتنی بھی کامیابیاں حاصل ہوئیں، دعوتِ اسلامی کیلئے جو بھی اقدامات کیے گئے صحرائے نفوذ سے نکل کر بلال زرخیز میں اسلام کیلئے جو فضا ساز گار کی اور ان کے نتیجے میں جو علمی اور تمدنی ترقیاں کی گئیں ان کی اساس و بنیاد یہی میثاق مدینہ ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حیاتِ طیبہ کے اس پہلو پر ہمیں خلوص اور سنجیدگی سے غور کرنا چاہیئے۔ آپؐ نے سب سے پہلے مدینہ منورہ کو امن وامان اور اخوت مساوات کی تجربہ گاہ بنایا۔ اور یہیں سے آپؐ نے اپنا پیغام امن بین الاقوامی سطح تک پہنچا دیا۔

حاضرین کرام!

آج کے اس مقدس اجتماع سے فائدہ اٹھاتے ہوئے میری آپ سے یہی گزارش ہے کہ آج وطن عزیز جن حالات سے دوچار ہے، وہ ہم سے اس بات کا تقاضا کرتے ہیں کہ ہم بھی سب سے پہلے اپنے اندرونی حالات کا جائزہ لیں اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کا اعادہ اس طرح کریں کہ ہر شہر اور ہر محلہ میں امن کمیٹیاں بنائیں۔ آپس میں محبت واخوت کا رشتہ مضبوط کریں اور ملک دشمن عناصر کی نشاندہی کریں بلکہ ہو سکے تو ان کی سازشوں اور بے ہودہ کارروائیوں کے آگے بند ھ باندھیں۔ آپ حضرات بخوبی جانتے ہیں کہ مسلمان ہونے کے ناطے

Marfat.com

ہے یہ ہمارا مذہبی اور ملّی فریضہ ہے کہ ہم امن کی فضا کی حدود بین الاقوامی سطح پر پھیلا دیں لیکن اگر ہم آپس میں ہی کشت وخون کرتے رہے تو مجھے ڈر ہے کہ ہم یہ اسلامی فریضہ انجام نہیں دے سکیں گے بلکہ ہمیں اپنی سلامتی اور بقا کو خطرہ میں ڈالنا پڑے گا۔ جو ظاہر ہے کہ کوئی خوشگوار صورت حال نہیں ۔

حضرات!

عوامی حکومت نے اس بات کا عزم کر رکھا ہے کہ ملک کو مضبوط بنیادوں پر قائم و دائم رکھنے کیلئے ہر طرف امن و امان کی حالت کو درست رکھا جائے ۔ آپ سب سے درخواست ہے کہ سیرت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے صدقے اس اہم فریضہ کی انجام دہی میں حکومت کے ہاتھ مضبوط کریں ۔ نتر کائے کانفرنس سے میری خاص طور پر یہ استدعا ہے کہ وہ اپنے منصب اور مقام کیوجہ سے پورے ملک میں اپنا اثر رکھتے ہیں اور صلاحیت رکھتے ہیں کہ وہ اس قومی اور ملّی مسئلہ کو حل کر سکیں ۔

حضرات!

اِن مختصر الفاظ کے ساتھ میں آپ سے اجازت چاہتا ہوں اور آپ سب کا شکریہ ادا کرتا ہوں کہ آپ نے اس کانفرنس کو کامیاب بنانے میں ہماری مدد فرمائی ۔

پاکستان پائندہ باد

Marfat.com

جناب سید قائم علی شاہ، وزیر اعلیٰ سندھ کا صدارتی خطبہ، اختتامی اجلاس۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ؕ

مندوبینِ کرام اور حاضرینِ مجلس

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ،

سب سے پہلے میں اللہ تعالیٰ کا احسان مند ہوں کہ اس نے مجھے آج کی اس مقدس تقریب میں حاضری کی سعادت بخشی اس کے بعد مجھ پر دو شکریئے واجب ہیں۔ ایک وزارتِ مذہبی امور کا کہ انہوں نے مجھے قومی سیرت کانفرنس میں شرکت کی دعوت دی اور اس قابل سمجھا کہ میں خاص طور پر کانفرنس کے اختتامی اجلاس کی ذمہ داریوں سے عہدہ برا ہوسکوں۔ دوسرا شکریہ مجھے تمام شرکائے کانفرنس کا ادا کرنا ہے کہ وہ کراچی میں کانفرنس کے انعقاد کی وجہ سے اصل میں ہمارے مہمان تھے۔ انہوں نے کانفرنس میں شمولیت کے لئے دور دراز کا سفر کیا، اپنے ضروری کاروبار اور مشاغلِ حیات کو وقتی طور پر معرضِ التوا میں ڈالا، اس کا اجر انہیں اللہ تعالیٰ سے ملے گا۔

میں اہلِ سندھ کی طرف سے عوامی حکومت کا بھی سپاس گزار ہوں کہ انہوں نے اپنے دورِ اقتدار کے پہلے سال ہی میں قومی سیرت کانفرنس کے انعقاد کا شرف ہمیں بخشا۔ قومی سیرت کانفرنس کی تاریخ میں ایسا پہلی بار ہوا ہے۔ اللہ کرے بار بار ایسا ہو کہ ہم اہلِ سندھ اللہ تعالیٰ کے حبیب سیدنا محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی محفلِ میلاد آپ کے شایانِ شان طریقہ سے منائیں اور اس نیک کام میں وفاقی حکومت کے ساتھ دستِ تعاون بڑھائیں۔

Marfat.com

حاضرین کرام! مجھے خوشی ہے کہ آج کے اس اجلاس سے یہ کانفرنس جس مقصد کے تحت منعقد کی گئی تھی اُسے پورا کرتے ہوئے بخیروخوبی اختتام کو پہنچ رہی ہے۔ اس دوران آپ نے جس صبروسکون، عقیدت واحترام اور نظم و ضبط کے ساتھ کانفرنس کی کارروائی میں حصہ لیا، اس کے لئے میں آپ کا تہہ دل سے ممنون ہوں۔ اللہ تعالیٰ آپ کے اِن جذبات واحساسات کو زندہ وتابندہ رکھے، آمین!

حضرات!

میں نے محسوس کیا ہے کہ وزارتِ مذہبی امور نے اس سال روائتی انداز سے ہٹ کر چند تبدیلیاں کی ہیں ان میں سب سے اہم کانفرنس کے موضوع کا تعین ہے۔ محض اسلئے نہیں کہ اس کا اعلان ایک سال قبل کر دیا گیا تھا یا صرف اسلئے کہ اس کا تعلق دورِ حاضر کے حالات سے بالکل مطابقت رکھتا ہے بلکہ اس لئے بھی کہ متعدد مقالات میں سے منتخب اور معیاری مضامین ہی کو اجلاس میں پڑھنے کیلئے پیش کیا گیا ہے اس کا مطلب یہ نہیں کہ دوسرے موصولہ مقالات اس قابل نہ تھے۔ بلکہ ان کی افادیت اپنی جگہ مسلمہ ہے۔ جن کو وزارت مذہبی امور کتابی شکل میں آپ کی خدمت میں پیش کرے گی۔ البتہ انعام یافتہ مقالات کی خواندگی سے سب سے بڑا فائدہ یہ ہوا کہ حاضرین کرام کو انہیں تفصیل کے ساتھ سماعت کا موقع میسّر آیا۔ میں انعام پانے والے خوش نصیب مقالہ نگار حضرات کو مبارکباد پیش کرتا ہوں اور وزارتِ مذہبی امور سے توقع رکھتا ہوں کہ وہ اس طریقۂ کار کو جاری رکھے گی۔ تاکہ سیرتِ طیبہؐ پر ہمیں زیادہ سے زیادہ معیاری اور معلوماتی مضامین ملتے رہیں اور سیرت نویس حضرات کے درمیان مسابقت کا عمل جاری رہے اور وہ عرق ریزی اور تحقیق کے ساتھ اچھے مقالات سپردِ قلم کرسکیں۔

تاہم اس کانفرنس میں جتنے مقالات سننے کا موقع ملا ہے وہ ہر طرح سے ایک قومی سیرت کانفرنس کی شان کے مطابق ہے، ان مضامین میں، امن کی ضرورت، اہمیت وافادیت کے علاوہ امنِ عالم اور سکونِ قلب کیلئے جو اصول حضور علیہ السلام کی سیرتِ طیبہؐ کے حوالے سے پیش کیے گئے وہ قابلِ ستائش بھی ہیں، قابلِ غور بھی اور قابلِ عمل بھی۔

حاضرین کرام!

آج کے اس عظیم الشان اور باوقار اجتماع میں علماء و مشائخ عظام اور تمام شرکاء کانفرنس

Marfat.com

کی موجودگی سے فائدہ اٹھاتے ہوئے یہ عرض کرنا چاہوں گا کہ آپ سب ان مقالات میں اُٹھائے گئے نکات پر غور فرمائیں اور اپنے حلقۂ اثر و رسوخ میں قیامِ امن کیلئے وہ تدابیر اختیار کریں جن کی رہنمائی ہمیں حضورؐ کی سیرتِ پاک میں ملتی ہے، امن کا مسئلہ انفرادی نہیں ہے اجتماعی ہے میرا آپ کا سب کا مشترکہ ہے یہ صرف حکومت کا ہی مسئلہ نہیں، معاشرے کا بھی ہے۔ گھر کا مسئلہ نہیں، باہر کا بھی ہے۔ اس لئے ہم سب کو انفرادی طور پر بھی اور اجتماعی طور پر بھی اسے قائم کرنے کیلئے کوشش ہی نہیں بلکہ جہاد کرنا چاہیئے۔ اس طرح آپ حکومت کی اس تحریکِ امن کی تائید و نصرت کریں گے جس کا اس نے تہیہ کر رکھا ہے اور مجھے یقین ہے کہ ہماری باہمی کوششوں سے یہ کام پایۂ تکمیل تک پہنچ سکتا ہے۔

آپ سب جانتے ہیں کہ امن ہر چھوٹے بڑے، مرد و عورت، کسان مزدور، صنعتکار، تاجر، گاؤں کے رہنے والے اور شہری لوگوں کی ضرورت ہے، اگر کسی ملک یا معاشرے میں اس کا فقدان ہو تو اس کی ترقی روک دی جاتی ہے۔ خوشحالی و فارغ البالی بدحالی اور سیاہ بختی میں بدل جاتی ہے اس کی بقاء اور سالمیت خطرہ میں پڑھ جاتی ہے کیونکہ سب کی توانائیاں غلط اور فضول کاموں میں ضائع ہو جاتی ہیں، خدارا انہیں ضیاع سے روکیئے تدابیرِ امن کیجیئے اور فکرِ تعمیرِ وطن کیجیئے۔

حضرات!

تاریخِ عالم کا مطالعہ کیجیئے تو آپ کو اس بات کا اندازہ ہو جائے گا کہ جب سے قابیل سے کرۂ ارض پر پہلے قتل کا فعل سرزد ہوا تب سے دنیا میں فتنہ و فساد کی ابتداء ہوئی ہے۔ دیکھنا یہ ہے کہ بنیادی طور پر وہ کون سے عوامل تھے جو قبائے انسانیت کو تار تار کرنے اور امنِ انسانی کو تباہ کرنے میں کارفرما رہے ہیں۔ اس کانفرنس میں پڑھے گئے مقالات میں ان پر کچھ روشنی ڈالی گئی ہے، میں نے ان میں سے بعض نہایت اہم نکات اخذ کرنے کی کوشش کی ہے۔ جن کا خلاصہ میں آپ کے سامنے پیش کرتا ہوں۔

۱۔ نفسانی خواہشات، حرص و ہوس اور خود غرضی و مفاد پرستی

۲۔ خود کو دوسرے سے برتر سمجھنے کے رجحانات

۳۔ لینے اور چھیننے کا نظریہ

۴۔ انسانی معاشرے کے بعض طبقات کی محرومیاں اور مجبوریاں۔

Marfat.com

۵۔ ہر بڑی مچھلی کا چھوٹی مچھلی کو نگلنے کا رویہ

۶۔ طاقت کا غلط استعمال

تاریخ کے کسی ورق کو پلٹیے، کسی بھی عہد، کسی بھی خطے اور کسی بھی قوم کے حالات کا مطالعہ کیجئے آپ کو بار بار انہی عوامل سے پالا پڑے گا۔ خواہ عرب قدیم کی جاہلیت ہو یا دور حاضر کے انقلابات سوائے ان مختصر ادوار اور محدود دائروں کے جن میں انسانوں نے نور وحی کی روشنی میں اپنی راہ متعین کی۔ انسان ہر قسم کی ترقی اور تمدنی وسائل کے باوجود حقیقی امن وسکون کی جھلک بھی نہ پاسکا۔

حقیقت یہ ہے کہ آج بھی اس کی امن کی پیاس پوری طرح نہیں بجھی۔ ہم جو کہ اللہ تعالیٰ کے محبوب کے امتی ہیں ہمارا یہ فرض ہے کہ ہم آج کی دنیا کے سامنے حضور علیہ السلام کی سیرت طیبہ کے تمام روشن پہلوؤں کو لائیں۔ مجھے خوشی ہے کہ اس فریضہ کو وزارت مذہبی امور ان کانفرنسوں کے ذریعے اور ادب وسیرت کی ترویج واشاعت کے توسل سے کسی حد تک سرانجام دے سکیں گے۔ اس کوشش میں ان کا ہاتھ بٹانا چاہیئے اور یہ فریضہ ہم اس وقت صحیح طور پر سرانجام دے سکیں گے۔ جب ہم ایک دوسرے کیلئے محبت واخوت کے جذبے رکھیں اور آپس میں اس قدر پرخلوص ہوں کہ اگر کہیں بھی کوئی مسلمان کسی تکلیف میں مبتلا ہو تو ہم اس کی تکلیف کو محسوس کریں اور اسے رفع کرنے کی کوشش کریں۔

حضرات گرامی!

میں اپنے دل کی گہرائیوں سے آپ سب کا اور ان تمام افراد اور اداروں کا شکر گزار ہوں جنہوں نے اس کانفرنس کے انعقاد اور اس کی کامیابی کی کوششیں کیں۔ اللہ تعالیٰ آپ سب کو اس کارِ خیر میں حصہ لینے کا اجر عطا فرمائے، آمین

پاکستان پائندہ باد

Marfat.com

جناب حبیب الرحمٰن تنولی، وزیر مذہبی امور و اوقاف، حکومت سرحد

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم
امابعد فاعوذ باللہ من الشیطٰن الرجیم

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

لقد من اللہ علی المومنین اذ بعث فیھم رسولاً من انفسھم یتلوا علیھم اٰیٰتہ ویزکیھم ویعلمھم الکتٰب والحکمۃ وان کانوا من قبل لفی ضلٰل مبین ۝

ترجمہ: اللہ تعالیٰ نے امن اور ایمان کے متلاشی انسانوں پر احسان عظیم کیا کہ ان میں سے ایک جلیل القدر انسان کو نبوت اور رسالت کی نعمت دیکر ہدایت انسانی کیلئے بھیجا جو انہیں اللہ کی آیات سناتے ہیں انہیں پاک کرتے ہیں، کتاب وحکمت کی تعلیم دیتے ہیں اور ان کی آمد سے پہلے وہ صریح گمراہی اور واضح ضلالت میں مبتلا تھے۔

اس حقیقت سے انکار ناممکن ہے کہ رحمتِ کائنات حکیم انسانیت پیغمبر آخر الزماں صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری سے پہلے یہ عالم رنگ وبو اضطراب اور بے چینی کا گڑھا تھا نظام قدرت کے کارندے اپنے اپنے فرائض کی انجام دہی میں مصروف عمل تھے، سورج اپنی ضیا پاش کرنوں سے دنیا کو منور کر رہا تھا۔ چاند کی چاندنی اس عالم کو سکون اور راحت مہیا کر رہی تھی ستاروں کی چمک اور رونق، درختوں کی سرسبزی اور لہلہاتے پھولوں کی مہک اور کھیتوں کی شادابی دریاؤں کی روانی، ہوا کی سرسراہٹ، پرندوں کی چہک، بادلوں کی گرج اور چمک اور خادمان فطرت ہر ایک اپنی اپنی منزل کی طرف رواں دواں تھا۔

لیکن انسانیت کی حالت ناگفتہ بہ تھی جہالت اور گمراہی کا دور دورہ تھا ظلم وتشدد کی

Marfat.com

حکمرانی تھی جور و ستم شباب پر تھے لوٹ مار کا بازار گرم تھا، حیا سوز حرکتوں سے آدمیت منہ چھپائے پھر رہی تھی اللہ کے حقوق اینٹوں اور پتھروں کے بتوں کو اور جنوں اور حیوانوں کے علاوہ وہمی اشیاء کو مل چکے تھے جہاں اللہ کی الوہیت کا نام باقی تھا، وہاں حقیقت اللہ کی ربوبیت سے عملاً انکار تھا۔ شرک اور جہالت کے گھٹا ٹوپ بادلوں نے فہم و دانش کو مسخ کر کے ہر چیز کو بزرگ اور برتر اور رہزنی کو اعلیٰ قرار دے رکھا تھا حرم کعبہ میں تالیاں اور سیٹیاں بجانا عبادت سمجھی جاتی تھی اور زمین میں خدا کا نائب کہلانے والا توہمات اور رسومات کی زنجیروں میں جکڑا ہوا تھا، امانتِ خداوندی کا امین فساد فی الارض کا قائد اور سالار تھا قتل و خونریزی عصمت دری اور بردہ فروشی، چوری اور لوٹ مار اغواء ڈاکہ زنی اس قدر عام تھی کہ اس کی برائی ذہنوں سے مٹ کر فن اور پیشہ کا درجہ اختیار کر چکی تھی شراب خوری اور بدکاری جھوٹ اور دھوکہ وعدہ خلافی اور فریب کاری خیانت اور غضب جیسی روحانی بیماریوں نے پورے معاشرے کو کھوکھلا کر کے اضطراب اور بے چینی پھیلا رکھی تھی ماں باپ، عزیز رشتہ دار ہمسایہ دوست یتیم مسکین نادار اور بیوہ عورتیں سب کسمپرسی کے عالم میں پڑے تھے اور کسی کو ان کے حقوق اور ان سے حسن سلوک کا احساس تک نہ تھا، معصوم اور بے گناہ بچیاں زندہ قبروں میں گاڑ دی جاتی تھیں۔ عورتوں کو کوئی حق حاصل نہ تھا اور وہ عام استعمال کی اشیاء کی طرح وراثت میں، یا چند ٹکوں کے عوض عام منڈیوں میں تجارت کا مال سمجھی جاتی تھیں، مجموعی طور پر انسانیت کراہ رہی تھی اور اس کو ڈوبتی ہوئی کشتی کیلئے ایک رحیم اور شفیق ملاح کی ضرورت تھی۔ رحمت خداوندی کو جوش آیا اور فاران کی چوٹیوں سے ایک آفتابِ عالم تاب چمکا جس نے اعلان کیا، کہ انسانو!

"میں اللہ کی طرف سے تمہارے لیئے رحمت کا ایک ہدیہ اور تحفہ بنا کر بھیجا گیا ہوں، مجھے اللہ نے جہانوں کیلئے رحمت بنا کر بھیجا ہے میں پوری نسل انسانی کے لئے نذیر اور بشیر بنا کر بھیجا گیا ہوں میں علم کی ترویج اور اشاعت ، اخلاقی اقدار کی تکمیل تنظیم اور دنیا میں امن اور سلامتی کی بحالی کیلئے آیا ہوں! جس رب کریم نے مجھے بھیجا ہے اس کا نام سلام ہے۔ جو سلامتی اور سکون کا مبدا اور منبع ہے جو دین لے کر آیا ہوں اس کا نام اسلام ہے۔ جس کا معنی ہی یہی ہے کہ وہ اپنے ماننے والوں کو امن اور سلامتی

Marfat.com

کے دامن میں جگہ دیتا ہے زندگی کیلئے جو دستور العمل تھی، قرآنِ حکیم لے کر آیا ہوں اس کا کام ہی امن وسلامتی کی راہیں روشن کرنا ہے۔

رحمت کائنات جب تشریف لائے بلبلاتی اور کراہتی ہوئی انسانیت کے ڈھانچے کو جہالت اور آلام کے گڑھے سے نکال کر شفقت بھرے ہاتھوں سے اس کے ناسوروں پر اسلام کا تریاق رکھا اپنے حسنِ اخلاق سے وہ انقلاب برپا کیا جس کی مثال تاریخ عالم میں ناممکن ہے۔ رہزن رہنما بن گئے، ڈاکو محافظ اور بردہ فروش یتیم پرور ہو گئے۔ بوریا نشین قیصر وکسریٰ کی عظیم اور قدیم سلطنتوں کے پرچھے اڑا رہے تھے اور سلطنت روم وفارس کے خزانے عرب کے کھدر پوش مسلمان تقسیم کر رہے ہیں۔

جو نہ تھے خود راہ پر اوروں کے ہادی بن گئے
کیا نظر تھی جس نے مردوں کو مسیحا کر دیا

حبشہ کے نجاشی کے دربار میں حضرت جعفرؓ کی تقریر نبی اکرم کی تشریف آوری سے قبل کی حالت زار اور عالم کدۂ عالم میں قدوم میمنت لزوم کے بعد انسانیت نوازی پر مزید روشنی ڈالتی ہے فرماتے ہیں، ہم لوگ جہالت میں پڑے ہوئے تھے، اللہ تعالیٰ کو نہ جانتے تھے۔ پتھروں کو پوجتے تھے، مردار کھاتے تھے برے کام کرتے تھے، رشتے ناطوں کو توڑتے تھے۔ ہم میں طاقتور کمزور کو ہلاک کر دیتا تھا، ہم اسی حال میں تھے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنا ایک رسول مبعوث بھیجا جس کے نسب کو اس کی سچائی، امانت داری اور پرہیز گاری کو ہم خوب جانتے ہیں۔ اس نے ہم کو ایک اللہ وحدہ لاشریک لہٗ کی طرف بلایا اور پتھروں کے بتوں کی عبادت سے منع کیا اس نے ہم کو اچھے کام کرنے کا حکم دیا بُرے کاموں سے روکا سچ بولنے اور امانت داری اور صلہ رحمی کا حکم دیا پڑوسی کے ساتھ حسنِ سلوک کی تلقین کی نماز، روزہ، صدقہ اور خیرات کا حکم دیا اور اچھے اخلاق کی تعلیم دی، زنا بدکاری جھوٹ بولنا، یتیم کا مال کھانا کسی پر تہمت لگانا اور اس قسم کے بُرے اعمال سے منع فرمایا اور قرآن حکیم کی تعلیم دی

یہی مقصود فطرت ہے یہی رمزِ مسلمانی
اخوت کی جہانگیری محبت کی فراوانی

ولادت نبی مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم دراصل مقصودِ کائنات اور ان کا وجود منتہائے

Marfat.com

تخلیقِ آدم ہے۔ آپ کی ولادت مبارک کی مسرت عرش و فرش، لوح و کرسی، زمان و مکاں اور تحت الثریٰ سے لے کر اوجِ ثریا تک کے تمام عناصر خلقت و مناظر فطرت، جن و ملائک اور قدسیانِ فلک و مقام کیلئے عظیم مسرت تھی۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم کی ذاتِ اقدس لباس بشریت میں خیر البشر، دنیائے انسانیت کے محسن عظیم، رشد و ہدایت کا سرچشمہ، فیضان و اکرام کا مصدر، فلاح و نجات کا مخزن اور صدق و اخلاق کا منبع تھی۔

بَلَغَ الْعُلٰی بِکَمَالِہٖ کَشَفَ الدُّجیٰ بِجَمَالِہٖ
حَسُنَتْ جَمِیْعُ خِصَالِہٖ صَلُّوْا عَلَیْہِ وَآلِہٖ

وما علینا الا البلاغ

Marfat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ؕ

پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم بحیثیت داعیِ امن و اخوت

مولانا عبدالرحمٰن کیلانی، لاہور

اس حقیقت سے تو غالباً کسی غیر مسلم کو انکار نہیں ہو گا کہ عالم انسانیت پر جس قدر پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کی شخصیت اثر انداز ہوئی ہے۔ دنیا کی کسی دوسری شخصیت نے اتنا گہرا اثر نہیں چھوڑا، انبیاء ہمیشہ ایسے وقتوں میں مبعوث ہوتے رہے ہیں جب دنیا ظلم و جور سے بھر جاتی ہے، کمزور لوگ بڑے لوگوں کے ظلم و استبداد کی چکی میں پس رہے ہوتے ہیں اور ان کا کوئی پرسانِ حال نہیں ہوتا اگر کوئی شخص اصلاح کی کوشش کرے بھی تو بسا اوقات معاشرتی رسم و رواج کے سامنے مجبور محض اور بے بس ہو کر رہ جاتا ہے۔

کچھ ایسی ہی صورت حال تھی جب پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم اس دنیا میں تشریف لائے۔ دوسرے تمام انبیاء کی طرح آپؐ کی دعوت کا آغاز بھی عقیدہ توحید سے ہوا، عقیدۂ توحید کا مطلب یہ ہے کہ اس کائنات کا خالق و مالک صرف ایک اللہ تعالیٰ ہے، لہٰذا اپنی مخلوقات میں حکم بھی اُسی کا چلے گا، اس کی حاکمیت میں دوسرا کوئی شخص بھی شریک نہیں ہو سکتا۔ اس عقیدۂ توحید کا عملی نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ تمام انسان بحیثیت انسان برابر ہیں کیونکہ وہ ایک ہی اللہ کی مخلوق ہیں۔ یہ معاشرتی مساوات ہوئی۔ پھر چونکہ حاکمیت بھی صرف ایک اللہ کی ہے جس کا مطلب یہ ہوا کہ تمام انسان قانونی لحاظ سے بھی ایک ہی سطح پر ہیں۔ ان میں اگر کچھ فرق ہو سکتا ہے تو صرف یہ کہ جو شخص جس قدر اللہ تعالیٰ کا فرمانبردار اور اس سے ڈرنے والا ہو گا اسی قدر وہ اللہ تعالیٰ کے ہاں بھی اور معاشرتی سطح پر بھی معزز ہو گا۔ تاہم اس کی قانونی حیثیت

Marfat.com

پھر بھی برابر ہی رہے گی ۔

ظاہر ہے کہ ایسی تعلیم چوہدری قسم کے لوگوں کے خود ساختہ حقوق پر کاری ضرب لگاتی ہے لہٰذا ایسے لوگوں نے ہمیشہ انبیاء کی مخالفت ہی کی ہے ۔ اس کے برعکس یہی تعلیم کمزور اور مظلوم طبقہ کے دل کی آواز ہوتی ہے ۔ لہٰذا اسی طبقہ کے کچھ باہمت لوگ ابتداءً انبیاء کا ساتھ دیتے ہیں اور بڑے لوگوں کی طرف سے جو دکھ اور مظالم انبیاء پر ڈھائے جاتے ہیں ان میں وہ انبیاء کے ساتھ شریک ہوجاتے ہیں ۔ ایک طویل سفر اور پُرمشقت جدوجہد کے بعد اللہ تعالیٰ اپنے فضل وکرم سے انبیاء کو ان کے مشن میں کامیاب فرماتے ہیں ۔ ظالم طبقہ ، یعنی چوہدری لوگ ، جو تعداد کے لحاظ سے ایک فیصد بھی نہیں ہوتے ، سرنگوں ہوجاتے ہیں ۔ سسکتی ہوئی انسانیت پھر سے اطمینان کا سانس لینے لگتی ہے ۔

پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کے اسی مشن کا ساتھ دینے کیلئے اللہ تعالیٰ مومنوں سے فرماتے ہیں کہ : ۔

یٰاَیھا الذین اٰمنوا استجیبوا للّٰہ وللرسول اذا دعاکم لما یحییکم (۸/۲۴)	اے ایمان والو ! اللہ اور اس کے رسول کا حکم مانو ، جبکہ رسول اللہ ، تمہیں ایسے کام کیلئے بلائیں جو تم کو زندگی (جاودِاں) بخشتا ہے ۔

اصلاح انسانیت کے اس پُرمشقت سفر میں جو لوگ انبیاء کا ساتھ دیتے ہیں ان کی تربیت ہی اس انداز سے کی جاتی ہے کہ ان کے باہمی اختلاف ، رنجشیں اور کدورتیں از خود ختم ہوجاتی ہیں اور ان میں محبت ، ہمدردی اور اخوت جیسی اعلیٰ اقدار فروغ پانے لگتی ہے قومی ، لسانی ، وطنی اور خاندانی برتری کے تصورات از خود ختم ہونے لگتے ہیں ۔ پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کے رفقا میں عربی ، عجمی سب یکساں طور پر معزز سمجھے جاتے تھے ۔ وہاں اگر حضرت صدیق رض اور حضرت عثمان رض جیسے معززین قریش موجود تھے تو حضرت بلال حبشی رض ، صہیب رومی رض سلمان فارسی رض اور ابوذر غفاری بھی موجود تھے ۔ یہ سب یکساں محترم تھے ۔ صحابۂ کرام رض کے اس اتحاد و اتفاق ، باہمی ہمدردی ، الفت و محبت کو جو وحی الٰہی اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی تربیت کا نتیجہ تھی ۔

اللہ تعالیٰ نے ان الفاظ میں بیان فرمایا : ۔

Marfat.com

والف بین قلوبھم ط لو انفقت ما فی الارض جمیعًا ما الفت بین قلوبھم ولکن اللہ الف بینھم ط انہ عزیز حکیم ہ (۸/۶۳)

اور (اللہ نے ہی) ان (صحابۂ کرام) کے دلوں میں الفت پیدا کر دی، اگر آپ (اس طریق کار کے علاوہ) دنیا بھر کی دولت خرچ کرتے تب بھی ان کے دلوں میں الفت پیدا نہ کر سکتے۔ مگر اللہ ہی نے ان کے دلوں میں الفت ڈالی۔ بے شک وہ زبردست حکمت والا ہے۔

پیشتر اس کے کہ ہم یہ دیکھیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ انقلاب لانے میں کیسے اور کس حد تک کامیاب ہوئے، ضروری معلوم ہوتا ہے کہ اس دور کی معاشرتی حالت کا مختصراً جائزہ لے لیا جائے۔

بعثت نبوی سے پہلے عرب معاشرہ کی حالت

دور جاہلیت میں اہل عرب میں جو مفاسد پھیلے ہوئے تھے۔ وہ مختصراً درج ذیل ہیں :-

۱۔ شرک کا فروغ اہل عرب اپنے آپ کو دین ابراہیمیؑ کا متبع قرار دیتے تھے، مگر طویل عرصہ گزرنے کی وجہ سے یہ لوگ حضرت ابراہیمؑ کی حقیقی تعلیم "توحید خالص" سے بہت دور ہٹ چکے تھے۔ حضرت ابراہیمؑ بت شکن تھے لیکن یہاں صورت حال یہ تھی کہ ہر گھر میں بت موجود تھا۔ پھر ہر ایک قبیلے کا الگ الگ ایک بہت بڑا بت ہوتا تھا جس کی یہ لوگ جے پکارا کرتے تھے۔ حد یہ ہے کہ نبوت کے بیس سال بعد جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ فتح کیا تو توحید کے اس سب سے پہلے اور بڑے مرکز، بیت اللہ شریف میں تین سو ساٹھ بت موجود تھے۔ جنہیں آپ نے خود اپنے ہاتھوں سے توڑ کر ان کی خدائی کے طلسم کو پاش پاش کر دیا۔

ان بتوں میں بعض تو ایسے تھے جنہیں خدائی کا مقام حاصل تھا۔ جنگ احد میں جب مشرکین مکہ کا پلہ بھاری ہوا تو ان کے سپہ سالار ابو سفیان نے اپنے اعلُ ہبل کہہ کر اپنے قبیلہ قریش کے سب سے بڑے بت ہُبَل کی جے پکاری تھی۔ ان بڑے بتوں کے نیچے کچھ چھوٹے بت

Marfat.com

تھے اور یہ سب اللہ کے ہاں سفارشی سمجھے جاتے تھے ۔ اس عقیدہ سفارش نے مشرکین کو عصیان اور سرکشی کی زندگی پر دلیر بنا دیا تھا ۔

۲ ۔ لوٹ مار عرب جیسے ریتلے اور بے آب وگیاہ علاقے میں زراعت تو ممکن ہی نہ تھی ۔ ان لوگوں کا پیشہ بھیڑ بکریاں پال کر گزر اوقات کرنا تھا ، کچھ مالدار لوگ تجارت بھی کرتے تھے ۔ یہ تجارتی قافلے یمن سے ساحل سمندر کے ساتھ ساتھ شام تک ، اور پھر ایران کی طرف نکل جاتے تھے ۔ وحشی قبائل کا پسندیدہ مشغلہ یا تو ان تجارتی قافلوں کو لوٹنا ہوتا تھا یا پھر ایک دوسرے پر حملہ کر کے ان کی بھیڑ بکریاں چھین لیتے تھے ۔ اسی لیے ہر تجارتی قافلے بھیڑ شخصی ضمانتوں کے تحت اور بالعموم حرمت کے مہینوں میں سفر کرتے تھے ۔ پھر بھی ڈاکہ اور راہزنی کی وارداتوں نے راہ کے امن وسکون کی زندگی کو تباہ و برباد کر رکھا تھا ۔

۳ ۔ قتل وغارت ویسے تو رہزنی کا پیشہ ہی انسان کو دوسرے انسان کے قتل پر بیباک اور جری بنا دیتا ہے ، تاہم کچھ اور اسباب بھی ان میں شامل ہو گئے تھے جن کی وجہ سے ان کی وحشت اور انسانی حقوق کی ارزانی اپنی انتہا کو پہنچ چکی تھی اور وہ اسباب درج ذیل ہیں :۔

(i) ۔ **قبائلی نظام** : عرب بھر میں طوائف الملوکی کا دور دورہ تھا ۔ ہر قبیلے کا سردار بھی الگ اور خدا بھی (بت) الگ ہوتا تھا ۔ فخر و مباہات بھی ان کی گھٹی میں پڑا ہوا تھا ۔ انہی وجوہات کی بنا پر دو قبیلوں کے افراد کے درمیان اگر کسی معمولی سی بات پر بھی تنازعہ ہو جاتا ۔ تو ہر کوئی اپنے قبیلے کی دہائی دینے لگتا اور آن کی آن میں یہ جھگڑا ایک قبائلی جنگ کی شکل اختیار کر جاتا ۔ جو مدت مدید تک ختم ہونے کا نام نہ لیتی تھی ، بقول مولانا حالیؔ ؎

وہ بکر اور تغلب کی باہم لڑائی
صدی جس میں آدھی انہوں نے گنوائی
قبیلوں کی کر دی تھی جس نے صفائی
تھی اک آگ ہر سو عرب میں لگائی
نہ جھگڑا کوئی ملک و دولت کا تھا وہ
کرشمہ اک ان کی جہالت کا تھا وہ

(ii) **جنگجو طبائع** قبائلی برتری کے تصور اور لوٹ مار کی عادت نے انہیں اس قدر بگاڑ دیا

Marfat.com

تھا کہ معمولی معمولی باتوں پر ایک دوسرے سے الجھ پڑنا ان کا شعار بن چکا تھا۔ جس طرح کہ غیر اہم باتوں پر یہ جھگڑا بپا ہوتا تھا وہ بھی مولانا حالی کی زبان سے سنیئے:۔

کہیں تھا مویشی چرانے پہ جھگڑا — کہیں گھوڑا پہلے بڑھانے پہ جھگڑا
لب جو کہیں آنے جانے پہ جھگڑا — کہیں پانی پینے پلانے پہ جھگڑا
یونہی روز ہوتی تھی تکرار ان میں — یونہی چلتی رہتی تھی تلوار ان میں

(iii) **ثار کا عقیدہ** ان لوگوں کے ہاں اس عقیدہ کا مطلب یہ تھا کہ جب تک مقتول کے خون کا بدلہ نہ لیا جائے، اس کی روح پرندہ کی شکل اختیار کر کے مسلسل چیخ و پکار کرتی رہتی ہے کہ میں پیاسی ہوں، میں پیاسی ہوں۔ اور اس روح کی یہ پیاس اس وقت تک نہ بجھتی تھی جب تک کہ قاتل یا اس کے قبیلے کے کسی مرد کو قتل کر کے اس چیخنے والی روح کی چپ نہ کرا دیا جائے۔

۴۔ **نسلی اور علاقائی تفاخر:** اس دور میں قریش کے نسلی تفاخر کا ڈنکا بجتا تھا۔ اور حرم کی پاسبانی اور بعض دوسری خدمات کی بنا پر دوسرے قبائل ان کی سیادت کو تسلیم بھی کرتے تھے۔ مگر قریش کی ذیلی شاخوں کی بھی آپس میں ٹھنی رہتی تھی اور یہی نسلی برتری اور کمتری معاشرتی بگاڑ کو جنم دیتی اور تفرقہ و انتشار کا سبب بن گئی تھی۔

اور علاقائی تفاخر کا یہ حال تھا کہ عرب باقی تمام دنیا کو عجم کہتے تھے۔ یعنی وہ خود تو فصیح و افضل تھے جبکہ باقی دنیا ان کے مقابلے میں گونگی اور حقیر تھی۔

معاشرتی ناہمواری کی ایک اور قسم آقا اور غلام کی تقسیم ہے۔ عرب میں غلاموں کی خرید و فروخت کا عام رواج تھا۔ اہل عرب میں جس شخص کے پاس جتنے زیادہ غلام ہوتے اتنا ہی وہ معزز اور سرکردہ سمجھا جاتا تھا۔ غلاموں کی جن کی حیثیت ریکاڈ اور متروکہ مال کی تھی، انسان سے بہت کمتر درجہ کی مخلوق سمجھا جاتا تھا۔ اور یہ طبقہ اپنے آقاؤں کے سامنے یوں مجبور و بے بس ہوتا تھا۔ جیسے غسال کے ہاتھ میں مُردہ، ان کی داد و فریاد سننے والا کوئی نہ تھا۔

۵۔ **عورت کا مقام:** اس معاشرہ میں عورت کا مقام اگرچہ غلام سے قدرے بلند تھا، تاہم وہ بھی متروکہ مال کی طرح تقسیم ہوتی تھی۔ بیٹے اپنی ماں سے نکاح بھی کر لیتے تھے یا پھر اسے

Marfat.com

لونڈی بنا لیتے تھے۔ عورت کا وجود اس قدر باعثِ ننگ و عار سمجھا جاتا تھا کہ بچی کے پیدا ہوتے ہی اسے زندہ درگور کر دیا جاتا تھا۔ ایک مرد دس دس عورتوں سے نکاح کر کے انہیں اپنے گھر میں ڈال لیتا۔ لونڈیاں مستزاد تھیں۔ پھر وہ ان سے جیسے چاہتا سلوک کرتا۔ عورت کو آباد کرنا یا لٹکائے رکھنا، طلاقیں دیتے جانا مگر رخصت کر کے ان کی فلاح نہ کرنا، ایسے مسائل تھے جنہوں نے عورت کی زندگی کو موت سے بدتر بنا دیا۔

۶۔ شراب نوشی

شراب ان لوگوں کی گھٹی میں پڑی ہوئی تھی، مرد و زن، چھوٹے بڑے غلام و آقا سب ہی اس کے رسیا تھے۔ شراب پی کر فسق و فجور اور عشق معاشقہ کی داستانوں کو فخریہ بیان کرنا، تہمت تراشی، نسلی تفاخر کی بڑ ہانکنا، چھوٹی چھوٹی باتوں پر سیخ پا ہو کر میدان کارزار برپا کر دینا سب اسی مذموم عادت کے کرشمے ہیں، جیسا کہ ارشاد باری ہے:۔

انما یرید الشیطٰن ان یوقع	شیطان تو یہ چاہتا ہے کہ شراب اور جوئے
بینکم العداوۃ والبغضاء	کے سبب تمہیں آپس میں دشمنی اور رنجش
فی الخمر والمیسر (۵/۹۱)	سے دوچار کر دے۔

۷۔ فحاشی اور زنا کاری

فحاشی کا رواج اس قدر تھا کہ ایسے واقعات کو برسرِ عام بیان کرنا ایک قابل فخر کارنامہ سمجھا جاتا تھا، عرب کے مشہور میلہ عکاظ میں شعراء اور خطیب اپنی اپنی محبوباؤں کا نام لے لے کر اپنی فحاشی اور معاشقہ کی داستانیں مزے لے لے کر سناتے تھے جس سے بعض دفعہ حریف قبیلہ جس سے معشوقہ کا تعلق ہوتا۔ غیرت میں آجاتا اور اسی مقام پر لڑائی کا میدان گرم ہو جاتا۔ اور حد یہ ہے کہ بعض حیا باختہ عورتیں خود اس میلہ میں اپنے آشناؤں سے تعلقات کو برسرِ عام بیان کرنے آتی تھیں، یہ کچھ تو برملا ہوتا تھا اور جو کچھ درون خانہ ہو سکتا ہے اس کا آپ خود اندازہ لگا لیجئے، یہ تھے وہ حالات جن میں آپؐ مبعوث ہوئے اور جن کے متعلق اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ:۔

ظہر الفساد فی البر والبحر بما	خشکی اور تری (ہر جگہ)، لوگوں کے اعمال کے سبب
کسبت ایدی الناس (۳۰/۴۱)	فساد پھیل گیا۔

اگر مندرجہ بالا اسباب کے نتائج پر غور کیا جائے تو نتیجتہً دو ہی باتیں سامنے آتی ہیں:۔

Marfat.com

۱۔ بد امنی کا ملک بھر میں دور دورہ تھا۔ راستے پُرخطر تھے، کوئی بھی اجتماع لڑائی اور ہنگامہ کے خطرہ سے خالی نہ ہوتا تھا۔ اور جب لڑائی چھڑ جاتی تو ختم ہونے میں نہ آتی تھی۔

۲۔ اور اس بد امنی کی بڑی وجہ ان لوگوں کی آپس میں رنجشیں، رقابتیں اور عداوتیں تھیں جن کے کئی اسباب تھے اور انہیں باتوں کی اصلاح کے لئے آپؐ مبعوث ہوئے تھے۔

عربِ فجار اور حلف الفضول

آپ کی بعثت سے چند سال پہلے اہل مکہ ایسی ہی قبائلی جنگ کی زد میں آئے ہوئے تھے۔ لڑائیوں کے اس متواتر سلسلہ نے سینکڑوں گھرانے برباد کر دیئے تھے۔ قتل اور سفاکی موروثی اخلاق بن گئے تھے، عرب فجار، جو قیس اور قریش کے درمیان ہوئی اور اس نام سے اس لئے موسوم ہوئی کہ یہ حرمت والے مہینوں میں بھی جاری رہی کے خاتمہ پر بعض طبیعتوں میں اصلاح کی تحریک پیدا ہوئی۔ رسول اللہؐ خود بھی (قبل از بعثت) اس لڑائی میں شریک ہوئے، کیونکہ اس جنگ میں قریش ہی حق پر تھے، تاہم آپ نے کسی پر ہاتھ نہیں اٹھایا۔ قریش کے چند معززین عبداللہ بن جدعان کے گھر جمع ہوئے اور معاہدہ ہوا کہ ہم میں سے ہر شخص مظلوم کی حمایت کرے گا اور کوئی ظالم مکہ میں نہ رہنے پائے گا۔ اس معاہدہ کو حلف الفضول کہا جاتا ہے، اس نام کی وجہ یہ تھی کہ ابتداء جن لوگوں کو ایسے معاہدہ کا خیال آیا ان کے ناموں میں فضل کا مادہ بطور قدرِ مشترک شامل تھا۔ یعنی فضیل بن حرث، فضیل بن وداعہ اور مفضل۔

اس معاہدہ کا کوئی خاطر خواہ نتیجہ برآمد نہ ہوا کیونکہ اس وقت کوئی ایسی قوت موجود نہ تھی جو قبائلی عصبیتوں کا خاتمہ کر سکتی۔ آپؐ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے عہدِ نبوت میں فرمایا کرتے تھے، کہ "اگر معاہدہ کے مقابلے میں مجھے سرخ اونٹ ____ جو عربوں کے نزدیک بہت قیمتی چیز سمجھی جاتی تھی ____ بھی دیئے جاتے تو میں نہ بدلتا اور آج بھی اسے معاہدے کیلئے مجھے کوئی بلائے تو میں حاضر ہوں۔" (سیرت النبی۔ ج ۱ ص ۱۸۴ - ۱۸۵، شبلی نعمانی)۔

قیامِ امن کی شرعی بنیادیں

قیامِ امن کے لئے سب سے بڑی بنیاد عقیدۂ توحید کا راسخ ہونا، روزِ آخرت پر ایمان اور اپنے

Marfat.com

ہر اچھے یا برے فعل کے لئے اللہ کی بارگاہ میں جواب دہی کا تصور ہے ۔ چنانچہ بعثت کے بعد ابتدائی دور میں مکہ میں جتنی سورتیں نازل ہوئیں، ان میں سب سے زیادہ انہیں امور کی وضاحت کی گئی ہے ۔ اس لئے تقویٰ پیدا ہوتا ہے جو انسان کو ہر طرح کی برائی کے ارتکاب سے باز رکھتا ہے ۔
اس عقیدہ میں اتنی قوت موجود ہے کہ سلیم الطبع انسان ہر طرح کی بری حرکات و عادات سے باز آجائیں لیکن معاشرہ میں سب لوگ سلیم الطبع نہیں ہوتے کچھ لاتوں کے بھوت بھی ہوتے ہیں ۔ جن کیلئے قانون کے سہارا کی ضرورت ہوتی ہے ، اس سلسلہ میں شریعت نے جو احکام دیئے ہیں وہ مختصراً درج ذیل ہیں :۔

جان کی حفاظت : قتل کو شدید ترین اور ناقابل معافی جرم قرار دیا گیا ہے ، ارشاد باری تعالیٰ ہے :۔

ولکم فی القصاص حیٰوۃ یاأولی الالباب — اور اے اہل عقل ! قصاص لینے میں تمہارے لئے زندگانی ہے ۔ (۲/۱۷۹)

اور یہ قصاص محض قتل میں نہیں ، بلکہ اعضاء جوارح میں بھی قصاص ہے ، جس کی تفصیل احادیث میں موجود ہے ۔

(i) مسلم کے قتل عمد کی سزا قصاص کے علاوہ ابدی جہنم ہے ۔ اللہ کا غضب اور لعنت مستزاد ہیں ۔ (۴/۹۳) ۔
(ii) مسلمان کے قتل بالخطا کی سزا ایک غلام آزاد کرنا اور مقتول کی وارثوں کو خون بہا دینا ہے ۔ (۴/۹۲)
(iii) مقتول اگر وہ معاہد قوم سے تعلق رکھتا ہے تو غلام آزاد کرانا اور مقتول کے وارثوں کو خون بہا دینا ہے اور اگر دشمن قوم سے تعلق رکھتا ہو تو غلام آزاد کرانا ہے (۴/۹۲)
(iv) نوزائیدہ بچیوں کو زندہ درگور کرنے کو بھی قتل ہی قرار دیا گیا ۔ (۸۱/۸)
(v) قتل کی ہلکی سے ہلکی سزا یہ ہے کہ اگر مقتول کے وارث دیت پر راضی ہو جائیں تو یہ ان کی مہربانی ہے ، دیت کی مقدار سو اونٹ ہے جو دورِ جاہلیت میں مروج تھی ۔ شریعت نے اسے بحال رکھا ہے ۔

مال کی حفاظت : (i) چوری کی سزا یہ مقرر کی گئی کہ چور کا ہاتھ کاٹ دیا جائے ۔

Marfat.com

(ii) رہزنی کیلئے چار سزائیں ہیں۔ (۱) قتل (۲) سولی
(۳) آمنے سامنے کے ہاتھ پاؤں کاٹنا اور
(۴) جلاوطنی، قاضی کو یہ اختیار ہے کہ ان میں سے کوئی ایک یا کسی ایک سزا ایک حالات کے تقاضا کے مطابق دے دے۔

(iii) باطل کے تمام طریقوں سے ایک دوسرے کا مال لینا حرام قرار دیا گیا اور صرف فریقین کی باہمی رضامندی کی تجارت کو حلال کیا گیا۔ ان باطل طریقوں میں سود، جُوا، دھوکے کی بیع، اندھے سودے، رشوت، حرام چیزوں کی خرید و فروخت سب کچھ آجاتا ہے۔

آبرو کی حفاظت:

(i) آبروریزی یعنی زنا کی حد غیر شادی شدہ کیلئے سو کوڑے مقرر ہے (۲۴/۲) اور شادی شدہ کیلئے رجم ہے۔ (بخاری۔ کتاب استتابۃ المرتدین)

(ii) تہمت لگانے کی سزا ۸۰ درے ہے اور توبہ سے قبل قانون کی گواہی نامقبول ہے (۲۴/۴)۔

(iii) شراب نوشی کی سزا جرم کی نوعیت کے مطابق ۴۰ کوڑے یا ۸۰ کوڑے ہے (بخاری۔ کتاب الحدود)

اب جان و مال اور آبرو کی حفاظت کے متعلق ارشادات نبوی بھی ملاحظہ فرمائیے، آپ نے فرمایا:۔

۱۔ ہر مسلمان پر کسی بھی مسلمان کا خون اور اس کا مال اور اس کی عزت (بے عزتی کرنا) حرام ہے" (مسلم، کتاب البر ــــ باب تحریم ظلم المسلم وخذلہ)

۲۔ مسلمان پر لعنت کرنا اس کو قتل کرنے کی مانند ہے (مسلم کتاب الایمان۔ باب بیان غلظ تحریم")

۳۔ کسی شخص کیلئے اتنی ہی برائی کافی ہے کہ وہ اپنے مسلمان بھائی کو حقیر سمجھے (مسلم کتاب البر والصلہ باب تحریم ظلم المسلم وخذلہ)

۴۔ مسلمان کو گالی دینا گناہ ہے اور اسے قتل کرنا کفر ہے۔
(بخاری کتاب الایمان، باب خوف المومن ....) مسلم۔ کتاب الایمان .. عنوان باب)

Marfat.com

۵۔ کوئی شخص اپنے مسلمان بھائی کی طرف ہتھیار سے اشارہ بھی نہ کرے (مسلم

۶۔ جس شخص نے ہم پر ہتھیار اٹھایا، وہ ہم سے نہیں (ہمارا اس سے کوئی تعلق نہیں)
(مسلم، کتاب الایمان عنوان باب)

۷۔ سب سے بُرا اللہ کے نزدیک وہ شخص ہے جو بڑا لڑاکا جھگڑالو ہو (مسلم، کتاب العلم باب النہی عن اتباع متشابہ القرآن)

علاوہ ازیں کتاب وسنت میں بے شمار ایسے احکام موجود ہیں جن میں معاشرہ کے ہر طبقہ کے حقوق ومفادات کا پورا پورا لحاظ رکھا گیا ہے۔

امن کی ضمانت

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس بات کا پورا یقین تھا کہ جو دعوت وہ لے کر اٹھے ہیں اس سے قبائلی جنگوں کے لامتناہی سلسلہ کا خاتمہ ہو کر امن قائم ہو کے رہے گا اور یہ اسلام کی بالادستی اور معاشی خوشحالی کا دور ہوگا۔ عدی بن حاتم رض کہتے ہیں کہ:

"ایک بار میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھا تھا، اتنے میں ایک آدمی آیا اور اس نے فقر وفاقہ کی شکایت کی پھر ایک اور آدمی آیا اور اس نے راہ کی بے امنی (رہزنی) کی شکایت کی، آپ نے مجھ سے مخاطب ہو کر فرمایا: "عدی! تم نے حیرہ دیکھا ہے؟" میں نے کہا "نہیں، لیکن اس کا نام سنا ہے" آپ نے فرمایا: "اگر تو زندہ رہا تو دیکھ لے گا کہ ایک اکیلی عورت اونٹ پر سوار ہو کر حیرہ سے چلے گی اور مکہ پہنچ کر کعبہ کا طواف کرے گی اور اس کو اللہ کے سوا کسی کا ڈر نہ ہوگا"۔ میں نے اپنے دل میں کہا کہ بنی طے کے ڈاکو کہاں جائیں گے جنہوں نے شہروں کو تباہ کر دیا ——— عدی کہتے ہیں کہ جیسا رسول اللہ نے فرمایا تھا میں نے اپنی زندگی میں دیکھ لیا کہ ایک عورت حیرہ سے اونٹ پر سوار ہو کر کعبہ کا طواف کرتی ہے اور اسے اللہ کے سوا کسی کا ڈر نہیں ہوتا۔ (بخاری کتاب المناقب، باب علامات النبوۃ فی الاسلام)

یہ تو خیر مدنی دور کا قصہ ہے جب اسلامی ریاست قائم ہو چکی تھی، آپ کو اس وقت بھی اس بات کا اتنا ہی یقین تھا۔ جب مکہ میں اپنے صحابہ کرام رض کے ساتھ شدید مخالفت اور تکالیف کے دور سے گزر رہے تھے اور کسی کو یہ گمان بھی نہ ہو سکتا تھا۔ کہ اسلام اور اہل اسلام پر کبھی

Marfat.com

ایسا پُرامن دور بھی آسکتا ہے، حضرت خباب بن ارتؓ بیان فرماتے ہیں کہ:۔

" میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا۔ آپ اس وقت کعبہ کے سایہ میں چادر پر تکیہ لگائے بیٹھے تھے۔ اس زمانہ میں ہم مشرک لوگوں سے سخت تکلیفیں اٹھا رہے تھے میں نے آپ سے عرض کیا۔ " آپؐ اللہ سے بددعا کیوں نہیں کرتے، یہ سن کر آپ تکیہ چھوڑ کر سیدھے بیٹھ گئے، آپ کا چہرہ غصہ سے سرخ ہوگیا، آپ نے فرمایا! "تم سے پہلے تو ایسے لوگ گزر چکے ہیں جن کے گوشت اور پٹھوں میں ہڈیوں تک لوہے کی کنگھیاں چلائی جاتی تھیں ان کے سر پر آرا چلا کر انکے دو ٹکڑے کر دیئے جاتے، مگر وہ اپنے سچے دین سے نہیں پھرتے تھے اور اللہ تعالیٰ ایک دن اپنے اس دین کو ضرور پورا کرے گا۔ یہاں تک کہ ایک شخص صنعا سے سوار ہو کر حضرت موتؑ تک چلا جائیگا اور اللہ کے سوا اس کو کسی کا ڈر نہ ہوگا۔ (اور ایک روایت میں یہ الفاظ زیادہ ہیں کہ آپ نے حضرت خباب بن ارتؓ سے فرمایا! لیکن تم لوگ تو جلدی کرتے ہو) (بخاری المناقب باب مالقی النبی صلی اللہ علیہ وسلم واصحابہ من المشرکین المکۃ)۔

اسی طرح اللہ تعالیٰ نے اپنا وہ وعدہ پورا فرمادیا، جو اس نے اپنے نیک بندوں سے فرمایا، جیسا کہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

وعد اللہ الذین اٰمنوا منکم وعملوا الصٰلحٰت لیستخلفنھم فی الارض کما استخلف الذین من قبلھم ولیمکنن لھم دینھم الذی ارتضٰی لھم ولیبدلنھم من بعد خوفھم امنا ط (۲۴/۵۵)

تم میں سے جو لوگ ایمان لائے اور نیک کام کرتے رہے، ان سے اللہ کا وعدہ ہے کہ انہیں ملک کا حاکم بنا دے گا جیسا کہ ان سے پہلے لوگوں کو حاکم بنایا تھا اور ان کے دین کو جسے اس نے ان کیلئے پسند کیا ہے۔ مستحکم و پائیدار کر دے گا اور خوف کے بعد ان کو امن بخشے گا۔

قانونی مساوات اور عدلیہ کی بالادستی

ہر ریاست اپنے علاقے میں قیام امن کیلئے عدالتیں قائم کرتی ہے تاکہ وہ ریاست میں اس کے دستور کے مطابق عدل و انصاف کریں، اسلام میں یہ دستورِ شریعت ہے جو اللہ تعالیٰ کی نازل کردہ ہے۔

Marfat.com

اسلامی عدالتیں اسی کے مطابق انصاف کرنے کی پابند ہوتی ہیں، ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

انا انزلنا الیک الکتب بالحق لتحکم بین الناس بما اراک اللہ (۴/۱۰۵)
اے پیغمبر! ہم نے آپؐ پر سچی کتاب نازل کی ہے تاکہ ہم آپ خدا کی ہدایات کے مطابق لوگوں کے مقدمات فیصل کریں۔

اسلام میں حاکمیت، جیسے آج کی سیاسی زبان میں اقتدار اعلیٰ (SOVEREIGNTY) کہتے ہیں، بھی اللہ تعالیٰ کی ہے اور قانون ساز بھی اللہ تعالیٰ ہے۔ جس کی نظروں میں شاہ و گدا، امیر و غریب، آقا و غلام سب برابر ہیں۔ لہٰذا شرعی قانون سب پر ایک ہی جیسا لاگو ہے اور اسلام میں یہی وہ صفت ہے جو اسے دوسرے تمام نظام ہائے سیاست سے ممتاز کر دیتی ہے۔ وجہ یہ ہے دوسرے تمام نظاموں میں حاکمیت یا تو کسی ایک انسان کی ہوتی ہے یا کسی ادارہ یا پارلیمنٹ کی۔ ایسے حاکم یا قانون ساز ادارے خود کو بہرحال قانون کی گرفت سے بچائے رکھتے ہیں۔

غیر اسلامی حکومتوں میں عدلیہ کی بے بسی

کہنے کو تو سب حکومتیں عدلیہ کی بالادستی کا ڈھنڈورا پیٹتی ہیں مگر اسلام نے عدلیہ کی بالادستی کا جو تصور پیش کیا ہے، وہ اس کی گرد کو بھی نہیں پہنچ سکیں۔ کسی بھی طرز حکومت میں جس کی حاکمیت ہوگی، بالادستی بھی اسی کی ہوگی۔ ملوکیت یا آمریت میں مقتدر اعلیٰ خود بادشاہ کی ذات ہوتی ہے۔ اس کے منہ سے نکلا ہوا ہر لفظ اس کا حکم ہے اور وہی اس ریاست کا قانون ہے، اس کے حکم کے مقابلے میں کسی کا کوئی حق نہیں ہوتا۔

جمہوریت میں قانونی حاکمیت تو پارلیمنٹ کے پاس ہوتی ہے اور سیاسی حاکمیت عوام کے پاس عدلیہ محض پارلیمنٹ کے بنائے ہوئے قانون کے مطابق فیصلے کرنے کی پابند ہوتی ہے۔ اگر صدر مملکت یا وزیر اعظم یا انتظامیہ کے دیگر معزز ارکان کو اپنے مفادات کے خلاف عدالت کی طرف سے فیصلہ ہونے کا خطرہ لاحق ہو تو پارلیمنٹ فوراً نیا قانون بنا کر یا پہلے قانون میں ترمیم کر کے یا عدالتوں پر دباؤ ڈال کر اسے بے بس بنا دیتی ہے۔

دور کیوں جایئے ہم اپنے پاکستان کی بات کرتے ہیں۔ اس کے دستور ۱۹۷۳ء میں اب تک ایسی دفعات موجود ہیں جن کی رو سے صدر مملکت، وزیر اعظم، گورنر اور وزرائے اعلیٰ پر نہ کوئی فوجداری

Marfat.com

مقدمہ دائر ہو سکتا ہے، نہ عدالت انہیں ایسے مقدمات میں ملوث قرار دے سکتی ہے اور نہ ہی کوئی بڑی سے بڑی عدالت انہیں اپنے ہاں طلب کر سکتی ہے .... ہمارے قومی اسمبلی کے ارکان کو اجلاس کی کارروائی سے ۴۰ دن پہلے اور ۱۴ دن بعد تک کوئی دیوانی یا محصولاتی عدالت یا انتخابی ٹریبونل طلب نہیں کر سکتے۔ نہ ہی ایسی کارروائی کر سکتے ہیں جس میں کوئی رکن اسمبلی فریق ہو۔ دستورِ پاکستان صہ ۴۵۳ از فاروق اختر نجیب) "اسمبلی کی کارروائی کو عدالت میں چیلنج نہیں کیا جا سکتا۔" (تحریک آزادی اور دستورِ پاکستان صہ ۴۵۲ از فاروق اختر نجیب)

"اسمبلی کے ارکان کی تقاریر پر عدلیہ باز پرس نہیں کر سکتی (آئین پاکستان دفعہ ۱۱۱)

غور فرمائیے جہاں بڑوں اور چھوٹوں میں قانونی طور پر ہی اتنا فرق تسلیم کر لیا جائے وہاں عدلیہ کی بالا دستی کا دعویٰ کیا جا سکتا ہے؟

اسلامی عدلیہ

: اب ذرا اسلامی عدلیہ کی طرف آئیے۔ عدالت کے پاس بھی وہی دستور ہے جسے ریاست کا ایک ایک فرد جانتا ہے پھر اس دستور میں ترمیم و تنسیخ کا بھی کسی کو اختیار نہیں اس نظام میں ہر چھوٹی بڑی عدالت خلیفہ تک کو طلب کر سکتی ہے اور وہ اس بات کا پابند ہے کہ عدالت کی طلبی پر بلا چوں و چرا عدالت میں حاضر ہو۔ کیا دنیا کی تاریخ میں ایسی مثال مل سکتی ہے کہ خود سربراہِ مملکت بلا جبر و اکراہ اپنے آپ کو قصاص کیلئے عوام کی عدالت میں پیش کرے! یہ صرف اسلامی نظام کی برکات ہیں کہ پیغمبر اسلامؐ خود کو اپنی وفات سے پیشتر صحابۂ کرامؓ کے بھرے مجمع میں پیش کر کے برملا یہ اعلان کرتے ہیں کہ اگر کسی شخص پر مجھ سے کوئی زیادتی ہو گئی ہو تو وہ مجھ سے بدلہ لے سکتا ہے؟۔

فاطمہ فخزومیہ (قریشیہ) نے چوری کی تو اہل قبیلہ نے ہاتھ کٹنے کی بدنامی کے ڈر سے سفارش کی راہیں تلاش کرنا شروع کیں، بالآخر آپؐ کے محبوب غلام حضرت اسامہؓ بن زید کو اس مقصد کے لئے وسیلہ بنایا گیا۔ جب حضرت اسامہؓ نے سفارش کی، تو آپ کا چہرہ غصہ سے سرخ ہو گیا، آپ نے فرمایا!

"تم سے پہلی امتیں اسی وجہ سے ہلاک ہوئیں کہ وہ کمزور کو تو سزا دیتے مگر معزز کو چھوڑ دیتے تھے۔ اس اللہ کی قسم جس کے ہاتھ میں محمدؐ کی جان ہے، اگر فاطمہ بنت محمدؐ بھی چوری کرتی تو میں اس کے ہاتھ کاٹ دیتا۔" (بخاری کتاب الحدود، باب اقامۃ الحدود ....)

Marfat.com

اور یہی وہ بات ہے جسے حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ مختلف انداز سے بار بار اپنے خطبوں میں دہرایا کرتے تھے۔

حضرت عمرؓ بارہا خود عدالت میں حاضر ہوئے، ایک دفعہ آپؓ حضرت زیدؓ بن ثابت کی عدالت میں پیش ہوئے وہ ازراہِ تکریم اٹھ کھڑے ہوئے تو حضرت عمرؓ نے فرمایا "یہ تمہاری پہلی غلطی ہے" اس کے بعد حضرت زیدؓ نے انہیں اپنے پاس بٹھانا چاہا تو پھر انہیں کہا "یہ تمہاری دوسری غلطی ہے۔" پھر خود ہی مدعی کے ساتھ بالمقابل کھڑے ہوئے کیونکہ شرعی قانون کا یہی تقاضا تھا۔ لطف کی بات یہ ہے کہ یہ عدالت بھی کوئی اونچی سطح کی سرکاری عدالت نہ تھی بلکہ حضرت عمرؓ اور حضرت ابی کعبؓ کے درمیان جھگڑا تھا۔ جس میں فریقین نے حضرت زیدؓ کو ثالث تسلیم کیا تھا اس مقدمہ میں فیصلہ بھی حضرت عمرؓ کے خلاف صادر ہوا (الفاروق ص: ۲۲۴ شبلی نعمانی)

حضرت علیؓ کے اپنے دورِ خلافت میں ان کی اپنی زرہ چوری ہو گئی جو آپ نے ایک یہودی کے پاس دیکھ لی، آپ کو پوری قدرت حاصل تھی کہ آپ اس سے واپس لے لیتے۔ مگر آپ نے ایسا نہیں کیا بلکہ قاضی شریح کی عدالت میں مقدمہ دائر کیا، حضرت علیؓ کے پاس بطور گواہ ان کے بیٹے حسن اور غلام ان کے غلام تھے، قاضی شریح نے آپ کا مقدمہ صرف اس بنا پر خارج کر دیا کہ بیٹے کی شہادت باپ کے حق میں غلام کی شہادت آقا کے حق میں مقبول نہیں حالانکہ عدالت کو یہ خوب معلوم تھا کہ مدعی اور گواہ سب عادل اور ثقہ ہیں اور مدعی خود خلیفہ ہے لیکن عدالت نے اسلامی قانون کے تقاضے پورے کئے اور مقدمہ خارج کر دیا، یہودی نے جب اسلامی قانونِ عدل اور قانونی مساوات کی یہ بلندی دیکھی تو زرہ واپس کر دی اور خود بھی مسلمان ہو گیا۔

حضرت عمرؓ کے دورِ خلافت میں حضرت معاذ بن جبلؓ رومیوں کے ہاں سفیر بن کر گئے تو دوران گفتگو بادشاہ اور اس کے اختیارات کا ذکر چھڑ گیا۔ حضرت معاذؓ کہنے لگے "تمہیں اس بات پر ناز ہے کہ تم ایسے شہنشاہ کی رعایا ہو، جس کو تمہاری جان اور مال کا اختیار ہے۔ لیکن ہم نے جس کو اپنا سربراہ بنا رکھا ہے، وہ کسی بات میں اپنے آپ کو ہم پر ترجیح نہیں دے سکتا وہ اگر زنا کرے تو اسے کوڑے لگائے جائیں۔ چوری کرے تو ہاتھ کاٹے جائیں، وہ پردے میں نہیں بیٹھتا، اپنے آپ کو ہم سے بڑا نہیں سمجھتا، مال و دولت میں اس کو ہم پر ترجیح نہیں۔"

(الفاروق از شبلی نعمانی صہ ۱۲۵ مطبوعہ سنگ میل پبلیکیشنز، لاہور)

انہیں حضرت معاذ بن جبلؓ کو جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یمن کا گورنر بنا کر بھیجا تو

Marfat.com

لوگوں کے درمیان فیصلے کرنے کیلئے سلسلہ میں آپؐ نے انہیں جو ہدایت فرمائی وہ سنہری حروف سے لکھنے کے قابل ہے، آپ نے فرمایا :-

اتق دعوۃ المظلوم فانہ لیس بینہ وبین اللہ حجاب

مظلوم کی بددعا سے بچنا، کیونکہ اس کی بددعا اور اللہ کے درمیان کوئی چیز حائل نہیں ۔

(متفق علیہ)

غور فرمائیے جہاں عدل وانصاف کی سطح اتنی بلند ہو، وہاں بدامنی رہ سکتی ہے ؟

عالمی امن صرف اسلام سے قائم ہو سکتا ہے

انیسویں صدی کے اواخر میں جب سائنسی ترقی کے نتیجہ میں وسائل ابلاغ میں وسعت اور ذرائع نقل وحرکت میں آسانی اور تیز رفتاری پیدا ہوئی تو تمام دنیا کو ایک عالمی برادری کا احساس پیدا ہوا ۔ ابھی اس کی طرف کچھ پیش رفت نہ ہوئی تھی کہ ۱۹۱۴ء میں جنگ عظیم اول شروع ہو گئی ۔

اسلام اور اُخوّت :

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے پیغمبر تھے ۔ ان کے اقوال کو وحی الٰہی کے ذریعہ پیشنگوئی پر محمول کیا جا سکتا ہے لیکن حیرت کی بات یہ ہے کہ بعض اہل بصیرت لوگ خود بھی اندازہ لگا لیتے تھے کہ جو تعلیم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لے کر آئے ہیں، اسی میں انسان کے دکھوں کی نجات ہے اگر قبائلی آویزشوں، عداوتوں اور جنگوں سے چھٹکارا حاصل ہو سکتا ہے تو صرف آپؐ کی تعلیمات کے ذریعہ ہی ہو سکتا ہے تفصیل اس اجمال کی یہ ہے کہ ہجرت نبوی سے پیشتر مدینہ میں دو قومیں آباد تھیں، ایک یہود، دوسرے مشرکین جو بعد میں انصار کے نام سے مشہور ہوئے ۔ یہود گو تعداد میں کم تھے مگر اپنے علم اور معاشی برتری کی بنا پر انصار پر چھائے ہوئے تھے، انصار پھر دو قبائل، اوس اور خزرج میں بٹے ہوئے تھے ۔ یہود کا کام یہ تھا کہ اوس اور خزرج کو آپس میں لڑا بھڑا کر انہیں کمزور کرتے رہتے اور خود کسی ایک قبیلہ کے حلیف بن کر انہیں لڑائی میں الجھا کر اپنی بالادستی قائم رکھتے تھے ۔ اس صورتِ حال سے انصار بہت پریشان تھے سنہ ۱۱ ہجری نبوی میں قبیلہ اوس کا ایک چھ رکنی وفد قریش مکہ کے پاس اس غرض سے آیا، کہ خزرج کے خلاف قریش کا حلف وتعاون حاصل کرے ۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس وفد کی آمد کا علم ہوا تو آپؐ

Marfat.com

قریش سے وفد کی ملاقات سے پیشتر ہی ان سے ملے۔ اور ان پر قرآنی آیات پیش کیں، اوس و خزرج کے درمیان اس وقت عداوت کی آگ بھڑک رہی تھی۔ اس وفد کے ایک رکن ایاس بن معاذ نے جب آپ کا پیغام سنا تو کہنے لگے۔ اے قوم! "واللہ یہ کام اس کام سے بہتر ہے جس کیلئے آپ یہاں تشریف لائے ہیں۔" مگر امیر وفد ابو الحیسر کہنے لگا "ہم یہاں اس کے بجائے کسی دوسرے مقصد کیلئے آئے ہیں اور اتفاق کی بات کہ اس وفد کا وہ مقصد بھی پورا نہ ہوا اور وہ قریش کے کے ساتھ حلف و تعاون کا معاہدہ کرنے میں کامیاب نہ ہو سکا۔

جنگ بعاث

بالآخر اوس و خزرج کے درمیان وہ خطرناک جنگ ہوئی جسے مدینہ کی تاریخ میں جنگ بعاث کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ اس جنگ نے دونوں قبیلوں کو چکنا چور کر دیا تھا اور اہل دانش لوگ اس صورت حال سے سخت پریشان اور اس کا حل تلاش کرنے کی فکر میں تھے۔ اگلے سال ۱۱ھ نبوی میں انصار کے چھ معززین بسلسلہ حج مکہ تشریف لائے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حسب معمول ان کے پاس گئے اور انہیں اسلام کی دعوت دی اور تلاوت قرآن فرمائی۔ ان لوگوں نے اپنی تکلیف کا مداوا بھانپ لیا، وہ ایک دوسرے سے کہنے لگے۔ دیکھو! یہ تو وہی نبی معلوم ہوتے ہیں جن کا حوالہ دے کر یہود تمہیں دھمکیاں دیا کرتے ہیں۔ لہٰذا تم پر یہود سبقت نہ کرنے پائیں۔ اس کے بعد وہ فوراً مسلمان ہو گئے اور کہنے لگے کہ! "ہم اپنی قوم کو اس حالت میں چھوڑ کر آئے ہیں کہ کسی اور قوم میں ان جیسی عداوت اور دشمنی نہیں پائی جاتی۔ ہمیں امید ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ کے ذریعہ انہیں یکجا کر دیگا۔ ہم آپ کی دعوت ان پر بھی پیش کریں گے اور اگر اللہ نے آپ پر ان کو یکجا کر دیا تو پھر آپ سے بڑھ کر کوئی اور معزز نہ ہوگا۔" ؎

چنانچہ اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کو یہ آرزو پوری کر دی، اسلام لانے کے بعد اوس و خزرج کی سب دیرینہ رقابتیں اور عداوتیں ختم ہو گئیں اور وہ آپس میں شیر و شکر بن کے رہنے لگے۔

؎ الرحیق المختوم۔ ص ۲۱۴-۲۱۵۔

Marfat.com

سلسلہ مواخات

مہاجرین مکہ معظمہ سے ہجرت کر کے بے سروسامان آئے تھے اگرچہ ان میں چند ایک دولتمند اور خوشحال بھی تھے۔ مگر کفار سے چھپ کر نکلنے کی وجہ سے اپنے ساتھ کچھ نہ لا سکے تھے ان مہاجرین کے لئے انصار کا گھر مہمان خانہ عام تھا۔ جب رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہجرت کر کے مدینہ تشریف لائے تو تعمیر مسجد نبوی کے بعد آپؐ نے سب سے پہلے مہاجرین کی مستقل آبادکاری اور ان کے ذریعہ معاش کی طرف توجہ مبذول فرمائی۔ اس سلسلہ میں انصار کے تعاون کی شدید ضرورت تھی۔ آپؐ نے سب مہاجرین اور انصار کو حضرت انس بن مالک کے گھر پر جمع فرمایا، مہاجرین اس وقت تعداد میں پینتالیس تھے۔ آپ نے انصار کو مخاطب کر کے فرمایا۔ "یہ تمہارے بھائی ہیں۔" پھر مہاجرین اور انصار میں سے دو، دو شخص بلا کر فرماتے گئے" کہ یہ "اور تم بھائی بھائی ہو۔" انصار نے آپؐ کے اس ارشاد کی فوراً تعمیل کی اور اپنے بھائی مہاجر کو ساتھ لے جا کر گھر کی ایک ایک چیز کا نصف اس کے حوالے کر دیا۔

گھریلو اشیاء کے بعد اب جائیداد کا مسئلہ آیا، انصار کی اصل جائیداد نخلستان ہی تھے۔ انہوں نے درخواست کی کہ یہ نخلستان ہمارے اور ہمارے مہاجر بھائیوں میں برابر برابر تقسیم کر دیئے جائیں۔ لیکن مہاجرین نے انصار کے اتنے بڑے ایثار کو از راہِ غیرت قبول نہ کیا۔ پھر انصار نے کہا، تب آپ لوگ ہمارا کام کر دیا کریں اور ہم پھل میں آپ لوگوں کو شریک رکھیں گے۔ اس بات کو مہاجرین نے بخوشی قبول کر لیا۔ [1]

اس رشتہ اخوت کی مزید توثیق یوں ہوئی کہ اللہ تعالیٰ نے ان بھائیوں کو ایک دوسرے کا وارث قرار دے دیا۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے۔

ان الذین اٰمنوا وھاجروا وجاھدوا باموالھم وانفسھم فی سبیل اللہ والذین اٰووا ونصروا اولٰئک بعضھم اولیاء بعض (۸/۱۰)	جو لوگ ایمان لائے اور ہجرت کی اللہ کی راہ میں اپنے جان و مال سے جہاد کیا اور وہ لوگ جنہوں نے ان لوگوں کو پناہ دی اور ان کی مدد کی۔ تو یہ لوگ آپس میں ایک دوسرے کے ولی (وارث ہیں)

---

[1] صحیح بخاری۔ کتاب المناقب۔ باب اخاء النبی بین المہاجرین والانصار
" کتاب الشروط ۔ باب الشروط فی المعاملہ۔

Marfat.com

دو سال تک۔ مہاجرین اور انصار اسی بھائی چارہ کی رو سے ایک دوسرے کے وارث بنے پھر جب مہاجرین کو انصار کی امانت کی ضرورت نہ رہی تو جنگ بدر کے بعد ایسی وراثت کا سلسلہ درج ذیل آیت کی رو سے ختم کر لیا گیا، تاہم بھائی چارے کا عہد باقی رہا۔

واولوا الارحام بعضھم اولیٰ ببعضٍ (۸/۱۰)

قرابت دار ہی ایک دوسرے (کی وراثت) کے زیادہ حقدار ہیں۔

حقیقت یہ ہے کہ جہاں یہ بھائی چارہ ایک حکیمانہ سیاست اور مسلمانوں کو درپیش بہت سے مسائل کا بہترین حل تھا وہاں اس بھائی چارہ نے مسلمانوں میں اخوت، ہمدردی اور الفت و محبت کی جو فضا پیدا کی وہ حقیقی بھائیوں سے بھی بڑھ کر تھی۔ یہی وہ اللہ تعالیٰ کی نعمت تھی جس کا ذکر قرآن کریم میں ان الفاظ سے آیا ہے۔

واعتصموا بحبل اللہ جمیعا ولا تفرقوا واذکروا نعمت اللہ علیکم اذ کنتم اعداءً فالف بین قلوبکم فاصبحتم بنعمتہٖ اخوانا وکنتم علیٰ شفا حفرۃٍ من النار فانقذکم منھا (۳/۱۰۳)

اور سب مل کر اللہ (کی ہدایت) کی رسی کو مضبوطی سے پکڑے رہو اور اللہ کی اس مہربانی کو یاد کرو۔ جب تم ایک دوسرے کے دشمن تھے۔ تو اللہ نے تمہارے دلوں میں الفت ڈال دی اور تم اللہ کی مہربانی سے بھائی بھائی بن گئے۔ اور تم آگ کے گڑھے کے کنارے پر پہنچ چکے تھے کہ اللہ نے تم کو اس سے بچا لیا۔

اخوت کی شرعی بنیادیں

اب ہم یہ دیکھنا چاہتے ہیں کہ اسلام کی وہ کون سی تعلیمات ہیں، جن پر عمل کرنے سے معاشرہ میں ایسی اخوت و ہمدردی پیدا ہو جاتی ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ذکر فرمایا ہے۔ اس بحث کو ہم چند ذیلی عنوانات میں تقسیم کریں گے۔

Marfat.com

۱۔ عقائد و عبادات میں یگانگت: معاشرہ کے افراد کو مربوط اور مستحکم بنانے اور ان میں اخوت پیدا کرنے کیلئے عقائد و عبادات یگانگت بنیاد کی حیثیت رکھتی ہے اور یہ ایک ایسی وحدت فکر عمل ہے جو کسی دوسرے معاشرے میں نہیں پائی جاتی۔ کائنات ارضی کے تمام مسلمان خواہ وہ دنیا کے کسی کونے میں رہتے ہوں کوئی زبان بولتے ہوں۔ کسی قوم سے تعلق رکھتے ہوں۔ عقائد و نظریات میں متحد ہوتے ہیں۔ ہر مسلمان خدا پر اس کے رسول پر، اس کے فرشتوں پر، اس کی کتابوں پر اور یوم آخرت پر ایمان رکھتا ہے۔ یہی وحدت فکر افراد کو نہ دل سے ایک دوسرے کے قریب لانے میں موثر کردار ادا کرتی ہے اسی وحدت فکر و عمل کا نتیجہ ہے کہ آج کے گئے گزرے دور میں ایک ملک کے مسلمان دوسرے ملک کے مسلمانوں سے قلبی لگاؤ رکھتے ہیں۔

۲۔ عبادات: عبادات میں سب سے پہلا نمبر نماز کا ہے نماز صرف خدا کی خوشنودی اور برے کاموں سے روکنے کا ہی ذریعہ نہیں اس میں اور بھی بہت سی مصلحتیں ہیں۔ نماز عدم مساوات کو ختم کرتی تنظیم کا سبق دیتی اور وقت کی پابندی سکھلاتی ہے، افراد میں ہمدردی، اخوت اور ربط قائم کرکے اسلامی معاشرہ کا ایک چھوٹے پیمانہ پر نمونہ قائم کرتی ہے۔

زکوٰۃ: صرف طبقاتی تقسیم کا علاج ہی نہیں بلکہ امیر غریب کے درمیان محبت اور موانست بھی پیدا کرتی ہے۔ یہی حال روزہ اور حج کا بھی ہے ان کی ادائیگی میں مسلمانوں میں تنظیم، مساوات، ایک دوسرے کی ضروریات کا احساس، تکالیف میں برداشت اور ایک دوسرے سے ہمدردی اور محبت کے سبق ملتے ہیں۔

مسلمانوں کی اجتماعیت اور اتحاد و اتفاق اسلام کی نظروں میں اتنا پسندیدہ ہے کہ نماز کا اجتماع دن میں پانچ بار فرض کیا گیا ہے۔ جہاں افراد ملت آپس میں مل بیٹھتے ایک دوسرے کے حالات سے باخبر رہتے اور اپنے ہر طرح کے مسائل کا حل سوچتے ہیں۔ پھر اس کے بعد جمعہ کے دن کا ہفتہ وار اجتماع ہے اس کے مقاصد بھی وہی ہیں۔ پھر سال بھر دو مقامی اجتماع عیدین کے موقع پر ہوتے ہیں جن میں عورتوں کے شامل ہونے کی تاکید کی گئی ہے۔ پھر اہل استطاعت لوگوں پر حج فرض ہے جو مسلمانوں کا سالانہ عالمگیر اجتماع ہے اگر آج کا مسلمان ان فرائض کی ادائیگی ٹھیک طور پر بجا لائے اور ان کے مقاصد سے پوری طرح باخبر ہو کر ان سے

Marfat.com

۲۔ حقوق و فرائض: حقوق و فرائض کی ابتدا گھر سے ہوتی ہے ۔ جیسے حقوق مرد کے عورت پر ہیں، ویسے ہی عورت کے مرد پر بھی ہیں ۔ ازدواجی زندگی کا اصل روح مودت مرافقت اور ایک دوسرے پر مہربانی ہے، ارشاد باری ہے ۔

ومن اٰیٰتہ ان خلق لکم من انفسکم ازواجاً لتسکنوا الیھا وجعل بینکم مودۃ و رحمۃ (۳۰/۲۱)	اور اللہ کی نشانیوں میں سے ایک یہ بھی ہے کہ اس نے تمہارے لئے تمہاری ہی جنس کی عورتیں پیدا کیں تاکہ ان کی طرف (مائل ہو کر) آرام حاصل کرو ۔ اور تم میں محبت اور مہربانی پیدا کر دی ۔

اگر مرد کے ناظم خانہ ہونے کی بنا پر عورت کو اس کی اطاعت کا حکم دیا گیا ہے تو مرد کو بھی عورت سے حسنِ سلوک کی سخت تاکید کی گئی ہے ۔ زوجین میں ناچاقی کی صورت میں اگرچہ طلاق جائز ہے تاہم یہ اللہ کے ہاں سخت ناپسندیدہ چیز ہے (ابو داؤد ۔ کتاب الطلاق) ۔

رشتہ داروں کے حقوق: زوجین کے بعد قریبی رشتہ داروں کی باری آتی ہے ۔ جن سے حسنِ سلوک اور الفت و محبت کی قرآن مجید میں سخت تاکید آتی ہے ۔ اللہ تعالیٰ نے مومنوں کی صفات بیان کرتے ہوئے فرمایا: ۔

والذین یصلون ما امر اللہ بہ ان یوصل (۱۳/۲۱)	اور جن قریبی رشتوں کو اللہ نے جوڑے رکھنے کا حکم دیا ہے، انہیں جوڑے رکھتے ہیں

اور دو مقامات پر قریبی رشتہ داروں سے بگاڑ پیدا کرنے والوں کو سخت تنبیہ کی گئی ہے فرمایا!

(۱) ویقطعون ما امر اللہ بہ ان یوصل ویفسدون فی الارض ط اولٰئک ھم الخٰسرون (۲/۲۷)	اور جن قریبی رشتوں کو اللہ نے جوڑنے کا حکم دیا ہے انہیں قطع کرتے ہیں اور زمین میں خرابی کرتے ہیں تو یہی لوگ نقصان اٹھانے والے ہیں ۔
(۲) ویقطعون ما امر اللہ بہ ان یوصل ویفسدون	اور جن قریبی رشتہ داروں کو اللہ نے جوڑے رکھنے کا حکم دیا ہے ۔ انہیں قطع کرتے ہیں

Marfat.com

فی الارض اولٰئک لهم اللعنۃ ولهم سوء الدار (۱۳/۲۵) — اور زمین پر فساد کرتے ہیں، ایسے لوگوں کے لئے لعنت ہے اور ان کے لئے گھر بھی برا ہے۔

قریبی رشتہ داروں کے بعد دوسرے رشتہ داروں کا درجہ آتا ہے۔ ان سب سے بہتر تعلقات استوار رکھنے اور انہیں نباہنے کی تاکید کی گئی ہے۔ دور کے غیروں سے بھی حسن سلوک کا حکم ضرور ہے مگر ان سے تعلقات استوار رکھنے اور نباہنے کی تاکید نہیں۔ یہ اپنوں کا ہی حق ہے اور اگر یہ حق غیروں کو دیا جاوے جیسا کہ بعض لوگ کیا کرتے ہیں کہ اپنوں سے ہی تو بیگانے اچھے ہوتے ہیں اور اپنوں کو چھوڑ کر دوسروں سے تعلقات استوار رکھے جائیں تو اسی چیز کا نام ظلم ہے۔ اب اس سلسلہ میں رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے چند ارشادات مبارک بھی ملاحظہ فرمالیجیے:۔

۱۔ کسی شخص کا یہ کمال نہیں کہ وہ حسن سلوک کا جواب حسن سلوک سے دے بلکہ کمال یہ ہے کہ اس کے رشتہ دار اس سے بدسلوکی کریں اور وہ ان سے حسن سلوک سے پیش آئے (بخاری۔ کتاب الادب۔ باب لیس الواصل بالمکافی)

۲۔ حضرت ابوذرؓ کہتے ہیں کہ رسول اکرمؐ نے مجھے وصیت کی کہ تم رشتہ داروں کے حقوق پوری طرح ادا کرو، خواہ وہ تم سے بدسلوکی سے پیش آئیں (بخاری۔ ایضاً)

۳۔ جو شخص عام غریبوں کو صدقہ دے گا تو اسے ایک درجہ اجر ملے گا لیکن جو اپنے قرابت داروں کی امداد کرے گا اسے دوہرا اجر ملے گا۔ (بخاری، ایضاً)

۴۔ حضرت جبیر بن معطمؓ کہتے ہیں کہ رسول اکرمؐ نے فرمایا، جو شخص صلہ رحمی کا حق ادا نہ کرے گا وہ جنت میں داخل نہ ہوگا۔ (بخاری، کتاب الادب باب اثم القاطع)

۵۔ جو شخص یہ پسند کرتا ہے کہ اس کے رزق میں فراخی ہو اور اس کی عمر دراز ہو تو وہ صلہ رحمی کرے (بخاری، کتاب الادب، باب اثم القاطع) (مسلم کتاب البر والصلہ، باب صلہ الرحم وتحریم تقطیعھا)۔

ہمسایہ کے حقوق: رشتہ داروں کے بعد ہمسائے حسن سلوک اور الفت و محبت کے مستحق ہوتے ہیں اور وہ تین طرح کے ہوتے ہیں۔ (۱) رشتہ دار ہمسایہ (۲) رفیق ہمسایہ اور (۳) اجنبی ہمسایہ

Marfat.com

اسی نسبت سے ان کا خیال رکھنا چاہیئے ۔

ہمسایوں کے حقوق سے متعلق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے ایک بار یوں ارشاد فرمایا ۔

جبریل یوصینی بالجار حتی ظننت انہ سیورثہ جبریلؑ مجھے ہمسایہ کے متعلق تاکید کرتے ہی گئے یہاں تک کہ میں خیال کرنے لگا کہ وہ اسے وراثت میں حقدار بنا دے گا ۔ (بخاری کتاب الادب، باب الوصاۃ بالجار) ۔

ایک بار آپؐ نے یوں فرمایا !

"وہ شخص مومن نہیں جو خود تو پیٹ بھر کر کھالے مگر اس کا ہمسایہ اس کے پہلو میں بھوکا ہو ۔" (شعب الایمان للبیہقی)

ایک بار صحابہ کرامؓ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ہمسایہ کے حق کے متعلق پوچھا تو آپ نے فرمایا ! "اگر وہ تجھ سے قرض مانگے تو تو اسے قرض دے، تجھ سے مدد چاہے تو اس کی مدد کر بیمار ہو تو اس کی عیادت کر، محتاج ہو تو اس کی حاجت پوری کر، اسے کوئی بھلائی ملے تو مبارکباد دے اور اگر کوئی مصیبت آئے تو اظہار ہمدردی کر، مر جائے تو اس کے جنازہ میں شریک ہو اس کے گھر سے اپنے گھر کو اتنا اونچا نہ کر کہ اس کی ہوا رک جائے آیا کہ وہ خود اس پر راضی ہو ۔ اپنے کھانے کی خوشبو سے اسے تکلیف نہ دے ورنہ تھوڑا سا اس کے گھر بھی بھیج اور پھل لائے تو اس کے گھر بھی بھیج یا اسے چھپا کر کھا ۔ اور تیرے بچے اسے لیکر باہر نہ جائیں تاکہ ہمسایہ کا بچہ اسے نہ ستائے ۔" (طبرانی بحوالہ ترجمان القرآن زیر مضمون اسلام کا معاشرتی نظام از ابوالاعلیٰ مودودی جون ۱۹۴۸ ص ۸۵)

ایک دفعہ آپ نے فرمایا " وہ شخص مومن نہیں جس کا ہمسایہ اس کی شرارتوں سے امن میں نہ ہو" (بخاری، کتاب الادب، باب اثم من لا یامن جارہ)

اور ایک دفعہ یوں فرمایا ! اگر تیرے ہمسائے تجھے اچھا سمجھتے ہیں تو تو واقعی اچھا آدمی ہے اور اگر برا سمجھتے ہیں تو تو واقعی برا آدمی ہے ۔ (ترمذی ابواب البر والصلۃ، باب ما جاء فی حق الجوار)

ایک مرتبہ آپ سے عرض کیا گیا کہ ایک عورت خوب نمازیں، نوافل پڑھتی ہے، کثرت سے روزے رکھتی اور خوب خیرات کرتی ہے مگر اس کے ہمسائے اس کی بدزبانی سے عاجز ہیں، آپ نے فرمایا ! " وہ جہنمی ہے " صحابہ نے عرض کیا کہ ایک دوسری عورت میں یہ خوبیاں تو نہیں صرف فرائض بھی بجالاتی ہے مگر وہ پڑوسیوں کو تکلیف نہیں دیتی، فرمایا ! وہ جنتی ہے ۔

Marfat.com

(مشکوٰۃ المصابیح ۔ کتاب الآداب، باب البر والصلۃ، متفق علیہ الخلق، فصل ثالث)

عام معاشرہ کے حقوق:

ہمسایوں کے بعد عام معاشرہ کا درجہ ہے ۔ معاشرہ میں الفت و محبت کے جذبہ کو فروغ دینے کیلئے شریعت نے جو ہدایات دی ہیں وہ مختصراً درج ذیل ہیں، ارشاد باری ہے!

۱۔ انما المومنون اخوۃ فاصلحوا بین اخویکم (۴۹/۱۰)

مومن آپس میں بھائی بھائی ہیں تو اپنے دو بھائیوں میں صلح کرا دیا کرو ۔

۲۔ یا ایھا الذین امنوا لا یسخر قوم من قوم عسیٰ ان یکونوا خیراً منھم ولا نساءٌ من نساءٍ عسیٰ ان یکن خیراً منھن ولا تلمزوا انفسکم ولا تنابزوا بالالقاب بئس الاسم الفسوق بعد الایمان ج (۴۹/۱۱)

اے ایمان والو! کوئی قوم دوسری سے تمسخر کرے ممکن ہے کہ وہ لوگ ان سے بہتر ہوں، اور نہ ہی عورتوں، دوسری عورتوں کا تمسخر اڑائیں، ممکن ہے کہ وہ ان سے اچھی ہوں اور اپنے مومن بھائیوں کو عیب نہ لگاؤ اور نہ ہی ایک دوسرے کا بُرا نام رکھو ۔ ایمان لانے کے بعد بُرا نام رکھنا گناہ ہے ۔

۳۔ یا ایھا الذین امنوا اجتنبوا کثیراً من الظن ان بعض الظن اثم ولا تجسسوا ولا یغتب بعضکم بعضاً ایحب احدکم ان یاکل لحم اخیہ میتاً فکرھتموہ ط (۴۹/۱۲)

اے ایمان والو! زیادہ گمان کرنے سے بچو کیونکہ اکثر گمان گناہ ہیں اور ایک دوسرے کے حالات کی ٹوہ میں نہ رہو ۔ نہ ہی کوئی کسی دوسرے کی غیبت کرے، کیا کوئی تم میں سے اس بات کو پسند کرے گا کہ اپنے مرے ہوئے بھائی کا گوشت کھائے، اس سے تو تم ضرور نفرت کرو گے ۔

اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا!

۱۔ تمام مسلمان ایک جسم کی مانند ہیں جب جسم کا ایک عضو تکلیف میں مبتلا ہے تو سارا جسم کرب و اضطراب میں مبتلا ہو جاتا ہے (بخاری کتاب الادب باب رحمۃ الناس والبہائم)

Marfat.com

گویا ہر مسلمان کو دوسرے کے دکھ درد میں یوں شریک ہونا چاہیئے جیسے وہ دکھ درد اُسے خود لاحق ہوا ہے ۔

۲۔ مسلمان ایک عمارت کی طرح ہیں جس کا حصّہ دوسرے کو مضبوط کرتا ہے ۔ (بخاری، کتاب الادب باب تعاون المومنین)۔

۳۔ الدین النصیحۃ" یعنی دین خیر خواہی کا نام ہے، آپ سے پوچھا گیا، کس سے خیر خواہی آپ نے فرمایا اللہ سے خیر خواہی، اس کے رسول سے خیر خواہی اور تمام مومنوں سے خیر خواہی (مسلم کتاب الایمان، باب بیان الدین نصیحۃ)

یعنی جب تک ایک مسلمان دوسرے کا حقیقی طور پر خیر خواہ نہ ہو، اس کا دین مکمل نہیں ۔

۴۔ کوئی شخص اس وقت تک مومن نہیں ہوتا جب تک وہ اپنے مسلمان بھائی کیلئے وہی کچھ پسند کرے جو اپنے لئے کرتا ہے ۔ (بخاری کتاب الایمان، باب من الایمان ان یحب لاخیہ مایحب لنفسہ)

۵۔ جو شخص دوسروں پر رحم نہیں کرتا اللہ بھی اس پر رحم نہیں کرتا ۔ (بخاری کتاب الادب، باب رحمۃ الناس والبھائم)

۶۔ مسلمان بھائی کیلئے حلال نہیں کہ وہ مسلمان بھائی سے تین دن سے زیادہ تعلقات منقطع رکھے۔ (بخاری، کتاب الادب، باب ماینھی عن التحاسد)

۷۔ مسلمان وہ ہوتا ہے جس کے ہاتھ اور زبان سے دوسرے مسلمان کو تکلیف نہ پہنچے ۔ (بخاری کتاب الایمان، باب المسلم من سلم) (المسلمون من یدہ ولسانہ)

۸۔ ہر مسلمان دوسرے مسلمان کو السلام علیکم کہے، خواہ اس سے پہچان ہو یا نہ ہو (بخاری وکتاب الاستیذان، باب افشاء السلام)۔

۹۔ مسلمان مسلمان کا بھائی ہے جو اس پر نہ ظلم کرتا ہے اور نہ اسے بیار و مددگار چھوڑتا ہے" (مسلم کتاب البر والصلہ باب تحریم ظلم المسلم و) کتاب (بخاری کتاب الاکراہ باب یمین الرجل لصاحبہ ....)

۱۰۔ جو شخص اپنے بھائی کی حاجت روائی میں لگا ہوتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کی حاجت روائی میں لگا ہوتا ہے ۔ (بخاری ایضاً)

۱۱۔ بدگمانی سے بچو، کیونکہ بدگمانی بڑا جھوٹ ہے کسی کی باتوں پر کان مت لگاؤ اور نہ ہی کسی کی ٹوہ میں رہو اور دنیا کیلئے ریس نہ کرو اور نہ ایک دوسرے کا حسد کرو نہ دشمنی کرو، اور

Marfat.com

اور بھائی بھائی بن کر اللہ کے بندے بن جاؤ۔" (مسلم کتاب البر والصلۃ، باب تحریم الظن..)

۱۲۔ چغلخور جنت میں داخل نہ ہوگا"۔ (مسلم۔ حوالہ ایضاً) بخاری، کتاب الادب، باب مایکرہ من النمیمۃ)۔

۱۳۔ جو شخص دنیا میں کسی بندے کا عیب چھپائے گا، قیامت کے دن اللہ اس کا عیب چھپائے گا۔ (مسلم کتاب البر والصلۃ، باب تحریم الغیبۃ)۔

۱۴۔ مسلمان مسلمان کا بھائی ہے، وہ اس سے خیانت نہیں کرتا، اس سے جھوٹ نہیں بولتا اور نہ تکلیف کے وقت ساتھ چھوڑتا ہے، ہر مسلمان پر دوسرے مسلمان کا مال، جان اور آبرو حرام ہے۔" (مسلم، کتاب القصاص والایات، باب تحریم الدعاء والاعراض و الاموال)۔

۱۵۔ اور خطبہ حجۃ الوداع میں آپ نے فرمایا! اے لوگو میری بات سنو، اچھی طرح جان لو کہ ہر مسلمان دوسرے مسلمان کا بھائی ہے۔ سب مسلمان ایک برادری ہیں، کسی شخص پر اس کے بھائی کا مال حلال نہیں جب تک وہ خود اپنی خوشی سے نہ دے، ایک دوسرے پر ظلم نہ کرنا۔" (ترمذی، ابواب الحدود، باب ماجاء فی الستر علی المسلم، ابن ماجہ، کتاب الحج، خطبہ حجۃ الوداع)۔

۴۔ معاشرتی مساوات:

حقوق و فرائض کا تعین کے بعد معاشرتی مساوات کا ایک عام اصول جو شریعت نے بتلایا ہے، وہ معاشرتی مساوات ہے، ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

یآ ایھا الناس انا خلقنٰکم من ذکرٍ وانثیٰ وجعلنٰکم شعوبا وقبآئل لتعارفوا ان اکرمکم عند اللہ اتقٰکم (۴۹/۱۳)

اے لوگو! ہم نے تم کو ایک مرد اور ایک عورت سے پیدا کیا اور تمہاری قومیں اور قبیلے بنائے تاکہ تم ایک دوسرے کو پہچان سکو، اور خدا کے ہاں تم میں سے زیادہ عزت والا وہ ہے جو زیادہ پرہیزگار ہے۔

اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خطبہ حجۃ الوداع کے موقع پر بھرے مجمع میں ارشاد فرمایا!

کسی عربی کو عجمی پر اور گورے کو کالے پر کوئی فضیلت نہیں، تم سب آدم کی اولاد ہو اور آدم مٹی سے پیدا کئے گئے تھے"

معاشرتی مساوات کا یہ اصول ہر طرح کی علاقائی، کوئی، لسانی، طبقاتی اور قومی برتری کی جڑ کاٹ کر

Marfat.com

سب انسانوں کو ایک ہی صف میں لا کھڑا کرتا ہے اور ان کے درمیان محبت و اخوت کی فضا پیدا کرتا ہے۔
برعکس وہ الہامی تعلیمات اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عملی تربیت، جس کے نتیجے میں مسلمانوں کی آپس میں الفت و محبت حقیقی بھائیوں سے بھی بڑھ گئی تھی۔ اسی حقیقت کو اللہ تعالیٰ نے ان الفاظ میں بیان فرمایا۔

واذکروا نعمت اللہ علیکم اذ کنتم اعداءً فالف بین قلوبکم فاصبحتم بنعمتہٖ اخواناً وکنتم علی شفا حفرۃ من النار فانقذکم منھا (۳/۱۰۳)

اور اللہ کی اس مہربانی کو یاد کرو جب تم ایک دوسرے کے دشمن تھے تو اللہ نے تمہارے دلوں میں الفت دی اور تم اللہ کی مہربانی سے بھائی بھائی بن گئے اور تم آگ کے گڑھے کے کنارے پر پہنچ چکے تھے کہ اللہ نے تم کو اس سے بچا لیا۔

اور یہی وہ تعلیمات ہیں جنہوں نے بدامنی کو امن میں اور دشمنی کو اخوت میں تبدیل کر کے نوعِ انسانیت میں ایک حیات بخش انقلاب پیدا کر دیا اور اللہ تعالیٰ مومنوں کو یہی حکم دے رہے ہیں کہ جب اللہ کا رسول تمہیں زندگی بخش امور کیلئے بلائے تو فوراً اس کی بات مانا کرو۔ فرمایا!

یاایھا الذین امنوا استجیبوا للہ وللرسول اذا دعاکم لما یحییکم۔ ۸/۲۴

اے ایمان والو! اللہ اور اس کے رسول ؐ کا حکم مانو جبکہ رسول اللہ تمہیں ایسے کام کیلئے بلائیں جو تم کو زندگی (جاوداں) بخشتا ہے۔

Marfat.com

پیغمبر اسلام حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بحیثیت داعی امن و اخوت

حافظ قاری محمد یوسف شاہد، گوجرانوالہ

یاایھا الذین امنوا استجیبوا للہ وللرسول اذا دعاکم لما یحییکم واعلموا ان اللہ یحول بین المرء وقلبہ وانہ الیہ تحشرون ۸/۲۴

اے ایمان والو! اللہ و رسول کی دعوت پر لبیک کہو جب کہ رسول تمہیں اس چیز کی دعوت دے رہا ہے جو تمہیں زندگی بخشنے والی ہے اور جان رکھو کہ اللہ تعالیٰ آدمی اور اس کے دل کے درمیان حائل ہو جایا کرتا ہے اور یاد رکھو کہ اسی خدا کی طرف تمہارا اکٹھا ہونا ہے۔

انسان کی انسانیت کا انحصار اس کی عقل و بصیرت پر ہے اور اس کی زندگی، اس کی روح اور اس کے دل کی زندگی سے عبارت ہے، اگر وہ صحیح بات سمجھنے بوجھنے سے عاری اور کلمۂ حق سننے اور ماننے سے محروم ہو جائے تو درحقیقت وہ اپنے منشائے تخلیق کے اعتبار سے مردہ ہے، چنانچہ قرآن پاک نے کفار کو جگہ جگہ مردہ کہا ہے۔ اللہ و رسول کی دعوت، حقیقی زندگی کی دعوت ہے، اسی کو قبول کرنے سے بصارت کو بصیرت ملتی ہے، اسی سے عقل کو وہ نور نصیب ہوتا ہے جو آفاق و انفس کے اسرار و حقائق سے اس کیلئے پردے اٹھاتا ہے۔ اس سے دل کو وہ زندگی نصیب ہوتی ہے جو اس کو ایک مضغہ گوشت سے تجلیات و انوارِ الٰہی کا ایک آئینہ بنا دیتی ہے، فرمایا! اللہ و رسول کی دعوت پر لبیک کہو کہ اسی سے تم کو حقیقی اور جاوداں زندگی حاصل ہوگی۔

امامِ کائنات، فخرِ موجودات صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ اقدس منبع و مرجع صفات ہے۔ کائنات کا سارا حسن و جمال بدرجہ اُتم آپ کی ذاتِ گرامی میں سمٹ کر رہ گیا ہے۔ مخلوقات میں جو خوبی ممکن

Marfat.com

ہو سکتی ہے ، وہ بوجہ الکمال آپ کی ذات میں موجود ہے ۔ مذکورہ آیت میں آپ کی شان دعوت کو بیان کیا گیا ہے ۔ قرآن پاک مختلف مقامات پر آپ کے اس حسن کو نکھارتا اور جِلا بخشتا ہے چنانچہ ارشاد ہے :

یاایھا النبی انا ارسلنٰک شاھدا ومبشرا ونذیرا ہ وداعیا الی اللہ باذنہ وسراجا منیرا ہ (احزاب : ۴۵-۴۶)

اے پیغمبر! ہم نے تمہیں گواہی دینے والا، خوشخبری سنانے والا اور ڈرانے والا بنا کر بھیجا ہے اور خدا کی طرف دعوت دینے والا اور روشن چراغ ۔

ادع الی سبیل ربک بالحکمۃ والموعظۃ الحسنۃ وجادلھم بالتی ھی احسن ط (النحل - ۱۲۵)

اور اپنے رب کے راستے کی طرف حکمت اور عمدہ نصیحت کے ذریعے دعوت دیں اور ان کے ساتھ بہت ہی عمدہ طریقے سے مجادلہ کیجئے ،

دعوت پیغمبر کی شان امتیاز بخلاف اور انبیاء علیہم السلام کے یہ ہے کہ آپ نہ صرف داعی تھے بلکہ آپ ہر اس شخص کو بھی دولت دعوت سے مالا مال کر دیتے تھے جو آپ کی دعوت پر لبیک کہتا تھا اور پھر وہ خود اپنے آقا ہی کے نقش قدم پر چلتے ہوئے دوسروں کو اللہ و رسول کی طرف دعوت دینے والا بن جاتا تھا ۔ چنانچہ ارشاد ہے ۔

قل ھٰذہ سبیلی ادعوا الی اللہ علی بصیرۃ انا ومن اتبعنی (یوسف : ۱۰۸)

آپ فرما دیجئے کہ میرا اور میرے پیروکاروں کا وظیفہ حیات یہ ہے کہ ہم علیٰ وجہ البصیرہ اللہ تعالیٰ کی طرف دعوت دینے والے ہیں ۔

آیت مذکورہ کو مختصراً وضاحت اور حضور ؐ کی شان دعوت پر ایک ہلکی پھلکی نظر ڈالنے کے بعد ہم اپنے اصل موضوع کی طرف رجوع کرتے ہیں ۔

رحمت دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم نے جس وقت دنیا کے سامنے پیغام حق پیش کیا ۔ اس سے پہلے دنیا جہنم کے کنارے کھڑی تھی ۔ انسان اپنی انسانیت گم کر چکا تھا ۔ خدا ترسی اور حق شناسی کا دور دور تک کوئی نام و نشان نہ تھا ۔ قوی کمزوروں پر حکمران تھے ۔ جہاں دیکھئے اور جسے دیکھئے ظلم و جور میں مبتلا اور قتل و خونریزی سے اس کے ہاتھ رنگین ہیں ، ہر طرف فتنہ و فساد کی گرم بازاری ہے ، چیخ و پکار ہے اور تڑپتی ہوئی لاشیں ہیں ۔ نہ امن و امان ہے نہ سکون و اطمینان ۔ عدل و مساوات کسے کہتے ہیں کوئی جانتا بھی نہیں ، پھر غضب یہ ہے کہ کوئی خدا کا

Marfat.com

بیٹا بنا ہوا ہے اور کوئی محبوب، کسی کا دعویٰ ہے کہ ہماری رگوں میں خدائی خون ہے اور کوئی یقین دلا رہا ہے کہ دنیا میں جو کچھ ہے وہ ہماری ہی ذات کیلئے ہے۔

انسائیکلوپیڈیا آف برٹانیکا کا مصنف رقمطراز ہے:

روم کی مشرقی ریاست میں اجتماعی بدنظمی اپنی انتہا کو پہنچ چکی تھی۔ رعایا بے شمار مصائب کا شکار تھی۔ ٹیکس اور محصول دو گنے وچو گنے بڑھ گئے تھے۔ جس کا نتیجہ یہ تھا کہ ملک کے باشندے حکومت سے نالاں تھے۔ اجارہ داریوں اور ضبطیاں مصیبت بالائے مصیبت تھیں۔ ان اسباب کی بنا پر بڑے پیمانے پر فسادات اور بغاوتیں ہوئیں۔ چنانچہ ۵۳۲ء کے فساد میں تیس ہزار افراد دارالسلطنت میں ہلاک ہوئے۔

حالتِ ایران:

اُس وقت کی دوسری بڑی حکومت ایران کی تھی، وہ اخلاق واعمال کی کس بلندی پر تھا اور ان کے یہاں امن وآشتی کس کسمپرسی میں مبتلا تھا۔ اس کا اندازہ بس اتنی سی بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ وہاں کے ایک حکمران یزدگرد نے اپنی لڑکی اور ایک دوسرے حکمران بہرام نے اپنی والدہ کے ساتھ تعلقات زن وشو قائم کرلئے بلکہ پانچویں صدی عیسوی میں مزدک نامی ایک حکمران کے فرمان کے مطابق دولت اور عورت، آگ اور پانی کی طرح جائیداد مشترک بن گئی۔ چنانچہ اوباش اور آوارہ مزاج لوگوں نے اس موقعہ کو غنیمت سمجھا اور مزدک اور مزدکیوں کے پرجوش حامی بن گئے۔ عام شہری اس بالائے ناگہانی کا شکار تھے۔ اس تحریک کا آغاز در ہوا کہ جو شخص جس کے گھر چاہتا گھس جاتا اور مال وزن پر قبضہ کرلیتا اور صاحبِ خانہ کچھ بھی نہ کرسکتا۔ ان حالات سے ہم قبل از اسلام امن وامان اور اخوت وبھائی چارے کی حالت کا بخوبی اندازہ لگا سکتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ کی بے شمار نعمتوں میں سے امن وعافیت بھی ایک بہت بڑی نعمت ہے۔ انسان کو امن وسلامتی میسّر نہ ہو تو سارا سامانِ عیش وراحت بے مزہ ہے۔ اس لئے جہاں اللہ تعالیٰ نے یہ ارشاد فرمایا۔ وان تعدوا نعمت اللہ لا تحصوھا۔ اور اگر تم اللہ تعالیٰ

Marfat.com

کی نعمتوں کو شمار کرنے لگو تو نہیں کر سکتے ، وہاں اپنی نعمتِ امن کو بھی یاد دِلا کر اس کے احسان پیاسی کی طرف توجہ مبذول کروائی ۔ چنانچہ ارشاد ہے ۔

فلیعبدوا رب ھذا البیت الذی اطعمھم من جوع وامنھم من خوف (قریش)

پس چاہیے کہ اس گھر کے رب کی بندگی کریں جس نے انہیں بھوک میں کھانا اور خوف میں امن دیا ۔

ایک مقام پر فرمایا !

واذکروا نعمت اللہ علیکم اذ کنتم اعداءً فالف بین قلوبکم فاصبحتم بنعمتہٖ اخوانا - (آل عمران - ۱۰۳)

اور اللہ تعالیٰ کی اس نعمت کو بھی یاد کرو جب تم ایک دوسرے کے دشمن تھے ، پس اُس نے تمہارے دلوں کو جوڑ دیا پھر تم اس کی مہربانی سے بھائی بھائی بن گئے ۔

انسانی قلوب کا اس طرح مل جانا ، باہم الفت و محبت کا پیدا ہونا اور معاشرے میں امن و اخوت کی فضا کا پیدا ہونا خداوند قدوس کی قدرت و مہربانی سے ہی ممکن ہو سکتا ہے قرآن پاک میں ارشاد ہے ۔

لو انفقت ما فی الارض جمیعاما الفت بین قلوبھم ولکن اللہ الف بینھم انہ عزیز حکیم ۰ (الانفال - ۶۳)

بالفرض اگر آپ ساری زمین کے خزانے بھی خرچ کر دیتے تو بھی ان کے دلوں کو نہیں جوڑ سکتے تھے - لیکن اللہ تعالیٰ نے ان کے (صحابہ) کے قلوب کو ملا دیا - بے شک وہ زبردست حکمت والا ہے ۔

وعدہ انعام خداوندی :

اللہ تعالیٰ نے اپنے مومن و صالح بندوں سے دنیا و آخرت میں بے شمار انعامات دینے کا وعدہ فرمایا ہے ، مثلاً ارشاد ہے ۔

ولا تھنوا ولا تحزنوا وانتم الاعلون ان کنتم مؤمنین ۰ آل عمران-۱۳۹)

اور تم سست نہ پڑو اور غم نہ کھاؤ ، اگر تم مومن ہو گے تو تمہی کامیاب ہو گے ۔

Marfat.com

ایک اور جگہ یہ وعدہ فرمایا!

من عمل صالحا من ذکر او انثیٰ وھو مؤمن فلنحیینہ حیوۃ طیبۃ۔ (النحل - ۹۷)

مردوں اور عورتوں میں سے جو مومن بھی نیک اعمال کرے گا ہم اس کو پاکیزہ زندگی عطا کریں گے۔

وہ پاکیزہ زندگی کیسی ہوگی، اس کی وضاحت بھی رب ذو الجلال اپنے کلام پاک میں فرماتے ہیں۔

ولیبدلنھم من بعد خوفھم امنا (النور - ۵۵)

اور اللہ تعالیٰ ان کو ان کے ڈر و خوف کے بدلے میں امن عطا فرمائے گا۔

تو گویا قرآن پاک بارہا اس سلسلے میں ذکر کرتا ہے کہ انسانی زندگی میں امن و عافیت اور اخوت و بھائی چارہ خدا تعالیٰ کی بڑی نعمتیں ہیں۔ جس زندگی میں یہ نعمتیں موجود ہوں گی اس کی زندگی قابل رشک اور جس معاشرے میں ان نعمتوں کا وجود ہوگا، وہ معاشرہ اس دنیا میں جنت نظیر ہوگا اور دنیا کے دوسرے معاشرے ایسے معاشرے کی چاہت کریں گے۔

عظیم خوشخبری:

اللہ تعالیٰ کے، امن و عافیت کے اس وعدہ کی تکمیلی صورت کی نشاندہی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ایک ارشاد گرامی میں اس طرح فرمائی۔

ان اللہ ناصرکم و معطیکم حتی تسیر الظعینۃ فیما بین یثرب والحیرۃ او اکثر ما یخاف علی مطیتھا السرق (الحدیث)

بے شک اللہ تعالیٰ تمہاری ایسی مدد کرے گا کہ ایک ہودج نشین عورت مدینہ سے حیرہ تک یا اس سے بھی طویل سفر تن تنہا کرے گی اور اس کو چوروں اور ڈاکوؤں کا کوئی خطرہ نہیں ہوگا۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت مبارکہ کے اثرات کا ظہور بہت جلد نمایاں طور پر نظر آنے لگا۔ مسلمان تو مسلمان کفار و مشرکین بھی اس دعوت سے متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکے چنانچہ مشہور واقعہ ہے کہ حضرت ام سلمیٰ اپنے خاوند ابو سلمیٰ کی ہجرت کے بعد اپنے اہل خاندان کے ظلم و ستم کا نشانہ بنیں کہ انہیں ہجرت کرنے سے روک لیا گیا، جب انہیں ہجرت کی اجازت ملی تو اپنے دودھ پیتے بچے کے ساتھ اکیلی مدینے کی طرف چلیں۔ ایک کافر عثمان بن طلحہ نے ان کو بستی سے باہر

Marfat.com

جاتے ہوئے پہچان لیا اور جب معلوم ہُوا کہ کوئی مرد ان کے ساتھ نہیں تو کہا کہ اے بہن! میں نہیں مدینہ تک چھوڑے آتا ہوں اور زنیا تک پہنچا کر واپس آ گئے۔ اس سفر کے بارے میں، اُم سلمیٰ فرماتی ہیں کہ خدا کی قسم میں نے عثمان بن طلحہ جیسا نیک اور شریف آدمی ساری زندگی نہیں دیکھا۔

توبہ تھے اثرات دعوت مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم،

کسی بھی چیز کی جب تک بنیاد نہ ہو اس کی عمارت کا تصور عبث ہوتا ہے۔ بنیاد بن جائے تو عمارت بھی وجود پذیر ہو جاتی ہے۔ بنیاد کی مضبوطی کے بقدر عمارت میں استحکام ہوتا ہے۔ اس لئے امن واخوت کے قیام کے لئے اس کی بنیادوں کا ہونا از حد ضروری ہے۔

امن واخوت کی سب سے پہلی اور اہم بنیاد توحید باری تعالیٰ ہے۔

قرآن پاک میں عقیدہ توحید کو ایک درخت سے تشبیہ دی گئی ہے جس کی جڑ بہت مضبوط اور گہری ہو اور اس کی شاخیں آسمان تک پہنچی ہوں۔ تو تصورِ توحید بنیاد اور جڑ ہے اور امن واخوت اس کے ثمرات ہیں۔

اگر تصورِ توحید بنیاد ہے تو امن واخوت اس کے دروازے، دیواریں اور چھت وغیرہ ہیں۔

اگر عقیدۂ توحید روح ہے تو امن واخوت اس کا جسم اور اعضاء ہیں۔

تصورِ توحید اساسِ امن کائنات ہے، اللہ تعالیٰ قرآن پاک میں خود فرماتے ہیں۔

لو کان فیھما الھۃ الا اللہ لفسدتا۔ — اگر زمین وآسمان میں خدا کے سوا کوئی اور اللہ بھی ہوتا تو ان میں فساد واقع ہو جاتا۔

امام ابوحنیفہؒ نے ایک بڑھیا سے پوچھا کہ اماں! خدا کو پہچانتی ہو، کہنے لگیں کیوں نہیں پہچانتی، کیسے پہچانا، عرض کیا کہ اپنے چرخے سے کہ جب میں چلاتی ہوں تو چلتا ہے ورنہ رک جاتا ہے۔ جب ایک چرخہ چلنے کیلئے کسی چلانے والے کا محتاج ہے تو زمین وآسمان کا اتنا بڑا چرخہ بھی تو کسی کے چلانے ہی سے چلتا ہے، امام صاحب نے دوبارہ پوچھا اچھا اماں! یہ بتاؤ کہ خدا ایک ہے یا دو، وہ کہنے لگی، خدا ایک ہی ہے، دو نہیں ہو سکتے یہ کیسے معلوم ہوا کہنے لگیں، یہ بھی میرے چرخہ نے بتایا، کہ ایک کے چلانے سے درست چلتا ہے۔ اگر ایک چرخے کو ایک ہی وقت میں ایک سے زیادہ لوگ چلائیں تو اس کا نظام خراب ہو جائیگا، اسی طرح کائنات کا نظام کا نظم وضبط سے چلنا خدا کے ایک ہونے کی دلیل ہے۔

Marfat.com

امن واخوت کے قیام کے لئے دوسری اہم بات توحید کے ساتھ اقرار رسالت ہے۔ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ کا سچا اور آخری رسول تسلیم کیا جائے، آپ کے ساتھ قلبی لگاؤ اور محبت ہو۔ آپؐ کے نقش قدم پر چلنے میں دنیا و آخرت کی کامیابی یقین کی جائے۔ جوں جوں آپ کی محبت قلب و جگر میں راسخ ہوتی چلی جائے گا۔ انسانی جسم حضورؐ کے اخلاق کریمانہ کا مظہر بنتا چلا جائے گا اور جب دنیا کے انسان اجتماعی لحاظ سے اسے اپنالیں گے تو یہ ساری دنیا ہی امن واخوت کا گہوارہ بن جائے گی۔ حضورؐ کے ساتھ سچی محبت شرط ہے، زبانی کلامی محبت کی کوئی حیثیت نہیں، ایسے ہی ایک شخص اخنس بن شریق کا قرآن پاک نے ذکر کیا ہے کہ جو دعوی محبت رسول تو کرتا تھا لیکن اس کا دل اس محبت سے خالی تھا۔

واذا تولی سعی فی الارض لیفسد فیھا ویھلک الحرث والنسل ط واللہ لایحب الفساد (البقرۃ - ٢٠٥)	اور جب وہ آپ سے لوٹتا ہے تو زمین میں فساد کی کوشش کرتا ہے اور کھیتی اور جانوروں کو ہلاک وضائع کرتا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ فساد کو پسند نہیں فرماتے۔

امن واخوت کی تیسری بنیاد استحضار آخرت ہے، تصور جزا و سزا، خداوند قدوس کے دربار عالی میں محاسبے اور مسئولیت کا یقین انسان کی کامل راہنمائی کرتا ہے اور انسان شر و فساد کی طرف مائل نہیں ہونے پاتا۔ فکر آخرت کے اس پاکیزہ اور خوبصورت تصور سے خود احتسابی کا ایک موثر تازیانہ انسان کے ہاتھ آتا ہے۔ جس کے سامنے دنیا جہاں کے ضابطے اور قانون ہیچ ہیں اور اسی بناء پر کوئی شخص معاشرے کے فتنہ و فساد کے خلاف سیسہ پلائی ہوئی دیوار اور معاشرے کے ہر فرد کیلئے پیغام امن و سلامتی اور مجسمہ محبت واخوت بن سکتا ہے۔

تصور توحید، تصور رسالت اور استحضار آخرت ہی امن واخوت کی اساسات ہیں اور یہی ہر نبیؑ کی دعوت کا نقطہ آغاز ہوا کرتا ہے، آپ قرآن پاک کا مطالعہ کرکے دیکھ لیں۔

فقال یٰقوم اعبدوا اللہ وارجوا الیوم الاخر ولا تعثوا فی الارض مفسدین ہ (العنکبوت - ٣٦)	فرمایا کہ اے میری قوم! اللہ تعالیٰ کی بندگی کرو اور یوم آخرت کی امید رکھو اور زمین میں فساد نہ پھیلاؤ۔

توحید و رسالت لازم و ملزوم ہیں اس لئے کہ رسالت ہی سے توحید کا تعارف ہوتا ہے اور جب اس کے ساتھ استحضار آخرت بھی نصیب ہو جائے تو اس کا لازمی نتیجہ ہے کہ

Marfat.com

انسان شر و فساد کی بجائے امن واخوت کا خوگر بن جائے گا ۔

اللہ تعالیٰ نے بالوضاحت ان بداخلاقیوں کی نشاندہی فرمادی ہے جو امن واخوت کے لیے زہر قاتل ہیں، چند ایک کا تذکرہ بہت مناسب ہے ۔

حدیث پاک میں ارشاد فرمایا کہ ! کسی شخص کے جھوٹا ہونے کیلئے اتنا ہی کافی ہے کہ ہر سنی سنائی بات دوسروں کو سناتا پھرے ۔ اس لیے بلا تحقیق ہر بات دوسروں کے سامنے بیان نہ کی جائے اور نہ ہی اس پر عمل کیا جائے اور بطور خاص جب کوئی فاسق تمہارے پاس کوئی خبر لائے تو اس کی خوب تحقیق کرلو ، ایسا نہ ہو کہ تم نادانی میں کسی قوم پر حملہ آور ہو جاؤ اور پھر اپنے کیے پر پشیمان ہوں ۔

یاایھا الذین امنوآ ان جآء کم فاسق بنبا فتبینوآ ان تصیبوا قوما بجھالۃ ... (الحجرات - ۶)

حضورؐ کی مجلس مبارک میں کئی دفعہ مزاح کی کیفیت پیدا ہو جاتی تھی ۔ مزاح کے کئی واقعات حضورؐ کی ذات اقدس سے منسوب ہیں لیکن یہ بات قابل لحاظ ہے کہ مزاح اور مذاق میں فرق ہے ۔

مزاح ایسے انداز گفتگو کو کہتے ہیں کہ جس سے ماحول خوشگوار ہو جاتا ہے ، لیکن کسی مومن کی اہانت نہیں ہوتی جبکہ مذاق بھی ماحول کو خوشگوار بناتا ہے ۔ لیکن اس میں کسی کی آبرو ریزی کی جاتی ہے ۔ اس لئے مومن مردوں اور عورتوں کو فرداً فرداً اس سے اجتناب کی تلقین کی گئی ہے ۔

یاایھا الذین امنوا لا یسخر قوم
من قوم عسیٰ ان یکونوا خیرا منھم ولا نسآء من نسآء (الحجرات - ۱۱)

طعن وتشنیع بھی امن واخوت کے لئے زہر قاتل ہے ، قرآن پاک میں ایمان والوں کو یہ حکم دیا گیا ہے کہ وہ ایک دوسرے کو عیب نہ لگائیں ، طعن وتشنیع نہ کریں ، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک حدیث مبارک ہے ۔

لیس المؤمن بالطعان واللعان ولا الفاحش ولا البذی ۔

مومن زیادہ طعن کرنے والا ، دوسروں پر لعنت کرنے والا اور بے حیا بے ہودہ گو نہیں ہوتا ۔

Marfat.com

گمان کی کئی قسمیں ہیں مثلاً اللہ تعالیٰ کی ذات سے اس کی رحمت کا گمان، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت کا گمان ۔ یہ گمان ضروری ہیں، اسی طرح عام مسلمانوں کے بارے میں اچھا گمان جب تک ان کے متعلق بدگمانی کی کوئی معقول وجہ نہ ہو ۔ ایسے ہی عدالتوں میں جج کیلئے گواہوں کے بیانات کے بعد اپنے غالب گمان پر فیصلہ کرنا ناگزیر ہوتا ہے ۔ اس لیئے قرآن پاک میں مطلقاً گمان کی بجائے زیادہ گمان کرنے سے منع فرمایا گیا ہے، چنانچہ ارشاد ہے ۔

یاایھا الذین اٰمنوا اجتنبوا کثیرا من الظن ان بعض الظن اثم (الحجرات - ۱۲)	اے ایمان والو! بہت سے گمان کرنے سے اجتناب کرو، بے شک بعض گمان گناہ ہوتے ہیں ۔ ایک حدیث پاک ہے،
ایاکم والظن فان الظن اکذب الحدیث	گمان سے بچو، بے شک گمان سب سے زیادہ جھوٹی بات ہے ۔

جذبہ جاسوسی معاشرتی امن و اخوت کو تہہ و بالا کرنے والا ہے، کسی کے خفیہ حالات پر مطلع ہونے کی کوشش کرنا، ایسے اسباب و ذرائع اختیار کرنا تاکہ کسی کی پوشیدہ باتیں معلوم ہو سکیں تجسس اور جاسوسی کہلاتا ہے، قرآن پاک میں اس سے حکماً منع کیا گیا ہے ۔ حضورؐ نے جو باتیں اپنی ذاتِ اقدس سے بالکل دور فرما دی تھیں ان میں یہ بھی ہے کہ آپؐ کسی کے خفیہ حالات کی ٹوہ نہیں لگاتے تھے ۔ اسلام نے بغیر اجازت کسی کے خط کو پڑھنا، چھپ کر کسی کی باتیں سننا یا بعض باتیں کرنے والوں کے قریب آنکھیں بند کر کے اس طرح لیٹ جانا کہ لوگ اس کو سویا ہوا تصور کریں، ان سب باتوں کو قابلِ مذمت قرار دیا ہے ۔

قیامِ امن و اخوت کیلئے ہر شخص غیبت کی قباحت کو سمجھے اور اپنے دامن کو اس سے آلودہ نہ ہونے دے ۔ حضورؐ نے صحابہ کرام سے دریافت فرمایا جانتے ہو غیبت کیا ہے عرض کیا اللہ اور اس کے رسول ہی بہتر جانتے ہیں ۔

ارشاد فرمایا! کہ اپنے مسلمان بھائی کا اس کی غیر موجودگی میں اس طرح ذکر کرنا کہ اگر اس کے سامنے ہو تو اس کو ناگوار ہو، لوگوں نے عرض کیا کہ اگر وہ برائی اس میں موجود ہو، فرمایا، اسی لئے تو غیبت ہے اور اگر وہ برائی اس میں موجود نہ ہو تو پھر تو وہ بہتان بن گیا ۔

بغض و کینہ سے بھرپور معاشرے میں امن و اخوت کی امید عبث ہے، قرآن پاک میں ایمان والوں کی تعریف بیان کی گئی ہے کہ وہ یوں دعا کرتے ہیں ۔

Marfat.com

ربنا اغفر لنا ولاخواننا الذین سبقونا بالایمان ولا تجعل فی قلوبنا غلا للذین امنوا ۔۔۔ (الحشر ۔ ۱۰)

اے ہمارے پروردگار! ہمارے اور ہمارے بھائیوں کے جو ہم سے پہلے ایمان لائے ہیں گناہ معاف فرمادے اور ایمان والوں کی طرف سے ہمارے دلوں میں کینہ پیدا نہ ہونے دے۔

حدیث مبارکہ میں ہے کہ شب برأت میں دو شخصوں کی مغفرت نہیں ہوتی۔ ۱۔ کافر ۲۔ جو کسی سے کینہ رکھے۔ اسی طرح لیلۃ القدر میں خدا تعالیٰ بے شمار گناہگاروں کو معاف فرماتے ہیں لیکن چار شخص اللہ تعالیٰ کی رحمت سے محروم رہتے ہیں۔

۱۔ شراب کا عادی ۲۔ والدین کا نافرمان

۳۔ قاطع رحم ۴۔ کینہ رکھنے والا

قیام امن و اخوت کے لئے قطع رحمی کی برائی بالکل واضح ہے۔ قرآن پاک میں اس پر زبردست تنقید کی گئی ہے۔

واتقوا اللہ الذی تساءلون بہ والارحام ط (النساء ۔ ۱)

اور اس اللہ سے ڈرو جس کے نام سے سوال کرتے ہو اور قطع رحمی سے ڈرو۔

ایسے لوگوں کے متعلق ایک جگہ ارشاد ہے۔

لھم اللعنۃ ولھم سوء الدار

ان پر اللہ تعالیٰ کی لعنت اور ان کیلئے برا ٹھکانہ ہے۔

قرآن پاک ایک مقام پر قاطع رحم کو خائب و خاسر قرار دیتے ہوئے ارشاد فرماتا ہے۔

ومایضل بہ الا الفسقین ہ الذین ینقضون عھد اللہ من بعد میثاقہ ویقطعون ما امر اللہ بہ ان یوصل ویفسدون فی الارض ط اولئک ھم الخسرون ہ (البقرۃ ۲۶۔۲۷)

اللہ تعالیٰ صرف ان نافرمانوں کو گمراہ کرتا ہے جو اللہ تعالیٰ سے عہد کی مضبوطی کے بعد اس کو توڑتے ہیں اور جن رشتوں کو خدا تعالیٰ نے جوڑنے کا حکم دیا ہے ان کو توڑتے ہیں اور زمین پر فساد مچاتے ہیں، یہی لوگ نقصان اٹھانے والے ہیں۔

۱۔ سلام کا رواج ۲۔ بیمار کی عیادت ۳۔ جنازے میں شرکت ۴۔ باہمی صلح جوئی

Marfat.com

یہودیوں کے ایک بہت بڑے عالم عبداللہ بن سلام فرماتے ہیں کہ جب حضورؐ ہجرت فرما کر مدینہ منورہ تشریف لائے تو میں ملاقات کیلئے حاضر ہوا۔ جب میں نے آپ کی زیارت کی تو میرے دل نے یہ گواہی دی کہ یہ چہرہ جھوٹے شخص کا نہیں ہو سکتا۔ میں نے آپ کی زبان مبارک سے جو پہلا کلام سُنا وہ یہ تھا۔

یاایہا الناس افشوا السلام و اطعموا الطعام وصلوا الارحام وصلوا باللیل والناس نیام تدخلوا الجنتہ بسلام۔

اے لوگو سلام کا رواج دو، لوگوں کو کھانا کھلاؤ صلہ رحمی کرو اور رات کو ایسے وقت نماز پڑھو جب لوگ سو رہے ہوں تو تم سلامتی کے ساتھ جنت میں داخل ہو جاؤ گے۔

اس بارے میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک بہت ہی پیاری حدیث ہے۔

لاتدخلوا الجنتہ حتی تؤمنوا ولا تؤمنوا حتی تحابوا اولا ادلکم علی شئی اذا فعلتم تحاببتم افشوا السلام بینکم

ارشاد فرمایا کہ تم جب تک ایمان نہ لاؤ جنت میں داخل نہیں ہو گے اور تم اس وقت تک ایمان نہیں لائے جب تک آپس میں محبت نہ کرو کیا میں تم کو ایسی بات نہ بتادوں کہ اگر تم اس کو کرلو تو آپس میں محبت کرنے لگو، آپس میں سلام کو رواج دو۔

بیمار کی عیادت رسمًا نہ کی جائے بلکہ اللہ و رسول کا حکم سمجھ کر کی جائے، ارشاد فرمایا کہ اگر کوئی شخص صبح کے وقت کسی مریض کی عیادت کیلئے جائے تو رات تک ستر ہزار ۷۰۰۰۰، فرشتے اس کیلئے دعائے مغفرت کرتے ہیں اور اگر رات کے وقت جائے تو صبح تک ستر ہزار فرشتے اس کیلئے بخشش کی دُعا کریں گے۔

اور ارشاد فرمایا کہ مریض کی عیادت کیلئے اٹھنے والے قدم دنیا میں نہیں بلکہ جنت میں ہوتے ہیں۔

مسلمانوں کے حقوق میں یہ بھی ہے کہ جب کوئی مسلمان فوت ہو جائے تو اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے اس کے جنازے میں شرکت کی جائے، اس سے امن و اخوت کے حصول کی راہیں آسان ہوتی ہیں۔

حضورؐ نے ارشاد فرمایا!

کہ جو شخص کسی مسلمان کے جنازے میں شریک ہوا اس کو ایک قیراط اور جو دفن تک شریک ہے اس کو دو قیراط ثواب ملتا ہے۔ صحابہ کرام نے پوچھا، یارسول اللہ، قیراط سے کیا مراد ہے، ارشاد

Marfat.com

فرمایا، احد پہاڑ کے برابر۔

امن واخوت اور صلح جوئی کا چولی دامن کا ساتھ ہے، قرآن پاک میں ارشاد فرمایا۔

والصلح خیر صلح میں بھلائی ہی بھلائی ہے۔

لاخیر فی کثیر من نجواھم الا من امر بصدقۃ او معروف او اصلاح بین الناس ط ومن یفعل ذلک ابتغآء مرضات اللہ فسوف نؤتیہ اجرا عظیما ہ (النساء - ۱۱۴)

لوگوں کی اکثر سرگوشیوں میں خیر نہیں ہوتی مگر جو لوگ صدقہ کرنے، کسی اور نیکی کا حکم کرنے یا لوگوں کے درمیاں صلح کروانے کیلئے مشورے کریں یعنی ان کی سرگوشیوں اور مشوروں میں خیر و برکت ہے اور جو شخص اللہ تعالےٰ کی رضا کیلئے ان افعال کو کرے گا ہم اس کو عنقریب اجر عظیم عطا کریں گے۔

ارشاد فرمایا کہ کسی شخص کیلئے جائز نہیں کہ وہ اپنے بھائی سے تین راتوں سے زیادہ قطع تعلق رکھے کہ جب وہ ایک دوسرے کے سامنے آئیں تو ایک اس طرف اور دوسرا اس طرف منہ پھیر لے اور ان دونوں میں بہتر وہ ہے جو سلام کرنے میں پہل کرے۔

ارشاد فرمایا کہ اگر مسلمانوں کے دو فریق آپس میں لڑ پڑیں تو ان کے درمیاں صلح کروا دیا کرو۔

۱۔ حقیقی مومن	۲۔ سونے کی ڈلی کی مثال
۳۔ شہد کی مکھی کی مثال	۴۔ کھجور کے درخت کی مثال

۱۔ حقیقی مومن :

اگر ایمان والے اللہ و رسول کی منشا کے مطابق صفات ایمان اختیار کریں تو آج ہی دنیا کا سارا فتنہ و فساد ختم ہو جائے اور ہر شخص دنیا میں اپنی زندگی عزت و آبرو اور امن و سکون کے ساتھ پوری کر سکے۔

۱۔ حضورؐ نے ارشاد فرمایا کہ جو کسی مسلمان کو ستائے اس نے مجھے ستایا اور جس نے مجھے ستایا اس نے اللہ کو ستانے کا ارادہ کیا۔

۲۔ ارشاد فرمایا کہ جو کسی مسلمان کو نقصان پہنچائے یا اس کو فریب دے وہ ملعون ہے۔

Marfat.com

۳۔ المسلم من سلم المسلمون من لسانه ویده والمومن من امنه الناس علی دماءھم واموالھم۔

مسلمان وہ ہے کہ جس کے زبان اور ہاتھ سے دوسرے مسلمان محفوظ رہیں اور حقیقی مومن وہ ہے کہ جس کی وجہ سے لوگوں کے جان و مال امن میں ہوں۔

۴۔ ارشاد فرمایا کہ بھلا شخص وہ ہے کہ جس کی جانب سے بھلائی ہی بھلائی کی امید ہے اور برائی کا کوئی بھی خطرہ نہ ہو اور بدترین وہ شخص ہے کہ جس کی طرف سے بھلائی کی کوئی امید نہ ہو اور برائی کا خطرہ ہر وقت لگا رہے۔

حضورؐ نے ارشاد فرمایا کہ اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی جان ہے کہ مومن کی مثال سونے کی اس ڈلی کی سی ہے کہ جس کے مالک نے اُسے آگ میں تپایا۔ پھر نہ تو اس کا رنگ بدلا اور نہ ہی وزن کم ہوا۔

ارشاد فرمایا کہ اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں محمدؐ کی جان ہے کہ مومن کی مثال ٹھیک شہد کی اس مکھی کی ہے کہ جس نے عمدہ پھول چوسے، اچھا شہد بنایا لیکن جس شاخ پر بیٹھی نہ تو اپنے وزن سے اس کو توڑا اور نہ ہی پھول کو خراب کیا۔

ایک حدیث پاک میں مومن کو کھجور کے درخت سے تشبیہ دی گئی ہے، اس درخت کا کوئی جزو ایسا نہیں جو نفع سے خالی ہو۔ اس کی کھجور بہترین غذا اور دوا ہے۔ اس کی گٹھلیاں اور ٹہنیاں کے چارے کے کام آتی ہیں۔ یہ ہمیشہ سرسبز و شاداب اور سایہ دار رہتا ہے۔ جب تک خشک نہیں ہو جاتا پھل دیتا رہتا ہے۔ خشک ہونے کے بعد اس کا تنا چھتوں کی کڑیوں کے کام آتا ہے اور اس کے پتوں کی رسیاں وغیرہ بنتی ہیں۔

اسی طرح ایک مومن دوسرے مومن کیلئے ہر لحاظ سے نفع کبش، پیغام امن و سلامتی اور مجسمہ محبت و مہربانی ہوتا ہے۔

عرب میں قبل از اسلام جو معرکہ کشت و خون برپا تھا اور انسانی خون کی جو ہولی کھیلی جا رہی تھی وہ کسی باخبر سے پوشیدہ نہیں ان لڑائیوں میں حرب فجار سب سے زیادہ مشہور ہے جو قریش وقیس کے قبائل کے مابین ہوئی قریش کے تمام خاندانوں نے اس میں اپنی الگ الگ فوجیں قائم کیں۔ آل ہاشم کے علم بردار حضورؐ کے چچا زبیر بن عبدالمطلب تھے اور اسی صف میں حضورؐ نے شرکت فرمائی۔ چونکہ قریش اس جنگ میں برسر حق تھے اور خاندان کے نام و ننگ کا مسئلہ تھا۔

Marfat.com

اس لیئے آپؐ کی شرکت اس میں ناگزیر تھی لیکن داعی امن واخوت نے کسی پر ہاتھ نہیں اٹھایا۔ بس اس میں اتنا ہوا کہ آپؐ اپنے چچاؤں کو تیر پکڑاتے رہے۔

حرب فجار کے اختتام پر حضورؐ کے چچا زبیر بن عبدالمطلب نے تجویز امن واخوت پیش کی۔

عبداللہ بن جدعان کے گھر اجتماع ہوا، ہاشم، زہرہ، تیم، فضیل بن حرث، فضیل بن واعۃ اور مفضل وغیرہم لوگ اس میں شریک ہوئے۔ خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس میں شرکت فرمائی۔ اس کی شرائط مندرجہ ذیل تھیں۔

۱۔ تمام قبائل امن وصلح سے رہیں گے اور جنگ وجدل سے پرہیز کریں گے۔

۲۔ کسی طاقتور کو کمزور پر ظلم نہیں کرنے دیں گے۔ مظلوم کی حمایت ہوگی، زیردستوں کو بچائیں گے

۳۔ بیماروں، اپاہجوں اور مسافروں کی مدد کی جائے گی۔۔۔۔ حضورؐ زمانہ نبوت میں فرمایا کرتے تھے کہ اگر اس معاہدہ کے عوض مجھے سرخ رنگ کے اونٹ بھی دیئے جاتے تو میں قبول نہ کرتا اور اگر آج بھی کوئی مجھے اس قسم کے معاہدے کیلئے دعوت دے تو میں تیار ہوں۔

حضورؐ ہجرت فرما کر مدینہ منورہ تشریف لے آئے تو مدینہ منورہ کو بھی امن وسلامتی کا گہوارہ بنا دیا۔ ابتدا ہی میں مواخاۃ مہاجرین وانصار کی جو مثال دنیا والوں کے سامنے پیش کی۔ دنیا مریخ پر پہنچ جائے یا اس سے بھی آگے نکل جائے لیکن اس مواخات کی مثال لانے سے قاصر رہے گی۔

فخر موجوداتؐ نے انس بن مالک کے گھر مہاجرین وانصار کو جمع فرمایا، اسوقت مہاجرین کی تعداد پینتالیس تھی۔ آپؐ نے انصار کی طرف خطاب کر کے فرمایا کہ یہ مہاجرین تمہارے بھائی ہیں۔ پھر دونوں گروہوں میں سے ایک ایک شخص کو بلاتے اور فرماتے کہ تم آپس میں بھائی بھائی ہیں، اس طرح وہ درحقیقت بھائی بن گئے۔ انصار نے یہاں تک ایثار کیا کہ حضرت سعد بن ربیع جو حضرت عبدالرحمٰن بن عوف کے بھائی قرار پائے تھے، ان کی دو بیویاں تھیں۔ عبدالرحمٰن سے کہا کہ میں اپنی ایک بیوی کو طلاق دے دیتا ہوں آپ اس سے نکاح کر لیجئے لیکن انہوں نے احسان مندی کے ساتھ انکار کر دیا۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نفاذ امن واخوت کی تدابیر میں سے ایک بڑی تدبیر مدینہ کے یہود سے معاہدہ تھا۔ تاریخ میں یہ معاہدہ میثاق مدینہ کے نام سے مشہور ہے۔ اگر آپؐ یہود سے یہ معاہدہ نہ کرتے تو یہود اپنی ریشہ دوانیوں سے باز نہ آتے اور حضورؐ کو مدینہ میں قدم جمانے میں بڑی مشکلات درپیش ہوتیں۔ گو یہود اپنی روش باطلہ کو ترک کرنے والے نہیں تھے۔ رفتہ رفتہ وہ اپنی عادت پر آگئے اور مسلمانوں کو نقصان پہنچانے کے منصوبے بنانے لگے اور پھر اپنی انہی بد خصلتوں کی وجہ سے

Marfat.com

قتل بھی ہوئے اور مدینہ بدر بھی، لیکن بہرحال میثاق مدینہ کے عنوان سے حضورؐ کی قیام امن کی یہ کوشش قابل صد تحسین ہے۔

جب آپ صحابہ کرام کے ساتھ عمرہ کیلئے تشریف لائے اور آپؐ کو حدیبیہ میں روک لیا گیا، تو آپؐ نے بعض ایسی شرائط پر بھی صلح کیلئے آمادگی ظاہر فرمادی جو ظاہراً مسلمانوں کے خلاف تھیں۔ تمام صحابہ کو اس طرح بغیر عمرہ ادا کئے واپسی پر سخت تشویش ہوئی۔ حضرت عمر فاروق سے نور ہا نہ گیا، عرض کیا، یا رسول اللہ، کیا ہم حق پر اور مکہ والے باطل پر نہیں، کیا اسلام سچا مذہب نہیں، کیا آپ اللہ کے سچے رسول نہیں، تو پھر اس طرح دب کر کیوں صلح کی جائے گو بعد میں اس کی حکمتیں سب پر ظاہر ہو گئیں لیکن وقتی طور پر قلوب اس کے قبول پر آمادہ نہیں۔ حضورؐ حقیقی طور پر داعی امن و اخوت تھے، اس معاملے میں آپ کی حکمت عملی سے ہزاروں جانیں بچ گئیں ورنہ خون کی ندیاں بہہ جاتیں۔

طائف کے محاصرہ کے موقع پر اگر کوئی اور جرنیل ہوتا تو اپنے جھوٹے وقار کی خاطر تمام فوج کو کٹوا دیتا لیکن محاصرہ نہ اٹھاتا، لیکن حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے عمداً محاصرہ چھوڑ دیا، جس کے نتیجے میں اہل طائف مطیع ہو گئے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم جب فاتحانہ انداز سے اس شہر میں داخل ہونے لگے جس کی قسم اللہ تعالیٰ نے اس انداز سے کھائی "وھذا البلد الامین" اور اس کے گھر کے متعلق ارشاد فرمایا "ومن دخلہ کان امنا"، اور جو شخص اس مبارک گھر میں داخل ہوا وہ امن میں آگیا، تو حضورؐ نے اپنی فوج کو ہدایات دیں۔

۱۔ جو شخص بیت اللہ میں داخل ہو جائے اس کو امن دیا جائے۔

۲۔ جو شخص مقابلے کے وقت ہتھیار ڈال دے اس کو امن۔

۳۔ جو شخص لڑائی سے بھاگ جائے اُسے امن

۴۔ جو شخص ابوسفیان کے گھر میں داخل ہو جائے اُسے امن۔

۵۔ جو اپنے گھر میں داخل ہو کر کنڈی لگائے اُسے امن

۶۔ عورتوں، بچوں اور بوڑھوں کو امن

اس کے علاوہ بھی حضورؐ عام طور پر سپہ سالاروں کو مہمات پر روانگی سے قبل اس قسم کی ہدایات دیا کرتے تھے۔

۱۔ جس بستی میں جائیں اگر وہاں سے اذان کی آواز آ جائے تو حملہ نہ کیا جائے۔

Marfat.com

۲۔ اولاً ان لوگوں کو کلمہ کی دعوت دی جائے اگر قبول کریں تو وہ تمہارے بھائی ہیں۔

۳۔ اگر اسلام قبول نہ کریں تو جزیہ پر آمادہ کیا جائے، اس کے عدم قبول پر قتال کی اجازت ہے۔

۴۔ لڑائی میں اپاہجوں، ضعیفوں، بوڑھوں، عورتوں اور بچوں پر ہاتھ نہ اٹھایا جائے۔

۵۔ سایہ دار اور پھلدار درختوں کو نہ کاٹیں

۶۔ کھیتوں کو برباد نہ کیا جائے

۷۔ اُن کی عبادت گاہوں کا احترام کریں۔

۸۔ ہر مذہب کے راہنما اور بڑے کی توقیر کی جائے۔

غیر اور اپنوں میں بھی بہت سے لوگ اس غلط فہمی میں مبتلا ہیں کہ جب خاتم المرسلین داعی امن واخوت تھے تو آپ نے زندگی بھر جنگیں کیوں کیں حالانکہ جنگ اور امن، لڑائی اور اخوت بالکل متضاد چیزیں ہیں۔ یہ اشکال یا اعتراض ظاہراً تو بہت مناسب معلوم ہوتا ہے لیکن حقیقت کے اعتبار سے بالکل بے اصل ہے۔ اس لیے کہ حضورؐ اپنی مبارک زندگی میں جتنی جنگیں کیں وہ بھی سب قیام امن ہی کیلئے تھیں، آپ غور فرمائیں۔

۱۔ بدر، احد اور احزاب خالصتاً دفاعی جنگیں تھیں، اہل مکہ نے چڑھائی کی، آپ نے مجبوراً اپنی حفاظت کیلئے دفاعی صورت اختیار کی۔

۲۔ آپؐ کی جو جنگیں یہود کے ساتھ ہوئیں وہ بھی ان کی شرارتوں کے نتیجہ میں اور ان کے فتنہ وفساد کی بیخ کنی کیلئے۔

۳۔ فتح مکہ کے بعد کی لڑائیوں میں اگرچہ چڑھائی آپ نے فرمائی اس لیے کہ آپؐ نے احزاب کے موقعہ پر فرمایا تھا کہ اب کبھی کفر کو حملہ کی جرأت نہیں ہوگی، اب چڑھائی ہماری طرف سے ہوگی لیکن وہ بھی اللہ تعالیٰ کے فرمان! ترهبون به عدو الله وعدوكم کے مطابق کہ اس سے اللہ تعالیٰ کے دشمنوں اور اپنے دشمنوں کو ڈراؤ کہ وہ اسلامی ریاست کی حدود اور مسلمانوں کی معاشرتی زندگی کے تقدس کو پامال کرنے کی جرأت نہ کرسکیں۔

جنگ سے اسلام کا مقصود ومطلوب صرف دین اسلام کی ترویج ہے جو سراسر امن وسلامتی کا پیغام ہے آپ دیکھئے، ایک لڑائی میں ایک کافر نے بہت سے مسلمانوں کو شہید کر دیا اور مسلمانوں کے قابو نہیں آرہا تھا، حضرت اسامہ کی زد میں آگیا، آپ وار کرنے لگے تو اس نے کلمہ پڑھ لیا۔ حضرت

Marfat.com

اُسامہ نے پھر بھی اس کو قتل کر دیا ۔ واپسی پر جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کی اطلاع ہوئی تو آپؐ نے سخت ناراضگی کے انداز میں فرمایا کہ اے اُسامہ تم نے اس کو کلمہ پڑھنے کے بعد بھی قتل کر دیا ۔ عرض کیا کہ اس شخص نے تو اپنی جان بچانے کیلئے کلمہ پڑھا تھا ، ارشاد فرمایا کہ کیا تم نے اس کا دل چیر کر دیکھ لیا تھا ۔ اے اُسامہ ! تم قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کو اس کے کلمے کا کیا جواب دو گے ، حضورؐ نے اس بات کو اتنی مرتبہ دہرایا کہ حضرت اُسامہ فرماتے ہیں ، مجھے اس بات کی تمنا ہونے لگی کہ اے کاش کہ میں آج سے پہلے مسلمان ہی نہ ہوا ہوتا ۔

کسی اعتراض کیلئے بلکہ صرف اپنی بات کی وضاحت کے لئے یہ تقابل عرض ہے کہ جنگوں سے آپ کی مُراد صرف انسانی قتل نہیں تھا ۔

جان ڈیون پورٹ نے اپنی کتاب اپالوجی آف محمد اینڈ قرآن میں مذہبی عدالت کے حکم سے ہلاکت نفوس کی تعداد ایک کروڑ بیس لاکھ بتائی ہے جو عیسائیوں کے ہاتھوں عیسائیوں کی ہوئی اکیلے ملک سپین نے تین لاکھ چالیس ہزار عیسائیوں کو ہلاک کیا جن میں سے بتیس ہزار ۳۲۰۰۰ انسان زندہ آگ میں جلا دیئے گئے ، اس کے مقابلہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کی چھوٹی بڑی کل ۸۰ لڑائیوں میں فریقین کے مقتولین کی تعداد ۱۰۸۰ بنتی ہے ۔ اس طرح فی جنگ ۱۴ سے بھی کم اوسط نکلتی ہے جو عرب جیسے وسیع ملک کو فتح کرنے کے لحاظ سے بالکل صفر ہے ۔

خالقِ کائنات ، کائنات کی اس مشین کو سب سے بہتر جانتا ہے کہ اس کو کس انداز سے چلایا جائے تو اس کا نظام درست رہ سکتا ہے ، وہ خود ارشاد فرماتے ہیں ۔

ولولا دفع اللّٰہ الناس بعضھم ببعض لھدمت صوامع وبیع وصلوٰت ومسٰجد یذکر فیھا اسم اللّٰہ کثیرا ط (الحج ۔ ۴۰)

اگر اللہ تعالیٰ بعض لوگوں کو بعض کے ذریعہ سے نہ ہٹاتا رہتا تو راہبوں کے خلوت خانے یہود و نصاریٰ کے عبادت خانے اور مسلمانوں کی مسجدیں جن میں کثرت سے اللہ تعالیٰ کا نام لیا جاتا ہے سب ڈھا دیے جاتے ۔

ایک اور جگہ ارشاد ہے ۔

ولولا دفع اللّٰہ الناس بعضھم ببعض لفسدت الارض ولٰکن

اور اگر اللہ تعالیٰ بعض (مفسدین) کو بعض (مصلحین) کے ذریعے (بذریعہ جنگ) ختم

Marfat.com

اللہ ذو فضل علی العلمین ۰ البقرۃ - ۲۵۱) ختم نہ کروایا کرتا تو ضرور زمین شر و فساد سے بھر جاتی لیکن اللہ تعالیٰ جہان والوں پر بڑے فضل و مہربانی والے ہیں۔

تو گویا قیام امن و اخوت کیلئے جنگ ناگزیر ہے اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس کی اجازت انسانیت پر بہت بڑا فضل ہے۔

اسلام کے نظام حدود تعزیرات کا نفاذ بھی بعض اذہان میں امن و اخوت کے خلاف اُبھرتا ہے اس کے متعلق بس اتنا سمجھ لینے کی ضرورت ہے کہ اسلام صرف چوروں، ڈاکوؤں کیلئے نہیں آیا بلکہ وہ ساری دنیا کے انسانوں کیلئے آیا ہے۔ اسلام اس زیادتی کو برداشت نہیں کرتا کہ بدکرداروں پر ترس کھا کر مجبور و مظلوم انسانیت پر مزید ستم ڈھانے کیلئے ان بدکرداروں کی طنابیں مزید دراز کر دی جائیں۔ پھر اسلام کا نشتر ڈاکو کا خنجر نہیں بلکہ سرجن کا نشتر ہے جو فاسد مادے کو خارج کر کے باقی جسم کو بچانے کی کوشش کرتا ہے۔

ارشادِ خداوندی ہے۔

ولکم فی القصاص حیاۃ یاولی الالباب لعلکم تتقون ۰ اے ارباب دانش تمہارے لئے قصاص میں زندگی ہے تاکہ تم تقویٰ حاصل کرو۔

امریکی سیاہ فام مسلمانوں کے ایک رہنما میلکم ایکس نے ۱۹۶۴ء میں فریضہ حج کیلئے حجاز کا سفر کیا، وہ اپنے تاثرات بیان کرتے ہوئے رقمطراز ہیں۔

" یہاں لاکھوں کی تعداد میں حاجی تھے۔ جو دنیا کے ہر کونے سے آئے ہوئے تھے، وہ مختلف رنگوں کے تھے، سفید فام لوگوں سے لے کر افریقہ کے سیاہ فام انسانوں تک لیکن ہم سب ایک ہی عبادت میں مشغول تھے، ہم لوگ وحدت و اخوت کا ایسا مظاہرہ تھے کہ امریکہ میں میری زندگی کے جو تجربات رہے ہیں اس بناء پر میری سوچ و فکر کے کسی گوشے میں بھی یہ بات موجود نہ تھی کہ گوروں اور کالوں کے درمیان ایسا اتحاد بھی ممکن ہے۔ اسلام کی ارفع و اعلیٰ تعلیمات نے اپنے متبعین کے اذہان سے نسلی امتیازات کی جڑیں کاٹ کر اخوت و بھائی چارے کے ایسے پودے کی آبیاری کی ہے جس کی خوشبو سے تمام عالم معطر ہو رہا ہے۔ میں نے اخلاص سے اس قدر بھرپور اور بھائی چارے کے جذبے کی اتنی سچی مثال

Marfat.com

کبھی نہیں دیکھی (میلکم ایکس خود نوشت سوانح عمری ۔ ۳۴۰)

یہ ایک حقیقت ہے کہ دو عالمی جنگوں کی ستم رسیدہ دنیا، امن و عافیت سے محروم انسانیت آج ایک ایسے پاکیزہ نظامِ امن و اخوت کی تلاش میں ہے جس میں انسانی وحدت و مساوات باہمی تعاون و اشتراک، تشرافت انسانی، عفو و درگزر، حریتِ فکر، عدل و انصاف، ایفائے عہد اور اخوت و محبت کو جزو لازم کی حیثیت دی گئی ہے، جس میں غرور و تکبر، حب و جاہ و اقتدار دولت و ثروت کی بے جا محبت اور انفرادی اغراض کو اجتماعی مفادات پر ترجیح دینے کی قطعاً کوئی گنجائش نہیں، وہ نظام جو صرف جسموں پر ہی حکمرانی کا قائل نہیں بلکہ سب سے پہلے وہ دلوں میں خوفِ خدا، محبتِ رسول ﷺ، فکرِ آخرت اور انجامِ بخیر کا عقیدہ راسخ کرتا ہے، کیا آج اللہ تعالیٰ کے فرمان!

تلک الدار الاخرۃ نجعلھا للذین لا یریدون علوا فی الارض ولا فسادا ط والعاقبۃ للمتقین ۰
(القصص - ۸۴)

پر یقین رکھنے والے اس مقصدِ جلیلہ کیلئے اپنے تن من دھن کی قربانیوں کے ساتھ جد و جہد کیلئے تیار ہیں کہ وہ اپنے محبوب پیغمبر ﷺ کے پیش کردہ نظامِ امن و اخوت کو دنیا کے سامنے پیش کریں گے اور اس کے نفاذ و قیام کے لیے ہر ممکن کوشش کریں گے" تاکہ اللہ تعالیٰ کے فرمان،

یایھا الذین امنوا استجیبوا للہ وللرسول اذا دعاکم لما یحییکم ۔

کی روشنی میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان " بحیثیت داعی امن و اخوت " بدرجہ کمال اجاگر ہو سکے ۔

(و اخر دعوانا ان الحمد للہ رب العلمین)

Marfat.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم ۝

وبہٖ نستعین

پیغمبرِ اسلام داعیِ امن و اخوت

عبدالعزیز عرفی، ایڈووکیٹ کراچی

ختمی مرتبت علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کا ظہور تجلی منشائے الٰہی کا مظہر اور تکمیلِ کائنات کا مقصود تھا۔ آپؐ کی ولادت ہوئی تو کائنات کی شبِ تار نے عصرِ جدید کی صبحِ صادق کو مژدۂ جاں فزا دیا، اور آپؐ کی بعثت سے بنی نوعِ انسانی کو وہ مشعلِ نور عطا ہوئی کہ صدیوں کی تاریکی چھٹ گئی اور حجاباتِ ظلمت پارہ پارہ ہو کر رہ گئے۔

سرورِ دیں صلی اللہ علیہ وسلّم نورِ مجسم تھے۔ آپؐ کے قول و عمل کو اس نورِ ازلی نے منور کر رکھا تھا جو آسمانوں اور زمین کا نور ہے۔ جس نے سمندر کی تہوں میں نامعلوم گوشوں کو بھی روشن کر رکھا ہے۔ اور جس کے وجود سے 'بسیط فضائیں' کائنات کی لامحدود پہنائیاں ان میں رواں دواں لاتعداد ستارے اور سیارے اور حجر و شجر کی ان گنت تنہائیاں، عاری نہیں۔ جہاں جہاں اس کی شانِ ربوبیت موجود ہے، وہاں رسولِ خدائے ذوالجلال کی رحمت بھی سایہ فگن ہے۔ چونکہ آپؐ کو رحمۃ للعالمین بنا کر بھیجا گیا۔

سید المرسلین علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اس نورِ مبینؐ سے بھی سرفراز فرمایا گیا جو بندوں کے ظاہر اور باطن کی تطہیر کرتا ہے اور قلب و نظر کو وہ بصیرت و بصارت عطا کرتا ہے کہ ذاتی مفادات اجتماعی مفادات سے ہم آہنگ ہو جاتے ہیں۔ مادیت کے حجابات معدوم ہوتے چلے جاتے ہیں۔

Marfat.com

اور بندوں میں وہ احساسِ بندگی بیدار ہو جاتا ہے جو معاشرہ میں امن کا نقیب، اخوت کا مظہر اور پاسِ انسانیت کا ترجمان ہوتا ہے۔

پاسِ انسانیت خوفِ خداوندی کے بغیر ممکن نہیں ہوتا چونکہ جہاں خوفِ الٰہی نہیں ہوتا وہاں انسان حدودِ انسانیت سے تجاوز کر جاتا ہے۔ اُسے نہ احساسِ جوابدہی ہوتا ہے اور نہ اس کے دل میں احترامِ انسانیت رہتا ہے۔ وہاں تو شر کی حکمرانی ہوتی ہے۔ امن و آشتی معدوم ہوتے ہیں۔ انسان اپنی خود ساختہ انا کی دیواریں اٹھا کر اخوت کی راہیں مسدود کرتا چلا جاتا ہے اس لئے ایک صحت مند، ترقی پسند اور تعمیری معاشرہ کی تشکیل کیلئے ضروری ہوتا ہے کہ اس کے افراد میں خوفِ خداوندی قائم کیا جائے، تاکہ ان کے قلوب میں پاسِ انسانیت کو راہ ملے اور امن و اخوت کیلئے فضا سازگار ہو جائے۔

پیغمبرِ اسلام ہادیٔ برحق صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی آمد سے قبل دنیا پاسِ انسانیت سے ناواقف تھی اور خوفِ خداوندی سے عاری۔ لہٰذا ہر سُو شر کی حکمرانی تھی انتشار و افتراق کے پرچم تذللِ انسانیت کے نشاں تھے۔ انانیت و عصبیت نے بنی نوعِ انسان کو قبیلوں، خانوادوں اور بنی فلاں بنی فلاں میں ہی نہیں بلکہ لاتعداد ٹکڑیوں میں تقسیم کر رکھا تھا۔ کہیں ذات پات کا امتیاز تھا تو کہیں چھوت چھات کی تمیز اور کہیں انسانی غلامی کی زنجیروں میں جکڑا کراہ رہا تھا اور کوئی مونس، ہمدرد اور نجات دہندہ نہ تھا۔ لہٰذا نہ کہیں امن کا تصوّر تھا اور نہ اخوت کا تخیّل۔

تصورِ امن اور تخیّلِ اخوت کو گو دورِ حاضر کے تقاضوں سے منسوب کیا جاتا ہے۔ لیکن حقیقت کچھ اور ہے۔ یہ ہر دو باتیں تحریر و تقریر میں ہی نہیں بلکہ عملی طور پر اس معاشرہ کا طرۂ امتیاز رہی ہیں جو خیرالبشر علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے تعلیماتِ قرآنی کی روشنی میں قائم فرمایا تھا۔ اسی لئے آپؐ آئینہ تاریخِ انسانیت میں امن و اخوت کے اوّلین داعی کی حیثیت میں نظر آتے ہیں۔ یہ یقینی طور پر مفکرینِ یورپ کی کوتاہ بینی یا چشم پوشی ہے کہ انہوں نے امن و اخوّت کے تصور و تخیل کو اپنی اختراع قرار دیتے ہوئے مغرب کے سر سہرا باندھ دیا۔ حالانکہ مغرب کا ہنوز اس امن و اخوت کے تصور کو بھی نہیں پا سکا جو سرورِ دیںؐ علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کے قائم کردہ معاشرہ اسلامی میں رچا اور بسا جو آج بھی اپنی کسی نہ کسی ہیئت میں دنیا کیلئے دعوتِ فکر و عمل ہے۔

Marfat.com

بعد بعثت خاتم النبیین شفیع المذنبین صلی اللہ علیہ وسلم کی کم و بیش ۲۳ سالہ کا دتبین دو ادوار پر مشتمل ہیں ۔ مکی دور جو تقریباً ۱۳ برسوں پر محیط رہا اور بعد دس سالہ مدنی دور ۔ اوّل الذکر زمانہ ابتلا و مصائب سے پُر تھا ۔ کون سا ظلم تھا جو آپؐ پر اور آپؐ کے رفقاء کار پر منکرین حق کی طرف سے روا نہ ہوا ۔ استہزا، تکذیب، تہمت طرازی بعنوان مجنون و دیوانہ، آپؐ کی راہوں میں کانٹے بچھانا، آپؐ کے اوپر غلاظت اور کوڑا کرکٹ پھینکنا، آپ کے ساتھ بدزبانی اور بدگوئی تو جیسے سر سماشما کا شعار بن گیا تھا ۔ اور پھر وہ دن بھی آئے کہ آپ کی ذات والا صفات پر ان کی دست درازیاں بھی شروع ہو گئیں کہ حرم کعبہ میں آپؐ کے گلے میں چادر ڈال کر بیدردی کے ساتھ کھینچا گیا کہ آپؐ گھٹنوں کے بل گر پڑے اور دَم گھٹنے لگا ———— اور آپؐ یہ سب کچھ خنداں پیشانی کے ساتھ اس لئے برداشت کر رہے تھے کہ اس میں اطاعت الٰہی کا پہلو مضمر تھا ۔ آپؐ کے لئے بارگاہِ ربوبیت سے حکم تھا ۔

ولا تحزن علیھم ولا تکن فی ضیق مما یمکرون ۵ ؎ اور آپؐ ان پر غم نہ کیجیئے اور جو کچھ یہ چالیں چل رہے ہیں اس سے تنگ نہ ہو جیئے ۔

صحابہؓ کرام مشرکین قریش کے ظلم و ستم کا اور زیادہ نشانہ بنے ہوئے تھے ۔ مکی دور میں صحابہؓ کی تعداد قلیل تھی ۔ ابتداً تو چند ہی افراد آپؐ کے دامن اطہر سے وابستہ ہوئے تھے لیکن ان میں سے ہر ایک پائے استقامت کا حامل تھا ۔ توحید کے ساتھ ایمان بالرسالتؐ در حقیقت ایسی منفرد نعمت عظمیٰ ہے جو بندہ کی ظاہر و باطن کو روشن و منور کر دیتی ہے ۔ قلب و نظر پاک و صاف ہو جاتے ہیں، بندہ اپنے مالکِ حقیقی کو قریب تر پاتا ہے اور حبِ مصطفےٰؐ اس کو حق بین و حق شناس بنا دیتی ہے ۔ وہ ہر طرح کا ظلم و ستم تو برداشت کر لیتا ہے لیکن دوسرے پر خود ظلم نہیں کرتا ۔

ابتداً اشرف الانبیاء علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کے صحابہؓ تعداد میں ضرور کم تھے لیکن ان میں بڑے خانوادوں سے متعلق افراد بھی تھے اور وہ بے نوا غریب الدیار افراد بھی تھے جو غلامی کی زنجیروں میں گرفتار بلا تھے ۔

حضرت زبیر بن العوام آپؐ کے پھوپھی زاد بھائی تھے اس طرح خاندانِ بنو ہاشم کے ایک فرد تھے ۔ ابتداء ہی میں مشرف بہ ایمان ہوئے ۔ ان کا چچا سزا کے طور پر انہیں چٹائی میں لپیٹ کر ان کی ناک میں دُھواں دیتا تاکہ انہیں ایذا پہنچے اور وہ اسلام سے تائب ہو جائیں ۔ حضرت

Marfat.com

عثمان ابن عفان کا تعلق قریش کے دوسرے بڑے خانوادے بنو اُمیہ سے تھا وہ جب دامن مصطفےٰ سے وابستہ ہو گئے تو ان کا چچا انہیں رسّی سے باندھ کر ایذائیں پہنچایا کرتا تھا۔ حضرت عمر ابن خطاب کا خانوادہ بھی مکہ کے مقتدر خاندان میں سے تھا۔ وہ خود تو ابتدائی ایام میں ایمان نہ لائے تھے ہاں ان کے چچازاد بھائی سعید بن زید مسلمان ہو چکے تھے۔ ان دنوں عمر ابن خطاب کی نظر میں ان کے چچا اور بھائی کا یہ فعل انتہائی قبیح تھا، لہٰذا وہ بھی انہیں رسیوں میں باندھ کر سخت ایذا دیا کرتے تھے۔

"ان صحابہ کرام کی حالت زیادہ ناگفتہ بہ تھی، جو غلامی کی زنجیروں میں مقید رہتے ہوئے دامن مصطفےٰ سے وابستہ ہو چکے تھے۔ بلال حبشی رضی اللہ عنہ کا آقا اُمیہ انہیں دوپہر کے وقت جلتی اور تپتی ہوئی ریت پر زبردستی لٹا کر بھاری چٹان ان کے سینہ پر رکھ دیتا۔ لیکن آپ کی زبان پر "اَحَد" "اَحَد" ہی کا ورد ہوتا۔ اسی طرح حضرت یاسر رضی اللہ عنہ ان کی زوجہ سمیہ رضی اللہ عنہا اور فرزند حضرت عمار رضی اللہ عنہ بے پناہ بربریت کا نشانہ بنے ہوئے تھے۔ ابوجہل نے حضرت سمیہ کو قبول اسلام کی پاداش میں اس طرح برچھی ماری کہ وہ جاں بحق ہو گئیں ______ حضرت خباب رضی اللہ عنہ بن الارت قبیلہ تمیم سے تھے لیکن مکہ میں غلام بنا کر فروخت کر دیئے گئے تھے اُن پر تو ظلم کی انتہا ہو گئی منکرین نے ایک دن دہکتے ہوئے کوئلے زمین پر بچھائے اور انہیں بزور طاقت اسی فرش آگ پر لٹا دیا۔ ایک جلاد ان کی چھاتی پر اپنے پاؤں جمائے رہا کہ وہ کروٹ بھی نہ بدل سکیں۔ ان کی پشت پر جلنے سے نشانات برص کے داغوں کی طرح تا دمِ آخر قائم رہے۔"

انہی ایامِ ظلم و ستم اور جبر و تشدد کا ذکر ہے کہ سرورِ دین صلی اللہ علیہ وسلم ایک دن حرم کعبہ کی دیوار کے زیرِ سایہ تشریف فرما تھے کوئی دوسرا نہ تھا۔ حضرت خباب رضی اللہ عنہ آپ کی خدمت عالی میں حاضر ہو گئے کچھ دیر کے بعد مشرکین کے ظلم و ستم کا ذکر کرتے ہوئے عرض کیا! اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم! آپ بددعا کیوں نہیں کرتے، یہ سنتے ہی آپ کا چہرہ مبارک سرخ ہو گیا اور فرمایا۔ "تم سے پہلے لوگوں کے گوشت اور پٹھوں سے پار ہڈیوں تک لوہے کی کنگھیاں پیوست کر دی جاتی تھیں لیکن یہ چیز بھی انہیں دین سے نہیں ہٹاتی تھی اور آرا ان کے سر پر درمیان میں رکھ کر چلایا جاتا اور دو ٹکڑے کر دیئے جاتے لیکن ان کے دین سے یہ چیز بھی انہیں نہ ہٹا سکی اور اس دین کو اللہ تعالیٰ ضرور مکمل فرمائے گا۔ حتیٰ کہ سوار صنعاء سے حضرموت تک جائے گا اور اللہ کے سوا اسے کسی کا خوف نہ ہوگا۔"

Marfat.com

اس حدیثِ مبارکہ سے دو باتیں قطعی واضح ہیں ۔ اولاً یہ کہ ختمی مرتبت علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کی دعوتِ حق کا مقصود ایک ایسے معاشرہ کی تشکیل و تعمیر تھا جہاں امن و عافیت کی ایسی فضا قائم ہو کہ فردِ واحد طویل سفر کی مسافت میں اپنے کو محفوظ اور مطمئن پائے ۔ دوئم آپؐ کی کاوشیں اُسی سلسلۂ نبوت کی کڑی تھیں جو آپؐ سے قبل کی جا چکی تھیں ۔

خاتم الانبیاء خیر الوریٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب بحکم باری تعالیٰ مکہ سے ہجرت فرما کر مدینہ تشریف لے گئے تو وہاں کی فضا اور ماحول کو قطعی مختلف پایا ۔

مدینہ کی آبادی اوس و خزرج کے دو بڑے قبیلوں اور یہودیوں پر مشتمل تھی ۔ اوّل الذکر دونوں قبائل کے درمیان زمانۂ قدیم میں دشمنی رہی تھی ۔ اسی بناء پر یہودیوں نے ان کا خوب استحصال کیا تھا بلکہ اس کے اثرات ابھی تک چلے آ رہے تھے ان دونوں قبائل کے چند افراد آپ صلی اللہ علیہ وسلم

کی ہجرت مدینہ سے قبل بیعت عقبۂ اولیٰ اور بیعت عقبۂ ثانی کے موقعوں پر مکہ میں ہی مشرف بہ اسلام ہو چکے تھے اور کچھ افراد حضرت مصعبؓ بن عمیر کی کاوشوں سے ایمان لے آئے تھے جن کو ہادیٔ مرسل علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے اسی مقصد کے تحت پہلے ہی مدینہ بھیج [13] دیا تھا ۔ بہر حال اسوقت تک ان دونوں قبائل کی خاصی بڑی تعداد ابھی دامنِ مصطفےؐ [14] سے وابستہ نہ ہوئی تھی بلکہ انہی کی صفوں میں عبداللہ بن اُبی جیسے افراد بھی تھے جو بعد میں مارِ آستین ثابت ہوئے ۔ یہودی قدیم زمانہ سے مدینہ میں آباد تھے ۔ ان کے بھی مختلف قبائل تھے ۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے زمانہ میں یہودیوں کے ایک دو خاندان یہاں آکر آباد ہوئے تھے لیکن انہوں نے عربوں کے قدیم قبائل بنی قریظہ اور بنی نضیر وغیرہ کو یہودی بنالیا ، بہر کیف وہ اب سب یہودی تھے ۔

یہودی [15] اوس و خزرج قبائل کی نسبتاً زیادہ خوشحال تھے ۔ مدینہ کے زیادہ تر باغات اور تجارت پر انہی کا کنٹرول تھا ۔ حتیٰ کہ کنوؤں کے بھی وہی مالک تھے اور دوسرے لوگوں کو پانی دینے میں بھی اپنی پسند اور اختیار کو استعمال کرتے تھے ۔ یہ لوگ ختمی مرتبت صلی اللہ علیہ وسلم کیلئے قطعی اجنبی تھے بلکہ بہت سے آپؐ کی آمد سے ناخوش بھی تھے ، چونکہ وہ آپ کے خلاف اپنے قلوب میں کینہ بھی رکھتے تھے ۔ قریش سے ان کے مراسم رہے تھے ، لہٰذا آپؐ کی نبوت کے متعلق انہی کی زبانی سن چکے تھے ۔ اور یہی بات ان کی ناخوشی اور کینہ کا سبب تھی ۔

Marfat.com

مذکورہ ماحول میں سرورِ کائنات علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اپنی دعوتِ حق کو جاری رکھنا آسان نہ تھا۔ چونکہ دوسری جانب مشرکین قریش کی جانب سے جارحیت ختم نہ ہوئی تھی بلکہ یلغار کسی بھی وقت متوقع تھی۔ لیکن ان باتوں کے باوجود آپؐ نے ہمت نہ ہاری۔ آپؐ تو اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق عمل کر رہے تھے اس کی اعانت اور مدد آپؐ کے ساتھ تھی۔ اس لیے اہلِ ایمان کی صفوں میں اضافہ روز افزوں تھا۔ بارگاہِ ربوبیت سے وقتاً فوقتاً ایسے احکامات کا بھی نزول ہوا کرتا تھا جن میں تخاطب اہلِ ایمان سے ہوتا۔ کچھ یہی شب و روز تھے کہ ارشادِ باری تعالیٰ کا نزول ہوا۔

یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اسْتَجِیْبُوْا لِلّٰہِ وَلِلرَّسُوْلِ اِذَا دَعَاکُمْ لِمَا یُحْیِیْکُمْ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰہَ یَحُوْلُ بَیْنَ الْمَرْءِ وَقَلْبِہٖ وَاَنَّہٗٓ اِلَیْہِ تُحْشَرُوْنَ ۸/۲۴

(اے ایمان والو! اللہ اور رسولؐ کے بلانے پر حاضر ہو جب رسولؐ تمہیں زندگی بخش چیز کیلئے بلائیں اور جان لو کہ اللہ کا حکم آدمی اور اس کے دلی ارادوں میں حائل ہو جاتا ہے اور یہ کہ تمہیں اسی کی طرف اٹھنا ہے)۔

اس آیہ مبارکہ میں حق سبحانہ تعالیٰ نے اپنے رسول نبی محتشم صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے فرمایا ہے۔ اِذَا دَعَاکُمْ لِمَا یُحْیِیْکُمْ یعنی مومنین کے لئے حکم ہو رہا ہے کہ وہ فوراً تعمیل حکم کریں رسول کی جب بھی وہ زندگی بخش چیز کی طرف بلائیں۔

ایک انسان کیلئے زندگی بخش وہی چیز ہو سکتی ہے جو اُسے امن و اخوت کی راہ دکھائے جہاں وہ سکون اور اطمینان کے ساتھ اپنی زندگی گزار سکے اور زندگی کے تقاضوں کو بہ طریقۂ احسن پورا کر سکے۔ یہی مقصود تھا اس دعوتِ حق کا جو سرورِ دین علیہ الصلوٰۃ والتسلیم دنیائے انسانیت کو دے رہے تھے، لہٰذا مومنین کیلئے حکم ہوا کہ وہ اس امر میں اللہ کے رسول کی کلی طور پر اعانت کریں اور جو بھی حکم دیں بجا لائیں۔ اس کا عملی مظاہرہ مدنی زندگی کے ابتدائی ایام کے دوران ہوا اور جس کی مثال تاریخ انسانیت میں کہیں اور نظر نہیں آتی۔

مدینہ پہنچے ہوئے ختمی مرتبت صلی اللہ علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کو چند ہی یوم گزرے تھے آپؐ حضرت ابو ایوب انصاری رضؓ کے مکان پر ہی مقیم تھے اور مسجد نبوی کی کچی اینٹوں سے بنی دیواروں پر کھجور کے پتوں کا سائبان درخت کے ستونوں کا سہارا دیکر ڈالا جا چکا تھا

Marfat.com

آپ کے حکم کے مطابق انصار اور مہاجرین کا ایک مشترک اجتماع دس سالہ انس بن مالک کی والدہ کے مکان پر ہوا ، یہ خزرجی گھرانہ تھا ۔ ممکن ہے کہ کشادہ اور وسیع مکان ہو اور اسی بناء پر جگہ کا انتخاب کیا گیا ہو چونکہ حضرت ابو ایوب انصاری رضؓ کے مکان میں آپؐ زیریں منزل پر مقیم تھے جبکہ ان کا قیام بالائی منزل پر تھا ۔ اور وہ یقیناً اتنا کشادہ نہ ہوگا کہ وہاں ایک بڑی مجلس منعقد ہو ۔ مہاجرین کی تعداد یقیناً ۴۵ یا کچھ تجاوز تھی ۔ انصار کی تعداد کہیں زیادہ رہی ہوگی ۔

مکہ سے آئے ہوئے مہاجرین میں وہ صاحبانِ حیثیت افراد بھی تھے جو مکہ میں رہتے ہوئے ہر طرح کا مال و متاع رکھتے تھے اور وہ بے سہارا اور بے نوا غریب الدیار بھی تھے جو غلامی سے نجات پاکر غربت و افلاس کے دن بسر کر رہے تھے ۔ لیکن مدینہ آکر اب سب ہی خستہ حال تھے چونکہ ان میں سے کوئی بھی تو اپنا مال و متاع نہ لا سکا تھا ۔ بیشتر نے تو چھپ کر ہی ہجرت کی تھی اور کچھ کو مشرکین قریش نے اپنی ہٹ دھرمی دکھاتے ہوئے کچھ لانے ہی نہیں دیا ۔

مہاجرین کے مقابل انصار مدینہ میں سے بیشتر خوشحال تھے ان کے اپنے باغات بھی تھے کاروبار بھی تھے اور مکانات بھی ۔ اس طرح ہر دو جماعتوں کے درمیان معاشی عدم توازن بڑا نمایاں تھا ۔

آج اس حقیقت کو سب ہی تسلیم کرتے ہیں کہ معاشرہ میں معاشی عدم توازن انتشار اور افتراق کو جنم دیتا ہے اور مجرمانہ وغیرہ اخلاقی اقدار فروغ پاتی ہیں ۔ لیکن سرورِ دین علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے اس حقیقت کو چودہ صدی قبل ہی پا لیا تھا اور اسی ضرورت کے تحت یہ اجتماع طلب فرمایا تھا ۔ آپؐ نے اس مشترکہ اجلاس کو خطاب فرماتے ہوئے آپس میں محبت و اخوت کی اس طور پر تلقین فرمائی کہ نسبی قبائلی اور جغرافیائی سارے فاصلے انصار و مہاجرین کے اذہان و افکار سے محروم ہو گئے اور ایک دوسرے کے ذہنی طور پر اس درجہ قریب ہو گئے ۔ جیسے وہ سب ایک ہی ماں کے بطن سے تولد ہوئے ہوں اور ایک ہی باپ کے بیٹے ہوں ۔ بعدہٗ آپؐ نے انصار و مہاجرین میں سے مشترکہ طور پر دو دو افراد کو نام لیکر اپنے پاس بلایا اور فرمایا کہ تم دونوں آج سے بھائی بھائی ہو۔[۳] اس طرح ہر مہاجر کسی نہ کسی انصار کے ساتھ رشتۂ مواخات میں منسلک ہو گیا ۔ مثلاً حضرت ابوبکر صدیق رضؓ ، خارجہ رضؓ بن زید عقبی کے ، ابو عبیدہ رضؓ بن جراح ، سعد رضؓ بن معاذ بدری کے

Marfat.com

عمارؓ بن یاسرؓ، حذیفہ رضؓ بن الیمان کے اور سلمان فارسیؓ، ابوالورداؓ کے اخی قرار دیئے گئے ۔ اس طرح کم و بیش پینتالیس مہاجرین انصار مدینہ کے اس طور پر بھائی بن گئے کہ نہ صرف وہ کاروبارِ حیات اور متاعِ مال میں ایک دوسرے کے شریک تھے بلکہ ایک، مواخاتی بھائی دوسرے بھائی کی وراثت میں سے بھی حصّہ کا حق دار رہا تاوقتیکہ بارگاہِ ربوبیّت سے حکم نازل ہوا اور وراثت پانے والوں کا تعین کر دیا گیا ۔

یہ داستانِ اخوت، منفرد اور بڑی دلگداز ہے ۔ اس سے روح کو بالیدگی ملتی ہے اور قلب و نظر کو بصیرت ۔ اس قدمِ مصطفےٰ کی برکتوں سے وہ معاشرہ وجود میں آیا جو تاریخِ انسانیت میں اپنی نظیر نہیں رکھتا ۔ وہ معاشرہ آج اپنی اصل ہیئت میں تو نہیں لیکن اس کے اثرات، مسلمانوں کی تمامتر کوتاہیوں اور غفلتوں کے باوجود، آج بھی ان کی صفوں میں نمایاں نظر آتے ہیں ۔ اخوّت و مساوات کا وہ عملی مظاہرہ جو ہماری عبادات کی صفوں میں اور دسترخوانوں پر آج بھی ہمارا طرّہ امتیاز ہے، انسانی مساوات و اخوت اور تعظیم و تکریم کے نام نہاد علم برداروں میں نظر نہیں آتا ۔

سرورِ دیں علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کے مذکورہ نظریۂ اخوت کو عملی ہیّئت ملتے ہی مسلمانوں کی صفوں میں تو امن و محبت کے پرچم ہر سُو نظر آنے لگے ۔ لیکن مدینہ کی فضا میں ابھی تبدیلی نہ آئی تھی، جہاں بیرونی خطرات کے علاوہ اندرونی خدشات بھی منڈلاتے ہوئے محسوس ہو رہے تھے ۔ چونکہ یہودیوں نے کشادہ قلبی کے ساتھ آپؐ کو خوش آمدید نہ کہا تھا ۔ ان کی صفوں میں نہ صرف شکوک و شبہات تھے بلکہ سرگوشیاں بھی ہو رہی تھیں ۔ حالانکہ اہل کتاب ہونے کے ناطے آپؐ ان کے لئے گوشۂ نرم[19] رکھتے تھے اور اسی امر کی تلقین آپؐ مسلمانوں کو بھی فرما رہے تھے ۔ آپؐ نے یہودیوں کو ذاتی خدمت کیلئے بھی پسند فرمایا اور مختلف طریقوں سے مسلمانوں کے قریب تر لانے کیلئے کاوشیں کیں ۔ چونکہ فاصلے ہمیشہ بدگمانیوں کو جنم دیتے ہیں اور بدگمانیاں انتشار کو افتراق کا سبب ہو جاتی ہیں اور جہاں ان دو کا وجود ہوتا ہے وہاں امن و عافیت معدوم ہو جاتے ہیں ۔

پیغمبر اسلام علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کے تمامتر مساعی جمیلہ کا مقصود تو ایک ایسے معاشرہ کی تعمیر و تشکیل تھا جہاں امن و اخوت کو فروغ ہو اور اعلیٰ انسانی اقدار پروان

Marfat.com

چڑھیں۔ اسی لئے آپ نے ضروری سمجھا کہ مسلمانوں اور یہودیوں کے درمیان ذہنی و فکری فاصلہ جاتا رہے اور وہ مختلف مذاہب کے پیروکار ہونے کے باوجود اپنے آپ کو ایک قوم اور ایک مملکت کے شہری سمجھیں لہٰذا اس ضمن میں بھی آپؐ نے پہل کرتے ہوئے یہودیوں کو ایک ایسے معاہدہ کی پیشکش فرمائی جس کو انہوں نے قبول کر لیا۔ معاہدہ کی چند جلی شرائط یہ تھیں۔[۲۷]

۱۔ هذا كتاب من محمد النبی صلی اللہ علیہ وسلم بین المومنین والمسلمین من قریش ویثرب ومن تبعهم فلحق بهم وجاهد معهم۔	یہ تحریر ہے محمد النبیؐ کی جانب سے مسلمانوں کے درمیان بنو قریش ی یا یثربی ہیں اور ان لوگوں کے ساتھ جو مسلمانوں کے ساتھ ملے ہوئے اور کاروبار میں ان کے ساتھ شامل ہیں۔
۲۔ انهم امة واحدة	یہ سب لوگ ایک ہی قوم سمجھے جائیں گے۔
۳۔ وان يهود بنی عوف امة مع المومنين	بنی عوف کے یہودی مسلمانوں کے ساتھ ایک قوم ہیں۔
۴۔ وان بينهم النصر علی من حارب اهل هذه الصحيفة	اور جو کوئی اس معاہدہ کرنے والی قوم کے خلاف جنگ کرے گا تو سب مل کر اس کے خلاف عمل پیرا ہوں گے۔
۵۔ وان بطانة يهود كانفسهم	یہودیوں کی دوست دار قوموں کے حقوق یہودیوں کے برابر سمجھے جائیں گے۔
۶۔ وانه لم یاثم امرء بحلیفه	کوئی فریق اپنے معاہدہ کی خلاف ورزی نہیں کرے گا۔
۷۔ وان النصر للمظلوم	مظلوم کی مدد و نصرت کی جائے گی۔
۸۔ وان يثرب حرام جوفها لاهل هذه الصحيفة۔	مدینہ کے اندر کشت و خون کرنا فریقین معاہدہ پر حرام ہوگا۔

Marfat.com

یہ معاہدہ ختم الرسل دانائے سُبل مولائے کل علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کی نہ صرف وسیع القلبی دور اندیشی، امن پرستی اور اخوت خواہی کا مظہر ہے بلکہ آج بھی ان لوگوں کیلئے دعوتِ فکر و عمل ہے جو ذہنی و فکری فاصلوں کے حامل مختلف مذاہب کے افراد کو ایک قوم بنانا چاہتے ہیں۔

دورِ حاضر میں سیکولر نظام (SECULAR SYSTEM) کی اصطلاح رائج ہے اور اس کا مقصد بھی یہی بتایا گیا ہے۔ لیکن نتائج کیا ہیں؟ وہی سیاسی منافقت۔۔ (POLITICAL HYPOCRISY) کون سا ملک ہے آج دنیا کے نقشہ پر جو سیکولر نظام کا علمبردار ہو اور اس نے اس درجہ اپنی اقلیتوں کا تحفظ کر رکھا ہو۔ ہندوستان، روس حبش، فلپائن اور حتی کہ امریکہ اور یورپ کے بہت سے ممالک کی مثال ہمارے سامنے ہے۔ ہر جگہ اکثریت اپنے مقاصد کیلئے سیکولر نظام کا نعرہ بلند کرتی ہے لیکن اقلیتوں کے حقوق کو پامال کرتی ہے۔ ان کے برعکس اسلامی ممالک اپنی تمامتر مغرب پرستی کے باوجود اپنی اقلیتوں کے ساتھ اسی طرح فیاضی اور کشادہ قلبی کا مظاہرہ کر رہے ہیں جو مذکورہ معاہدۂ مدینہ کی روح تھا —— اور یہ فیضان ہے اُس حبِّ مصطفیٰ ؐ کا جو مسلمانوں کے قلوب میں آج بھی پیوست ہے اور ان کی شعوری اور لاشعوری طور پر رہبر و رہنما۔ حالانکہ بہت سے مقامات پر مسلمانوں کی فیاضی اور کشادہ قلبی کا ناجائز فائدہ اٹھاتے ہوئے غیر مسلم ادارے مسلمانوں کے خلاف مصروفِ کار بھی ہیں۔

سرورِ کائنات فخرِ موجودات علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کی مذکورہ مساعی جمیلہ سے ایک ایسی نظریاتی مملکت دنیا کے نقشہ پر وجود میں آگئی جہاں امن و اخوت کی حکمرانی تھی انسانی اعلیٰ اقدار پروان چڑھ رہی تھیں، ہر فرد کو مذہبی آزادی حاصل تھی۔ انسانی تکریم و تکریم ہر ایک کیلئے بنائے تقدیس تھی اور سیاسی منافقت کا تصور تک معدوم تھا۔ اس لئے کہ سربراہِ مملکت سے لے کر عام شہری تک ہر ایک اپنے کو اللہ عزوجل کے حضور جوابدہ جانتا تھا۔

پیغمبر اسلام کے نظریۂ امن و اخوت کے نشاناتِ ارفع اس وقت کہیں اور زیادہ نمایاں واضح اور روشن و منور نظر آئے جب فرزندانِ توحید کا دس ہزار نفوسِ قدسی پر مشتمل لشکر فتح و نصرت کے پرچم لہراتا ہوا مکہ میں داخل ہوا۔ یہ ذکر ہے ۸ھ کا۔ اس سے

Marfat.com

قبل متعدد غزوات اور سریئے بھی ہو چکے تھے۔ جن میں مسلمانوں نے اپنا دفاع کرتے ہوئے تلوار اٹھائی تھی۔ لیکن یہ پہلا موقعہ تھا کہ صلح حدیبیہ کے موقعہ پر تحریر شدہ معاہدہ کے خلاف ورزی پر اسلامی لشکر مدینہ سے مکہ کی جانب آیا تھا۔

مکہ میں ہونے سے پہلے والی شب، آٹھ برس پہلے مکہ بدر کئے جانے والے محمدؐ ابن عبداللہ اور امیر لشکر، آپ کے حکم سے متعدد آگ کے الاؤ روشن کئے گئے تاکہ دشمن بے خبر نہ رہے۔ صبح دم، دس ہزار قدسی مختلف راستوں سے مکہ شہر میں داخل ہوئے، مجاہدین اسلام کیلئے حکم تھا۔[۲۱]

۱۔ مزاحمت اور حملہ کرنے والوں کے خلاف ہی تلوار اٹھائی جائے۔

۲۔ ان لوگوں کے خلاف تلوار نہ اٹھائی جائے جو اپنے ہتھیار ڈالدیں، خانہ کعبہ کے اندر چلے جائیں یا اپنے گھروں کے اندر رہی رہیں۔

۳۔ ان افراد کو بھی پناہ دی گئی جو ابو سفیان یا حکیم بن حزام کے گھروں میں چلے جائیں۔

۴۔ مزید برآں حکم تھا کہ بھاگ جانے والوں کا تعاقب نہ کیا جائے، زخمیوں اور اسیروں کو قتل نہ کیا جائے۔

کیا کسی فاتح فوج کے امیر کا حکم اس سے زیادہ امن و عافیت کا مظہر ہوا ہے۔ تاریخ انسانیت اس کی نظیر دینے سے قاصر ہے۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فتح مکہ کے وقت نہ صرف بے مثال امن پسندی کا مظاہرہ کیا بلکہ اپنے جانی دشمنوں کے ساتھ بھی عفو و درگزر اور وسیع القلبی کا برتاؤ کیا۔

عکرمہ جو ابو جہل کا بیٹا اور آپؐ کا بدترین دشمن تھا شہر مکہ سے فرار ہو گیا چونکہ اسے یقین تھا کہ وہ مسلمانوں کے ہاتھ آ گیا تو قتل کر دیا جائے گا۔ لیکن اس کی بیوی نہ صرف مکہ میں رہی بلکہ آپؐ کے دست اطہر پر مشرف بہ ایمان بھی ہوئی بعدہٗ اس نے بارگاہ رسالت میں عرض کیا۔

اے اللہ کے رسول! میرا شوہر جان بچا کر بھاگ گیا ہے، آپ اس کو امان[۲۲] دیجیئے" آپؐ نے بلا کسی پس و پیش یا شرط کے اس کو فوری امان عطا فرمائی۔ عکرمہ واپس آئے تو از خود جاں نثاران مصطفےٰ کی صفوں میں شامل ہو گئے۔

صفوان بن امیہ بھی آپؐ کے خون کا پیاسا اور اسلام کا سخت مخالف تھا، وہ بھی فتح مکہ

Marfat.com

کے وقت فرار ہو کر کسی جگہ جا چھپا ۔ مکہ کی فضا جب امن و اخوت، اور محبت و شفقت کی نکہت جاں بخش سے مہک رہی تو عمیر بن وہب[24] نے پیغمبر اسلام داعی امن و عافیت کی بارگاہ میں حاضر ہو کر عرض کیا ۔ "اے اللہ کے رسولؐ! قریش کا سردار صفوان بن امیہ غریب الوطن ہے ۔ مصائب و آلام کی زندگی گزار رہا ہے اس کو بھی امان دیجئے" آپؐ کا قلب اطہر تو پہلے ہی سے پاک و صاف تھا ۔ وہاں عناد کا گزر کیونکر ہو سکتا تھا ۔ آپؐ تو مجسم رحمت تھے اور امن و عافیت کے داعی، آپؐ نے ازراہِ شفقت و محبت نہ صرف صفوان کو امان دی بلکہ اپنا عمامہ شریف بھی عطا فرمایا ۔ لیکن ابن امیہ کے دل میں ابھی تک شکوک و شبہات تھے ۔ اسلام قبول نہ کیا، آپؐ کی طرف سے بھی کوئی جبر نہ تھا ۔ اس نے اسلام پر غور کرنے کیلئے دو ماہ کا وقت طلب کیا جو اس کو دیدیا گیا ۔ لیکن ایک ماہ بھی نہ گزرا تھا کہ اللہ کی ہدایت اور آپؐ کی رسالت پر ایمان لے آیا ۔

یہ تھا خاتم الانبیاء علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کے نظریۂ امن و اخوت کا اجمالی تذکرہ جو آپؐ نے آیاتِ قرآنی کی روشنی میں عام کیا اور اپنے قول و عمل اور گفتار و کردار سے اس طرح قائم فرمایا کہ جس کی جڑیں آج بھی سرزمین حجاز اور وادیٔ فاران میں مستحکم ہیں اور جس کی شاخیں ان بندگانِ الٰہی کے قلوب پر سایہ فگن ہیں جو خوفِ الٰہی اور حبِ مصطفےٰؐ سے معمور ہیں ۔

اس مقام پر ایک سوال از خود ابھر رہا ہے کہ گزشتہ چودہ صدیوں کے دوران امن و اخوت کے داعی افراد اور ادارے بہت ہوئے ہیں ۔ لیکن کامیابی بدرجۂ استحکام کسی کا مقدر نہ ہوئی ۔ دوام ملا تو صرف پیغمبر اسلام داعی امن و اخوت کی کاوشوں کو کیوں؟

صرف اسلئے کہ ختم الرسل مولائے کل دانائے سبل صلی اللہ علیہ وسلم کے اس نظریہ کی اساس بھی، آپؐ کے دیگر نظریات کی طرح حق سبحانہ تعالیٰ کے احکامات پر تھی ۔ آپؐ نے خود ان پر عمل کیا اور دوسروں کو عمل پیرا ہونے کی تلقین فرمائی ۔ یہ بات نہ کسی مفکر اور فلسفی کے یہاں ملتی ہے اور نہ کسی مصلح اور داعی کے یہاں نظر آتی ہے ۔ اور یہی خطِ تفریق دعوتِ فکر ہے صاحبان عقل و فہم اور اہل علم و دانش کیلئے دعوتِ فکر ہے صاحبان داعیاً الی اللہ باذنہ تھا اور مرتبۂ عالی سراجاً منیراً ۔[25]

" واٰخر دعوانا ان الحمد للہ رب العلمین "

Marfat.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

پیغمبر اسلامؐ بحیثیت داعی امن و اخوت

پروفیسر ڈاکٹر نثار احمد، کراچی

وہ بڑی سی حویلی مکہ کے ایک نامی گرامی رئیس کی تھی[1] - چھوٹے بڑے بوڑھے جوان بہت سے لوگ جمع تھے اور سوچ رہے تھے کہ ایسے میں کیا کرنا چاہیئے ؟ جبکہ معاشرہ میں امن و عافیت کا ہر شیشہ ٹوٹ چکا ہے - امن و امان مفقود، گذرگاہیں مخدوش ہیں - سکون و اطمینان رخصت ہو چکا ہے اور ہر روز لوٹ مار، قتل و غارتگری کی نئی خبر، ظلم و جور کی نئی کہانی، ستم زدہ دل، ستم رسیدہ دل کے لبوں پر آہ بن کر مچلنے لگتی ہے - ان سب نے سوچا، سمجھا اور بالآخر حلف[2] اٹھا لیا کہ وہ سب مل کر بدامنی کو دور کریں، ہر مظلوم کی مدد کریں گے اور کسی جارح[3] کو مکہ میں پناہ نہ لینے دیں گے -

اس مجمع، اس اقرار میں، وہ "قریشی و ہاشمی نوجوان بھی شریک تھا[4] - جو اس حلف سے پہلے بھی ہر مظلوم کی آہ پر مضطرب ہونے والا ہر بیکس بے بس کی پکار پر لبیک کہنے والا تھا اور جس کی زندگی کی توانائیاں شروع سے ہی ظلم و جبر کی ہر سیاہی مٹانے کیلئے وقف تھیں - یہ وہی نوجوان تھا جو آگے چل کر پوری انسانیت کا آخری نجات دہندہ ثابت ہوا - جو امن جہاں اور اخوت انسان کا داعی اور صلاح و فلاح آدمیت کا علمبردار بنا، یہاں تک کہ "امن و امان" اور سلامتی و آشتی کی آبرو آج تک اسی کے دم قدم سے قائم ہے -

Marfat.com

پھر ایسا ہوا کہ دوسرے لوگ تو اسے حلف امن و آشتی " کی پاسداری نہ کر پائے اور بدامنی کی تیز آندھی ان کا ہر ورقِ تمنا اڑا لے گئی ۔ البتہ وہ " جوانِ رعنا " ان آندھیوں میں بھی امن و عافیت " کی قندیل تھامے کھڑا رہا ۔ وہ تن تنہا تھا ، پر اس معاشرے کے سارے مظلوموں ، مقہوروں ، بے سہاروں کی آخری پناہ گاہ ، تمام یتیموں ، بیواؤں ، غلاموں کا ملجا و ماویٰ صرف وہی تھا ، ابوطالب نے سچ کہا ہے

وابیض یستسقی الغمام بوجہہ
ثمال الیتامیٰ عصمۃ للارامل[1]

اس سے یہ نہ سمجھئے گا کہ وہ " صرف ان مجبوروں مظلوموں ، ان نچلے ، کچلے طبقات کا ہی چارہ گر یا صرف ان کے ہی مفادات کا نگراں تھا ، ہرگز نہیں ! وہ ان کے " بڑوں " کے بھی کام آنیوالا تھا ۔ ظالموں جابروں کا ہاتھ پکڑنے والا ، تلواروں کے سائے میں سینہ سپر ہونیوالا ، امن کا خوگر ، عشق کا متلاشی صلح و آشتی کا خواہاں اور ہر آن خیر و فلاح کیلئے کوشاں ہے ، مگر ہاں — جنگ و جدل ، فتنہ و فساد ، ظلم و جبر کا وہ ہر صورت مخالف تھا ، ہر طور متنفر تھا ۔

چنانچہ دیکھ لیجئے ، ذراسی بات پر مٹ جانا ، مر جانا ، کھیل تھا ان کا ، جان کا کیا ہے ، آن نہ جائے ، ایمان تھا ان کا ! وہ ایسے ہی لمحات تھے جب آن کی خاطر جان دینے والے بڑے بڑے رؤسا ، بڑے سورما ، صحن کعبہ میں جمع تھے اور کشمکش اس بات پر تھی کہ حجرِ اسود کون نصب کرے ؟[2] بات ذراسی ، مگر تھی آن کی ، بڑھتی چلی گئی ۔ " لعقۃ الدم "[3] بھی ہو گیا اور تلواریں چلنے میں زیادہ دیر نہ رہ گئی تھی کہ آخر کار " اتنی مہلت " پہ راضی ہو گئے کہ جو علی الصبح پہلے پہل حرم میں آئے وہی حکم ٹھہرے گا[4] اور پھر چشمِ فلک نے دیکھا ان خون کے پیاسوں نے بھی ، کہ ان تلواروں کی چھاؤں میں ، نور کے تڑکے ، جام صلح و آشتی پلانے والا وہی گورے مکھڑے والا ، صبحدم نمودار ہوا جس کو دیکھ کر سب پکار اٹھے ، ھذا الامین رضینا ھذا محمد[4] — یہ تو الامین ، ہمارا محمد آگیا ہم اس کے فیصلہ پر راضی ہیں[5] — اور پھر اس کی قضا ، ان کی رضا ، امن و سلامتی کی نقیب بن گئی اور ایک ایسی بڑی جنگ کا خطرہ ٹل گیا کہ اگر چھڑ جاتی تو نہ معلوم کتنی نسلیں ، کتنی صدیاں ، انتقام در انتقام کی آگ میں جلتی رہتیں ۔ یہاں ایک لمحہ ٹھہر کر یہ تو ملاحظہ کر لیجئے کہ ان جنگ پسندوں ، خود سروں کے کاسۂ نفرت و انتقام میں امن و عافیت کی بھیک ڈالنے والا کون ہے ؟ وہی ہاشمی قریشی و مطلبی !

یہ اس وقت اس زمانہ کی بات ہے جبکہ عرب کے گوشہ گوشہ میں بدحالی و بدامنی کا عفریت

Marfat.com

دندناتا پھر رہا تھا، لوٹ مار قتل و غارت گری کا بازار گرم تھا۔ امن و عافیت کا سورج خوف، دہشت کی اوٹ میں تھا، انسانیت کے کھنڈر میں شیطانیت، وحشیانیت کے بھوت رقصاں تھے، عقل حیران نگاہ خیرہ، ذہن افسردہ، حواس آشفتہ، بجز مشیئت الہٰی، کسی کے وہم و گمان میں بھی نہ آسکتا تھا کہ حالات یکدم، یکسر منقلب ہو جائیں گے، اندھیروں سے اُجالے طلوع ہوں گے، موت میں سے زندگی جنم لے گی، نفرتوں کی آگ گل و گلزار بن جائے گی اور افتراق و انتشار، ظلم و جور، فتنہ و فساد، عصیاں و طغیان کے افق سے امن و اماں، صلح و آشتی کی سحر خندہ ہو گی، مگر تاریخ بتاتی ہے کہ ایسا ہی ہوا۔

ربّ الارباب، رب کائنات کی طرف سے ناممکنات کے پتھروں سے ممکنات کی آتش فروزاں کرنے کیلئے، اسی اُمّی لقب، عالی نسب، مکی قرشی، ہاشمی و مطلبی، یعنی محمد ابن عبداللہ، کو منتخب کیا گیا جس کے امن جویانہ کردار کی چند جھلکیاں ہم پہلے دیکھ چکے ہیں، اب اُسی صادق و امین کو نبوت و رسالت کا تاج پہنایا گیا جو اپنے عمل سے ظلم و جہالت کی تیرگی میں "امن و عافیت" کے چراغ جلا رہا تھا اور وحشت گزیدہ انسانیت کو سکون و طمانیت کے جام پلا کر لذت حیات سے آشنا کر رہا تھا۔

اس منظر و پس منظر کو دیکھئے، پھر اس مجلس ذکر رسول ﷺ کیلئے موضوع کا انتخاب بھی روشن حرفوں، سچے لفظوں والی کتاب الہٰی (قرآن) کا حوالہ (سورۃ انفال آیت ۲۴) دیکھئے تو معلوم ہو گا کہ ہم چودہ سو سال پہلے کے دور جاہلیت سے دور ہو کر بھی، اس بیسویں صدی کی "جاہلیت جدیدہ" میں "امن و عافیت" کے کتنے سخت محتاج ہیں اور ہمیں اسوۂ حسنہ کے اتباع کی اس جہت سے کتنی شدید ضرورت ہے اور ہادی، عالم، داعی اعظم، محسن انسانیت صلی اللہ علیہ وسلم کی پکار پر لبیک کہنے کا وقت کتنا قریب آپہنچا ہے، اصل الفاظ تو یہ ہیں۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اسْتَجِيبُوا لِلَّهِ وَلِلرَّسُولِ إِذَا دَعَاكُمْ لِمَا يُحْيِيكُمْ وَاعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ يَحُولُ بَيْنَ الْمَرْءِ وَقَلْبِهِ وَأَنَّهُ إِلَيْهِ تُحْشَرُونَ

(الانفال - ۲۴)

اردو میں مفہوم یہ ہوا:

مومنو! مسلمانو! اللہ اور اُس کے رسول کی پکار پر لبیک کہو۔ جبکہ وہ رسول تم کو (امن و عافیت، اخوت و محبت کی) ایسی چیز کی طرف بلائے جو تمہیں حیاتِ جاوداں بخشے اور آگاہ رہو کہ اللہ تو انسان کے دل پر مطلع رہتا ہے اور یہ کہ تم اُسی کیطرف جمع کئے جاؤ گے۔

آج ہمارے ملک (پاکستان) کا ہمارے معاشرہ کا، یہاں کے رہنے والے باشندوں کا (وہ خواہ کسی رنگ کے، کسی اصل و نسل کے، کسی زبان کے بولنے والے، کسی حقیقت، کسی نظریے والے ہوں، انکا) اہم ترین مسئلہ امن و امان کا مسئلہ ہے، جان و مال، عزت و آبرو کی حفاظت شاہراؤں، راستوں، سڑکوں، گلیوں، محلوں میں سلح و آشتی، نفرت، غیظ و غضب، عداوت فتنہ و فساد، افتراق و انتشار، ظلم و جبر اور عصبیتوں کی آگ ٹھنڈی کرنا ہماری، ہم سب کی شدید ترین ضرورت ہے۔

گویا امن و امان کی جو ضرورت آج ہمیں ہے، زندگی میں عافیت کے جسطرح ہم طلبگار ہیں، کچھ ایسی ہی شدید ضرورت چودہ سو سال پہلے ساکنان عرب کی بھی تھی، ایسی ہی عافیت طلبی ان کی بھی تھی۔ پھر انہیں امن و امان کی دولت، صلح و آشتی کی سوغات، بالآخر، حضور سرور کونین، رسول الثقلین، ہادی اعظم، رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے عطا فرمائی۔ بدامنی کی ماری انسانیت کو زندگی کا جرعہ ختم المرسلین سے ملی اور خزاں رسیدہ چمن ہستی میں امن و عافیت کی بہار، دانائے سُبل، مولائے کلؒ، فخر الرسل ہی کے دم قدم سے آئی، ان کی ہماری اگر بیماری ایک ہے، تو ان کا ہمارا علاج بھی یقیناً ایک ہے، اس کا مطلب یہ ہے کہ قرآنی پیغام کے بین السطور آج کا پیغام سیرت یہ ہے کہ اللہ و رسولؐ کی حیات بخش پکار پر لبیک کہا جائے کہ ان کی پکار پر لبیک کہے بغیر، ہم ساری تدبیریں کرکے، بلکہ اپنی زندگیاں کھپا کے بھی "امن و سلامتی کے مدعا کو حاصل نہیں کر سکتے۔

نہ کہیں جہاں میں اماں ملی، جو اماں ملی تو کہاں ملی؟
میرے جرم ہائے سیاہ کو ترے عفو بندہ نواز میں

امن و امان، سکون و اطمینان کی ضرورت کسے نہیں ہوتی؟ کب نہیں ہوتی؟ ہر ذی حیات اس کا طالب ہے اور ہر آدمی کی تو یہ اتنی ہی اہم اور بنیادی ضرورت ہے جتنی کہ غذا، مکان اور لباس کی ضروریات اور جس طرح ان ضروریات کو پورا کئے بغیر انسانی زندگی کی حفاظت و بقا اور نشو و نما ممکن نہیں ہے اسی طرح امن و امان اور سکون و اطمینان کے بغیر انسانی زندگی کا قیام اور تہذیب و تمدن کا فروغ بھی ناممکن ہے، ہمارا، آپ کا سب کا تجربہ ہے کہ ظاہری مادی زندگی کی کتنی ہی آسائشیں کسی کو حاصل کیوں نہ ہوں اور ہر چیز سرشتے کی اس کے یہاں بہتات کیوں نہ ہو، اگر لیکن وہ امن و عافیت سے محروم ہے تو سب ٹھاٹھ بیکار ہر آسائش

Marfat.com

بے سود، ہر لمحہ، زندگی بے کیف و بے مزہ ہے۔ آدمی اندر سے بیکل ہو، خوفزدہ ہو، بے سکون ہو تو زندگی اجیرن ہو جاتی ہے۔

آج کے دور میں دیکھ لیجیئے ہم سب کتنے بے کل، کیسے بے سکون ہو گئے ہیں، مادی آسائشوں کے ڈھیر ہم بے محابا لگاتے چلے جا رہے ہیں، حرص و ہوس ہیں پھر بھی کمی نہیں۔ وسائل کی فراوانی کیلئے، ہر متنفس دن رات کوشاں ہے، ہماری تگ و تازگی کی کوئی حد نہیں۔ صہبائے حیات کا ایک ایک قطرہ ہم خود چوس لینا چاہتے ہیں اور کسی دوسرے کو چلو بھر دینا گوارا نہیں، ہمیں بہت کچھ، ہمیں سب کچھ حاصل ہے مگر وہاں سکون و طمانیت کہاں! کاش ہم اُسے بھی خرید سکتے! نکلنے والا ہر دن کا سورج سوز جاں کو فزوں کر دیتا ہے، خوف، و دہشت نے (جس کی ہزار قسمیں، ہزار شکلیں ہیں) زندگی کا مزہ چھین لیا ہے۔ عصبیتیں ان گنت، منافرت، منافست، اختلافات، امتیازات، تضادات کی دلدل میں ہم لمحہ نہ لمحہ دھنستے چلے جا رہے ہیں۔ ہر گھونٹ میں ہم کوئی نہ کوئی زہر پی رہے ہیں، زندگی کے تمام دائروں میں چاہے ذات ہو یا برادری ملک ہو یا وطن، سارے عالم میں ہر سطح پر امن و چین مفقود ہے۔ ادنیٰ سے ادنیٰ اور اعلیٰ سے اعلیٰ فرد بھی امن و اماں کا اُسی قدر ضرورت مند ہے جس درجہ عالمی امن کی ضرورت دنیا کے ہر ملک ہر چھوٹی بڑی مقامی عالمی طاقت کو ہے۔ اس اضطراب کا حل نہ عقل و خرد کے پاس، نہ امن کا ادارہ نہ انجمن، ہر ایک سائل بے نوا، ہر ایک گدائے بے اماں!

امن و سکون کی دولت تو عطائے ربانی ہے، اللہ کی نعمت، اس کا فضل، اس کا فیض ہے۔ جس کی دولت اُسی سے مانگیں، ہم اس در کے سوالی بن کر ہی عطائے امن سے بہرہ ور ہو سکتے ہیں۔ مگر یہ انقیاد و اطاعت الٰہی سے مشروط ہے۔ الوہیت و ہدایت ربانی سے انکار کے نتیجہ میں بستیاں امن و عافیت سے خالی ہو جاتی ہیں۔

وضرب اللہ مثلا قریۃ کانت امنۃ
مطمئنۃ یاتیھا رزقھا رغدا من
کل مکان فکفرت بانعم اللہ فاذا
قھا اللہ لباس الجوع والخوف بما
کانوا یصنعون" امن لیے اللہ و رسول کی پکار پر لبیک کہہ کر ہی ہم امن و اماں کے

Marfat.com

مستحق بن سکتے ہیں۔

اللہ و رسول کی پکار، ان کی دعوت آدمی کو لطفِ زندگی سے بہ حد کمال آشنا کرتی ہے ان کی پکار، ہر نوع حیات بخش، حیات آمیز، حیات آموز، حیات افروز، حیات خیز و حیات آفریں ہے۔ ان کا پیغام امن و سلامتی کا ضامن ہے، فتنہ و فساد، انتشار و اضطراب ان ہی کے دامنِ عافیت میں ہے، ضعف قوت سے، قلت کثرت سے ان ہی کے زیرِ سایہ بدلے گی۔ بہترین ٹھکانہ اور جائے قرار ان ہی کے طفیل اور بہترین رزق و وسائلِ حیات، طیبات و تجلیات، دنیوی اخروی کامرانیاں اور تائید و نصرتِ الٰہی کا حصول ان ہی کی وابستگی سے مشروط ہے اور ہر خسران و نقصان سے عافیت، ہر عذاب و عقاب سے امان، اور ہر خوف سے امن اور ہمہ جہت سرخروئی ان ہی کے نام پر مل سکتی ہے۔

ھو الحبیبُ الذی ترجیٰ شفاعتُہٗ

لِکلِ ھولٍ من الاھوالِ مقتحمِ

اللہ و رسول کی پکار پر لبیک کہنے کا سیدھا سادھا مطلب یہ ہے کہ ایمان و اسلام کی شرط کے ساتھ اللہ و رسول کا کہا مانا جائے، ان کے احکام کی اطاعت، اوامر کی بجا آوری، نواہی سے پرہیز اور ہر جہت سے امتثال امر، اجابت و استجابت کا ہی ہم معنیٰ ہے[۱۳]۔ سورۂ انفال کی جو آیت (۲۴) ہمارے موضوعِ بحث کا احاطہ کر رہی ہے، اس کے سیاق و سباق سے اسی بات کی تائید ہوتی ہے۔ سورۂ انفال کا عمود اور مرکزی مضمون پہلی ہی آیت میں اطیعوا اللّٰہ و رسولہٗ کے الفاظ کے ساتھ مذکور ہے۔ پھر متصل آیات میں مختلف واقعاتی حوالوں سے وضاحت کی گئی ہے کہ اہلِ ایمان پر اللہ و رسول کی اطاعت ہر حال میں بہ ایں طور پر فرض ہے کہ اعراض و انکار کی کسی حال میں گنجائش نہیں، اور ان کی نافرمانی بہر صورت موجب عذاب و ہلاکت ہے[۱۴]۔ بنا بریں ان کی سمع و طاعت کا محض زبانی دعویٰ ناقابل مسموع ہے[۱۵]۔ چنانچہ حکم ہے کہ مسلمانوں پر خدا اور رسول کی پکار کا فی الفور جواب دینا واجب ہے[۱۶]۔ ہر فعل و شغل ترک کر کے ان کے حکم کی بجا آوری میں ایک لمحہ کی تاخیر بھی جائز نہیں[۱۷]، کیا خبر کہ ایک لمحہ کی سستی و کاہلی میں دل ہی پلٹ جائے[۱۸] اور شرفِ حضوری سے محرومی الگ ہو۔

اللہ و رسول کی پکار، ان کی دعوت، ہمہ جہت ہمہ صفت، خیر و فلاح پر مبنی ہے اور ہر لحاظ سے حیات آفریں ہے پھر بعد کی ۵، ۶ آیات میں گویا ان نتائج و ثمرات کا بیان

Marfat.com

آگیا جو اللہ و رسول کی پکار پر لبیک کہنے سے مرتب ہوتے ہیں ۔ جن کا بہت کچھ نظارہ اس وقت (جنگ بدر کے بعد ۲ھ میں یعنی جس وقت یہ سورت نازل ہوئی) اہل ایمان چشم سر سے کر رہے تھے ۔ اس طرح زیر بحث آیت اور اس کے سیاق و سباق کی رو سے ہم کہہ سکتے ہیں کہ سورۂ انفال کی ان آیات میں " قرآنی نظامِ امن کی جلوہ گری موجود ہے ، اس کا خلاصہ ذیل کے خاکہ میں دیا گیا ہے :۔

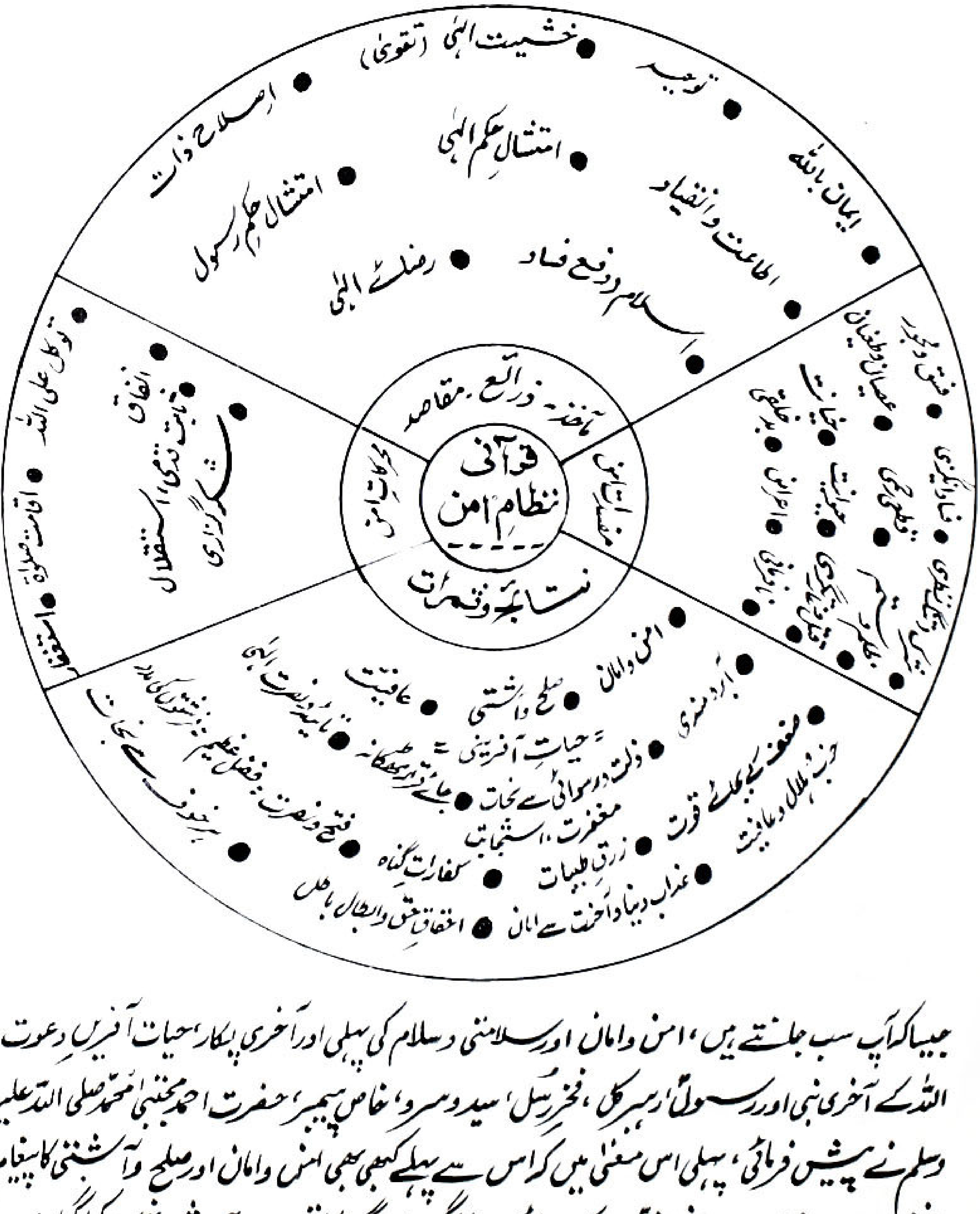

جیسا کہ آپ سب جانتے ہیں ، امن و امان اور سلامتی و سلام کی پہلی اور آخری پکار ، حیات آفریں دعوت اللہ کے آخری نبی اور رسول ، رہبرِ کل ، فخرِ رسل ، سید و سرور ، خاص پیمبر ، حضرت احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے پیش فرمائی ، پہلی اس معنی میں کہ اس سے پہلے کبھی بھی امن و امان اور صلح و آشتی کا پیغام جانفزا ، پوری دنیا ، پوری انسانیت کے لئے ، عالمگیر و ہمہ گیر طریقہ سے پیش نہیں کیا گیا اور

Marfat.com

آخری اس معنیٰ میں کہ اب حضور رسالت پناہ، علیہ التحیۃ والصلوٰۃ کے بعد کسی قسم کی نبوت و رسالت یا آسمانی الہامی ہدایات کا امکان باقی نہیں رہا اور فخرِ انس جہاں ختم مرسلاںؐ کی دعوت، آپ کی پکار ہمیشہ کیلئے، سارے انسانوں کیلئے، آنیوالے تمام زمانوں کیلئے قائم و دائم، جاری و ساری ہے اس لئے بھی آخری دعوت، آخری پکار ہے اور اس لئے بھی کہ امن و امان اور صلح و آشتی کا جو زیادہ سے زیادہ تصور، بڑے سے بڑا نقشہ اور جزوی کلی، انفرادی و اجتماعی، مقامی، عالمی انتظام و انصرام انسانیت کیلئے ممکن ہے وہ سب کچھ پہلے ہی آپؐ کے مبارک ہاتھوں سے مکمل ہو چکا لہذا امن و امان کے حوالہ سے آئندہ سوچے جانے والی ہر تدبیر پیغمبر انسانیتؐ کے عطا کردہ نظام امن کے مقابلہ میں دراصل ناقص و فرسودہ ٹھہرے گی۔

داعی امن و اخوت کی حیثیت سے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے ہدف بہت مشکل تھا۔ امن و امان کے قیام و فروغ کیلئے محض منصوبہ بندی، کاغذی نقشے، الفاظ کے گورکھ دھندے، اعلانات، بیانات، کارآمد نہیں ہوا کرتے، ایک تبدیلی کیلئے بہت سی تبدیلیاں مطلوب ہیں، زندگی کا نقشہ اندر سے بدلتا ہے۔

خلق کے سرور، خلق کے رہبر جب داعی امن بن کر آئے تو صرف چند شعبہ ہائے زندگی کی اصلاح، کچھ ہیئت و صورت کی تبدیلی، محض مادی ظاہری تغیر کافی نہ ہو سکتا تھا۔ پوری زندگی میں انقلاب بپا کرنا تھا۔ انقلاب بھی کیسا؟ جس کا مرکز و محور دل بنے، جہاں سے زندگی کا چشمہ ابلتا ہے، جس سے زندگی کی کھیتی سیراب ہوتی ہے۔ جہاں امن کا بیج پھوٹتا ہے، جہاں عقیدہ جڑ پکڑتا ہے۔ جہاں ایمان و یقین کا خزانہ ہے۔ دل کا موئید و مانع ہو جائے تو عقیدہ اور پختہ نظریہ اور گہرا، یقین اور مستحکم ہوتا ہے اور یوں فکر و نظر کی آبیاری سے زندگی کا پورا عمل و آہنگ بدل جاتا ہے۔

ان ہی حقائق کے پیش نظر داعیٔ اعظم رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلے دلوں کو بدلا، فکر و نظر کی اصلاح کی، امن کو عقیدہ میں اتارا، صلح و آشتی کو یقین کا حصہ بنایا، پہلے ضمیر کو لذت امن سے آشنا کیا، باطن سے خوف کے ہر کانٹے کو دور کیا اور یوں کلمہ توحید کے ذریعہ امن و آشتی کے انقلاب کی بنیاد رکھی۔ اس باب میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نہ قومیت کا نعرہ بلند کیا نہ کسی عصبیت کو ہوا دی، نہ اقتصادی بدحالی دور کرنے کا مشورہ دیا، نہ اخلاقی برائیوں سماجی خرابیوں کا اصلاحی پروگرام جاری کیا، بس ایک کلمہ کی طرف بلایا اور اس اعلان کے ساتھ بلایا

Marfat.com

کہ ' ایک کلمہ کا اقرار کرلو ' عرب و عجم تمہارے زیر نگیں ہو جائیں گے ۔ گویا محض توحید پر ایمان و ایقان ہی سفر انقلاب کی ابتداء ٹھہرا ۔

یہ معمولی ابتداء نہ تھی ، توحید ہی دائمی امن و اخوت علیہ الصلاۃ و التحیۃ کے تمام روشن کارناموں کا سرچشمہ ان کی اصل ہے ۔ نظام ہائے امن و اماں کی یہی بنیاد ہے ۔ یہی پرچم انقلاب ہے ۔ یہی تمام ایمانیات کی اساس ، اخلاق و عمل کے تمام راستے اسی کی تنویر سے روشن ہوتے ہیں ۔ یہی کلمہ نفس کو شیطنت و بہمیت سے پاک کرتا ہے اور معاملات زندگی میں شتر بے مہار ہونے سے بچاتا ہے ۔ یہ بڑا اہم نکتہ ہے ۔ ایک مصنف کے بقول دنیا میں جتنی بدامنی پائی جاتی ہے اس کی بڑی وجہ یہی ہے کہ جب تک انسان اپنے سے بالاتر کسی اور کو تسلیم نہ کرے اور جب تک اسے یہ یقین نہ ہو کہ مجھ سے اوپر بھی کوئی ہے اسوقت تک یہ کسی طرح ممکن نہیں کہ ظلم کا دروازہ بند ہو اور امن و اماں قائم ہو سکے ، توحید ہی انسان کو امن و سلامتی کی شاہراہ پر گامزن کرتا ہے ۔

امن و آشتی کی اسی شاہراہ کا نام اسلام ہے ۔ یہی وہ پیغام امن وہ نظام صلح و آشتی ہے جس کے پہنچانے پر آپ مامور من اللہ تھے ۔ اسلام کے لفظی لغوی معنی ہی امن و سلامتی کے ہیں ۔ اور صرف لفظ و معنی ہی کے اعتبار سے کیا ، سلامتی سلامت روی ' امن جوئی اور امن کوشی تو اسلام کی حقیقت و ماہیت میں داخل ہے اور یہ دونوں (امن اور اسلام) اس درجہ لازم و ملزوم ہیں کہ انہیں ایک دوسرے سے جدا نہیں کیا جا سکتا ، اس لئے امن اسلام ہے اور اسلام امن ہے ۔

اسلام کی پوری عمارت (اساس و بنیاد سے لیکر تا حد افلاک بلندیوں تک) امن و اماں اور سلامتی کے نور سے مستنیر ہے ۔ مثلاً اسلام کی بنیاد و اساس اس کی شرط اول ، اس کا نقطۂ آغاز ایمان ہے ۔ ایمان بھی امن " سے مشتق ہے علامہ راغب کے بقول " امن کے اصلی معنی نفس کے مطمئن ہونے اور خوف نہ رہنے کے ہیں[۲۲] ۔ گویا امن ، سکون و سلامتی ہر قسم کے خوف سے نجات صلح و آشتی ، طمانیت و راحت کا وہ درجہ ہے جس میں کوئی آفت کوئی تکلیف رگ جاں کو مضطرب و مرتعش نہ کر سکے ۔ شمع فانوس میں اس طرح جلے کہ اس کی لو بالکل سیدھی اور مستقیم ہو اس میں کوئی لرزش نہ ہو ، باہر باد صرصر کے کتنے ہی جھکڑ چلیں لیکن اندر اس کے سکون و قرار میں فرق نہ آئے تو یہی سکون و قرار ، یہی امن ، یہی اماں اور کیفیت ایمان ہے

Marfat.com

کہ خارج میں اٹھنے والا کوئی طوفان قرارِ جاں میں خلل انداز نہ ہو سکے۔

سچے ایمان کی علامت یہی ہے کہ جو مومن کی طبیعت میں امن پیدا کرے اور انسانوں کے بارے میں اُسے امن پسند بنا دے۔ حضور ختمی مرتبت، داعی امن و اخوت کا ارشاد ہے۔ المسلم من سلم المسلمون من یدہ ولسانہ، یہ بھی فرمایا کہ جب ایک مسلمان کا دوسرے مسلمان سے سامنا ہو تو وہ السلام علیکم کہہ کر "امن وسلامتی" کے جذبات و احساسات) کا تبادلہ کرے خواہ پہلا دوسرے کو جانتا ہو۔ یا نہ جانتا ہو۔ اللہ رب العالمین کا ایک نام المؤمن یعنی امن دینے والا اور ایک السلام یعنی تکلیفوں آفتوں سے بچا کر امن بخشنے والا، اسی المومن اور السلام نے جو کتابِ ہدایت نازل فرمائی وہ بھی سر تا سر امن وسلامتی کی تعلیم دینے والی اس کی راہیں دکھلانے والی ہے (یھدی بہ اللہ من اتبع رضوانہ سبل السلام) اللہ جس اقامت گاہ کی طرف بلا رہا ہے وہ بھی دارالسلام ہے اور مسلمانوں سے مالک الملک لاشریک لہ کا مطالبہ ہے" ادخلوا فی السلم کافۃ ---- امن ہی وہ فلاح ہے جس کیلئے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے معاشرہ کی تشکیل، نظامِ صلوٰۃ کے ذریعہ فرمائی اور پانچوں وقت موذن سے "حی علی الفلاح" کا اعلان فرمایا۔

خلاصہ یہ کہ امن و امان اور سلامتی، صلح و آشتی ہر جہت سے اسلام کا مقصد حقیقی ہے اس لئے اس کی تمام اصولی و فروعی تعلیمات میں، تمام احکام و قوانین میں یہی روح کارفرما ہے۔ ان باتوں کی علمی فنی اور اصطلاحی تشریح کیلئے اگرچہ دفتر کے دفتر درکار ہیں لیکن ان کی جامع و مانع عملی و حقیقی تصویر، اسوۂ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم میں صاف طور پر دیکھی جا سکتی ہے۔

یہ تصویر حسین و جمیل، داعی امن و اخوت کی خود دست قدرت کی بنائی ہوئی تصویر ہے ایسی تصویر مصور نے کوئی اور نہ بنائی بقول حضرت حسان رضی اللہ عنہ

واحسن منک لم ترقط عین   واجمل منک لم تلد النساء
خلقت مبرأ من کل عیب   کانک قد خلقت کما تشاء

یہ اس داعی اعظم کی تصویر ہے وہ داعی جس کے سراپا، جس کے وجود، جس کے مزاج میں، جس کی طبیعت، جس کی فطرت، جس کی سرشت میں، جس کے خمیر، جس کے ضمیر میں جس کے ظاہر، جس کے باطن میں، جس کے انگ انگ میں، جس کے ہر رنگ میں بجز امن و سلامتی کچھ

Marfat.com

وہ مدثر، وہ مزمل، وہ یٰسین وہ طٰہٰ، امن و سلامتی کی سوغات لیکر اٹھا تو پہلے اہل وطن کو، اہل عرب کو اس کا حصہ دیا۔ تاکہ چراغ تلے اندھیرا نہ رہے پر ہدف یہ ہرگز نہ تھا۔ وہ تو ساری انسانیت کو (کافۃ الناس) تمام نسلوں، تمام زبانوں کو، تمام خطوں، تمام ملکوں پورے عالم کو دائمی امن و سکون و راحت عطا کرنے آیا تھا۔ اس کا مشن عالمگیر مشن تھا۔ اس کا فرض منصبی یہ تھا کہ چمن ہستی میں "تا قیام قیامت" امن و عافیت کی بہار آئے اور ظلم و جبر فتنہ و فساد کے خس و خاشاک اکھاڑ پھینکے جائیں۔

اس مشن، اس فرض منصبی کی تکمیل کیلئے، داعیٔ اعظم رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے طریقۂ کار وہ اختیار فرمایا جو فطری اور تدریجی تھا، چونکہ امن و سکون حیات کا مرکز اوّل بہ توفیق الٰہی، آدمی کا دل، اس کا ضمیر، اس کا باطن بنتا ہے۔ جب طمانیت و سکینت اس کے اندرون اس کی گہرائیوں میں اتر جاتی ہے۔ تب چمن ذات باہر سے بھی پھلتا پھولتا ہے اور خوشبو کا سفر شروع ہو جاتا ہے۔ پھر ایک فرد سے دوسرا، دوسرے سے تیسرا، پھر گھر، پھر معاشرہ پھر ملک اور پھر پورا عالم انسانی عطر بیز ہواؤں سے مہک اٹھتا ہے۔

رسول السّلام نے بھی امن و سلامتی کے قیام و فروغ کیلئے پہلے افراد کو تیار کیا، ان کے دلوں کو بدلا، ان کے باطن میں امن، کی جوت جگائی، بدی سے نفرت دلائی، ان کی تربیت فرمائی ان کی اندرونی کیفیت کو منقلب کیا۔ ان کے ضمیروں میں روشنی کی اور کفر و شرک اوہام و خرافات کی کدورتوں کو دور کیا، منکرات و سیئات کی آویزش کو مبدأ بہ امن و صلاح کیا۔ تب ان کی پہچان کچھ نہ رہی مگر یہ کہ سب ایک اللہ کے خاکی بندے، ان کا رنگ جلد کچھ ہو۔ ان کی زبان، ان کا وطن، ان کا قبیلہ، ان کا علاقہ ان کا حسب انکا نسب، ان کی دولت ان کی عزت، ان کا خون، ان کی نسل ان کی اصل، کوئی کچھ ہو، کوئی کچھ نہ ہو، ہر امتیاز، ہر عصبیت کا لبادہ اترا، ایک رنگ میں اللہ کے رنگ میں رنگے ہوئے، ان میں نہ کوئی پست تھا نہ بالا نہ سرخ نہ کالا، نہ مقامی نہ غیر مقامی نہ عجمی نہ عربی، نہ شرقی نہ غربی، سب کے سب ایک اللہ کے پرستار، امن و سلامتی کے متوالے۔

غرض چند ہی سالوں کی مساعیٔ جمیلہ کا اثر تھا کہ ایک گروہ، ایک جماعت، ایک مجتمع ایسا تیار ہو گیا جس کا ہر فرد بہترین انسانی صفات و کمالات سے آراستہ، حسن اخلاق کا پیکر، آدمیت و انسانیت کا نمونہ، خیر و فلاح کا منبع اور امن و سلامتی کا سفیر بن کر ابھرا اور اسی قدسی صفت

گروہ نے فروغ امن و اسلام کیلئے ہراول دستہ کا کام کیا۔

۱۳ سالہ مکی دور میں بھی مقدس گروہ آفتابِ رسالت کے جلو میں محوِ سفر رہا اور ہزار موانعات بھی ان کی راہ کھوٹی نہ کر سکے ۔ جو ہمیشہ سے اندھیروں کے عادی تھے، یعنی ان کے مخالفین معاندین ـــــ جو سحر ہونے کے بعد بھی آنکھ کھولنا نہ چاہتے تھے ۔ انہوں نے بہت چاہا کہ ظلم و ستم کے بادل بن کر، سازش لالچ، مکر و فریب، فتنہ و فساد کی دھول اڑا کر امن و اسلام کے نیر تاباں کی روشنی کو گہنا دیں مگر بے سود، اب یہ وہ چراغ نہ تھا کہ جسے پھونکوں سے بجھا دیا جاتا ۔ (یریدون لیطفئوا نور اللہ بافواھھم واللہ متم نورہ و لو کرہ الکافرون) آسمان پر تھوکا تھوک ان کے منہ پر آیا ۔

اب آگے بڑھنے سے پہلے، مکی دور کے صبر آزما ، روح فرسا، حالات میں ایک طرف تو امن و سلامتی کے دشمنوں کا ظرف، ان کا طرزِ عمل دیکھیئے اور دوسری طرف، امن کے داعی سلامتی کے پیغمبر کا خلوص و للہیت، ان کی رحیمی کریمی، ان کی شفقت و محبت، ان کی خیر و فلاح کیلئے آپ کی تڑپ، آپ کی لگن دیکھیئے ، ان پر سہارا اسلام، غمگساری، غمخواری کی کوئی حد سے حد تھی ، مالک الملک کو کہنا پڑا ۔

لعلک باخع نفسک الا یکونوا مومنین

گالیاں وہ اعداء دیتے ، دعائیں یہ خلق مجسم دیتے کانٹے وہ بچھاتے، محبت کے پھول یہ نچھاور کرتے ، قطع علائق وہ کرتے ، رشتوں کو جوڑنے کی فکر یہ کرتے ، لہولہان وہ کرتے ان کی راحت کے لئے جاں سپاری یہ کرتے ، قدرت کے کارندے آکر اجازت طلب کرتے کہ پہاڑوں کو ملا دیں ، بستی مٹا دیں مگر داعی امن کہتا ہرگز نہیں شاید ان کی نسلوں کو روشنی کی ضرورت ہو رحمت چاہت کا یہ وہ اندازہ تھا جس کے سبب نبی الحرمین، صاحب قاب قوسین کی کوششیں بالآخر ثمر بار ہوئیں دوست تو دوست، دشمن بھی محبت کا دم بھرنے لگے ۔ (

(ادفع بالتی ھی احسن فاذا الذی بینک وبینہ عداوۃ کانہ ولی حمیم)

امن و سلامتی کے فروغ کا یہی راز تھا، دلوں کو مسخر کرنے کیلئے تلوار کا الزام دینے والے سوچ لیں، تاریخ کیا کہتی ہے ۔

Marfat.com

ہجرت مدینہ کے بعد امن و سلامتی کیلئے داعئ اعظم، مونس عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی کوششیں تیز تر ہوگئیں۔ ظلم و جہالت، بدامنی و بدحالی کا اندھیرا مدینہ میں بھی کم نہ تھا بلکہ وہاں تو مزاجیت کے سبب افتراق و انتشار کا سایہ گہرا تھا۔ قبائیت، عصبیت و عداوت کی آگ نے ان کا سب کچھ جلا کر بھسم کر دیا تھا۔ کسی کی جان مال عزت آبرو محفوظ نہ تھی، لڑنے مرنے والے بھی عاجز آچکے تھے مدتوں کی خونریزی نے ان کے چہروں کی شادابی، ان کی روحوں کی آسودگی چھین لی تھی۔ صلح و آشتی کے سوا ان کی کوئی تمنا نہ تھی، ہلاکت کسی وقت بھی ان کا مقدر بن سکتی تھی۔ اس لئے ان کی سب سے بڑی ضرورت، سب سے بڑی خواہش تھی "امن و امان" ہر قیمت پر امان!

اس صورت حال میں امن کے پیاسوں کے دیس میں، داعی امن کی سواری بادِ بہاری بن کر پہنچی، تو اہل مدینہ کی خوشی کا عالم، نہ پوچھئے کیا تھا، طلع البدر علینا، ان کیلئے تو واقعی اندھیری بدلیوں سے بدر کامل نکل رہا تھا، سرورِ کونین کی راہوں میں پلکیں بچھا کے بھی تسلی نہ ہوتی تھی، ان کی بے پناہ خوشی زبانِ حال سے ان کی تمناؤں کا اظہار تھا۔ تاہم قرارِ دل و جاں، نبی آخر الزماں نے بھی انہیں مایوس نہ کیا، وہ پیاسے تھے ساقیِ کوثر نے انہیں سیراب کیا، وہ سوالی تھے شہ ہر دو سرا نے نہال کر دیا۔ علامہ شبلی کے بقول مدینہ پہنچ کر سب سے پہلا فقرہ زبان رسالت مآب سے نکلا یہ تھا۔ ایھا الناس! افشوا السلام (لوگو امن و سلامتی پھیلاؤ) پھر بستی میں پہنچ کر جو پہلا خطبہ ارشاد فرمایا، اس میں یہ فرمان بھی شامل تھا۔ وتحابوا بروح اللہ بینکم (آپس میں ایک دوسرے سے ذاتِ الٰہی کے واسطہ سے پیار کرو) یہ اعلانات کتنے معنی خیز تھے اور آپ کے منشور کا کیسا صاف اظہار کر رہے تھے۔

مکی مدنی آقا نے چند ہی ماہ میں پے درپے ایسے اقدامات فرمائے جو آناً فاناً امن کی گھٹا بن کے اٹھے اور بارش بن کر ساری بستی پر برسنے لگے۔ مسجد نبوی کی تاسیس نے ایک مرکز مہر و محبت کو جنم دیا، معاہدہ مواخداۃ نے بستیوں کے فاصلے مٹا دیئے، یہاں اور وہاں کے مکینوں کے دلوں کو جوڑ دیا، یہ تربیت باطن کے قرینے تھے، پھر ایک فرمان کے ذریعہ منشور مدینہ کا اجراء تاسیس ریاست کا سبب بن گیا، اسلامی معاشرہ، اسلامی تہذیب و تمدن کا آغاز ہو گیا، اسی فرمان کے تحت حدودِ مدینہ حرم قرار پائے۔ مدینہ حرم ہو گیا یعنی جس کی انچ انچ زمین محترم ہو گئی، اس زمین سے نہ کوئی پودا اکھاڑا جائے نہ درخت کاٹے جائیں، نہ دنگا فساد، نہ جدال و قتال، ہتھیار اٹھانا، کسی شخص کو گزند پہنچانا، بدامنی کی کوئی حرکت، صلح و آشتی

Marfat.com

کے منافی کوئی سرگرمی ناقابلِ برداشت ہوگئی، اس کی اخلاقی گرفت بھی تھی قانونی بھی، مدینہ کا دفاع بھی محترم، ناقابلِ تسخیر، یہ معمولی فتوحات نہ تھیں۔

واذکروا نعمۃ اللہ علیکم اذ کنتم اعداءً فالف بین قلوبکم فاصبحتم بنعمتہٖ اخوانا وکنتم علیٰ شفا حفرۃ من النار فانقذکم منھا)۔ ۳/۱۰۳

اُس سرزمین پر اس ماحول میں یہ بہت غیر معمولی اقدامات تھے جن کا نتیجہ یہ نکلا کہ ہر طرف امن کا ڈنکا بجنے لگا، یہود، منافقین، کفار و مشرکین اور دوسرے تمام شوریدہ سر عناصر کی اولوالعزمیوں کا خاتمہ ہوگیا اور کسی میں اتنا خم نہ رہا کہ امن و سلامتی کے انتظامات ریاستِ نبویؐ میں خلل انداز ہوسکیں۔ یہود مدینہ کو اپنے کرتوت کے سبب مدینہ سے خود نکلنا پڑا، "منافقین نے تمام تر سازشوں کے باوجود منہ کی کھائی، کفار، بت پرست، مشرکین اور دوسرے بدوی سرکش قبائل نے جب بھی طاقت کی بنیاد پر امن و امان غارت کرنا چاہا ان کا خاطر خواہ دفعیہ کردیا گیا۔ کیونکہ اگر ایسا نہ کیا جاتا تو خدا کی زمین پھر سے فتنہ و فساد سے بھر جاتی (ولولا دفع اللہ الناس بعضھم ببعض لفسدت الارض) اللہ کی بندگی مشکل ہوجاتی اور آگ و خون کے سمندر سے گزر کر امن و سلامتی کے جو جزیرے بنائے گئے تھے ویران ہوجاتے (ولولا دفع اللہ الناس بعضھم ببعض لھدمت صوامع وبیع وصلوات ومساجد) داعیِ اسلام نے کسی مرحلہ پر بھی امن جوئی اور امن کوشی کو ترک نہیں فرمایا۔ مدینہ کے قرب و جوار میں رہنے والے قبائل سے معاہدے بلکہ مشرکوں تک سے صلح، امان ناموں کا اجراء وغیرہ ایسے اقدامات تھے جن کے سبب امن و امان کی برکتوں کو سرزمینِ عرب کے دور دراز علاقوں تک پھیلا دیا گیا، بلکہ عرب سے بادشاہانِ عالم کو بھی امن و سلامتی کی دعوت پیش فرمائی۔

۸ھ کو امن و امان کے حوالہ سے خصوصی اہمیت حاصل ہے۔ مکہ اسی سال فتح ہوا، وہی مکہ جو داعیِ امن و اخوت کا مولد و وطن تھا، جہاں ہادیِ عالمؐ نے امن و سلامتی کی پہلی صدا بلند کی، جہاں کی زمین، سرورِ عالمؐ اور ان کے جانثاروں پر تنگ کردی گئی تھی، وہی مکہ جہاں امن کے دشمن، قاتل، ظالم سفاک رہتے تھے جو بت پرستی کا سب سے بڑا مرکز تھا، پورے عرب کا قبلۂ جان و ایمان وہیں تھا۔ وہی مکہ فتح ہوگیا، سرنگوں ہوگیا لیکن اس طرح کہ نہ خون بہا، نہ عصمتیں لٹیں، نہ گھر جلائے گئے نہ غارت گری کا

Marfat.com

بازار گرم ہوا، نہ لاشوں کے انبار، نہ کھوپڑیوں کے مینار، نہ نقارے نہ شادیانے اور تو اور بدترین دشمن کا گھر بیت الاماں ٹھہرا — یہ فتح انوکھی فتح تھی، فاتحانِ عالم متحیر، ناقہ انگشت بدنداں، مفتوح حیراں، سارا مکّہ صحنِ کعبہ میں سمٹ آیا تھا، امن و سلامتی کے دشمن، اسلام کے اعداء سب لرزاں و ترساں، شہِ امم کے فیصلے کے منتظر تھے، اپنے کرتوتوں، اپنی چیرہ دستیوں کا ایک ایک لمحہ انہیں یاد آیا ہوگا۔ انہیں جتنی سزا بھی ملتی کم ہوتی، وہ خود بھی متوقع تھے۔ مگر جو فاتح مکّہ نہیں فاتحِ زمانہ بننے آیا تھا، اس نے نہ فردِ جرم پڑھ کر سنائی، نہ ظلم و ستم کی کہانی دہرائی، نہ طنز، نہ استہزاء، نہ خشمگیں نگاہوں سے دیکھا، نہ تیوری چڑھائی، نہ فخر، نہ غرور، نہ شان نہ تمکنت، نہ دھونس نہ تہدید، نہ خوشامد، نہ تردید، نہ زور و شور، کچھ بھی تو نہ کیا بس ایک جملہ میں کائنات ادھر کی ادھر کر دی۔

لا تثریب علیکم الیوم اذھبوا فانتم الطلقاء (آج تم پہ کوئی الزام نہیں، یہ سب معاف، جاؤ تم سب آزاد ہو)۔

جو دلوں کو فتح کر لے وہی فاتح زمانہ!

فتح مکّہ کا مطلب فتح عرب تھا، کیونکہ کفر و ظلم جہاں کہیں بھی تھا اس کی نگاہیں مکّہ پہ لگی تھیں اس مرکز پر اس کی قوت پر سبھی کو بڑا مان تھا۔ وہ سمجھتے تھے کہ جب تک اس کا جھنڈا لہرا رہا ہے مات نہیں ہو سکتی۔ لیکن اب تو مکّہ فتح ہو گیا تھا۔ صنم خانۂ کعبہ کا جھنڈا سرنگوں ہوا، توحید کا پرچم لہرانے لگا۔ اس لئے فتح مکّہ کے ساتھ ہی گویا پورا عرب دامانِ رسالت پناہ، علیہ التحیۃ والصلوٰۃ میں آگیا، یہاں تک کہ مہ و سال کے کچھ ہی فرق سے عرب کا ہر علاقہ پرچمِ مصطفوی لہرانے لگا اور چپہ چپہ امن و سلامتی کا گہوارہ بن گیا۔

سنہ ۱۰ھ تک پہنچتے پہنچتے، حضورِ ختمی مرتبت، داعیِ امن و اخوت، علیہ الصلوٰۃ والتحیۃ کا مشن تمام و کمال پورا ہو گیا، اور خدا کی مرضی دنیا میں بھی اسی طرح پوری ہونے لگی جس طرح آسمانوں پر ہوتی ہے۔ امن و امان اور صلح و آشتی کا چمن آراستہ ہو گیا اور اپنی عطر بیزیوں سے فضائے عالم کو معطر کرنے لگا۔ یہ داعیِ امن، صلی اللہ علیہ وسلم کی کامیابی کی معراج تھی۔ صاحبِ معراج کے اس کارنامے پر کائنات کا ذرہ ذرہ گواہ تھا اور حجۃ الوداع میں ڈیڑھ لاکھ انسانوں کا مجمع بھی بیک زبان اقرار کر رہا تھا۔ نشھد انک قد ادیت الامانۃ وبلغت الرسالۃ ونصحت ایمان، اسلام، قرآن، دین و شریعت کی تکمیل ہو گی، قابلِ ذکر یہ ہے کہ یہ تکمیل امن و امان کے حوالہ سے، ان سنہری اصولوں پر ہوئی۔

Marfat.com

- لوگو تمہارا رب ایک ہے تمہارا باپ ایک ہے تم سب آدم کی اولاد ہو اور آدم مٹی سے بنے تھے۔
- کسی عربی کو کسی عجمی پر تقویٰ کے سوا کوئی فضیلت نہیں۔
- تمہارا خون اور تمہارا مال، تمہاری عزت و آبرو ایک دوسرے پر حرام و محترم ہے۔
- دیکھو میرے بعد کہیں گمراہ نہ ہو جانا کہ آپس ہی میں گردنیں مارنے لگو۔
- لوگو میری بات سمجھ لو، میں نے حق تبلیغ ادا کر دیا اور تمہارے درمیان ایسی چیز چھوڑے جا رہا ہوں کہ اگر اس پر قائم رہے تو کبھی نہ گمراہ ہو سکو گے یعنی اللہ کی کتاب اور اس کے نبی کی سنت،
- خوب سن لو! اپنے پروردگار کی عبادت کرو، نماز پنجگانہ ادا کرو، رمضان کے روزے رکھو، مالوں کی زکوٰۃ خوشی خوشی دیا کرو، خانہ خدا کا حج ادا کرو اپنے حکام کی اطاعت کرو اور اسطرح اپنے رب کی جنت میں داخل ہو جاؤ۔

مولای صل وسلم دائماً ابداً　　　علی حبیبک خیر الخلق کلہم

Marfat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حضور صلی اللہ علیہ وسلم بحیثیت داعی امن و اخوت

پروفیسر حافظ خالد محمود ترمذی ڈیرہ اسماعیل خان

بسم اللہ ولہ الحمد وصلی اللہ علی خیر خلقہ محمد والہ واصحابہ اجمعین

یاایھا الذین امنوا استجیبوا للہ وللرسول اذا دعاکم لما یحییکم

کی روشنی میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم بحیثیت داعی امن و اخوت اس مرتبہ سیرت کانفرنس کا موضوع ہے۔

شان نزول

عنوان بالا کیلئے سورۃ انفال کی جو آیت شریفہ تجویز کی گئی ہے اس کے شان نزول کے بارے میں سابق مفتی اعظم پاکستان حضرت مولانا مفتی محمد شفیع اپنی مشہور تفسیر معارف القرآن میں فرماتے ہیں۔

"ترمذی اور نسائی میں بروایت حضرت ابوھریرہ نقل کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک روز ابی ابن کعب کو بلایا۔ ابی ابن کعب نماز پڑھ رہے تھے۔ جلدی جلدی نماز پوری کر کے حاضر ہوئے، آپ نے فرمایا کہ میرے پکارنے پر آنے میں دیر کیوں لگائی، ابی بن کعب نے عرض کیا کہ میں نماز میں تھا۔ آپ نے فرمایا کیا تم نے اللہ تعالی کا یہ ارشاد نہیں سنا "استجیبوا للہ وللرسول اذا دعاکم۔ ابی بن کعب نے عرض کیا آئندہ اس کی اطاعت کروں گا اگر بحالت نماز بھی آپ بلائیں گے فوراً حاضر ہو جاؤں گا۔

Marfat.com

مسائل:

اس حدیث کی بنا پر بعض فقہا نے فرمایا کہ حکم رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت سے نماز میں جو کام بھی کریں اس سے نماز میں خلل نہیں پڑتا اور بعض نے فرمایا کہ اگرچہ خلاف نماز افعال سے نماز قطع ہو جائیگی اور اس کی بعد میں قضا کرنا پڑے گی۔ لیکن کرنا یہی چاہیے کہ جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کسی کو بلائیں اور وہ نماز میں بھی ہو تو نماز کو قطع کر کے تعمیل حکم کرے۔
یہ صورت تو صرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مخصوص ہے لیکن دوسرے ایسے کام جن میں تاخیر کرنے سے کسی شدید نقصان کا خطرہ ہو اس وقت بھی نماز قطع کر دینا اور پھر قضا کر لینا چاہیئے جیسے کوئی نمازی یہ دیکھے کہ نابینا آدمی کنویں یا گڑھے کے قریب پہنچ کر گرا چاہتا ہے تو فوراً نماز کو توڑ کر اس کو بچانا چاہیئے۔ نیز وہ حیات (زندگی) جس کا ذکر اس آیت میں کیا گیا اس میں کئی احتمال ہیں اس لئے علماء تفسیر نے مختلف اقوال اختیار کیے ہیں۔ سعدی نے کہا ہے کہ وہ حیات بخش چیز ایمان ہے کیونکہ کافر مردہ ہے۔ قتادہ نے فرمایا کہ وہ قرآن ہے جس میں دنیا و آخرت کی زندگی اور فلاح مضمر ہے۔ مجاہد نے فرمایا کہ وہ حق ہے۔ ابن اسحاق نے فرمایا کہ مراد اسی سے جہاد ہے جس کے ذریعے اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو عزت بخشی اور یہ سب احتمالات اپنی اپنی جگہ صحیح ہیں ان میں کوئی تضاد نہیں اور مراد یہ ہے کہ ایمان یا قرآن یا اتباع حق وغیرہ ایسی چیزیں ہیں جن سے انسان کا دل زندہ ہوتا ہے اور دل کی زندگی یہ ہے کہ بندہ اور اللہ کے درمیان جو غفلت و شہوت وغیرہ کے حجابات حائل ہیں وہ راہ سے ہٹ جائیں اور حجابات کی ظلمت دور ہو کر نور معرفت دل میں جگہ کر لے۔ [1]

مولانا آزاد کی تفسیر:

امام الہند مولانا ابوالکلام آزاد اپنی تفسیر ترجمان القرآن میں اس آیت کا ترجمہ و تشریح یوں کرتے ہیں:۔
ترجمہ: مسلمانو! اللہ اور اس کے رسول کی پکار کا جواب دو جب وہ پکارتا ہے تاکہ تمہیں (روحانی موت

1۔ معارف القرآن، حصہ چہارم صفحہ ۲۰۹ - ۲۰۸

Marfat.com

کی حالت سے نکال کر ، زندہ کر دے ۔

پیغمبرِ اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت اس لئے ہے کہ تمہیں زندہ کر دے یعنی وہ انسانیت اعلیٰ کے انبعاث و قیام کی دعوت ہے ۔ غور کرو اس دعوت نے وقت کی تمام مردہ جماعتوں کو کس طرح قبروں سے اٹھا کر زندگی کے میدانوں میں متحرک کر دیا تھا ؟ اس سے بڑھ کر مردوں کو جلانا اور کیا ہوگا کہ عرب کے ساربانوں میں ابو بکر ، عمر ، علی ، عائشہ ، خالد ابن وقاص ، ابن العاص (رضی اللہ عنہم و رضی عنہ) جیسے اکابر عالم پیدا ہوگئے اور پچاس برس کے اندر کرہ ارض کی سب سے بڑی مہذب اور اشرف قوم عرب کے وحشی تھی ؎۱ ۔

مولانا امین احسن صاحب اصلاحی اپنی تفسیر و تدبر قرآن میں اسی آیت کی تشریح اس طرح رقم فرماتے ہیں ۔

فرمایا کہ اللہ و رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اس دعوت پر لبیک کہو اس نے کہ اس سے تمہیں حقیقی اور جاوداں زندگی حاصل ہوگی ۔ سیدنا مسیح نے اس حقیقت کو یوں واضح فرمایا کہ انسان روٹی سے نہیں جیتا بلکہ اس کلمہ سے جیتا ہے جو خدا کی طرف سے آتا ہے ؎۲

امن عالم کیلئے خطرات و تہدیدات

آج امن عالم کو عموماً اور عالم اسلام کو خصوصاً جن خطرات و تہدیدات کا سامنا ہے وہ درج ذیل ہیں :۔

۱۔ مذہبی منافرت ۲۔ وطنیت اور نسلی عصبیت

۳۔ سرمایہ داری اور اشتراکیت ۴۔ تیسری عالمی جنگ کا خوف

مذہبی منافرت : مذہب کے نام پر بھی جو دنیا میں امن و آشتی کا پیغام ہوتا ہے کہ مذہب نہیں سکھاتا آپس میں بیر رکھنا ۔

؎۱ : ترجمان القرآن جلد دوم صفحہ ۵۹

؎۲ : تدبر قرآن صفحہ ۴۵۸ ۔

Marfat.com

جنگ و جدل کے معرکے گرم ہوتے رہتے ہیں۔ داعی امن و اخوت کی بعثت کے وقت بھی فضا میں ان نعروں کی گونج سنائی دے رہی تھی۔ بقول علامہ سید سلیمان ندوی۔

ہندوستان کے رشیوں اور منیوں نے آریہ ورت سے باہر خدا کی آواز کیلئے کوئی جگہ نہیں رکھی تھی ان کے نزدیک پرمیشور صرف پاک آریہ ورت کے باشندوں کی بھلائی چاہتا تھا۔ خدا کی رہنمائی وید یہ صرف اسی ملک اور یہیں کے بعض خاندانوں کیلئے مخصوص تھا۔ زردشت خاک ایران کی پاک نژاد کے سوا اور کہیں خدا کی آواز نہیں سنتا تھا۔ بنی اسرائیل اپنے خاندانوں سے باہر کسی رسول اور نبی کی بعثت اور ظہور کا حق نہیں سمجھتے تھے (ان کا دعویٰ تھا و نحن ابناء اللہ واحباء) یہ پیغام محمدی ہی ہے جس نے یورپ، پچھم اتر اور دکن ہر طرف خدا کی آواز سنی اور بتایا کہ خدا کی رہنمائی کیلئے ملک، قوم اور زبان کی تخصیص نہیں، اس کی نگاہ میں فلسطین، ایران، ہندوستان اور عرب سب برابر ہیں ہر جگہ اس کے پیغام کی بانسری گونجی اور ہر طرف اس کی رہنمائی کا نور چمکا۔ [1]

آج جو معاشرے میں فساد برپا ہے وہ اس مذہبی منافرت کی بدولت ہر عالم دین نے دو چار علماء نام نہاد اور نیم شاگردوں کو ساتھ ملا کر اپنی ایک جماعت بنالی ہے اور وہ ہر معاملے میں اپنی رائے پر چلتا ہے اور دوسروں کو اس پر چلانا چاہتا ہے۔ دوسروں کی راستے کا احترام میں وہ اپنی نقصان خیال کرتا ہے۔ محض یہ کہہ کر ہمارا طریق عمل / طریقہ کار ان سے جدا ہے وہ دوسروں کے پیچھے چلنے سے اپنی جان چھڑا لیتا ہے۔ حالانکہ اسلام اسے تفرقہ سے تعبیر کرتا ہے۔

یہی حال ہمارے سیاسی زعماء کا ہے کہ ہر سیاسی رہنما نے دو چار سیاسی ورکرز کو ساتھ ملا کر اپنی ایک سیاسی جماعت بنالی ہے حالانکہ عام انتخابات میں سے ایک بھی نشست نہ ملے۔ اسی جماعت سازی نے پاکستان کے عوام کے اتحاد کو پارہ پارہ کر دیا ہے اور ان میں الفت و محبت کے جذبات پھر ابھرنے کی بجائے باہمی عداوت اور نفرت کے بیج بوئے ہیں۔

وطنیت اور عصبیت

دوسرا بڑا خطرہ جو ملک و ملت کو درپیش ہے وہ وطنیت اور عصبیت پرستی کا عفریت ہے، علامہ اقبال کا شعر ہے۔

۱۔ نقوش رسول نمبر جلد ۳ صفحہ ۴۶۶

Marfat.com

ان تازہ خداؤں میں بڑا سب سے وطن ہے
جو پیرہن اس کا ہے وہ مذہب کا کفن ہے

عصبیت کی تعریف:

علامہ ابن منظور لسان العرب میں تعصب اور عصبیت کی تعریف یوں کرتے ہیں ۔

التعصب ان یدعو الرجل الی نصر عصبیہ والتالب معھم علی من ینا دیھم ظالمین کانوا او مظلومین[۱]

ترجمہ: تعصب کا لفظ عصبیت سے ماخوذ ہے ۔ عصبیت اسے کہتے ہیں کہ آدمی اپنے عصبات (عصبہ کی جمع ہے عصبۃ کا لفظ بیٹے، بھائی، چچا وغیرہ کیلئے مستعمل ہے اور یہاں دور نزدیک کے رشتہ دار اور ہم قوم لوگ مراد ہیں) کی حمایت کی تلقین کرے اور ان کے دشمنوں کے خلاف شرانگیزی اور فساد پر لوگوں کو اکٹھا کرے بغیر یہ دیکھے کہ اس کی قوم حق بجانب ہے یعنی مظلوم ہے یا ظالم ۔

احادیث شریفہ میں عصبیت اور تعصب کی تعریف ملاحظہ ہو ۔ حضرت واثلہ بن اسقع نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا ۔

یارسول اللہ ! ما العصبیہ ! قال ! تعین قومك علی الظلم[۲]

ترجمہ: یا رسول اللہ !عصبیت کسے کہتے ہیں آپ نے فرمایا عصبیت یہ ہے کہ تم اپنی قوم کی ظلم میں مدد (حمایت کرو) ۔

ایک اور حدیث شریف میں سرور دو عالم نے عصبیت کو اندھاپن اور گمراہی سے تعبیر کیا فرمایا!

من نصر قومہ علی غیر الحق فھو کا البعیر الذی ردی فھو ینزع بذنبہ[۳]

ترجمہ: جو شخص اپنی قوم کی ظلم میں معاونت کرے وہ اس اونٹ کی طرح ہے جو گہرے گڑھے میں جا گرے اور دم پکڑ کے باہر نکالا جائے ۔

۱۔ لسان العرب، جلد ۱ صفحہ ۶۰۶
۲۔ سنن ابی داؤد ۔ کتاب الادب باب فی عصبیہ
۳۔ ایضاً

Marfat.com

ایک حدیث میں عصبیت کو جاہلیت سے تعبیر فرمایا اور اس کی خاطر جان دے دینے کو جاہلیت کی موت قرار دیا ہے ۔ فرمایا!

من قتل تحت رایہ عصبہ یدعوا عصبیۃ او ینصر عصبیۃ فقتلہ جاھلیہ ۔ ۱؎

ترجمہ! جو شخص جاہلیت کے جھنڈے تلے قتال کرے اور تعصب کی دعوت دیتے ہوئے یا عصبیت کی حمایت کرتے ہوئے مارا جائے تو اس کی موت جاہلیت کی موت ہے ۔ یہاں تک کہ عصبیت پرستی کو ہوا دینے والوں کے حق میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فیصلہ ہے ۔

لیس منا من دعا الی العصبیۃ ولیس منا من قاتل عصبیۃ ولیس منا من مات علی عصبیۃ ۔ ۲؎

ترجمہ: جو شخص عصبیت (جاہلیت) کی دعوت دے وہ ہم میں سے نہیں اور جو شخص تعصب کی خاطر قتل کرے وہ بھی ہم میں سے نہیں اور جو شخص کی موت مرے وہ بھی ہم میں نہیں ۔

ترمذی کی ایک حدیث میں تو یہاں تک فرمایا!

من دعا دعوی الجاھلیہ فانہ من حبشی جھنم فقال رجل یارسول اللہ وان صام وان صلی قال وان صام وان صلی ۳؎

ترجمہ: جو شخص جاہلیت کی دعوت دے وہ جہنم کا ایندھن ہے ۔ ایک شخص نے عرض کیا یا رسول اللہ چاہے وہ روزہ رکھتا ہو اور نماز پڑھتا ہو! آپ نے فرمایا! ہاں چاہے وہ روزہ دار ہو نمازی ہی کیوں نہ ہو ۔

ان ہدایات کے ہوتے ہوئے اگر کوئی اسلام کا دعوی کرنے والا مسلمانوں میں نفرتیں پیدا کرے انہیں ایک دوسرے کے خلاف بھڑکائے اور انہیں ایک دوسرے کے مقابل صف آراء کرے تو اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک اس سے بڑا مجرم کون ہو سکتا ہے ۔ یہی وجہ ہے کہ تعصب اور عصبیت پرستی کو اسلام نے انتہائی مبغوض فعل قرار دیا ہے یہ دین محمدی کے خلاف ایک سازش ہے اور اسلامی معاشرے کیلئے انتہائی تباہ کن عمل ہے ۔ اسی لئے داعی امن واخوت نے اس کے بارے میں بڑے واضح اور دوٹوک الفاظ

Marfat.com

میں فرمایا!

فھنوہ ولا تکنوہ ۶

ترجمہ! جو کوئی بھی عصبیت کی دعوت دے اس کی کھلی مخالفت کرو اور کنایہ سے کام نہ لو۔

سرمایہ داری اور اشتراکیت

سرمایہ داری سرمایہ داری بھی امنِ عالم کیلئے ایک بہت بڑا خطرہ بنی ہوئی ہے بلکہ تمام فتنہ و فساد کی جڑ، بنیاد یہی ہے۔ ساہوکاروں کی مجلسِ نشاط کا ساغرِ احمریں ہمیشہ غریبوں اور مزدوروں کے خون سے تیار ہوتا رہا ہے، لیکن آج کے ساہوکاروں نے ایسے ہتھکنڈے ایجاد کئے ہیں سرمایہ سمیٹنے کے کہ وہ مزدوروں کے خون کا آخری قطرہ تک نچوڑ لینا چاہتے ہیں، بقول اقبال رح

مکر کی چالوں سے بازی لے گیا سرمایہ دار
انتہائے سادگی سے کھا گیا مزدور مات

سرمایہ داری اور اشتراکیت دونوں دراصل قومیت پرستی کے ہی مہلک نتائج ہیں۔

سرمایہ داری کی ابتداء! محمد قطب شہید اپنی کتاب "شبہات حول الاسلام" میں لکھتے ہیں:

"سرمایہ داری نظام یورپ کی پیداوار ہے، یہ مشین کی ایجاد کا نتیجہ تھا جو اتفاق سے یورپ میں ایجاد ہوئی اور وہیں سے دنیا کے باقی حصوں میں پھیلی۔۔۔۔ ماہرینِ معاشیات کے درمیان اسی بات پر اتفاق رائے ہے یہاں تک کہ کارل مارکس جیسے سرمایہ داری کے شدید دشمن بھی یہ تسلیم کرتے ہیں کہ ابتدائی دور میں سرمایہ دارانہ نظام سے انسانیت کو بڑا فائدہ پہنچا اور دنیا اس کی بدولت ترقی کی نئی منزلوں سے آشنا ہوئی، مادی پیداوار میں اضافہ ہوا، وسائلِ نقل و حمل بہتر ہوئے اور وسیع پیمانے پر قومی وسائل کا استعمال عام ہوا اور مزدوروں کا معیارِ زندگی پہلے سے جبکہ ان کا تمام تر دارومدار زراعت پر تھا کہیں

Marfat.com

زیادہ بلند ہو گیا۔

خرابی کا آغاز

مگر سرمایہ داری کا یہ دور جلد ہی ختم ہو گیا۔ اس کے فطری ارتقا کے نتیجے میں دولت بتدریج سمٹ کر چند سرمایہ داروں کے ہاتھوں میں آ گئی اور غریب اور مزدور اپنی جائیداد اور دولت غرض سب کچھ سے محروم ہو گئے اس سے سرمایہ داروں کو سستے مزدور حاصل کرنے میں بڑی آسانی ہو گئی۔ جنکی محنت و مشقت کے طفیل ان کی دولت اور تجارت میں بے تحاشا اضافہ ہوا، اس کے باوجود انہوں نے مزدور (جو اشتراکیوں کے نزدیک مادی پیداوار میں اضافہ کے اصل ذمہ دار ہوتے ہیں) کی اجرتوں میں کوئی اضافہ نہ کیا۔ ان کی اجرتیں اب بھی اتنی کم تھیں کہ اس میں ان کیلئے معقول زندگی گزارنا ناممکن ہی نہ تھا، ان کی بچت کا حاصل سرمایہ دار ہتھیا لیتے۔ اور اپنی عیاشیوں اور رخرمستیوں میں اڑا دیتے۔

مہلک نتائج

مزدوروں کے ان قلیل معاوضوں کا نتیجہ یہ نکلا کہ سرمایہ دار ممالک کے باشندوں کی قوت خرید گھٹ گئی اور ان کا تیار کردہ سامان یونہی پڑا رہنے لگا۔ چنانچہ سرمایہ داروں کو اپنا مال فروخت کرنے کیلئے نئی منڈیوں کی تلاش ہوئی، اس تلاش نے نوآبادیاتی نظام نیز منڈیوں اور خام مال کے بارے میں بین الاقوامی رکاوٹوں کو جنم دیا اور بالآخر معاملہ اپنے ناگزیر منطقی نتیجے میں تباہ کن جنگوں تک پہنچا۔

سرمایہ داری کی دو بنیادیں

سودی بینک اور سودی قرضے، ماہرین معاشیات کا کہنا ہے کہ سرمایہ دارانہ نظام جب سے اپنے ابتدائی "دور خیر" سے نکل کر موجودہ "دور شر" میں داخل ہوا ہے قومی قرضوں پر اس کا انحصار بہت بڑھ گیا ہے چنانچہ بینک قائم ہوئے اور انہوں نے مالی کاروبار اس طرح استوار کیا کہ وہ بھاری سود پر حکومتوں کو قرضے دینے لگے! یہ قرضے اور بینکوں کا زیادہ تر کاروبار سود کی اساس پر چل رہا ہے۔ جس کی اسلام نے واضح اور بین الفاظ میں ممانعت کی ہے، ارشاد ربانی ہے!

یاأیھا الذین آمنوا لا تاکلوا الربوٰا اضعافاً مضاعفۃ واتقوا اللہ لعلکم تفلحون۔

ترجمہ! اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو سود در سود (سود مرکب) نہ کھاؤ اور اللہ سے ڈرو

Marfat.com

تاکہ تم فلاح پاؤ، ایک اور مقام پر ارشاد ہوتا ہے۔

یمحق اللہ الربوا ویربی الصدقات

ترجمہ: اللہ تعالیٰ سود کو مٹاتا ہے (جو اسلام کا میگنا کارٹا ہے) میں فرمایا، پیارے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے!

الا کل شئی من الجاھلیۃ موضوع تحت قدمی جزان کل ربا موضوع ولکم رؤس اموالکم لا تظلمون ولا تظلمون قضی اللہ الا لا ربا[۴]۔

ترجمہ: خبردار تمام امور جاہلیت میرے ان قدموں کے نیچے پامال ہیں اور ہر سودی معاملہ کالعدم ہے اور تمہیں اصل زر لینے کا حق ہے نہ تم کسی پر ظلم کرو اور نہ تم پر ظلم کیا جائے، اللہ نے فیصلہ فرما دیا ہے کہ سودی معاملہ کی کوئی حیثیت نہیں ہے۔

دوسری بنیاد، اجارہ داری

سرمایہ دارانہ نظام کی دوسری بنیاد شدید کاروباری مسابقت ومنافست ہے جس کے نتیجے میں چھوٹے چھوٹے کاروباری ادارے ختم ہو جاتے ہیں یا پھر سب مل کر بڑے بڑے کاروباری ادارے قائم کر لیتے ہیں تاکہ دوسرے اداروں سے مقابلہ کر سکیں، اس سے اجارہ داری (MONOPOLY) جنم لیتی ہے۔ اسلام اس کا بھی شدید مخالف ہے۔ اس بارے میں سرور کونین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے واضح ارشادات ہیں فرمایا!

من احتکر فھو خاطئی " اجارہ داری کرنے والا گناہگار ہے۔

الجالب مرزوق والمحتکر ملعون۔

ترجمہ: وہ شخص جو اشیاء ضرورت کو روکتا نہیں بلکہ وقت پر بازار لاتا ہے، اللہ اسے رزق دے گا اور احتکار کرنے والا لعنت کا مستحق ہے۔

اسلام سرمایہ داری کی ان دونوں بنیادوں کا شدید مخالف ہے پھر بھی اشتراکیت کے دعویدار اسلام کو سرمایہ داری کا حامی ثابت کرنے کیلئے ایڑی چوٹی کا زور لگاتے ہیں حالانکہ سرمایہ داری اسلام کے زیر سایہ آجائے تو اس کے موجودہ " دورِ شر " کی خرابیاں ہم معنی بن کر رہ جائے۔ یہ سارے مفاسد اس سے دور ہو جائیں اور یہ مجسم خیر بن جائے۔

Marfat.com

اسلام کا اصول | سرمایہ دار کے منافع میں مزدور کی حصہ داری کا اصول (جس کے متعلق اشتراکیت کا دعویٰ ہے کہ وہ اس کا پیش کردہ ہے۔

اسلام نے وضع کیا۔ امام مالکؒ تو مزدور کو سرمایہ دار مالک کے ساتھ منافع میں برابر کے حصہ کا حقدار سمجھتے ہیں۔ کیونکہ منافع کمانے میں جتنا حصہ سرمایہ دار کے سرمایہ کا ہے اتنا ہی مزدور کی محنت شاقہ کو بھی دخل ہے لہذا ان کے خیال میں دونوں کا منافع میں مساوی حصہ ہونا چاہیئے۔

اسلامی فقہ کے اسی اصول سے صاف ظاہر ہے کہ اسلام نے معاشرتی انصاف (بالفاظ دیگر معاشرتی امن) کے قیام کی ضرورت پر کس قدر زور دیا ہے، لیکن اسلام میں معاشرتی انصاف کے قیام کا یہ داعیہ کسی مادی ضرورت، مجبوری یا طبقاتی کشمکش کے نتیجے میں پیدا نہیں ہوا تھا جس کے بغیر بعض لوگوں کے نزدیک بہتر معاشی روابط و تعلقات ممکن ہی نہیں بلکہ اسلام نے تو پر امن بقایا باہمی کی دعوت دی ہے، وہ تو طبقاتی کشمکش کی نوبت ہی نہیں آنے دیتا۔

مزدور کی محنت شاقہ کو چونکہ سرمایہ دار کے منافع میں دخل ہوتا ہے اس کیلئے اس کا منافع میں حصہ تو فطری بات ہے اسلام نے تو ان لوگوں کو بھی اس کی کمائی میں حصہ دار ٹھہرایا ہے جو کسی وجہ سے کسب معاش کی بے رحم دوڑ میں پیچھے رہ جاتے ہیں۔

انما صدقات للفقراء والمساکین کی رو سے

اشتراکیت: | اشتراکیت، جدلی مادیت (Dialectical Materialism) میں اعتقاد رکھتی ہے اس کے نزدیک اضداد کی کشمکش یعنی مزدوروں اور سرمایہ داروں کی طبقاتی کشمکش ہی وہ پراسرار اور موثر عامل ہے جو انسان کی تمام اقتصادی اور مادی ترقی کا اصل باعث ہے، یہ ایک خالص مادہ پرستانہ نظریہ ہے Engeles کہتا ہے "مادی ہی زندگی کی واحد حقیقت ہے" کارل مارکس لکھتا ہے۔ انسان کی سماجی سیاسی اور ذہنی زندگی ایسی ہی بنتی ہے جیسی کہ مادی حالات و واقعات

۱۔ مسلم ابوداؤد اور ترمذی　　۲۔ سنن ابن ماجہ

Marfat.com

اس کو بناتے ہیں، انسانی شعور اپنے معاشرتی حالات و واقعات کو پیدا نہیں کرتا بلکہ معاشرتی حالات و واقعات انسانی شعور کو وجود میں لاتے ہیں۔

اسلام کا نکتۂ نظر

اسلام کا نظریہ اس باب میں یہ ہے کہ انسان ایک آزاد ارادے اور اختیار کا مالک ہے اور سوائے خدائے بزرگ و برتر کی مشیت کے اور کسی تابع فرمان نہیں ہے، کائنات کی سب چیزیں تو انسان کی خدمت کیلئے پیدا کی گئی ہیں۔

وسخر لکم ما فی السموٰت وما فی الارض جمیعاً منہ ط

(الجاثیہ : ۱۳)

ترجمہ: اور جتنی چیزیں آسمانوں اور زمین میں ہیں ان سب کو اس (خدا) نے تمہارے لئے مسخر کر دیا، اس بات کو علامہ اقبالؒ نے کس حسین پیرائے میں بیان کیا ہے۔

تقدیر کی پابند نباتات و جمادات
مؤمن فقط احکام الٰہی کا ہے پابند

یوں اسلام اس حقیقت کو واضح کرتا ہے کہ اختیار اور قوت کے لحاظ سے دنیا میں انسان کا مقام بہت اعلیٰ و ارفع ہے اور یہاں کی باقی ساری چیزیں اس کی خادم ہیں۔ اس کی ترقی جدلی مادیت کے کسی قانون اور اصول کی کبھی پابند نہیں رہی ہے باوجودیکہ اس کا جسم مادی ہے اور وہ زمین پر چلتا پھرتا ہے اس کی روح اور فکر کی پرواز لامحدود ہے چنانچہ اس کی بنیادی انسانی ضروریات بھی بقول کارل مارکس صرف خوراک، مکان اور جنسی آسودگی ہی تک محدود نہیں ہیں یہ انسانیت کا پست ترین تصور ہے۔ [۱]

۱۔ قائدین نامعلومات کے ایک مقالہ نگار (E. H. F. Townlin) نے ڈاروِن کے نظریہ ارتقاء (Evolution Theory) کی تردید میں مفصل بحث کرتے ہوئے لکھا ہے۔ معالج دماغی کے ماہر کارل اسٹیرن کے بیان کے مطابق نوع انسانی کو جن تین سب سے بڑی دھمکیوں یا تہدیدات کا سامنا ہے ان میں سے ایک نظریۂ ارتقاء ہے اور بقیہ دو ہیں۔ مارکسزم اور فرائڈازم"۔
(Encyclopaedia of Ignorance P-228 Oxford - 1978)

Marfat.com

معاشی نظاموں کے اساسی اصول

کسی معاشی نظام کو ان سماجی نظریات سے الگ نہیں کیا جا سکتا جن پر اس کی عمارت اٹھتی ہے۔ موجودہ دور میں رائج تین اہم معاشی نظاموں یعنی سرمایہ داری، اشتراکیت اور اسلام کا مطالعہ کرنے سے یہ حقیقت واشگاف ہو جاتی ہے کہ ان تینوں میں معاشی نظام اور ذاتی ملکیت کے بارے میں ان کے نظریے کا ان کے مخصوص سماجی پس منظر سے گہرا تعلق ہے۔

سرمایہ داری

سرمایہ دارانہ نظام کے نزدیک فرد کی ذات مقدس ہے اور اس کا تقدس کسی صورت میں بھی پامال نہیں ہونا چاہیئے اور نہ اس پر کسی قسم کی سماجی پابندیاں ہونی چاہیئں یعنی وہ بے قید ذاتی ملکیت کا حامی ہے جس پر وہ کسی قسم کا کوئی قدغن برداشت نہیں کرتا۔

اشتراکیت:

اس کے برعکس اشتراکیت کسی قسم کی ذاتی اور نجی ملکیت کے حق کو تسلیم نہیں کرتی بلکہ تمام ذرائع پیداوار کا مالک حکومت کو قرار دے کر ہر قسم کا مال و املاک بحق سرکار ضبط کر لیتی ہے، اس کے نزدیک "اجتماع" سے الگ آزاد فرد کا کوئی وجود نہیں اس لیے افراد کو ذاتی ملکیت کا کوئی حق نہیں۔

اشتراکی تجربے کی ناکامی

اشتراکیت کا دعویٰ ہے کہ لوگوں میں مساوات قائم کرنے کیلئے ذاتی ملکیت کا خاتمہ ناگزیر ہے کیونکہ صرف اسی طرح انسان کو اپنے جیسے انسانوں کی محکومیت اور غلامی سے نجات دلائی جا سکتی ہے۔ روس میں پہلے تو ذرائع پیداوار کی انفرادی ملکیت کو بالکل ختم کر دیا گیا۔ جس کا لازمی نتیجہ یہ ہوا کہ پیداوار میں کمی ہوئی تو روسی حکومت کو محدود ملکیت کی اجازت دینا پڑی۔ اسٹالن کے عہد میں حکومت کو زائد کام کرانے کیلئے مزدوروں کو زائد اجرتوں کا لالچ دینا پڑا تھا اور اس طرح اس نے مزدوروں کی اجرتوں میں یکسانیت اور ذاتی ملکیت کے جذبے کے غیر فطرتی ہونے کی عملاً خود ہی نفی کر دی۔

نیز اشتراکیت کے سراسر غیر فطرتی نظریئے کو لوگوں پر جبراً ٹھونسنے کا روسی تجربہ بھی عملاً ناکام ہو چکا ہے۔ افغانستان سے اس کے اپنی فوجیں واپس بلانا پڑی ہیں اور منگری سے بھی روسی فوجوں کی واپسی شروع ہو گئی ہے۔ یہ پسپائی اس نظریے کی ناکامی

Marfat.com

کی بین دلیل ہے اور ایک دن آئے گا، انشاء اللہ کہ یہ نظریہ اپنی موت آپ مرجائے گا، اور صفحۂ ہستی سے بالکل معدوم ہوجائے گا، کیونکہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے۔

اھم یقسمون رحمت ربک ط نحن قسمنا بینھم معیشتھم فی الحیوٰۃ الدنیا ورفعنا بعضھم فوق بعض درجٰت لیتخذ بعضھم بعضا سخریا ط

ترجمہ: کیا تیرے رب کی رحمت یہ لوگ تقسیم کرتے ہیں؟ دنیا کی زندگی میں ان کی گزربسر کے ذرائع تو ہم نے ان کے درمیان تقسیم کئے ہیں اور ان میں سے کچھ لوگوں کو کچھ دوسرے لوگوں پر ہم نے بدرجہا فوقیت دی ہے کہ یہ ایک دوسرے سے خدمت لیں۔ عـا

معاشی درجہ بندی اللہ جل شان، نے اس لئے مخلوق میں رکھی کہ انسان ایک دوسرے سے بے نیاز ہوجائیں۔ بلکہ ایک دوسرے کے کام آئیں مگر سب مرد عورتیں شہزادے اور شہزادیاں بن جائیں تو پھر پانی کون بھر کر لائے گا۔

اسلام اسلام کا نظریہ اجتماع اس معاملے میں مختلف ہے جس کی وجہ سے اس کا معاشی نظام بھی ان دونوں نظاموں سے مختلف ہے۔ جہاں تک فرد اور معاشرے کے باہمی تعلق کا سوال ہے۔ اسلام کے نزدیک فرد کی بیک وقت دو حیثیتیں ہیں۔ انفرادی حیثیت اور معاشرتی حیثیت فرد بیک وقت آزاد بھی ہے اور ایک معاشرے کا رکن بھی، اسلام ایک طرف تو فرد اور اجتماعی رجحانات اور دوسری طرف فرد اور دوسرے افراد معاشرہ کے مفادات کے مابین ہم آہنگی پیدا کرنا چاہتا ہے مگر اس ہم آہنگی کی خاطر وہ نہ فرد کے مفاد کو نظر انداز کرتا ہے اور نہ اجتماعی بہبود سے صرف نظر کرتا ہے۔

اسلام ایک خوشگوار نقطۂ اعتدال: اسلام کا معاشی نظام توافق اور ہم آہنگی کے اس تصور پر قائم ہے جو

عـا: تفہیم القرآن جلد چہارم صفحہ ۳۶۰ سے لیا۔

Marfat.com

سرمایہ داری اور اشتراکیت کی دو انتہاؤں کے درمیان ایک خوشگوار نقطۂ اعتدال ہے۔ اس میں دونوں نظاموں کی خوبیاں تو موجود ہیں مگر ان کی خامیوں سے اس کا دامن پاک ہے۔ یہ اصولی طور پر ذاتی ملکیت کی اجازت دیتا ہے مگر اس کو ایسی پابندیوں یعنی انفاق کی ترغیب اور حقوق العباد کی ادائیگی سے محدود کر دیتا ہے جو اس کو بے ضرر بنا دیتی ہیں۔ دوسری طرف اسلام حکمران اور معاشرے کو اجتماع کا نمائندہ ہونے کی حیثیت میں ذاتی ملکیت کی تنظیم کی خاطر ضروری قوانین بنانے اور معاشرتی بہبود کیلئے ان میں حسب ضرورت تغیر و تبدل کرنے کا بھی پورا اختیار دیتا ہے۔

ڈاکٹر سید محمد عبداللہ اپنے مضمون سیرت نبوی کا پیغام عصر حاضر کے نام" میں رقمطراز ہیں۔ اس مسئلے کا ایک پہلو اور بھی ہے اور وہ یہ کہ صرف تن پروری اور جو اس کی زندگی پر زور دینے کا ایک نتیجہ یہ ہوا کہ اخلاقیات میں (Absolutes) کا انکار کر دیا گیا ہے۔ لہٰذا اخلاقی اقدار ختم ہو گئی ہیں۔ لہذا جبلتوں اور نفسانی خواہشات پر کوئی کنٹرول نہیں رہا۔ اس سے وہ معاشرتی اور انفرادی انارکی ANARCHY نمودار ہوئی ہے۔ جو مغرب میں عریانی جنس پرستی اور" اینگری بوائے اور" بار برک ڈرل" جیسی کجروی کو جنم دے رہی ہے اب زندگی چونکہ تعیش کا دوسرا نام ہے اس لئے دولت پرستی اور زر اندوزی (سرمایہ داری یا تکاثر) واحد مقصد حیات بن گیا ہے چنانچہ اس کے نتیجے میں استعمار و استحصال عام ہو کر اب دنیا رقابتوں کا مرکز ہے اور دنیا دو بلاکوں میں تقسیم ہو گئی ہے۔

قرآن مجید نے تکاثر، اسراف و ظرف کی سخت مذمت کی ہے اور اب بھی دنیا کو معاشرتی امن کی ضرورت ہو گئی تو اسے تن پرستی اور تکاثر سے اجتناب کر کے توسط کی زندگی کو اپنانا ہوگا اور اقتصاد کو جس کے معنی ہی میانہ روی ہی اقوام عالم کا ضروری معاشرتی معاشرہ بنانا پڑے گا۔

عالمگیر جنگ کا خوف:

عصر حاضر کے امن کو چوتھا اور سب سے بڑا خطرہ جو درپیش ہے وہ تیسری خوفناک عالمگیر جنگ کا مسلسل خوف ہے۔ پہلی اور دوسری عالمی جنگوں سے جو ہولناکیاں اور تباہیاں کرۂ ارض پر پھیلی ہیں اس کا جیتا جاگتا ثبوت

Marfat.com

ہے۔ جاپان کے شہر ہیروشیما اور ناگاساکی ہیں جہاں اب بھی جو نسلِ انسانی پیدا ہو رہی ہے اس پر ایٹم بم کے اثرات آج بھی محسوس کیے جا سکتے ہیں۔

جنگ کا مقصد

جدید اصولِ قانون میں حکومت کے اعلیٰ ترین فرائض دو قرار دیئے گئے ہیں، جنگ اور عدل گستری، ماہرینِ عمرانیات قیامِ امن کیلئے جنگ کو ناگزیر قرار دیتے ہوئے لیکن دنیا میں جنگ کا مقصد محض جوع الارض کی تسکین اور سپر پاور بننے کا جنون ہے۔ روس اور امریکہ کے اسی جنون نے دنیا کو دو بلاکوں میں تقسیم کر رکھا ہے۔ اور کہا ہے کہ یہ کسی چھوٹے ملک پر اس ملک کی حفاظت کے بہانے لشکر کشی کر کے دنیا میں اپنی طاقت کی دھاک بٹھانا چاہتے ہیں لیکن امریکہ کو ویٹ نام میں اور روس کو افغانستان میں منہ کی کھانا پڑی ہے۔ ہمارا ہمسایہ بھارت بھی انہی کے نقشِ قدم پر گامزن ہے۔ بنگلہ دیش اور سری لنکا میں بھارت کی فوجی مداخلت اس بات کی غماز ہے کہ وہ جنوبی ایشیا میں بڑی طاقت بننے کا خواب دیکھ رہا ہے۔ روس اور امریکہ دونوں اس سلسلے میں بھارت کو ہر قسم کے جدید ترین اسلحہ سے لیس کر کے جنوبی ایشیا میں طاقت کے توازن کو بہتر کرنے کی کوشش کر رہے ہیں۔

مزید برآں جنگ کے کوئی تو امر و ضوابط اور کوئی قوانین نہیں ہیں حتیٰ کہ پروفیسر ہولڈ نے صاف اقرار کر لیا ہے کہ جنگ اور قانون باہم بعض ہیں اور میدانِ جنگ عدم قانونی پابندیوں کی رعایت کی صورت میں ممکن نہیں۔

اسی لئے دورِ حاضر کی مہذب اقوام میں دو تین صدیوں سے قانون بین الممالک کی ترتیب کا کام ہو رہا ہے اور اس مقصد کیلئے پہلے لیگ آف نیشنز اور بعد ازاں اقوامِ متحدہ یعنی U.N.O کے تحت متعدد بین المملکتی کانفرنس منعقد ہوتی رہی ہیں تاکہ جنگ کی ہولناکیوں کو ممکن حد تک کم کیا جائے چنانچہ اس سلسلہ میں سب سے پہلے جنگ تیس سالہ کے بعد ہالینڈ کے قانون دان گروشیس کی ان اصلاحی سفارشات کو قبول کر لیا گیا کہ جنگ میں بچوں عورتوں، بوڑھوں، مذہبی رہنماؤں کاشتکاروں تاجروں اور اسیرانِ جنگ کو قتل نہ کیا جائے۔

نظریہ جنگ و امن

اس کے برعکس داعیٔ امن و اخوت نبیٔ رحمت صلی اللہ علیہ وسلم نے چودہ صدی پیشتر انسانیت کو امن و آشتی کا درس دیا، جنگ کے قوانین سکھائے اور جنگ کے مقاصد متعین کئے۔

پیغمبر امن، داعی الی اللہ کا مقصد اولین یہ ہوتا ہے کہ پر امن طریقہ سے خدا کی زمین کو ظلم و مصیبت، جبر و استبداد اور استحصال سے پاک کر کے مثالی فلاحی معاشرہ قائم کرے جہاں اللہ کی حاکمیت اعلیٰ کا نظام قائم ہو یعنی إن الحکم الا للہ پر عمل ہو اور امن و امان کا دور دورہ ہو اور اس وقت تک قوت کے استعمال سے گریز کیا جائے جب تک شر پسند اور مخالف قوتیں خود مقابلہ پر نہ اتر آئیں۔

کار حق گاہ بہ شمشیر و سناں نیز کنند

فرمان الٰہی ہے!

اذن للذین یقاتلون بانھم ظلموا ؕ وان اللہ علی نصرھم لقدیر!

ترجمہ! ان لوگوں کو جنگ کی اجازت دی گئی ہے جن سے جنگ کی جاتی ہے یہ اجازت اس لئے کہ ان پر ظلم کیا گیا ہے اور اللہ ان کی مدد کرنے پر قادر ہے۔ لیکن یہ جنگ کس لئے ہو، تاکہ اللہ کا کلمہ بلند ہو جائے، نیز

وقاتلوھم حتیٰ لا تکون فتنۃ ویکون الدین کلہ للہ

ترجمہ! اور (مسلمانو) ان سے لڑتے رہو، یہاں تک کہ ظلم، فساد باقی نہ رہے اور دین کا سارا معاملہ اللہ ہی کیلئے ہو جائے۔

لیکن ان شرائط کے ساتھ کہ اس میں حد سے تجاوز نہ کیا جائے، حکم ربی ہے

قاتلوا فی سبیل اللہ الذین یقاتلونکم ولا تعتدوا إن اللہ لا یحب المعتدین۔

ترجمہ: تم اللہ کی راہ میں ان لوگوں سے لڑو جو تم سے لڑتے ہیں اور حد سے تجاوز نہ کرو، بے شک اللہ حد سے بڑھنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔

اور اگر وہ جنگ سے دستبردار ہو کر صلح پر آمادہ ہو جائیں تو ان سے جنگ نہ

Marfat.com

کی جائے، وان جنحوا للسلم فاجنح لها اگر اہل کفر صلح کیلئے جھکیں تو ان سے صلح کریں۔

اسلامی قوانین صلح وجنگ

سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے بیشتر غزوات میں اسلامی افواج کی خود بہ نفس نفیس قیادت فرمائی اور اسلامی قوانین صلح وجنگ کی تعلیم دی، فتح مکہ کے موقع پر ہادی عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا!

ترجمہ: زخمی پر حملہ نہ کیا جائے، بھاگنے والے کا پیچھا نہ کیا جائے، قیدی کو قتل نہ کیا جائے اور جو دروازہ بند کرے اس کو امان دی جائے۔

سپہ سالار اعظم جب کسی جہاد کیلئے مدینہ سے لشکر روانہ فرماتے تو وقت رخصت اہل لشکر اور قائد جیش کو ہدایت فرماتے۔

اغزو باسم اللہ فی سبیل اللہ تقاتلون من کفر باللہ لا تغلوا ولا تغدروا ولا تمثلوا ولا تقتلوا ولیدا ولا امراۃ۔

ترجمہ: تم اللہ کی راہ میں اللہ کے نام سے جہاد کرو، اللہ کا انکار کرنے والوں سے لڑو مال غنیمت میں چوری نہ کرو، بدعہدی نہ کرو (معاہدہ کا پاس کرو) مثلہ نہ کرو اور بچے اور عورت کو قتل نہ کرو۔

اسی طرح آپ نے فرمایا کہ درختوں کو نہ کاٹا جائے، کھڑی فصلوں کو نہ اجاڑا جائے اور بستیوں کو ویران نہ کیا جائے، کیونکہ آپ کا مقصد جنگ وقتال تو نہیں تھا آپ تو امن وآشتی کے پیامبر تھے اور صلح واخوت کے نقیب، علامہ طبری کی روایت ہے۔

قد کان رسول اللہ ﷺ بعث فیما حول مکۃ السرایا تدعوا الی اللہ عزوجل ولم یامرھم بقتال۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ کے اطراف میں کچھ ٹکڑیاں بھیجی تھیں کہ لوگوں کو خدا کی طرف بلائیں لیکن ان کو لڑنے کا حکم نہ دیا تھا، قرآن مجید میں اہل مکہ پر سب سے بڑا احسان وہی جتایا گیا ہے، ارشاد ربی ہے۔

فلیعبدوا رب ھذا البیت الذی اطعمھم من جوع وامنھم من خوف ط۔

Marfat.com

ترجمہ : ان کو چاہیئے کہ اس گھر کے اس مالک کو پوجیں جس نے ان کو بھوک میں کھانا دیا اور بدامنی کو دور کر کے ان کو امن بخشا۔

بقول اقبال رح

نہ کہیں جہاں میں اماں ملی جو اماں ملی تو کہاں ملی
مرے جرم خانہ خراب کو ترے عفو بندہ نواز میں

داعی امن و اخوت

حضور علیہ السلام کے اس قول کہ میں امن کا شہزادہ ہوں" پر علامہ شبلی نعمانی اپنی شہرہ آفاق تصنیف سیرت النبیؐ میں تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں" لیکن شہزادۂ امن کی اخلاقی حکومت کا ایک کارنامہ بھی اس کے ثبوت میں محفوظ نہیں ہے۔

جبکہ شہنشاہِ امن و اخوت کی حکومت کے بے شمار کارناموں سے لاتعداد کتب سیرت بھری پڑی ہیں۔ مشتے نمونے از خروارے چند مثالیں ملاحظہ ہوں، مولانا امین احسن صاحب اصلاحی لکھتے ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سیاست اور تدبر کا یہ بھی ایک اعجاز ہے کہ آپ نے عرب ایسے ملک کے گوشے گوشے میں امن و عدل کی حکومت قائم کی کفار و مشرکین کا زور آپ نے اس طرح توڑ دیا کہ فتح مکہ کے موقع پر فی الواقع انہوں نے گھٹنے ٹیک دیے یہود کی سیاسی سازشوں کا بھی آپؐ نے خاتمہ کر دیا۔ رومیوں کی سرکوبی کیلئے بھی آپؐ نے انتظامات فرمائے۔ یہ سارے کام آپ نے کرڈالے لیکن پھر بھی انسانی خون بہت کم بہا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے کی تاریخ شہادت دیتی ہے اور آج کے واقعات بھی شہادت دے رہے ہیں کہ دنیا کے چھوٹے چھوٹے انقلاب میں بھی ہزاروں لاکھوں جانیں ختم ہو جاتی ہیں اور مال و اسباب کی بربادی کا کوئی اندازہ ہی نہیں کیا جا سکتا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک ہاتھوں سے جو انقلاب برپا ہوا اس کی عظمت نور وسعت کے باوجود ان نفوس کی تعداد چند سو سے زیادہ نہیں جو اس ساری جدوجہد میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھیوں میں سے شہید ہوئے یا مخالف گروہ میں مارے گئے۔

پھر یہ بات بھی غایت درجہ اہمیت رکھتی ہے کہ دنیا کے معمولی معمولی انقلاب میں بھی ہزاروں لاکھوں آبروئیں فاتح فوجوں کی ہوس کا شکار ہو جاتی ہیں، لیکن محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قیادت میں جو انقلاب رونما ہوا، اس کی خصوصیت یہ بھی نظر

Marfat.com

کہ کوئی ایک واقعہ بھی ہم کو ایسا نہیں ملتا کہ کسی نے کسی کے ناموس پر دستِ درازی کی ہو۔

Marfat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم بحیثیت داعی امن واخوت

پروفیسر محمد ظفر اقبال، ڈیرہ اسماعیل خان

"امن واخوت" کی اہمیت وضرورت ہر دور اور ہر قوم میں تسلیم کی گئی ہے مختلف نظریات اور مذاہب میں "امن واخوت" کے تحفظ وبقا کے سلسلے میں جو احکامات آئے ہیں وہ تو اپنی جگہ ہیں ہی، وہ لوگ جو کسی نظریے اور مذہب پر یقین نہیں رکھتے انہیں بھی کم از کم یہ یقین ہے کہ جب تک معاشرے میں "امن وامان" عدل ومساوات اور مواخات قائم نہیں نہ ہو عوام وخواص کی زندگی بے کیف اور دوبھر ہو جاتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ہر دور میں انسانی معاشرہ میں "امن واخوت" کو قائم کرنے کیلئے نہ صرف انفرادی کوششیں ہوتی رہی ہے بلکہ عالمی پیمانہ پر ایسے ادارے قائم کئے جاتے رہے ہیں جن کا مقصد جنگ کے شعلوں کو روک کر انسانوں کے درمیان "امن وامان" اور بھائی چارے کی فضا کو قائم کرنا مقصود ٹھہرا۔ عالمی تحریک امن" سلامتی کونسل، یو این او، انٹرنیشنل آرمی پلان، ورلڈ پیس کونسل، عالمی امن کانگریس، روس کی امن مہم" اور "امریکہ امن بریگیڈ" اس قسم کے اداروں کی چند مثالیں ہیں مگر" بایں ہم" امن واخوت دنیا سے ناپید اور انسانی جان و مال اور عزت وآبرو اپنی صحیح قدر وقیمت سے محروم ہیں، عالمی تناؤ اور تنازعات میں اضافہ ہو رہا ہے۔ علاقائی اور نسلی منافرت کا اژدھا انسانیت کو نگل رہا ہے۔ سپر طاقتیں کمزور اور غیر ترقی یافتہ اقوام اور ملکوں کو صفحۂ ہستی سے مٹانے کی درپے ہیں جن کے نتیجے میں جنت کا نمونہ پیش کرنیوالے شہر کھنڈرات میں بدل رہے ہیں اور وہاں کے باسی اپنی اپنی جان بچانے کی خاطر کسی گوشۂ امن واخوت کی تلاش میں سرگرداں ہیں۔

Marfat.com

دنیا بار بار امن و سلامتی اور اخوت و محبت کا راگ الاپنے کے باوجود ظلم و بربریت میں جس طرح پھنسی ہوئی ہے یہ کوئی ڈھکی چھپی بات نہیں ۔ آج دنیا کے گوشے گوشے میں قتل و خونریزی سے انسانیت و آدمیت جس طرح مجروح ہو رہی ہے اس سے کوئی باخبر انکار کرنے کی جرأت نہیں کر سکتا بدحالی اور افراتفری کے اس دور میں اگر کوئی روشنی کی کرن نظر آتی ہے تو اس نظام "امن و اخوت" میں جو داعی برحق پیغمبر آخر الزماں محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے خدا کے احکامات کی روشنی میں نہ صرف پیش کیا بلکہ اس پر عمل کر کے ایک ایسے وقت امن و سلامتی اور محبت و اخوت سے بھرپور معاشرے کی تشکیل کی جب دنیا بربادی کے انتہائی نقطہ پر پہنچ چکی تھی ۔ انسان اپنی انسانیت کھو چکا تھا اور پوری دنیا سے امن و اخوت کا نام حرفِ غلط کی طرح مٹ چکا تھا ۔

رحمت للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم نے جس وقت دنیا کے سامنے پیغام حق پیش کیا ۔ اس سے پہلے دنیا ، جہنم کے کنارے کھڑی تھی ۔ اور ظلمت کے سمندر میں غرقاب ہو چکی تھی ۔ انسانوں کی بستی روئے زمین پر بستی ضرور تھی لیکن انسانی شرافت سے یہی دامن ہو چکی تھی ۔ انسان انسان کے خون کا پیاسا تھا ۔ نہ انسانی جان کی کوئی قیمت تھی اور نہ اس کی عزت و آبرو محفوظ تھی ۔ بات بات پر جھگڑا ہوتا تھا ۔ مویشیوں کو پانی پلانے سے لے کر حجرِ اسود جیسی مقدس چیز کو اپنی جگہ پر رکھنے پر تلواریں نیاموں سے باہر آجاتی تھیں ۔ انسان اپنی خود ساختہ غلط بنیادوں پر بے شمار ٹولیوں اور قبیلوں میں بٹا ہوا تھا ۔ لڑائی عموماً قبیلہ کے نام پر ہوا کرتی تھی اور پھر اس کا سلسلہ برس ہا برس اور نسل در نسل چلتا تھا ۔ چالیس پچاس برسوں تک مسلسل جنگ رہنا کوئی حیرانی اور اچنبھے کی بات نہ تھی ۔ مختصر یہ کہ پوری دنیا خونریزی ، غارت گری ، سفاکی اور نہ ختم ہونے والے سلسلہ جنگ کی زنجیروں میں جکڑی ہوئی تھی ۔ بیرون عرب آریوں نے طاقت پا کر غیر آریوں کو پامال کیا ہوا تھا ۔ برہمنوں اور چھتریوں نے شودروں کو غلام بنایا ۔ رومیوں نے افریقیوں پر غلبہ حاصل کر کے ان کو تہہ تیغ کیا ۔ یونانیوں نے ایران والوں کو کمزور پا کر خونریزی کی ۔ گاتھا اور گال نے بھی یہی کیا ۔ فرعونِ مصر نے خدائی کا دعویٰ کر کے کونسا ظلم ہے جو نہیں ڈھایا ۔ پوری دنیا کی صورت حال یہ تھی کہ قوی اور طاقتور کمزور پر حکمران تھے ۔ اور رعایا کی جان و مال اور عزت و آبرو سے کھیل کر دادِ عیش حاصل کرتے تھے ۔ یہ انہیں آخرت کے عذاب کا خوف تھا اور نہ عوام کی طرف سے پوچھ گچھ کا کوئی خطرہ ۔ عوام بیچارے انسان تھے ۔ مگر انسان شمار نہیں کیے جاتے تھے غلامی اور ظلم و ستم کی زنجیروں میں ایسے جکڑے

Marfat.com

ہوئے تھے کہ جانوروں کی طرح بے بس اور مجبور محض تھے۔ یہ دوسروں کی راحت کیلئے تھے ان کی راحت وخوشنودی کیلئے تھے جو ان کے آقا اور مالک بنے ہوئے تھے۔

ایسے خونریز اور تاریک دور میں اسلام کا سورج بو قبیس کی پہاڑی سے طلوع ہوا۔ اور اس کی نورانی کرنوں نے دیکھتے ہی دیکھتے سارے عرب کو بقعہ نور بنا دیا۔ ظلم و ستم کا گھٹا ٹوپ بادل چھٹ گیا اور کچلی ہوئی انسانیت نے دوبارہ کروٹ لی اور انسانی معاشرے کو ایک ایسا ضابطہ حیات نصیب ہوگیا جس نے جنگ وجدال کو امن و سلامتی اور نفرت و خونریزی کو اخوت و محبت میں تبدیل کر دیا۔ ایک جاہل، گنوار، اجڈ، فسادی اور جھگڑا معاشرے کو ایک شخص نے صرف چند سالوں میں پوری دنیا کیلئے امن وسلامتی اور محبت واخوت کا گہوارہ بنا دیا۔ وہ شخص نبی آخر الزمان محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات تھی۔ امن وسلامتی (اسلام) اس کا مذہب تھا اور وہ خود دنیا والوں کیلئے رحمت اور سلامتی کا موجب تھا۔

وما ارسلنٰک الا رحمۃ للعٰلمین ٥ اور ہم نے آپ کو تمام جہانوں کیلئے رحمت بنا کر بھیجا ہے۔

اسلام ہی وہ واحد مذہب ہے اور رسول مقبول ؐ کی ہی وہ پہلی شخصیت ہے۔ جن کی تعلیمات نے رنگ نسل اور ذات پات کی تمیز ختم کر کے انسانوں کے درمیان محبت، اخوت اور بھائی چارے کی بنیاد ڈالی۔ یہ پیغمبر امن واخوت کی اس تعلیم کا ہی اثر تھا کہ خلیفہ وقت اور غلام سفر میں باری باری اونٹ کی سواری کرتے اور پیدل چلتے تھے۔ آقا و غلام ایک ہی صف میں خدا کے حضور کھڑے ہوتے تھے۔ یہ اسی دائمی امن واخوت کی تعلیمات کا ہی اثر تھا کہ اس ملک میں جہاں اسلحہ اور تلوار کے بغیر کوئی گلیوں میں چل نہیں سکتا تھا وہاں ملک کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک بغیر کسی خوف کے سفر ہو سکتا تھا۔

اس کائنات میں امن واخوت کا نظام صرف اسی صورت میں قائم ہو سکتا ہے جب ان لوگوں اور ان عوامل کا قلع قمع کر دیا جائے۔ جو فساد پیدا کرنے والے ہیں۔ اگرچہ اسلام اپنے پیروکاروں کو ایسے عناصر وعوامل کے خلاف جہاد کا حکم دیتا ہے۔ جو زمین پر فساد پھیلاتے ہیں۔ لیکن اس کے باوجود بھی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات ایسے معاملات میں بھی جہاں جہاد کرنا، ناگزیر ہو جاتی تھی تلوار نکالنے والے آخری آدمی ہوتے تھے۔ پہلے اُن کی کوشش یہی ہوتی تھی کہ تبلیغ و دعوت سے ہی ایسے عناصر وعوامل پر قابو پا یا جائے۔ جہاں کہیں بھی امن، اخوت اور معاہدے کی گنجائش یا پیش کش ہوتی تھی۔ حضور صلی اللہ علیہ

Marfat.com

وآلہ وسلم فوراً ایسا کرنے پر راضی ہو جاتے تھے اور یہ ان قرآنی احکامات کی پیروی میں ہوتا تھا جس میں اللہ جل شانہ نے واضح طور پر ان الفاظ میں حکم صادر فرمایا ہے۔

وان جنحوا للسلم فاجنح لها وتوکل علی اللہ ط انہ هو السمیع العلیم ۰ (الانفال ، ۶۱)

ترجمہ : اور اے نبیؐ - اگر دشمن صلح و سلامتی کی طرف مائل ہوں تو تم بھی اس کیلئے آمادہ ہو جاؤ اور اللہ پر بھروسہ کرو، یقیناً وہی سب کچھ سننے اور جاننے والا ہے۔

بعض اوقات تو امن قائم کرنے کی خاطر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایسے معاہدے کرنے سے بھی گریز نہیں کیا جن میں چند ایسی شرائط بھی قبول کرنی پڑی تھیں جو شائد عام حالات میں ایک عام آدمی بھی قبول کرنا مناسب نہ سمجھے۔ صلح حدیبیہ اس کی واضح مثال ہے جس میں ایک شرط یہ بھی تھی کہ اگر مکہ والوں کا کوئی آدمی خواہ وہ مسلمان ہی کیوں نہ ہو بھاگ کر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آئے گا تو وہ اسے مکہ والوں کو واپس کر دیں گے لیکن قریش کے ہاتھ اگر مسلمانوں کا کوئی آدمی آئے گا تو وہ اسے واپس نہیں کریں گے۔ اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ابو جندل اور ابو بصیر کو واپس کر کے اس صلح نامے پر باقاعدہ عمل بھی کیا۔ اور امن کے فروغ کی خاطر ہی اسلام نے ایسے معاہدوں پر عمل درآمد کرنے کی تلقین کی ہے اور ان کی روگردانی سے روکا ہے۔ نمبرا

والذین اٰمنوا ولم یہاجروا ما لکم من ولایتہم من شیء حتی یہاجروا ج وان استنصروکم فی الدین فعلیکم النصر الا علی قوم بینکم وبینہم میثاق ط (الانفال : ۷۲)

ترجمہ : وہ لوگ جو ایمان تو لے آئے مگر ہجرت کر کے (دارالاسلام میں) آنہیں گئے تو ان سے تمہارا ولایت کا کوئی تعلق نہیں ہے۔ جب تک کہ وہ ہجرت کر کے نہ آجائیں۔ ہاں اگر وہ دین کے معاملہ میں تم سے مدد مانگیں تو ان کی مدد کرنا تم پر فرض ہے لیکن کسی ایسی قوم کے خلاف نہیں جس سے تمہارا معاہدہ ہو)۔

یعنی اسلام نے اپنی دینی بھائیوں کی مدد بین الاقوامی ذمہ داریوں اور اخلاقی حدود کا پاس رکھ کر کرنے کا حکم دیا ہے۔ اگر مسلمانوں پر کہیں ظلم ہو رہا ہو اور وہ اسلامی برادری کے تعلق کی بنا پر دارالاسلام کی حکومت اور اس کے باشندوں سے مدد

Marfat.com

مانگیں تو ان کا فرض ہے کہ اپنے مظلوم بھائیوں کی مدد کریں لیکن اگر ظلم کرنے والی قوم سے دارالاسلام سے معاہدانہ تعلقات ہوں تو اس صورت میں مظلوم مسلمانوں کی کوئی ایسی مدد نہیں کی جا سکے گی جو ان معاہدوں کی اخلاقی ذمہ داریوں کے خلاف پڑتی ہو۔ اسلامی تشریعت اس بات کو قطعاً جائز نہیں سمجھتی کہ مسلم حکومت جو معاملات کسی ملک یا قوم سے طے کرے ان کی اخلاقی ذمہ داریوں سے مسلمان قوم یا اس کے افراد سبکدوش رہیں البتہ حکومت دارالاسلام کے معاہدات کی پابندیاں صرف ان مسلمانوں پر ہی عائد ہوں گی۔ جو اس حکومت کے دائرہ عمل میں رہتے ہوں۔ اس دائرے سے باہر دنیا کے باقی مسلمان کسی طرح بھی ان ذمہ داریوں میں شریک نہ ہوں گے۔ یہی وجہ ہے کہ حدیبیہ میں جو صلح نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کفارِ مکہ سے کی تھی اس کی بنا پر کوئی پابندی حضرت ابوبصیر اور ان دوسرے مسلمانوں پر عائد نہیں ہوئی خاص کر جب وہ مدینہ کی ریاست سے دور عیص مین میں آباد ہو گئے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی کئی احادیث مبارکہ اور عملی اقدامات بھی اس چیز سے شاہد ہیں کہ حضور اکرمؐ نے معاہدے کئے ان پر عمل درآمد کیا اور مسلمانوں کو معاہدے نبھانے کی تلقین بھی کی۔

دین اسلام اور امن وسلامتی کا چولی دامن کا ساتھ ہے کیونکہ اسلام کا مطلب ہی جنت اور سلامتی ہے۔ اسلامی سلطنت کو دارالسّلام کا نام دیا گیا ہے۔ جس سے مراد ہے جنت اور اس کے معنی ہیں سلامتی کا گھر۔ امن کا گہوارہ۔ یعنی وہ جگہ جہاں کوئی آفت۔ کوئی نقصان، کوئی رنج، کوئی لڑائی، کوئی جھگڑا اور کوئی تکلیف نہ ہو۔

وَاللّٰہُ یَدْعُوٓا اِلٰی دَارِ السَّلٰمِ وَیَھْدِیْ مَنْ یَّشَآءُ اِلٰی صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ (یونس: ۲۵)

حتیٰ کہ خود جنت کی فضاء کو قرآن نے کئی جگہ پر امن یا سلامتی سے تعبیر کیا ہے۔[۱]

قَدْ فَصَّلْنَا الْاٰیٰتِ لِقَوْمٍ یَّذَّکَّرُوْنَ ٥ لَھُمْ دَارُ السَّلٰمِ عِنْدَ رَبِّھِمْ وَھُوَ وَلِیُّھُمْ بِمَا کَانُوْا یَعْمَلُوْنَ ٥ (الانعام ۱۲۸،۱۲۷)

اس میں کوئی شک نہیں کہ اسلام ایک مکمل ضابطہ حیات ہے اور اسی حوالے سے قرآن

۱۔ اسی طرح ملاحظہ ہو سورۃ یونس: آیت ۱۰ اور سورۃ الواقعہ: آیات ۲۵، ۲۶

Marfat.com

میں ایک جامع اور مکمل حیات ہے جو اجتماعی اور انفرادی زندگی کے تمام امور میں مکمل رہنمائی مہیا کرتا ہے۔ دشمنوں کے ساتھ جنگ، معاہدات اور امن و سلامتی کے اصول تو مسلمانوں کیلئے اس کتاب میں پوری طرح تفصیل کے ساتھ بیان کر ہی دیئے گئے ہیں اس کے ساتھ مسلمانوں کی آپس کی لڑائی کی صورت میں بھی دوسرے مسلمانوں کو جو اس لڑائی میں شریک نہ ہوں اس چیز کا حکم دیا گیا ہے کہ:

وان طآئفتن من المؤمنین اقتتلوا فاصلحوا بینہما فان بغت احدٰھما علی الاخریٰ فقاتلوا التی تبغی حتیٰ تفیٓء الیٰ امر اللہ فان فآءت فاصلحوا بینھما بالعدل و اقسطوا ان اللہ یحب المقسطین ۵ (الحجرات : ۹)

اور ان کے باہمی معاملات کی اصلاح کیلئے جس کے بس میں جو کوشش بھی وہ اسے صرف کر ڈالنی چاہیئے۔ فریقین کو لڑائی سے باز رہنے کی تلقین کی جائے۔ انہیں خدا سے ڈرایا جائے۔ نزاع کے اسباب معلوم کئے جائیں اور ان کے درمیان صلح کرا دی جائے اور اگر کسی وجہ سے صلح کرانے کی تمام کوشش ناکام ہو جائیں تو پھر یہ دیکھیں کہ حق پر کون ہے اور زیادتی کرنیوالا کون۔ جو حق پر ہو اس کا ساتھ دیں اور جو زیادتی کرنے والا ہو اس سے لڑیں اس لڑائی کا چونکہ اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے، اس لئے یہ واجب ہے اور جہاد کے حکم میں ہے۔ اور پھر محض صلح کرا دینے کا حکم نہیں ہے۔ بلکہ عدل و انصاف کے ساتھ صلح کرانے کا حکم ہے اس سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کی نگاہ میں وہ صلح کوئی قابل قدر چیز نہیں ہے جو حق اور باطل کے فرق کو نظر انداز کر کے محض لڑائی کو روکنے کیلئے کرائی جائے اور جس میں برسرِ حق گروہ کو دبا کر زیادتی کرنے والے گروہ کے ساتھ بے جا رعایت برتی جائے۔ صلح وہی صحیح ہے جو انصاف پر مبنی ہو۔

معاشرے میں امن و سلامتی کی خاطر بھی اسلام نے بدامنی اور فساد پھیلانے سے بار بار منع کیا ہے۔ اور بعض جگہ تو بدامنی اور فساد کو قتل سے بھی زیادہ ناپسندیدہ فعل قرار دیا ہے[۱]

والفتنۃ اشد من القتل ج (البقرۃ - ۱۹۱)

دراصل ایک ہی معاشرے میں بسنے والے انسانوں کے درمیان لڑائی، جھگڑا، فساد، بدامنی

---

[۱] : اسی طرح مزید ملاحظہ ہو سورۃ الاعراف : آیت ۵۶

Marfat.com

اور خونریزی اس وقت ہوتی ہے ۔ جب اس معاشرے کا کوئی باقاعدہ ڈھانچہ ، مقصدِ حیات طرزِ زندگی اور قانون نہ ہو ۔ جہاں ہر شخص کے حقوق متعین نہ ہوں ۔ فرائض واضح نہ ہوں لیکن رسولِ مقبول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے جس معاشرے کی بنیاد رکھی اس میں معاشرے کے تمام افراد اور اداروں کے حقوق کے ساتھ فرائض بھی متعین کر دیئے گئے ہیں ۔ ایسا پائیدار مقصد حیات ، طرزِ زندگی اور قوانین معاشرہ طے کر دیئے گئے ہیں جو معاشرے کے بڑے سے بڑے شخص حتیٰ کہ حاکم وقت اور چھوٹے سے چھوٹے شخص یعنی رعایا کیلئے یکساں طور پر لاگو ہوتے ہیں ۔ یہ قوانین ایسے ہیں جن کی روشنی میں اور جن کا سہارا لیکر ایک عام شخص بھی بھرے دربار میں خلیفہ وقت سے سوال کر سکتا ہے کہ آپ نے دو چادریں کیسے لے لیں جبکہ باقی سب کے حصے میں ایک ایک چادر آئی ہے اور خلیفہ وقت بھی اس سوال کو گستاخی حاکم قرار دینے کی بجائے دو چادریں رکھنے کی وضاحت ، محبت ، دلیل اور معقولیت پیش کرتا ہے اسلام میں اور شریعت محمدیؐ میں ماں ، باپ ، بہن بھائی ، خاوند ، بیوی ، ہمسایہ ، دوست غریب امیر ، یتیم ، مسکین ، متمول ، حاکم ، محکوم ، تاجر ، طالب علم ، استاد ، کسان غرضیکہ ہر ایک کے حقوق و فرائض کا تعین کر دیا گیا ہے ۔ اور یوں اسلامی معاشرے میں امن و سلامتی کی بنیادیں مضبوط کر دی گئیں ہیں ۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم دنیا کے وہ پہلے رہبر و رہنما ہیں جنہوں نے دوسرے مذاہب کے بارے میں بھی امن اور بھائی چارے کا درس دیا ہے ۔ انہوں نے مسلمانوں کو خدا اور اپنے علاوہ تمام انبیاء پر ایمان لانے کا درس دیا بلکہ لازمی قرار دیا ۔ تاریخ انسانی میں کوئی ایسا دوسرا رہنما ہمیں نظر نہیں آتا جس نے اپنے پیروکاروں کو اپنے مذہب کے علاوہ دوسرے مذاہب اور ان کے رہنماؤں پر بھی اسی طرح ایمان لانے کا درس دیا ہو جس طرح اپنے مذہب اور نبی پر ایمان لانے کا دیا گیا ۔ یہاں تک کہ اسلام میں کسی کے جھوٹے خداؤں کو بھی برا بھلا کہنے سے منع کر دیا گیا ہے ۔

وَلَا تَسُبُّوا الَّذِينَ يَدْعُونَ مِن دُونِ اللَّهِ فَيَسُبُّوا اللَّهَ عَدْوًا بِغَيْرِ عِلْمٍ ط

(الانعام - ۱۰۸)

حضور پر نور صلی اللہ علیہ وسلم نے تو امن و سلامتی کا خیال اس حد تک رکھا کہ ایک مسلمان کو دوسرے مسلمان کا مذاق اڑانے سے بھی منع فرمایا ہے ۔ اس داعی امن و اخوت کو

Marfat.com

تعلیمات اور عمل کو مد نظر رکھ کر ہم بلا توقف یہ کہہ سکتے ہیں۔ کہ

PEACE WAS THE KEYNOTE OF HIS LIFE

جہاں تک اخوت اور بھائی چارے کا تعلق ہے اسلام اور تعلیمات نبوی سے بڑھ کر کسی مذہب، کسی ازم، کسی فلسفے، کسی دھرم اور کسی نظریۂ حیات نے اس کا تصور اور عملی نمونہ پیش نہیں کیا۔ قرآن مجید کی کئی آیات اور احادیث نبوی تمام مسلمانوں کو بھائیوں کی طرح زندگی گزارنے اور معاملات طے کرنے کی تلقین کرتی ہیں، مثلاً

انما المؤمنون اخوۃ فاصلحوا بین اخویکم (الحجرات: ۱۰)

یہ آیت دنیا کے تمام مسلمانوں کی ایک عالمگیر برادری قائم کرتی ہے اور یہ اسی کی برکت ہے کہ کسی دوسرے دین یا مسلک کے پیروکاروں میں وہ اخوت اور بھائی چارہ نہیں پایا گیا جو مسلمانوں کے درمیان پایا جاتا ہے۔ اس حکم کی اہمیت اور اس کے تقاضوں کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ارشادات میں بہت اہمیت دی ہے۔ جن سے اس حکم کی پوری روح سمجھ میں آجاتی ہے۔

حضرت جریر بن عبداللہ رضؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے تین باتوں پر بیعت لی تھی۔ ایک یہ کہ نماز قائم کروں گا۔ دوسرے یہ کہ زکوٰۃ دیتا رہوں گا۔ تیسرے یہ کہ ہر مسلمان کا خیر خواہ رہوں گا۔ (بخاری کتاب الایمان)

حضرت عبداللہ بن عمر رضؓ سے مروی ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ مسلمان مسلمان کا بھائی ہوتا ہے نہ تو وہ اس پر ظلم کرے اور نہ اس کو ظلم کے حوالے کرے اور جو شخص اپنے بھائی کی حاجت روائی کی فکر میں ہوتا ہے اللہ تعالیٰ اس کی حاجت روائی کرتا ہے اور جو شخص مسلمان سے کسی مصیبت کو دور کرے گا تو اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کے مصائب دور کرے گا اور جس نے کسی مسلمان کی عیب پوشی کی تو اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کی عیب پوشی کرے گا (بخاری کتاب المظالم)۔

حضرت انس رضؓ سے مروی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ آپس میں بغض وحسد نہ رکھو، نہ کسی کی غیبت کرو۔ خدا کے سب بندوں کو بھائی چارے سے رہنا چاہیئے۔ کسی مسلمان کو اپنے بھائی سے تین دن سے زیادہ ناراضگی نہ رکھنا چاہیئے۔

(بخاری کتاب الادب)

Marfat.com

حضرت ابو سعید خدریؓ اور حضرت ابو ہریرہؓ کہتے ہیں کہ آپؐ نے فرمایا! مسلمان مسلمان کا بھائی ہے۔ وہ اس پر ظلم نہیں کرتا، اس کا ساتھ نہیں چھوڑتا اور اس کی تذلیل نہیں کرتا۔ ایک آدمی کیلئے یہی شر بہت ہے کہ وہ اپنے مسلمان بھائی کی تحقیر کرے۔ (مسند احمد)

حضرت سہیل بن سعد ساعدیؓ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد روایت کرتے ہیں کہ گروہ اہل ایمان کے ساتھ ایک مومن کا تعلق ویسا ہی ہے جیسے سر کے ساتھ جسم کا ہوتا ہے وہ اہل ایمان کی ہر تکلیف کو اسی طرح محسوس کرتا ہے۔ جس طرح سر جسم کے ہر حصے کا درد محسوس کرتا ہے۔ (مسند احمد)

اسی سے ملتا جلتا مضمون ایک اور حدیث میں ہے جس میں آپ نے فرمایا' مومنوں کی مثال آپس کی محبت، وابستگی اور ایک دوسرے پر رحم و شفقت کے معاملہ میں ایسی ہے جیسے ایک جسم کی حالت ہوتی ہے کہ اس کے کسی عضو کو بھی تکلیف ہو تو، سارا جسم اس پر بخار اور بے خوابی میں مبتلا ہو جاتا ہے۔ (بخاری و مسلم)

ایک اور حدیث میں آپ کا یہ ارشاد منقول ہوا ہے کہ مومن ایک دوسرے کے لئے ایک دیوار کی اینٹوں کی طرح ہوتے ہیں کہ ہر ایک دوسرے سے تقویت پاتا ہے۔
(بخاری کتاب الادب۔ ترمذی)

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مدینہ میں اسلامی سلطنت اور اسلامی معاشرے کی بنیاد رسم بھائی چارے اور اس عقد مواخات پر رکھی تھی جس کے تحت سن اوّل ہجری میں ہی پینتالیس پینتالیس اور ایک قول کے بموجب پچاس پچاس انصار اور مہاجرین کے درمیان رشتہ مواخات باندھا گیا تھا یہ عقد مواخات باہمی یگانگت میں ایک دوسرے کو مربوط کرتا تھا۔ لیکن یہ سب آیتہ کریمہ!

الوا الارحام بعضہم اولیٰ ببعض فی کتٰب اللہ (الانفال: ۷۵)

"یعنی اللہ کی کتاب میں خون کے رشتہ دار ایک دوسرے کے زیادہ حقدار ہیں"

کے نازل ہونے سے پہلے تھا۔ اس آیہ کریمہ کے نازل ہونے کے بعد عقد مواخات منسوخ ہو گئی۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ اس مواخات کیوجہ سے بعض لوگ یہ خیال کر رہے تھے کہ ان دینی بھائیوں کو حق توارث بھی مل گیا ہے۔ جس کی قرآن حکیم نے وضاحت کر دی۔ کہ وراثت کے معاملے میں دینی بھائی حق دار نہیں ہوں گے۔

Marfat.com

مسلمانوں کے درمیان یہ بھائی چارہ ، اخوت ومحبت خدا کا ایک گرانقدر عطیہ ہے جس کی بدولت مسلمان اپنے سے کئی گناہ بڑے دشمن پر بھاری تھے اور جس کی گواہی خود قرآن نے دی ہے۔

هوالذی ایدك بنصره وبالمؤمنين ٥ والف بينهم قلوبهم ط لو انفقت ما فی الارض جميعا ما الفت بينهم قلوبهم ولكن الله الف بينهم انه عزيز حكيم

(الانفال ۶۲، ۶۳)

یعنی وہی تو ہے جس نے اپنی مدد سے اور مومنوں کے ذریعہ سے تمہاری مدد کی اور مومنوں کے دل ایک دوسرے کے ساتھ جوڑ دیئے۔ تم روئے زمین کی ساری دولت خرچ کر ڈالتے ہو تو ان لوگوں کے دل نہ جوڑ سکتے تھے ، مگر وہ اللہ ہے جس نے ان لوگوں کے دل جوڑے ، یقیناً یہ

اشارہ ہے اس بھائی چارے اور الفت ومحبت کیطرف جو اللہ تعالیٰ نے ایمان والے اہل عرب کے درمیان پیدا کر کے ان کو ایک مضبوط جتھا بنا دیا تھا۔ لیکن اس جتھے کے افراد ان مختلف قبیلوں سے نکلے ہوئے تھے جن کے درمیان صدیوں سے دشمنیاں چلی آرہی تھیں۔ خصوصیت کے ساتھ اللہ کا یہ فضل اوس وخزرج کے معاملہ میں تو زیادہ نمایاں تھا۔ یہ دونوں قبیلے دو ہی سال پہلے تک ایک دوسرے کے خون کے پیاسے تھے۔ اور مشہور جنگ " بعاث " کو زیادہ دن نہیں گزرے تھے جن میں اوس نے خزرج کو اور خزرج نے اوس کو صفحہ ہستی سے مٹانے کا تہیہ کر لیا تھا۔ ایسی شدید عداوتوں کو دو تین سال کے اندر گہری دوستی وبرادری میں تبدیل کر دینا اور مختلف اجزاء کو جوڑ کر ایسی بنیان مرصوص بنا دینا یقیناً عام انسان کی طاقت سے بالاتر تھا۔ یہ ایک مدبر شخص ہی اللہ تعالیٰ کی تائید ونصرت کے ساتھ سرانجام دے سکتا ہے ، اور یہ مدبر شخص اس ہادی برحق کی ذات بابرکات تھی جس نے یہ صرف ریگستان عرب میں بلکہ پوری دنیا میں امن وسلامتی ، اخوت اور تہذیب کا ایک انقلاب برپا کیا۔

ضرورت اس امر کی ہے کہ اب جبکہ اس وقت تقریباً پوری دنیا جنگ وجدل میں مصروف ہے ، بے گناہوں کا خون بہایا جا رہا ہے ، شہر اور بستیاں توپوں سے نکلتی ہوئی آگ

Marfat.com

سے جل کر کھنڈرات میں تبدیل ہو رہی ہیں۔ سپر طاقتیں کمزور قوموں کو صفحۂ ہستی سے مٹانے کی درپے ہیں۔ طاقتور ملک، چھوٹے ملکوں کو دنیا کے نقشے سے ہی مٹانے کی کوشش میں ہیں۔ مسلمان آپس میں دست و گریباں ہیں۔ نام نہاد امن کی تحریکیں اور امن بریگیڈ دنیا میں امن و سلامتی قائم کرنے میں مکمل طور پر ناکام ہو چکے ہیں ایسے حالات میں اسلام کی تعلیمات کو بالعموم اور اسلام کے فلسفہ امن و اخوت کو بالخصوص اجاگر کیا جائے اور اس داعیٔ امن و اخوت کی تعلیمات، فرمودات اور سنن کو بروئے کار لاتے ہوئے اس سسکتی ہوئی انسانیت کو دم توڑنے سے بچایا جا سکتا ہے۔

Marfat.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم ہ

رسول صلی اللہ علیہ وسلم بحیثیت داعی امن واخوت

پروفیسر ڈاکٹر عبدالرحمان ، کوئٹہ

قومی سیرت کانفرنس ۱۹۸۹ء میں پیش کیے جانیوالے مقالات کیلئے سورۃ انفال کی آیت مقدسہ نمبر ۲۴ کو موضوع چنا گیا ہے ، پوری آیت یہ ہے : ۔

یاایھا الذین آمنوا استجیبوا للہ وللرسول اذا دعاکم لما یحییکم ط ۔

چونکہ یہ موضوع اس قدر وسیع ہے کہ اس پر ہزار صفحات کی کتاب تصنیف کیجا سکتی ہے لہٰذا نتیجتاً کوئی مقالہ نگار اسلامی معاشرے کے کسی جز کو اپنے مقالے کا موضوع بنائے گا ۔ دوسرا کسی اور جز کو منتخب کرے گا ۔ جس کیوجہ سے موصول شدہ مقالات کو صحیح تناظر میں جانچنا مشکل ہوگا ۔ لہٰذا اس مقالے کیلئے موضوع واضح کر دیا گیا ہے ۔ جس کا عنوان اب "پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم بحیثیت داعی امن واخوت" ہے ۔ تیرہ سالہ مکی اور دس سالہ مدنی زندگی میں حضور رسالتمآب علیہ الصلوٰۃ والسلام کی سیرت طیبہ کے تمام گوشے واضح ہو گئے ۔ حدیث کی تدوین اس کی چھان بین اور اس کے راویوں کی جرح و تعدیل کیوجہ سے ہمارے پاس ایک ایسا مواد موجود ہے ۔ جو کہ نقد و جرح کی بھٹی سے گزر کر کندن بن چکا ہے ، اور تنقید و تنقیح نے گندم کو بھوسے سے الگ کر دیا ہے ۔ اور حقائق بالکل واضح ہو چکے ہیں ، نبی کریم صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کی حیات طیبہ کا ہر گوشہ انسانیت کیلئے مشعل راہ ہے ، جس کی روشنی میں زندگی کی تاریک راہوں کو عبور کر کے آخرت کی ابدی حیات کی طرف بڑھا جا سکتا ہے ۔ نہ صرف یہ بلکہ اسوۂ حسنہ کی روشنی

Marfat.com

میں معاشرہ کیلئے ایک ایسا لائحہ عمل واضح ہو چکا ہے کہ جس پر عمل پیرا ہو کر دنیوی زندگی خوشگوار بنائی جا سکتی ہے۔ اور دائمی امن وسلامتی باہمی اخوت وبھائی چارے کی فضا قائم ہو سکتی ہے۔

موضوع دو حصوں پر مشتمل ہے، ایک حصہ ہے: پیغمبر اسلام علیہ الصلوٰۃ والسلام بحیثیت "داعی امن" اور دوسرا حصہ ہے "پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم بحیثیت داعی اخوت"

پہلے میں داعی امن کے موضوع کو لیتا ہوں۔ رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم کے لائے ہوئے دین اسلام جو کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا پسندیدہ دین ہے کا مقصد دنیا میں امن قائم کرنا، انسانیت کو فلاح و نجات کا راستہ دکھانا اور اضطراب وبےچینی کو امن وسکون سے بدلنا ہے۔ وہ فتنہ وفساد کو ہرگز پسند نہیں کرتا، قرآن مجید کی متعدد آیات میں ان کی مذمت اور برائی کا بیان موجود ہے، جن میں سے چند ایک یہ ہیں۔

١۔ وَلَا تُفْسِدُوْا فِی الْاَرْضِ بَعْدَ اِصْلَاحِهَا وَادْعُوْهُ خَوْفًا وَّطَمَعًا ط اِنَّ رَحْمَتَ اللّٰهِ قَرِيْبٌ مِّنَ الْمُحْسِنِيْنَ (الاعراف: ٥٦)

اور ملک میں اصلاح کے بعد فساد نہ پھیلانا اور خدا سے خوف کرتے ہوئے اور امید رکھ کر دعائیں مانگتے رہنا، کچھ شک نہیں کہ خدا کی رحمت نیکی کرنے والوں سے قریب ہے۔

٢۔ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُصْلِحُ عَمَلَ الْمُفْسِدِيْنَ o (یونس: ٨١)

خدا فساد پھیلانے والوں کے کام نہیں سنوارا کرتا۔

٣۔ وَالَّذِيْنَ يَنْقُضُوْنَ عَهْدَ اللّٰهِ مِنْ بَعْدِ مِيْثَاقِهٖ وَيَقْطَعُوْنَ مَآ اَمَرَ اللّٰهُ بِهٖٓ اَنْ يُّوْصَلَ وَيُفْسِدُوْنَ فِي الْاَرْضِ اُولٰٓئِكَ لَهُمُ اللَّعْنَةُ وَلَهُمْ سُوْٓءُ الدَّارِ ط (الرعد: ٢٥)

اور جو لوگ توڑتے ہیں اللہ کا عہد اسے مضبوط کرنے کے بعد، اور جن کے جوڑے رکھنے کا خدا نے حکم دیا ہے ان کو قطع کر دیتے اور ملک میں فساد کرتے ہیں، ایسوں پر لعنت ہے اور ان کے لئے گھر بھی برا ہے۔

٤۔ ظَهَرَ الْفَسَادُ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ

خشکی اور تری میں لوگوں کے اعمال کے سبب

Marfat.com

بما کسبت ایدی الناس لیذیقھم بعض الذی عملوا لعلھم یرجعون ۝ (الروم - ۴۱)

فساد پھیل گیا ہے۔ تاکہ خدا ان کو ان کے بعض اعمال کا مزہ چکھائے، عجب نہیں کہ وہ باز آجائیں۔

فتنہ و فساد کی شناعت و قباحت اور بدترین فعل ہونے کے بارے میں موجود تمام قرآنی آیات کا یہاں احاطہ کرنا مقصود نہیں ہے ۔ اسلیئے صرف چند آیات پر اکتفا کیا گیا ۔ ان آیات کریمہ سے صاف عیاں ہے کہ اللہ سبحانہ و تعالیٰ کو فساد مبغوض و ناپسند ہے ، وہ اپنے بندوں کیلیئے امن و سکون اور راحت چاہتا ہے ۔ امن کے حصول کے ذرائع کی نشاندہی فرماتا ہے ۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسّلام کی ایک حدیث ہے : ۔

عن عبد اللہ بن عمرو، ان رجلاً سئل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، ای الاسلام خیر؟ قال: تطعم الطعام وتقرء السلام علی من عرفت ومن لم تعرف۔ (بخاری)

عبد اللہ بن عمرو بن عاص رضی فرماتے ہیں کہ: ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا، اسلام کی کونسی خصلت اچھی ہے آپ نے فرمایا: کھانا کھلانا اور ہر ایک کو سلام کرنا (خواہ) اس سے تیری واقفیت ہو یا نہ ہو۔

دین اسلام نے فطرتِ انسانی کے وہ تمام اصول و قواعد سکھائے ہیں، جن کی پابندی سے اجتماعی اور معاشرتی ماحول میں خوشگوار فضا ہو اور انسان کو مہذب اور شائستہ بنانے کیلیئے ان قواعد کو زندگی کا لازمی جز قرار دیا ہے ۔ ان تہذیب اور شائستگی کی باتوں میں میل جول کے آداب بھی ہیں ۔ اور ان آداب میں سب سے اہم اوقات ملاقات میں امن و امان کا پیغام ہے ۔ ایک انسان دوسرے انسان کو بہتر سے بہتر جو دعا دے سکتا ہے وہ یہی ہے کہ دنیا اور آخرت دونوں کے اعتبار سے اس کی سلامتی کا خواہاں ہو ۔ اسلام نے دارین کی امن و سلامتی کے اس پیام کو السّلام علیکم کے دو مختصر لفظوں میں ترتیب دیا ہے ۔ ملاقات کرنیوالے جب ان لفظوں کو ادا کرتے ہیں تو توحش و بیگانگی کی بجائے اطمینان و یگانگت کی ایک لہر اور انس و محبت کا ایک جذبہ پاتے ہیں ۔ اس کیلیئے چھوٹے بڑے اور شناسا اور انجان کی تمیز نہیں ۔ البتہ تعلیم دی ہے کہ سلام کے ذریعے سے تواضع کا اظہار ہونا چاہیئے ۔ اسلیئے ضروری ہے کہ پیدل چلنے والے کو سوار، چھوٹا بڑے کو، گذرنے والا بیٹھنے والے کو اور چھوٹی جماعت

Marfat.com

بڑے جماعت کو سلام کرے، اور یہ بھی تعلیم دی ہے کہ جس شخص کو سلام کیا جائے، اس کا فرض ہے کہ اس سے بہتر طریقہ سے جواب دے، ورنہ کم از کم وہی الفاظ (وعلیکم السلام) دہرا دے۔

یہ تو تسلیم شدہ حقیقت ہے کہ امن کی ضد فساد ہے اور فساد کے بارے میں یہ بات زبان زد ہر خاص و عام ہے، کہ تمام فساد کی جڑ تین چیزیں ہیں جو یہ ہیں۔ زر، زمین اور زن، اگر غور سے دیکھا جائے، تو یہ چیزیں اپنی ذات میں وجہ فساد نہیں ہیں، بلکہ ان کا غلط استعمال وجہ نزاع بن کر امن و امان کو تہ و بالا کر دیتا ہے۔ لہٰذا اگر ان ہی تینوں کا صحیح استعمال کیا جائے، تو یہ وجہ فساد ہرگز نہیں بن سکتے، لہٰذا امن و امان کیلئے ایسے اقدامات اور ایسے اصولوں کی ضرورت ہے۔ جو کہ اس فساد کی جڑ کو بیخ و بن سے اکھاڑ دیں۔ اسلام نے کس طرح ایسے فتنوں کا سد باب کیا ہے۔ اس کیلئے آپ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات طیبہ پر ایک طائرانہ نظر ڈال جائیے۔ تو آپ کو معلوم ہوگا، کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا اسوۂ حسنہ کیا ہے نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے طلب مال کی نہ صرف نفی فرمائی ہے بلکہ اپنی زندگی میں اس سلسلے میں عملی نمونہ پیش فرمایا ہے۔ آپؐ کی زندگی بڑی عسرت میں گزری، فقر کو آپؐ نے پسند فرمایا، یہاں یہ یاد رہے، کہ فقر کے دو مفہوم ہیں۔ اول تنگی رزق جو کاہلی اور سستی کا نتیجہ ہو۔ بے عملی اور کاہلی سے آپؐ نے منع فرمایا۔ دوم، ماسوی اللہ سے بے نیازی، مال و متاع سے استغنا، جو ملے اس پر قناعت و شکر، یہی وہ فقر ہے جس پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نازاں تھے، اور فرماتے تھے: الفقر فخری یعنی مجھے فقر پر ناز ہے۔ اگر کسی وقت آپ کی خدمت میں کچھ مال آجاتا، تو آپؐ اسے تقسیم فرما دیتے تھے۔ ایک دفعہ کا واقعہ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بعجلت مسجد سے گھر تشریف لائے اور وجہ بیان کی، کہ مجھے یاد آیا کہ گھر میں سونے کا ایک ٹکڑا پڑا ہوا ہے اور مجھے ڈر ہوا، کہ کہیں رات اس طرح گزر نہ جائے کہ یہ سونے کا ٹکڑا گھر میں پڑا ہے۔ اس کے بعد ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ فرماتی ہیں، کہ تین تین چاند گزر جاتے تھے اور ہمارے گھر میں چولہا نہ جلتا تھا تصور کیجئے کہ یہ اس ہستی کے گھر کی حالت ہے، جو باعث تخلیق کائنات تھی۔ ایک اور حدیث میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم مسجد نبوی میں تھے۔ مسلمان ان دنوں عسرت تنگی اور ترشی کا شکار تھے۔ حضرت ابوبکر صدیق مسجد میں حاضر ہوئے، چونکہ نماز کا وقت تھا، آپؐ نے دریافت فرمایا کہ، ابوبکر! کیسے آنا ہوا؟ انہوں نے عرض کیا، کہ مجھے بھوک

Marfat.com

نے بے چین کیا، اور مسجد میں اس خیال سے آگیا ہوں۔ کہ شاید کھانے کو کوئی چیز مل جائے"۔
سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا! کہ میرا بھی یہی حال ہے، تھوڑی دیر کے بعد حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ تشریف لائے، ان سے بھی یہی سوال کیا گیا، تو انہوں نے جواب دیا، کہ خدا کی قسم بھوک کے سوا کسی چیز نے مجھے گھر سے نہیں نکالا" یہ بات تو آپ کو معلوم ہی ہے کہ غزوۂ احزاب میں صحابۂ کرام رض نے عرض کیا، یا رسول اللہ! بھوک اب ناقابل برداشت ہو گئی ہے لہذا اب مجبور ہو کر ہم نے پیٹ پر پتھر باندھ لیا ہے، آپؐ نے اپنا کرتہ مبارک اٹھایا، تو صحابۂ کرام رض نے عجیب طرفہ تماشا دیکھا کہ آپؐ نے پیٹ پر دو پتھر باندھ رکھے تھے۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کہ جس نے کسی کا مال ناجائز طور پر غصب کیا، اس کے تین پیسوں کے بدلے میں سات سو مقبول نمازیں مظلوم کو دیدی جائیں گی۔

فسادِ مال کی ایک وجہ چند ہاتھوں میں دولت کا ارتکاز بھی ہے۔ اسلام کا نظام وراثت اس رجحان کا قلع قمع کرتا ہے۔ اولاً تو دولت کا ارتکاز جائیداد تقسیم در تقسیم ہو کر ممکن ہی نہیں رہتا۔ اور پھر جملہ ورثاء کو اپنا اپنا حصہ ملنے کے بعد ارتکازِ دولت کا اسلام میں امکان نہیں رہتا اس کے علاوہ اسلام کا نظام زکوٰۃ و عشر اور خمس بھی دولت کے چند ہاتھوں میں جمع ہونے سے روکتا ہے۔ اور اس کو غرباء و مساکین کا حق قرار دیا گیا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کہ غرباء و مساکین کو جب بھی معاش کی تنگی ہوتی ہے، وہ اغنیاء کے زکوٰۃ نہ دینے کی وجہ سے ہوتی ہے۔ زکوٰۃ نہ دینے کی وعیدیں اس قدر ہیں کہ ایک مسلمان زکوٰۃ ادا نہ کرنے کے تصور ہی سے کانپ اٹھتا ہے۔ بی بی اسماء بنت یزید اور ان کی خالہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئیں۔ انہوں نے سونے کے کنگن پہنے ہوئے تھے۔ آپؐ نے ان سے دریافت فرمایا، کہ کیا تم نے اس کی زکوٰۃ ادا کر دی ہے؟ انہوں نے عرض کیا کہ نہیں۔ آپؐ نے فرمایا کہ کیا تم کو اس سے ڈر نہیں لگتا کہ تم کو اللہ تعالیٰ آگ کے کنگن پہنا دے۔ اس کی زکوٰۃ ادا کیا کرو۔ نیز آپؐ کا ارشاد ہے۔ کہ جس کو اللہ تعالیٰ نے مال دیا ہو، پھر اس کی وہ زکوٰۃ ادا نہ کرے، قیامت کے روز وہ مال ایک گنجے سانپ کی شکل بنا دیا جائے گا۔ جس کی دونوں آنکھوں پر دو سیاہ نقطے ہوں گے، اور اس کے گلے میں بطور طوق ڈال دیا جائے گا، پھر وہ سانپ اس کی دو باچھیں پکڑے گا اور کہے گا کہ میں تیرا مال ہوں، میں تیرا خزانہ ہوں۔ پھر اس کی تصدیق میں آپؐ نے یہ آیت پڑھی:۔

Marfat.com

ولا یحسبن الذین یبخلون بما آتاھم اللہ من فضلہ ھو خیراً لھم بل ھو شر لھم سیطوقون ما بخلوا بہ یوم القیمۃ الآیۃ۔

حضرت ابوہریرہ رضؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ، کوئی شخص سونے چاندی کا رکھنے والا ایسا نہیں جو اس کا حق (زکوٰۃ) نہ دیتا ہو، مگر اس کا یہ حال ہوگا) جب قیامت کا دن ہوگا، اس شخص کے (عذاب کے) لئے اس سونے چاندی کی تختیاں بنائی جائیں گی۔ پھر ان تختیوں کو جہنم کی آگ میں تپایا جائے گا، پھر ان سے اس کی کروٹ، پیشانی اور پشت کو داغ دیا جائے گا۔ جب وہ تختیاں ٹھنڈی ہونے لگیں گی، پھر دوبارہ ان کو تپا لیا جائے گا، یہ اس دن میں ہوگا، جس کی مقدار پچاس ہزار برس کی ہوگی۔

یہ تھے وہ آفاقی اصول جو کہ داعی امن نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے زر کے فسادات کا قلع قمع کرنے کیلئے وضع فرمائے، مگر جس طرح آخرت کیلئے جرم و سزا کا تصور ضروری ہے اسی طرح یہی اصول دنیوی امور میں بھی کارفرما ہیں۔ اصول مرتب ہونے کے بعد جب تک کہ جرم کے سرزد ہونے کی صورت میں مناسب و مؤثر اور عبرتناک سزا مجرم کو نہ دی جائے اس وقت تک اہل معاشرہ عبرت نہیں پکڑیں گے۔ اور اس طرح جرم ختم نہ ہوگا اور فتنے کا سد باب نہ ہوگا۔ جو کہ پائیدار امن کی ضمانت ہے۔ چوری اور سرقہ بالجبر کی صورت میں اسلام نے قطع ید اور جرم کے بار بار اعادہ کی حالت میں پہلے بایاں پاؤں کاٹا جائے گا۔ اور اگر مجرم پھر اپنے جرم کا ارتکاب کرے، تو یہ اس امر کی واضح علامت ہے کہ وہ اپنے وہ اعضاء جن سے معاشرہ کی خدمت کر کے ایک مفید فرد بن سکتا ہے، ان ہی اعضاء کو فساد پھیلانے کا باعث بنا رہا ہے، لہٰذا اب اس کا بایاں ہاتھ کاٹا جائے گا۔ تاکہ مخلوق اس کے شر سے محفوظ رہے۔ اسلام دشمن اور مغرب زدہ اشخاص قطع ید کو ظلم سے تعبیر کرتے ہیں۔ مگر وہ یہ بھول جاتے ہیں کہ کسی پھوڑے کے علاج کیلئے نشتر چلانا ضروری ہو جاتا ہے، اور یہی عمل درختوں کی اصلاح اور نشو و نما کیلئے ان کی شاخ تراشی کر کے کیا جاتا ہے۔ بصورت دیگر درخت اپنی افادیت کھو بیٹھتے ہیں۔ یہی افراد ایک اعتراض یہ کر بیٹھتے ہیں کہ اگر قطع ید کی سزا نافذ کی جائے، تو چونکہ مجرموں کی تعداد اسقدر زیادہ ہے کہ پاکستان کے ہر کوچہ و بازار اور گلی میں لنجے ہی لنجے نظر آئیں گے، یہ اعتراض بدنیتی پر مبنی ہے اور اس کی وجہ جرم کے ارتکاب کی صورت میں مؤثر سزا کا نہ ہونا ہے۔ اولاً قطع ید کیلئے شرائط

Marfat.com

اس قدر سخت ہیں کہ بڑی مشکل سے اس کی نوبت آتی ہے۔ تاہم یہ مشاہدہ ہے کہ سعودی عرب جہاں یہ قانون نافذ ہے، شاذ ہی کوئی ایسا شخص نظر آتا ہے کہ جس کا ہاتھ کٹا ہوا ہو۔ اس کی گواہی ہر وہ شخص جو حج بیت اللہ سے سرفراز ہو چکا ہو یقیناً دے گا، البتہ یہ امر بین ہے کہ وہاں چوری اور ڈکیتی کے واقعات خال خال ہی پیش آتے ہیں۔

دوسرا فتنہ زمین ہے، جس کی وجہ سے معاشرہ میں فساد اور نزاع کے واقعات ہوتے ہیں۔ اسلام نے اپنے قانون وراثت میں وارثوں کے حصے مقرر کر کے فساد کا سرچشمہ بند کر دیا، اس کے علاوہ عشری اور خراجی زمین کے احکام بتلا کر ملکیت زمین کا تعین کر دیا۔ کسی کی اراضی کو غصب کرنے کی صورت میں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے، کہ جس نے کسی کی بالشت بھر زمین غصب کی قیامت کے روز ساتوں زمینوں کا طوق بنا کر اس کے گلے میں ڈال دیا جائیگا۔

ایک اور عنصر جو باعث فتنہ اور پائیدار امن کے قیام میں مانع ہے وہ زن ہے، مستورات کی بے حرمتی کے واقعات تسلسل سے ہو رہے ہیں، زنا بالجبر اور اغواء کی وارداتوں کی خبروں سے اخبارات کے صفحات بھرے ہوتے ہیں۔ ایک عورت کے اغواء یا زنا کی صورت میں تمام خاندان ذلت و رسوائی کا شکار ہو جاتا ہے اور افراد خاندان کسی کو منہ دکھانے کے قابل نہیں رہتے۔ لہٰذا وہ اپنی عزت کی بحالی کے لئے قتل جیسے گھناؤنے فعل کا ارتکاب کرتے ہیں۔ لہٰذا امن کیلئے زنا کے واقعات کا سدباب سخت سزاؤں سے ہی ہو سکتا ہے، اسلام نے زنا کے مرتکب مرد و زن کیلئے اگر وہ شادی شدہ ہوں تو سنگساری کی سزا کو رائج کیا، ظاہر ہے کہ وہ افراد جو کہ شادی شدہ ہیں اپنی جنسی خواہشات اپنی منکوحہ سے باسانی پوری کر سکتے ہیں جو لوگ اس کے باوجود حلال سے ہٹ کر حرام فعل کا ارتکاب کرتے ہیں، وہ معاشرے کیلئے ناسور ہیں۔ جس کی وجہ سے وہ رجم کے مستحق ہوتے ہیں اور اگر زانی غیر شادی شدہ ہوں، تو اس صورت میں ان کو سو کوڑے مارے جائیں گے۔ قرآن پاک کا ارشاد ہے، جس وقت زنا کی حد مجرم پر جاری کی جائے، تو معاشرے کا ایک طبقہ موجود ہونا چاہیئے، تاکہ وہ زنا کے مرتکب افراد کی ذلت و رسوائی اور اذیت کا مشاہدہ کرے اور پورا معاشرہ عبرت پکڑے اور آئندہ کیلئے امن کی فضا قائم ہو۔

پرسکون معاشرے میں طلاطم برپا کرنے کیلئے قتل کرنا اور دوسرے کا خون ناحق بہانا بھی ایک سنگین جرم ہے یہ ایک ایسا گھناؤنا فعل ہے، جس سے پورے شہر بلکہ بعض

Marfat.com

اوقات پورے ملک میں سنسنی دوڑ جاتی ہے۔ اور پھر انتقاماً قتل در قتل کا ایک لامتناہی سلسلہ جاری ہو جاتا ہے، کھیتیاں اجڑ جاتی ہیں، کاروبار برباد ہو جاتے ہیں، سکون تہہ و بالا ہو جاتا ہے، ارشادِ ربانی ہے۔

انه من قتل نفساً بغیر نفسٍ او فسادٍ فی الارض فکانما قتل الناس جمیعاً ط ومن احیاھا فکانما احیا الناس جمیعاً ط (مائدہ - ۳۲)

جو شخص کسی کو (ناحق) قتل کرے گا (یعنی) بغیر اس کے کہ جان کا بدلہ لیا جائے یا ملک میں خرابی کرنے کی سزا دی جائے اس نے گویا تمام لوگوں کو قتل کیا اور جو اس زندگی کا موجب ہوا تو گویا تمام لوگوں کی زندگی کا موجب ہوا۔

نتیجہ یہ نکلا کہ ایک انسان کا قتل پوری انسانیت کا قتل ہے اور ایک انسان کی حیات پوری انسانیت کی حیات ہے۔ ارشادِ نبوی ہے کہ اگر دو مسلمان اس طرح لڑیں کہ ہر ایک دوسرے کو قتل کرنے کے درپے ہو تو قاتل اور مقتول دونوں جہنمی ہیں کیونکہ نیت دونوں کی قتل ہی کی تھی۔ اسلام نے قتل ناحق کی سزا قصاص مقرر کیا ہے، الا یہ کہ ورثاءِ مقتول قاتل سے دیت (خون بہا) لینے پر آمادہ ہوں، تو اس صورت میں مقررہ اصول کے مطابق بجائے قصاص لینے کے دیت ادا کی جاتی ہے۔

ایک اور بڑا فتنہ جو امن کو تہ و بالا کر دیتا ہے، شراب نوشی ہے، شراب نوشی کی فتنہ سامانیاں اور جنتر بدامانیاں اظہر من الشمس ہیں۔ پائیدار امن کیلئے ضروری ہے، کہ اس عادت بد کا قلع قمع کیا جائے۔ شراب نوشی کے اثرات صرف شرابی کی ذات تک محدود نہیں رہتے، بلکہ اہل خانہ کا سکون بھی غارت ہو جاتا ہے، معاشرہ اس سے متاثر ہوتا ہے، شرابی شراب نوشی کے علاوہ دوسری برائیوں مثلاً زنا، قمار بازی اور چوری وغیرہ کا بھی مرتکب ہو جاتا ہے۔ کیونکہ جس وقت اس کو شراب کی طلب ہوتی ہے تو وہ اپنی عزت نفس کو بالائے طاق رکھ کر شراب کے حصول کیلئے تمام حربے استعمال کرتا ہے۔ خاندان معاشی بدحالی کا شکار ہو جاتا ہے، شرابی نیک و بد میں تمیز نہیں کر سکتا، اس کی عزت و آبرو برباد ہو جاتی ہے۔ کہیں وہ شراب کے نشے میں لڑکھڑا رہا ہوتا ہے۔ کہیں وہ اصلی و فرضی دشمنوں کو للکار رہا ہوتا ہے اور کبھی گندی نالی میں گرا ہوا ہوتا ہے اور کتا اس کا منہ چاٹ رہا ہوتا ہے یا اس پر پیشاب کر رہا ہوتا ہے۔ شراب کی برائیوں کے سلسلے میں ماہنامہ ہمدرد صحت بابت اپریل ۱۹۸۹ء سے ایک اقتباس پیش کیا جاتا ہے۔

Marfat.com

" شراب نوشی کے نتیجے میں معاشرے کو ناقابل برداشت نقصانات کا سامنا ہے۔ ہر سال نشے کی حالت میں (DRIVING) کرتے ہوئے ان گنت افراد موت کا شکار ہو جاتے ہیں یا دوسروں کو لقمہ اجل بنا دیتے ہیں۔ اس عادت بد کے طفیل بے شمار خاندانوں میں علیحدگی ہو جاتی ہے اور لاتعداد افراد کے مستقبل تاریک ہو جاتے ہیں۔ چوری قتل و غارت گری اور زنا بالجبر کے جرائم ہوتے ہیں۔ ہر سال بے شمار افراد اس کے نشے میں خودکشی کا ارتکاب کرتے ہیں، ڈوب کر مر جاتے ہیں، آتش زنی کے واقعات رونما ہوتے ہیں۔ شراب کے استعمال سے ذہنی صحت تباہ ہو جاتی ہے اور بالآخر اس کے اثرات اولاد اور بچوں کی جذباتی صحت پر بدنما داغ چھوڑ جاتے ہیں۔ شراب کے طویل عرصے تک استعمال کے نتیجے میں خاص طور پر عورتوں میں جسمانی پیچیدگیوں کا اکثر ادراک نہیں کیا جاتا۔"

قیام امن کیلئے اسلام نے شرابی کے واسطے ۸۰ کوڑوں کی سخت سزا مقرر کی ہے۔ عرب معاشرے میں اسلام کے آنے سے پہلے شراب کا دور دورہ تھا پھر اسلام آیا، اور جب شراب کی حرمت کے احکام نازل ہوئے۔ تو مدینے کی گلی کوچے بہائی گئی شراب سے بھر گئے۔ نماز کسی حالت میں معاف نہیں ہے۔ مگر نشہ کی حالت میں نماز کی ممانعت ہے۔ کیونکہ اس احتمال کو نظرانداز نہیں کیا جا سکتا، کہ شرابی نشہ کی حالت میں نماز پڑھتے ہوئے کفریہ کلمات بک جائے، ارشاد ربانی ہے:۔

یا ایھا الذین آمنوا لا تقربوا الصلوٰۃ وانتم سکاریٰ حتیٰ تعلموا ما تقولون (النساء - ۴۳)	مومنو! جب تم نشے کی حالت میں ہو، جب تک (ان الفاظ کو) جو منہ سے کہو سمجھنے (نہ) لگو، نماز کے پاس نہ جاؤ۔

اس کے مقابلے میں یورپ میں شراب و تمدن کا ایک جزو بن کر رہ گئی ہے، بعض ممالک میں تو کھانے کے ساتھ پانی کا نہیں بلکہ شراب کے استعمال کا رواج ہے، جو کہ ام الخبائث ہے، اسلام شراب نوشی سے پیدا ہونے والے فتنوں کا کڑی سزا سے سدباب کرتا ہے۔ جبکہ دوسرے معاشروں میں عام تقریبات تو بجائے خود مذہبی رسوم میں بھی ام الخبائث کا استعمال لازم ہے۔ امن کی بربادی کا باعث قمار بازی بھی ہے، قمار باز ہمیشہ معاشی ناہمواریوں کا شکار رہتا ہے اور حقیقت میں یہ حب زر کے حرص و آز میں اس لعنت کا شکار ہو کر اپنا محدود و

Marfat.com

و محبوب سرمایہ بھی برباد کر دیتا ہے، قمار بازی یورپ کی زندگی کا ایک جزو لاینفک ہے۔ اس برائی کی چند مضمرات اظہر من الشمس ہیں۔ یہاں یہ دیکھنا بے جا نہ ہوگا، کہ انسداد قمار بازی کا قانون برسوں سے پاکستان میں نافذ ہے، مگر اس کے باوجود قمار بازی گھڑ سواری کی شکل بلکہ دوسرے الفاظ میں گھڑ سواری کی آڑ میں جاری و ساری ہے۔ ہر ہفتے لاہور اور کراچی میں کھلم کھلا ہزاروں افراد گھوڑوں پر شرطیں بدتے ہیں اور چند گھنٹوں میں لاکھوں نہیں کروڑوں روپے کا ہیر پھیر ہو جاتا ہے۔ ہم آئے دن اخباروں میں پڑھتے ہیں کہ فلاں جگہ سے پانچ قمار باز پکڑے گئے یا دس قمار بازوں کو عین موقع پر پولیس نے گرفتار کر لیا اور ان سے چند سو روپے برآمد ہوئے۔ مگر سمجھ نہیں آتی، کہ ان ہزاروں قمار بازوں کو جو کروڑوں روپے داؤ پر لگاتے ہیں، کس مصلحت یا کس جذبے کے تحت گرفتار نہیں کیا جاتا، اسلام میں ہر قسم کی قمار بازی کی ممانعت ہے۔ چاہے وہ پانسوں سے ہو یا دیگر آلات قمار بازی سے ہو، اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے شراب نوشی اور قمار بازی سے منع فرمایا ہے کیونکہ ان افعال سے آپس میں عداوت پیدا ہو جاتی ہے اور نماز سے لاپرواہی۔ ایسے واقعات بھی مشاہدے میں آئے ہیں کہ قمار باز جوئے میں اس حد تک منہمک تھا کہ وہ اپنے قریبی عزیز باپ یا بیٹے کے جنازے میں شریک نہ ہو سکا، اسلام قمار بازی کی حوصلہ شکنی کرتا ہے۔

امن کو برباد کرنے والی ایک اور چیز "فتنہ" ہے میری مراد فتنے سے افواہ سازی، تہمت تراشی اور مکاری اور چالاکی سے مختلف طبقات میں منافرت اور انتشار پیدا کرنا ہے، جس کی وجہ سے معاشرے کا ہر فرد بد اعتمادی کا شکار ہو جاتا ہے۔ نتیجتاً معاشرے کا شیرازہ بکھر جاتا ہے۔ کہیں یہ فتنہ لسانیت کا روپ اختیار کرتا ہے۔ کہیں قبائلی اور قومی عصبیت فتنوں کو جنم دیتی ہے جس کی وجہ سے لوگوں میں عدم تحفظ کا احساس پیدا ہوتا ہے۔ ایک پکا اور سچا مسلمان کبھی فتنوں کو ہوا نہ دے گا اور نہ معاشرے کے سکون کو غارت کریگا، خدا تعالیٰ کو فتنہ سخت نا پسند ہے، چنانچہ ارشاد ربانی ہے۔

الفتنۃُ اشد من القتل (البقرۃ-۱۹۱) — فتنہ قتل سے سخت تر (اور بدتر) ہے۔

واللہ لا یحب الفساد (البقرۃ-۲۰۵) — اللہ تعالیٰ فساد کو پسند نہیں کرتا۔

داعی امن نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ کی جانب سے نبوت سے سرفراز ہونے سے قبل ہی امن سے کس قدر دلچسپی تھی اس واقعہ سے اس کا پتہ چلتا ہے۔ آپؐ نے اپنے

Marfat.com

آغازِ شباب میں قریش کے مابین جنگ کے طویل سلسلے کو بند کرنے سے متعلق ایک معاہدے میں شرکت فرمائی تھی ۔ یہ معاہدہ تاریخ وسیر کی کتب میں "حلف الفضول" کے نام سے مشہور ہے ۔ اس معاہدے میں کہا گیا تھا ۔

۱۔ ہم میں سے ہر شخص ستم رسیدہ شخص کی حمایت و نصرت کرے گا ۔

۲۔ کوئی ظالم مکہ مکرمہ میں نہ رہ سکے گا ۔

یہ معاہدہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اس قدر عزیز تھا ، کہ آپؐ عہدِ نبوت میں فرمایا کرتے :

لقد شهدت فى دار عبد الله بن جدعان حلفا ما احب ان لى به حمر النعم ، ولو ادعى فى الاسلام لاجبت ۔

(ابن ہشام ج ۱ ، ص : ۱۴۲)

میں اس معاہدے کے موقع پر عبد اللہ بن جدعان کے گھر موجود تھا ۔ اس معاہدے کے مقابلے میں اگر مجھ کو سرخ اونٹ بھی دیئے جاتے میں نہ لیتا اور آج بھی ایسے معاہدے کیلئے کوئی بلائے تو میں حاضر ہوں ۔

اسلام کا مزاج عالمِ اسلام ، انسانیت کا احترام و تحفظ ہے ، انسانیت کی تحقیر و تذلیل اس کو گوارا نہیں ، حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اصولوں اور صداقتوں پر پورا پورا عمل کیا ہے اور دنیا والوں کو بتا دیا کہ اسلام امن و سلامتی اور صلح و آشتی کا دین ہے یہ رأفت و رحمت ، تحمل و بردباری اور عفو و درگزر کی تعلیم دیتا ہے ۔ صلح حدیبیہ کے موقع پر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے امن و سلامتی کی خاطر جس پیغمبرانہ صبر و تحمل اور حکمت و بصیرت کا مظاہرہ فرمایا ۔ وہ آپؐ جیسی داعی امن اور صلح و آشتی کی علم بردار ہستی ہی کا ہے کارنامہ ہو سکتا ہے ۔ فتح مکہ کے موقع پر کفارِ مکہ جو آپؐ کے سخت دشمن چلے آرہے تھے کے ساتھ جس وسیع القلبی اور عالی ظرفی کا ثبوت دیا ، اس کی نظیر تاریخ اقوام عالم میں نہیں ملتی ۔ دشمنوں سے انتقام لینا بجائے خود ان کی اذیتوں اور مظالم کو یکسر فراموش کر دیا ۔ اور فرمایا : ۔

لا تثریب علیکم الیوم اذهبوا انتم الطلقاء !

یعنی آج تم پر کوئی الزام نہیں جاؤ ! تم سب آزاد ہو ۔

مطلب یہ کہ تم سب کو معاف کر دیا گیا ہے ، تم سب کیلئے امن ہے ، چنانچہ ایسا ہی ہوا بجز تین مرد جو کہ خونی اور مرتد تھے اور ایک عورت کے جو کہ فاحشہ اور لونڈی تھی اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں گستاخی کرتی تھی اور آپؐ کی ہجو میں شرمناک گیت گایا کرتی تھی باقی سب کو

Marfat.com

معافی کا پروانہ مل گیا ۔ یہ ہے تعلیم داعی امن نبی الرحمت صلی اللہ علیہ وعلیٰ وآلہٖ وسلم کی ۔ اب ہم اس نتیجے پر پہنچتے ہیں کہ اگر معاشرے میں امن و امان قائم کرنا ہے تو داعی امن نبی کریم صلی اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جو سنہری اصول وضع فرمائے ہیں ان پر سختی سے عمل کیا جائے تاکہ معاشرہ امن کا گہوارہ بن جائے ۔

دراصل امن میں رخنہ ڈالنے والی چیزیں انسانی حرص و آز ، دوسرے کے حقوق کا احترام کرنے کی بجائے اس کو ان سے محروم کرنا اور لوگوں میں عدم مساوات ہیں ۔ داعی امن صلی اللہ علیہ وسلم نے متعدد مواقع پر ان چیزوں کی مذمت فرمائی اور امن کے قیام کا زریں اصول مساوات وضع فرمایا ۔ ان ہی اصولوں کی بدولت لوگوں کی کایا پلٹ گئی ۔ خلیفۃ المسلمین حضرت فاروق اعظم رضی حضرت بلال حبشی رضی کو یا سیدی کہہ کر پکارتے تھے ۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنی پھوپھی زاد بہن حضرت زینب رضی کا نکاح حضرت زید رضی جو آپ صلی کے غلام تھے سے کر دیا حالانکہ خاندان کے اعتبار سے حضرت زینب رضی اور حضرت زید رضی میں زمین و آسمان کا فرق تھا ۔ حجۃ الوداع کے موقع پر آپ صلی نے واشگاف انداز میں اعلان فرمایا : آج کسی گورے کو کسی کالے پر اور کسی عربی کو کسی عجمی پر کوئی فضیلت یا برتری نہیں ہے بلکہ فضیلت کا معیار تقویٰ ہے ۔ قرآن کریم نے بھی یہی ارشاد فرمایا ۔

ان اکرمکم عند اللہ اتقاکم — بے شک خدا کے ہاں تم میں معزز ترین وہ (شخص) ہے جو زیادہ متقی ہو ۔
(الحجرات : ۱۳)

ظاہر ہے کہ جس میں تقویٰ ہو ۔ وہ کسی کا حق غصب کرنے کے بارے میں سوچ بھی نہیں سکتا غصب تو ایک طرف رہا وہ تو ایثار سے کام لیگا ۔ جس کا مطلب ہے کہ اپنے بھائی کی ضرورت کو اپنی ضرورت پر ترجیح دینا ۔ چشم فلک نے وہ تماشا دیکھا کہ میدان جنگ میں جب کہ قریب المرگ شہیدوں کو العطش العطش پکارنے پر مجبور کیا ، تو پانی کا پیالہ لایا گیا ، اتنے میں دوسری طرف سے العطش کی آواز آئی ، شہید نے پیالہ اپنے منہ سے ہٹالیا اور دوسری طرف بڑھایا ۔ اسی طرح متعدد شہداء نے خود اپنی پیاس نہیں بجھائی بلکہ پانی کا پیالہ آگے بڑھاتے رہے ۔ یہاں تک خود پیاس کی حالت میں جاں بحق ہو گئے ۔ امن کا وہ دور جادورہ ہوا کہ زیور سے لدی پھندی عورت دمشق سے چل کر مدینہ منورہ تک پہنچتی ہے مگر اس سے کوئی تعرض نہیں کرتا ۔ یہ تھے داخلی امن کے زریں اصول اور اس کے فوائد و ثمرات اور برکات کی ایک جھلک ۔

Marfat.com

داعیٔ امن و سلامتی نے دنیا میں امن قائم کرنے کے اصول بھی وضع فرمائے ۔ چنانچہ اسلام نے طاقتور ملک کے کمزور ملک پر قبضہ کرنے اور اس کی دولت چھیننے کیلئے حملہ کرنے کو نہایت ہی ناپسندیدہ فعل قرار دیا ۔ اسلام صرف دفاع یا فتنے کے انسداد کیلئے جنگ کی اجازت دیتا ہے ۔ کسی شاعر نے کیا خوب کہا ہے :۔

رسمِ جہادِ حق کی اقامت کے واسطے
کمزور و ناتواں کی حمایت کے واسطے
انصاف، امن اور عدالت کے واسطے
خیر الممات مرگ شہادت کے واسطے

یا بقول علامہ اقبالؒ :۔

شہادت ہے مقصود و مطلوب مومن
نہ مالِ غنیمت نہ کشور کشائی ،،

دنیا میں امن کی بربادی کا ایک بڑا سبب معاہدات کی خلاف ورزی ہے ۔ قرآن مجید میں متعدد مقامات پر معاہدات کی پابندی کی تاکید کی گئی ہے ، مثلاً ارشادِ ربانی ہے :۔

۱۔ واوفوا بعهد الله اذا عاهدتم ولا تنقضوا الایمان بعد توکیدها	عہد پورا کرو جب تم خدا سے عہد کر چکو ، اور قسموں کو پختہ کرنے کے بعد نہ توڑو ۔
۲۔ ولا تکونوا کالتی نقضت غزلها من بعد قوة انکاثا تتخذون ایمانکم دخلا بینکم ان تکون امة هی اربی من امة (النحل ۔ ۹۲)	اس عورت کی طرح نہ بن جاؤ ، جو سوت کاتنے کے بعد اس کو خود ہی توڑ ڈالتی ہے ، اپنی قسموں (معاہدات) کو باہمی دھوکے کا ذریعہ نہ بناؤ ، اس خیال سے کہ ایک جماعت دوسری جماعت سے زیادہ فائدہ میں رہے ۔
۳۔ والموفون بعهدهم اذا عاهدوا (بقرہ : ۱۸۷)	اور اپنے عہدوں کو پورا کرنے والے ہوتے ہیں ، جب وہ عہد باندھتے ہیں ۔

امنِ عالم کے لئے ارشاد ہے :۔

Marfat.com

وان طائفتان من المؤمنین اقتتلوا فاصلحوا بینہما فان بغت احدٰھما علی الاخریٰ فقاتلوا التی تبغی حتیٰ تفیٓء الیٰ امر اللہ ، فان فآءت فاصلحوا بینہما بالعدل واقسطوا ان اللہ یحب المقسطین۔
(حجرات - ۹)

اور اگر مومنوں میں سے دو گروہ جنگ کریں ، تو ان میں صلح کرادو ، پس اگر ایک دوسرے پر زیادتی کرتا ہے تو اس سے جنگ کرو جو زیادتی پر ہے ۔ یہاں تک کہ وہ اللہ کے حکم کی طرف رجوع کرے پس اگر وہ رجوع کرے تو ان کے درمیان عدل سے صلح کرادو اور انصاف کرو ، کیونکہ اللہ انصاف کرنے والوں کو پسند کرتا ہے ۔

امن عالم کا ایک اور سنہری اصول حق میں تعاون اور باطل میں عدم تعاون ہے ۔ ارشادِ خداوندی ہے :-

وتعاونوا علی البرّ والتقویٰ ولا تعاونوا علی الاثم والعدوان۔
(المائدہ - ۲)

اور نیکی اور تقویٰ پر ایک دوسرے کی مدد کرو اور گناہ اور زیادتی پر ایک دوسرے کی مدد نہ کرو۔

اگر اقوام اس اصول پر عمل کریں تو دنیا میں فساد کا نام و نشان نہ رہے ، مشاہدہ ہے کہ حق کی بجائے دوسرے مصالح کی بناء پر قومیں باطل کی طرف داری شروع کر دیتی ہیں ، جن کی وجہ سے باطل قوتیں مضبوط ہو جاتی ہیں اور دنیا میں فساد برپا ہو جاتا ہے ۔ دنیا میں فساد کی ایک بڑی وجہ یہ بھی ہے کہ حکومتیں اپنے سیاسی مفادات کے پیشِ نظر شہادت حق کو چھپاتی ہیں اور عدل و انصاف کی پاسداری نہیں کرتیں ۔ جس کے نتیجے میں باطل قوتیں مضبوط جڑیں پکڑتی جا رہی ہیں اور امن کا لودامن چھتا چلا جا رہا ہے ۔ عدل و انصاف کے اصولوں کی خلاف ورزی کا بدترین مظاہرہ امریکہ اسرائیل سے تعاون کرکے فلسطینیوں پر ظلم و ستم کے پہاڑ ڈھانے کا باعث بن رہا ہے اور دوسری بڑی قوت افغانستان میں نجیب حکومت کی طرف داری کرکے اب تک پندرہ لاکھ افغانیوں کی ہلاکت اور پچاس لاکھ افغانیوں کی ہجرت کا باعث بنی ہوئی ہے اور افغانستان میں خون اور بارود کے کھیل کی ہولناک ہولی کھیلی رہی ہے ۔

دنیا میں امن کی تباہی و بربادی کا سبب نسلی عصبیت بھی ہے ۔ دوسری عالمی جنگ صرف نازیت کی برتری کیلئے لڑی گئی ، جس میں کروڑوں افراد لقمہ اجل بن گئے اور لاکھوں کروڑوں

Marfat.com

عورتیں اور بچے بیوگی اور یتیمی کا داغ دھونے کیلئے رہ گئے ۔ مگر حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کا اصول امن دیکھئے، فرماتے ہیں ۔

" اے لوگو ! بے شک تمہارا رب ایک ہے اور بے شک تمہارا باپ ایک ہے عربی کو عجمی پر اور عجمی کو عربی پر، سرخ کو سیاہ پر اور سیاہ کو سرخ پر کوئی فضیلت نہیں ، مگر تقوی کے سبب ۔ انما المؤمنون اخوۃ

یعنی ؛ اسلام کا مزاج باہمی بھائی بندی اور ملنساری کا ہے ۔

اجنبیت پسندی اور بیگانہ روش کا نہیں تمام کلمہ پڑھنے والے دینی رشتے میں منسلک ہیں۔ اس لئے سب آپس میں بھائی بھائی ہیں ۔

ان الناس کلھم اخوۃ ۔ اسلام کا مزاج عالمی بھائی چارے کا ہے کہ تمام انسان بھائیوں کی طرح رہیں ۔ خواہ کوئی بھی قوم ہو، اور کسی بھی مذہب کی ماننے والی ہو، استحصال یا گروہ سازیوں کے ذریعے بھائی کو بھائی سے جدا کر دینے کا نہیں ۔

یہ ہے وہ مختصر سا خاکہ جو داعی امن علیہ السلام نے عالمگیر برادری کے تصور اور دنیا میں امن قائم کرنے کے بابت قرار دیا ہے ، ان اصولوں پر عمل کر کے یہ دنیا حقیقی امن سے ہمکنار ہو سکتی ہے اور عالم انسانیت کو مساوات، اخوت اور سکون نصیب ہو سکے گا ۔

یہاں اس کا ذکر خالی از دلچسپی نہ ہو گا ۔ کہ آج سے ٹھیک دو سو سال پہلے ۱۷۸۹ء میں فرانس میں ایک انقلاب آیا تھا جس میں انقلابیوں نے بڑے خوش نما نعرے لگائے جو یہ تھے ۔ LIBERTY , FARATERNITY AND EQUALITY

یعنی حریت ، اخوت اور مساوات ، اس انقلاب کے نتیجے میں یہ مقاصد تو حاصل نہ ہو سکے ۔ البتہ کشت و خون کا بازار گرم ہو گیا ۔ پہلے انقلابیوں کی طرف سے اور بعد میں خود انقلابیوں کو گلوٹین سے قتل کر دیا گیا ۔ مگر اسلام نے اخوت و مساوات کے جو سنہری اصول قائم کئے وہ آج بھی دنیا بھر میں موثر اور قابل عمل ہیں ۔ یہ اصول آفاقی ہیں، زمان و مکان کی قید سے یہ ماوریٰ ہیں ۔

مقالے کا ایک جز یعنی نبی کریم صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم بحیثیت داعی امن ہو چکا ۔ اب میں دوسرے جز یعنی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بحیثیت داعی امن و اخوت بیان کرتا ہوں ۔ اخوت کا مادہ اخ ہے ۔ جس کے معنی ہیں بھائی ۔ تو اخوت کے معنی ہوئے ، بھائی چارہ، وسیع

Marfat.com

مفہوم یہ ہے ۔ بھائی چارہ قائم کرنا اور پھر اس کو نبھانا ۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ منورہ ہجرت کرنے کے بعد مہاجرین و انصار میں اخوت قائم کی ۔ جس کو عقد مواخاۃ کہا جاتا ہے ایک مہاجر کو ایک انصار کا بھائی بنایا گیا ۔ انصار نے اخوت کا بے مثال مظاہرہ کیا ۔ اپنے مہاجر بھائی کو اپنے اثاثے میں حصہ دار بنایا ۔ یہاں تک کہ بعض انصار نے جن کی دو بیویاں تھیں ، ایک کو طلاق دے دی تاکہ اس کا مہاجر بھائی اس سے نکاح کر سکے ۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے تمام مسلمانوں میں انما المؤمنون اخوۃ کا اصول قائم کر کے اخوت کو فروغ دیا ۔ اخوت کا تقاضا ہے کہ باہم محبت و مودت اور ایثار و قربانی ہو ۔ آپ نے فرمایا :۔

لا یؤمن احدکم حتی یحب لاخیہ ما یحب لنفسہ ، (بخاری)

کوئی تم میں سے اس وقت تک پورا مسلمان نہیں ہو سکتا ، جب تک اپنے مسلمان بھائی کے لئے وہی نہ چاہے جو اپنے لئے چاہتا ہے ۔

آپ نے اخوت کا وہ عظیم اصول فرمایا ، اگر اس پر عمل کیا جائے ، تو دنیا تمام نفاق و انتشار سے پاک ہو جائے ، آپ نے فرمایا :۔

المسلم من سلم المسلمون من لسانہ و یدہ ۔ (بخاری)

مسلمان وہ ہے جس کی زبان اور ہاتھ سے (دوسرے) مسلمان محفوظ رہیں ۔

کعبہ شریف کی عظمت مسلمہ ہے اور ہر مسلمان کی زندگی بھر کی تمنا زیارت حرمین شریفین ہے ۔ توجہ سے سنیئے ! ایک مسلمان کی جان و مال اور عزت و آبرو کی کیا عظمت ہے ۔ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک بار طواف کے دوران خانہ کعبہ کو مخاطب کر کے فرمایا ۔ کتنا پاکیزہ ہے تو ! اور کتنی خوشگوار فضا تیری ، کتنا عظیم ہے تو اور کتنا محترم ہے تیرا مقام ! مگر اس خدا کی قسم ، جس کے قبضے میں محمد کی جان ہے ، ایک مسلمان کی جان اور اس کے مال کا احترام اللہ کے نزدیک تیری حرمت سے زیادہ ہے) (ابن ماجہ) ۔

اخوت کیلئے حقوق کی ادائیگی نہایت ضروری ہے ۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ! " جیسے موت ہمارے لئے نہیں بلکہ دوسروں کیلئے ہے اور گویا حقوق کی ادائیگی ہم پر نہیں ، بلکہ محض دوسرے لوگوں پر واجب ہے اور جن مردوں کے ساتھ ہم قبرستان تک آتے ہیں گویا وہ چند دن کے مسافر ہیں ۔ جو واپس آکر ہم سے ملیں گے ، ہم ان کو دفن کر دیتے ہیں ۔ اور ان کا مال ایسے اطمینان سے کھاتے ہیں ، جیسے ہم کو ان کے بعد دنیا میں ہمیشہ ہمیشہ رہنا ہے ۔

Marfat.com

مبارکباد ہے اس کیلئے جو اپنے عیوب پر نظر کر کے دوسروں کی عیب جوئی سے بچا رہا۔ اور جس نے لوگوں کو اپنے شر سے محفوظ رکھا۔

(رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا خطبہ ۔۔۔۔ اعجاز القرآن)

نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا، ایک مسلمان کے دوسرے مسلمان پر چھ حقوق ہیں:۔

۱۔ جب اس سے ملتا ہو تو سلام کرو ۲۔ جب وہ تجھ کو بلائے تو قبول کرو

۳۔ جب خیر خواہی چاہے تو خیر خواہی کرو ۴۔ جب چھینک لے اور الحمد للہ کہے، تو یرحمک اللہ کہو

۵۔ جب بیمار ہو جائے تو اس کی عیادت کرو اور جب مر جائے تو جنازہ کے ساتھ جائے (صحیح مسلم)

طبرانی میں کچھ مزید حقوق کا ذکر ہے جو یہ ہیں۔

۷۔ اگر ادھار مانگے تو اس کو قرض دے ۸۔ ننگا ہے تو اس کو کپڑے پہنائے

۹۔ خوشی میں مبارکباد دے، مصیبت میں تسلی دے۔

۱۰۔ اپنے مکان کو اس کے مکان سے اونچا نہ کرے۔ ۱۱۔ اور اپنے چولہے کے دھویں سے اس کو ایذا نہ پہنچائے (طبرانی)

آپؐ نے فرمایا: کہ مسلمان کو برا بھلا کہنا فسق ہے اور اس سے لڑنا کفر ہے (بخاری و مسلم)

وہ شخص ملعون ہے جو کسی مسلمان کو ضرر پہنچائے یا اس کے ساتھ فریب کرے (ترمذی)۔

منافق کی آپؐ نے تین نشانیاں بتائی ہیں:۔

۱۔ جب وعدہ کرے ایفا نہ کرے ۲۔ جب جھگڑے تو گالی بکے

۳۔ جب امانت رکھی جائے تو خیانت کرے

آپؐ نے فرمایا! کہ جو شخص بیوہ اور غریبوں کے کام میں سعی کرے، وہ اس شخص کے برابر ہے جو جہاد میں سعی کرے (بخاری و مسلم)۔

آپؐ کا ارشاد ہے:

واللہ فی عون العبد مادام العبد فی عون اخیہ، اللہ تعالیٰ بندے کی مدد اس وقت تک کرتا رہتا ہے جب تک کہ بندہ اپنے بھائی کی مدد کرتا رہتا ہے۔

ایک اور حدیث میں یوں ارشاد فرمایا ہے۔ تم مسلمانوں کو باہمی ہمدردی اور باہمی محبت میں ایسا دیکھو گے۔ جیسے بدن ہوتا ہے۔ جب اسکے کسی عضو میں تکلیف ہوتی ہے، تو تمام بدن بدخوابی

Marfat.com

اور بیماری میں اس کا ساتھ دیتا ہے (بخاری و مسلم) ایک اور حدیث میں آپؐ نے فرمایا،

المسلم اخو المسلم لا یظلمه ولا یسلمه ومن کان فی حاجة اخیه کان الله فی حاجته ومن فرج عن مسلم فرج الله عنه کربة من کرب یوم القیامة ومن ستر مسلماً ستره الله یوم القیامه (بخاری و مسلم)

ایک مسلمان دوسرے مسلمان کا بھائی ہے وہ اس پر نہ خود ظلم کرتا ہے اور نہ اس کو کسی (ظالم) کے حوالہ کرتا ہے اور جو شخص اپنے بھائی کی ضرورت و حاجت پوری کرنے میں لگا رہتا ہے، اللہ تعالیٰ اس کی حاجت پوری کرتا رہتا ہے اور جس نے کسی مسلمان کی کوئی تکلیف دور کی، تو اللہ تعالیٰ اس سے قیامت کی کوئی تکلیف دور کرے گا اور جس نے کسی مسلمان کی عیب پوشی کی، اللہ تعالیٰ قیامت کے روز اس کی عیب پوشی کرے گا۔

ہم غیبت کو ایک معمولی چیز سمجھتے ہیں اور کوئی مجلس غیبت سے خالی نہیں ہوتی۔ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا! کہ غیبت یہ ہے کہ اپنے مسلمان بھائی کا پیٹھ پیچھے ایسا ذکر کرنا کہ اگر اسے معلوم ہو تو اسے ناگوار ہو۔ عرض کیا گیا، کہ اگر میرے بھائی میں وہ بات موجود ہو جو میں کہتا ہوں، آپؐ نے فرمایا، کہ اگر وہ بات اس میں موجود ہو جو تو کہتا ہے تب تو تو نے اس کی غیبت کی، اور اگر نہیں ہے تو تو نے اس پر بہتان باندھا (مسلم) آپؐ نے فرمایا: کہ غیبت زنا سے زیادہ سنگین ہے۔ کیونکہ زانی اگر توبہ کرے تو اس کی معافی اور مغفرت ہو سکتی ہے۔ مگر غیبت کرنے والے کو جب تک وہ شخص جس کی غیبت کی گئی ہے معاف نہ کرے اس کی معافی اور بخشش اللہ تعالیٰ کی طرف سے نہ ہوگی (بیہقی شعب الایمان)

حجۃ الوداع کے خطبے میں آپؐ نے فرمایا! کہ مسلمان کی جان و مال کی اس طرح حرمت ہے جس طرح آج کے دن کی عزت ہے۔ اس سلسلے میں چند احادیث ملاحظہ ہوں۔

۱۔ آپؐ نے فرمایا! کہ آدمی کیلئے یہ شر کافی ہے کہ وہ اپنے مسلمان بھائی کو حقیر سمجھے مسلمان کی ساری چیزیں، اس کی جان، اس کا مال اور اس کی آبرو دوسرے مسلمان پر حرام ہے۔ (مسلم)

Marfat.com

۲۔ آپؐ نے فرمایا ! جو کسی پریشان حال کی مدد کرے ، اللہ تعالیٰ اس کیلئے تہتر مغفرتیں قیامت کے دن لکھے گا ۔ جن میں سے ایک مغفرت تو اس کے دنیا کے کاموں کی اصلاح کیلئے ہے ۔ باقی بہتر مغفرتیں قیامت کے دن اس کیلئے درجات ہو جائیں گی ۔۔۔

(بیہقی ۔۔ مشکواۃ)

آپؐ نے فرمایا !

کہ مومن اپنے بھائی کا آئینہ ہے جب کوئی اس میں کوئی عیب دیکھتا ہے تو اس کی اصلاح کی طرف توجہ دیتا ہے (بخاری ۔ ادب المفرد) آئینے کی یہ خصوصیت ہے کہ وہ دیکھنے والے پر اس کا عیب ظاہر کر دیتا ہے ، مگر دوسرے سے اس کا ذکر نہیں کرتا ۔

آپؐ نے فرمایا !

تھادوا تحابوا (ایک دوسرے کو) ہدیہ دیا کرو ، اس سے آپس میں محبت بڑھتی ہے ۔

(مشکواۃ)

آپؐ نے فرمایا !

کہ وہ سات آدمی ہیں جن کو بروز قیامت جبکہ سایۂ خداوندی کے سوا کوئی اور سایہ نہ ہوگا اللہ تعالیٰ ان کو اپنے سایہ تلے جگہ دیں گے ، ان میں سے وہ دو آدمی بھی ہیں کہ جنہوں نے (صرف اللہ کی رضا کیلئے) باہم محبت کی ، اسی پر جڑے رہے ، اور اسی پر جدا ہوئے ۔

(بخاری ۔۔ مسلم) ۔

جس طرح میں پہلے عرض کر چکا ہوں ، کہ اخوت کا تقاضا ہے ، کہ ایثار و قربانی کا جذبہ اپنے اندر پیدا کیا جائے ۔ مسلمانوں نے اس کا عملی مظاہرہ کر کے دکھایا ہے ۔ مدینہ منورہ میں ابتدا میں تنگی ترشی کا دور مسلمانوں پر گزر رہا ہے ۔ ایک دفعہ ایک مہمان حضور علیہ الصلواۃ والسلام کی خدمت میں حاضر ہوا ۔ آپؐ کے پاس اس کو کھلانے کیلئے کچھ نہ تھا ، آپؐ نے فرمایا ! کون ہے جو اس کو اپنا مہمان بنائے ، ایک صحابی نے اس کو مہمان بنانے کی پیشکش کی ، چنانچہ مہمان کو ساتھ لے کر وہ صحابی گھر پہنچا ، مگر گھر میں کھانا صرف اس قدر تھا ، کہ صرف مہمان کیلئے کافی ہو سکتا تھا ، لہذا انہوں نے بچوں کو بہلا کر بھوکا سلا دیا ، ٹھیک کرنے کے بہانے چراغ کو گل کر دیا ، خود منہ چلا رہے تھے ۔ تاکہ مہمان کو معلوم نہ ہو کہ میزبان کھانا نہیں کھا رہا ۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی اس قربانی و ایثار کی قدر فرمائی ، اور قرآن پاک میں

Marfat.com

مستقل طور پر آیت نازل فرمائی جو یہ ہے :۔

ویؤثرون علیٰ انفسھم ولو کان بھم خصاصۃ (حشر۔ ۹)

(یہ لوگ) مقدم رکھتے ہیں، اُن (دوسروں) کو اپنی جان سے، اور اگرچہ ہو اپنے اوپر فاقہ۔

یہ تھا ایک اجمالی خاکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے داعی امن و اخوت ہونے کا یہ موضوع اتنا وسیع ہے کہ اس پر سینکڑوں صفحات لکھے جا سکتے ہیں، مگر مقالہ مختصر لکھنے کو کہا گیا ہے یعنی دس پندرہ صفحات کے اندر اندر مقالہ محدود ہونا چاہیئے۔ اس لئے قلم روک رہا ہوں۔

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین۔

Marfat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ط

پیغمبرِ اسلام بحیثیت داعیِ امن و اخوّت

شبیر احمد بلوچ ، کوئٹہ

آج سے تقریباً پندرہ سو سال پہلے اسلام کا ظہور ہوا ، اس سے پہلے کے حالات و واقعات جہالت کی تاریکیوں پر مبنی تھے ۔ بھائی بھائی کے خون کا پیاسا تھا ۔ انسانیت و شرافت ، محبت و یگانگت اور امن و اخوت کے نام کی کوئی چیز کرہ ارض پر دکھائی نہیں دیتی تھی ۔ جس کی لاٹھی اس کی بھینس کا قانون ہر جگہ رائج تھا ۔

پہاڑوں اور صحراؤں میں خود مختار جرائم پیشہ قبائل آباد تھے ۔ تمام ملک قتل و غارت گری سفاکی خون ریزی کے خطرات میں گھرا ہوا تھا ۔ تمام قبائل نہ ختم ہونے والی جنگ کی زنجیروں میں جکڑے ہوئے تھے ۔ انتقام اور خون بہا کی پیاس سینکڑوں ہزاروں لوگوں کے قتل کے بعد بھی نہیں بجھتی تھی ۔ ابتداء میں خود اسلام کا یہ عالم تھا کہ پیغمبرِ اسلام تین برس تک تمام قبائل کے سامنے اپنے آپ کو پیش کرتے رہے کہ انہیں امان میں لے کر اتنا موقع دلادیں کہ خدا کی آواز لوگوں تک پہنچائی جائے ۔

انسانی جان کا احترام جب اٹھ جائے انسانی حقوق پامال ہوں تو انفرادی اور اجتماعی فساد پیدا ہو جاتا ہے ۔ یہ فتنہ و فساد بہت سی صورتوں میں نمایاں ہوتا ہے جو افراد بھی برپا کرتے ہیں اور گروہ بھی ، اس کے ذمہ دار بن جاتے ہیں ۔ افراد کے حقوق پامال ہوتے ہیں ، نسلیں اور کھیتیاں برباد ہوتی ہیں ۔ مذہبی آزادیاں مجروح ہوتی ہیں اور ہر جگہ امن و اخوت قائم کرنا بے حد مشکل ہو جاتا ہے ارشاد باری تعالیٰ ہے "یہ لوگ جب کبھی جنگ اور خون ریزی کی آگ بھڑکاتے ہیں تو اللہ اس کو بجھا دیتا ہے ۔ یہ لوگ زمین میں فساد برپا کرنے کی کوشش کرتے ہیں تو

Marfat.com

اللہ مفسدوں کو پسند نہیں کرتا۔"

چنانچہ ایسے حالات میں اللہ تعالیٰ کے ایسے پیغمبر کی ضرورت محسوس ہوتی ہے۔ جو ان تمام برائیوں کے خلاف آواز بلند کرے ہر کس و ناکس کو دعوت دے کہ وہ امن و اخوت کی زندگی بسر کریں لوگوں کو نیکی کی طرف راغب کرے اور برائیوں سے روکے۔ قرآن حکیم اس حقیقت سے باخبر کرتا ہے کہ انسان کی تمام تگ و دو سکون و عافیت کے حصول کیلئے ہوتی ہے اور اسی کا درس پیغمبر اسلامؐ نے اپنی امت کو دیا۔

مسلمان ہونے کی حیثیت سے ہمارے لئے پیغمبر اسلام حضرت محمدؐ کی حیات طیبہؐ کا ایک ایک گوشہ اسوۂ حسنہ اور نمونہ عمل ہے گویا اسی نور اول و آخر کے کسب فیض سے ہم اپنے ایمان و عمل کو منور کر کے ہی دنیا کے لئے منبع رشد و ہدایت بن سکتے ہیں اور اسی ہادی عالم کا انتظام حیات ہی ہمیں دنیا کیلئے امن و امان اور آخرت و فلاح و کامیابی سے ہمکنار کر سکتا ہے اگر ہم امنِ عالم کے حوالے سے آپ کی سیرت و کردار پر نظر ڈالیں تو معلوم ہوگا کہ آپ کی تمام زندگی امن و اخوت اور اتفاق و اتحاد کیلئے پیہم کوششوں اور جہد مسلسل سے عبارت ہے حقیقت بھی یہی ہے آپؐ کو تمام جہانوں کیلئے رحمت العالمین بنا کر بھیجا گیا۔ آپ کسی ایک قوم ملک قبیلے یا کسی خاص طبقے کیلئے نہیں بلکہ پوری انسانیت کیلئے پیغمبر بن کر تشریف لائے۔

پیغمبر اسلام حضرت محمدؐ نے جو دین حق دیا اور جس پر آپ نے خود عمل کر کے اسے ایک کامل اور مکمل نظام حیات ثابت کر دکھایا کہ یہی دین اسلام ہے جس کے معنی امن و سلامتی کے ہیں بالفاظ دیگر آج بھی اسلام کی ان لازوال تعلیمات پر عمل کیا جائے تو یہ دنیا امن و آشتی اور محبت و اخوت سے لبریز ہو کر جنت نظیر بن جائے۔ آپ کی تعلیمات و ارشادات اور سیرت و کردار نے صحرائے عرب میں وہ انقلاب برپا کیا کہ دنیا اس کی مثال پیش کرنے سے قاصر ہے آپ نے اپنی رحمت و شفقت، محبت، خلوص اور امن و اخوت سے ایک ایسا معاشرہ تشکیل دیا جو ہر برائی سے پاک و صاف معاشرہ کہلاتا تھا اور جو رہتی دنیا کے لئے نمونہ کامل اور مشعل راہ کی حیثیت رکھتا ہے۔

پیغام امن: اسلام وہ دین ہے جو انسان کو امن و عافیت اور سلامتی سے بہرور کرتا ہے اور اس کے دل و دماغ کو ہر قسم کے خطرات سے بے نیاز کرتا ہے۔ اس کی صحیح اتباع انسان کو

Marfat.com

عظمت و رفعت سے ہمکنار کرتی ہے اس کا سب سے پہلا اور آخری حکم بھی یہی ہے کہ بندہ خدا کی بارگاہ میں خود سپردگی اطاعت اور تسلیم و رضا کا پیکر اتم بن جائے، اسلام میں امن و سلامتی کا مفہوم دو لحاظ سے کامل ہے۔

۱۔ لازم ۲۔ متعدی

لازمی کے اعتبار سے اسلام امن و عافیت کو پالینے اور ہر قسم کے خوف اور خطرے سے محفوظ ہو جانے سے عبارت ہے۔ لہذا مسلمان وہ شخص ہے جو اسلام کے باعث دنیا اور آخرت میں امن و عافیت پائے اور خوف و غم سے محفوظ ہے اسلام اپنے پیروکاروں کے مصائب اور مشکلات سے حفاظت کی ذمہ داری قبول کرتا ہے اس لئے امن و عافیت کا یہ مفہوم دین اسلام کے تمام پہلوؤں اور عملی گوشوں میں پوری طرح جاری و ساری ہے۔ اسلام ہی حقیقت میں راہِ نجات و فلاح ہے۔

متعدی معنی کے اعتبار سے اسلام دوسروں کو امن و سلامتی اور حفاظت و عافیت مہیا کرنے سے عبارت ہے اس لحاظ سے مسلم وہ شخص ہے جو دوسروں کیلئے باعثِ امن و عافیت ہو جس کے ذریعے دوسرے لوگوں کو سلامتی اور حفاظت کا احساس میسّر آئے۔

رسول اکرم ؐ کی شخصیت بنی نوع انسان کیلئے امن و سلامتی کی پیامبر ہے آپ ؐ کے ارشادات و فرمودات سراپا امن و سکون اور محبت و جذبات کی عکاسی کرتے ہیں۔ آپ ؐ نے فرمایا جب آپس میں ملو تو ایک دوسرے کو سلام کرو کہ اس سے محبت بڑھتی ہے۔ السلام علیکم اور جواب میں وعلیکم السلام یہ وہ کلمات ہیں جو آپ نے تعلیم فرمائے حقیقت میں یہی جذبات اور احساسات ہیں جو دعا بن کر اللہ کے ہاں قبولیت کا شرف حاصل کرتے ہیں اور باہمی تعلقات کو اپنے آغاز سے ہی امن و سلامتی کی راہ پر گامزن کر دیتے ہیں، فرمایا! لوگو اپنے بیگانوں کو سلام کیا کرو۔ صحیح بخاری میں ارشاد ہوتا ہے کہ مسلمان وہ ہے جس کی زبان اور ہاتھ سے مسلمانوں کے جان و مال اور عزت و آبرو محفوظ ہوں۔ ترمذی شریف میں ارشاد ہوتا ہے کہ ہر مسلمان دوسرے مسلمان کا بھائی ہے نہ اس پر ظلم کرتا ہے اور نہ اسے بے مددگار چھوڑتا ہے اور نہ اس سے جھوٹ بولتا ہے اور نہ اس سے حقارت کی نگاہ سے دیکھتا ہے۔ آپ ؐ نے اپنے سینے کی طرف اشارہ کرتے ہوئے تین بار فرمایا تقویٰ یہاں ہے۔ انسان کو شر سے یہ بات کافی ہے کہ اپنے بھائی کو حقیر جانے۔

Marfat.com

ایک اور حدیث مبارکہ ہے "دین وفاداری اور خیر خواہی کا نام ہے۔"
صحابہؓ فرماتے ہیں کہ ہم نے عرض کیا یا رسول اللہ یہ خیر خواہی اور وفاداری کس کیلئے۔ آپؐ نے فرمایا! " اللہ اور اس کے رسول اور اس کی کتاب مسلمانوں کے ان حکام اور عوام کے لئے۔" قرآن حکیم میں یہ وضاحت کردی گئی ہے کہ جب تک دنیائے انسانیت کفر و باطل کے غلبے اور ظالمانہ اور مجرمانہ تسلط کے خاتمے کے ذریعے امن و عافیت کی دولت سے ہمکنار نہیں ہوئی تھی۔ اس وقت دین کی تکمیل کا اعلان نہیں کیا گیا تھا کیونکہ تکمیل اسلام کا اعلان دنیا کو امن و سلامتی کا پیغام دیے بغیر ممکن نہ تھا۔ گویا بندے کے دل سے جب خدا تعالیٰ کے سوا ہر چیز کا اندیشہ و خوف نکل جائے وہ دنیا کے ہر رنج و غم سے آزاد ہو جائے تو اسی کیفیت کا نام اسلام کی حقیقت کا اس کے باطن پر ظاہر ہوتا ہے ایک موقع پر زبان نبوت سے وحی الٰہی کا اعلان ہوتا ہے" اے ایمان والو دین اسلام میں (جو امن پر مبنی ہے) مکمل طور پر داخل ہو جاؤ۔ اور شیطان کے نقش قدم پر نہ چلو وہ تمہارا کھلا دشمن ہے۔
دین اسلام دراصل سلامتی کا دین ہے جس میں شر کی تمام قوتوں سے نجات کا راستہ بنایا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ جھگڑے اور فساد کو ہرگز پسند نہیں فرماتا۔ اور تلقین کرتا ہے کہ اس کے بندے امن و صلاح کی زندگی بسر کریں ارشاد باری تعالیٰ ہے" لوگوں کے درمیان صلح کروا دیا کرو اور آپس کے جھگڑوں اور تنازعات کی اصلاح کر لیا کرو۔"
ہادی برحق، سرور کونین، احمد مجتبیٰ، حضرت محمدؐ کو دو جہانوں کیلئے رحمت بنا کر بھیجا ہے اس لئے آپ کا منشور نیکی کی دعوت دینا اور برے کاموں سے منع فرمانا ہے۔ آپؐ اللہ تعالیٰ کی مخلوق کیلئے دوستی اور امن و بھائی چارے کا پیغام لیکر آئے، آپؐ نے ہر اس کام سے سختی سے روکا جو امن و سلامتی کیلئے نقصان دہ ثابت ہو سکے۔ آپؐ نے ہر قسم کے شر و فساد ظلم و تشدد اور جبر سے منع فرمایا آپؐ نے قرآنی آیات پر عمل پیرا ہونے کی تلقین کی کیونکہ قرآن کی تعلیمات میں بنی نوع انسان کیلئے امن و آشتی اور صلہ اور سکون کا پیغام دیا گیا ہے۔ جو لوگ اللہ تعالیٰ کی زمین پر فساد برپا کرتے ہیں، ان کیلئے قرآن حکیم میں بھی ارشاد ہوتا ہے کسی سرزمین پر اصلاح (امن قائم) ہونے کے بعد فساد نہ کرو بلکہ حکم دے دیا اور ایک اور موقع پر ارشاد ہوتا ہے" تم لوگ اے امت محمد باقی لوگوں کیلئے ایک بہترین قوم ہو اس لئے تم معروف کا حکم دیتے ہو اور منکر سے روکتے ہو اور خدا پاک کی ذات پر کامل یقین رکھتے ہو" قرآن پاک کی انہی تعلیمات پر عمل کیا جائے تو معاشرے

Marfat.com

کو امن و سلامتی اور اخوت و محبت سے ہمکنار کیا جا سکتا ہے۔

قرآن شریف میں ارشاد ہوتا ہے تو (اہل قریش) میں اس (دعوائے نبوتؐ) سے پہلے تمہارے درمیان ایک عمر رہا اب کیا تم نہیں سمجھتے۔ اس آیت مبارکہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زبان مبارک سے قرآن مجید میں یہ اعلان کیا کہ پیغمبر اسلام کی زندگی ہمارے سامنے ہے قبل از نبوت بھی آپؐ پاکیزہ صفات کے حامل تھے اور جب کہ تم اس بات کے گواہ ہو بلکہ الصادق الامین کے لقب سے پکارتے رہے ہو تو اب اعلانِ نبوت پر یہ شور و ہنگامہ کیوں ؟ درحقیقت وحی الٰہی نے پیغمبر اسلام کی سیرت و کردار کو ان کی نبوت کے ثبوت میں پیش کیا ہے۔

اعلان نبوت سے قبل آنحضرتؐ نے ہمیشہ ایک انسانِ کامل عرب کے اس معاشرے میں جہاں آپ کی ولادت باسعادت ہوئی اور جہاں آپؐ نے اپنا بچپن گزارا پھر جوان ہوئے اور چالیس سالہ عمرِ عزیز کا طویل عرصہ گزرا امن و اخوت اور محبت و یگانگت کیلئے کیا کردار ادا کیا ! کیا مساعی جمیلہ سر انجام دیں ! جس معاشرے کی پہچان ہی ظلم و بربریت قتل و غارت و دیگر سفلی صفات سے تھی جن کو قرآن نے جاہلیت اولیٰ کے نام سے موسوم کیا ہے۔ جن کے اعمال بد سے تاریخ کے اوراق بھی سیاہ ہیں۔

یوں تو تاریخ کی دنیا میں ہزاروں لاکھوں اشخاص نمایاں ہیں جنہوں نے آنے والوں کیلئے اپنی تعلیمات و کردار کو نمونے کے طور پر پیش کیا ! ایک طرف شاہان عالم کے عالی شان و پُرشکوہ دربار ہیں، سپہ سالاروں کے جنگی پہرے ہیں، علما و فلاسفروں کا گروہ ہے دولت مندوں کے خزانے اور تجوریاں ہیں۔ ان میں سے ہر ایک آدم کے بیٹوں کو اپنی طرف کھینچتی ہے۔ مقدونیہ کا سکندر، روم کا یزر، ایران کا دارا، یورپ کا نپولین اور ہر ایک کی زندگی کشش رکھتی ہے سقراط، افلاطون، ارسطو، دیوجانس اور یونان کے دیگر فلسفیوں سے لیکر سپنسر تک تمام حکما اور فلاسفرز کی زندگی میں ایک خاص رنگ نمایاں ہے نمرود و فرعون اور ابوجہل اور ابولہب کی دوسری زندگی ہے اور دوسرا کردار قارون کا الگ رنگ ہے۔ لیکن بتایئے ان میں سے کتنوں کی زندگی امن عالم کیلئے نمونہ بنی ؟ کس کی زندگی انسانیت کی فلاح و سعادت، امن و عافیت محبت و اخوت کا قابلِ تقلید نمونہ بن سکی۔

ان لوگوں میں بڑے بڑے سپہ سالار جنہوں نے تلوار کی نوک سے تختے الٹ دیئے کیا ان کی تلوار کی کاٹ میدانِ جنگ سے آگے بڑھ سکی ؟ ظلم و تشدد، نفرت و عداوت کی بیڑیاں

Marfat.com

کو کاٹ سکی، انسانوں کی باہمی تعلقات کی گتھی بھی سلجھا سکی، پُرامن و پرسکون معاشرے کا کوئی خاکہ پیش کر سکی۔ ہماری روحانی مایوسیوں، نا امیدوں کا کوئی علاج بتا سکتی۔ ہمارے دلوں کی ناپاکیوں اور زنگ کو مٹا سکی، ہمارے اخلاق و اعمال کا کوئی نقشہ بنا سکی۔

دنیا میں بڑے بڑے شاعر بھی پیدا ہوئے لیکن خیالی دنیا کے شہنشاہ عملی دنیا میں بالکل بے کار ثابت ہوئے۔ افلاطون د ہومر سے لیکر آج تک کوئی بھی اپنی شیریں زبانوں کے باوجود کوئی مثالی معاشرہ نہ تشکیل دے سکے۔ اپنے حسن عمل کا کوئی خوش نما نمونہ اپنے پیچھے نہ چھوڑ سکے، اس لئے قرآن پاک نے کہا ہے۔ اور شاعران کی پیروی بھکے ہوئے لوگ کرتے ہیں کیا تو نہیں دیکھتا وہ ہر وادی میں بھٹکتے رہتے ہیں اور وہ جو کہتے ہیں اس کو کرتے ہیں لیکن جو ایمان لائے اور نیک کام کیئے۔

یہ تو ان لوگوں کا حال ہے جو خیالی دنیا میں رہتے ہیں جو صرف زبانی اور نظریاتی فلسفہ تک محدود ہیں قرآن نے ان لوگوں کا حال بھی بیان کیا ہے جنہوں نے دنیا کے سطح پر بادشاہت اور حکمرانی کا تاج پہن کر چار دانگ عالم حکومت کی ہے۔ قوموں کی جان و مال پر قابض ہوئے ایک ملک کو اجاڑا دوسرے کو بسایا ایک سے چھینا دوسرے کو دیا لیکن ان کا نقشہ وہی رہا جیسے قرآن نے ملکہ سبا کی زبانی ارشاد فرمایا! بے شک بادشاہ کسی آبادی میں داخل ہوتے ہیں تو اس کو بگاڑ دیتے ہیں اور وہاں کے معزز باشندوں کو ذلیل کر دیتے ہیں۔

ان کی تلواروں کی دھاک نے آبادیوں اور مجمعوں کے مجرموں کو روپوش کر دیا لیکن تنہائیوں اور خلوت خانوں کے روپوش مجرموں کو وہ باز نہ رکھ سکے۔ انہوں نے بازاروں اور راستوں میں امن و امان قائم کیا لیکن دلوں کی بستی کو امن اور اخوت کی شمع سے روشن نہ کر سکی انہوں نے مملکت کا نظم و نسق درست کیا، لیکن روح کی مملکت، دل و دماغ کی دنیا ان سے آسودہ نہ ہو سکی۔ بلکہ ہر قسم کی روحانی بربادی ان ہی کے درباروں، قلعوں محلات کی غلام گردشوں سے نکل کر ہر جگہ پھیلتی رہی کیا سکندر اور سیزر جیسے بادشاہوں اور ماضی قریب کے شہنشاہ ایران بھی ہمارے لئے کچھ چھوڑ گئے یہاں مذہب اور اعتقاد کا سوال نہیں بلکہ عملی تاریخ کا سوال ہے اور جواب نفی۔ آج دنیا میں اگر کوئی سیرت ہے تو پیغمبر اسلامؐ کی سیرت، اور کوئی کردار ہے تو پیغمبر اسلام کا کردار ہے، اگر کوئی مذہب ہے تو پیغمبر اسلامؐ کا مذہب ہے، اگر کوئی نظریہ ہے تو پیغمبر اسلامؐ کا نظریہ ہے جو آج بھی دنیاء عالم میں امن و اخوت کا سبق دیتا ہے عمل کی صورت میں اس کا ضامن

Marfat.com

بھی ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ابتدائی اور مکی زندگی سے متعلق بھی آپ کی سیرت و کردار کے حوالے سے ہمیں بہت سے امور کا پتہ چلتا ہے جیسے ایام رضاعت، والدہ مکرمہ کا انتقال سفر تجارت بحیرہ راہب کی ملاقات، سیدہ خدیجہ سے نکاح وغیرہ لیکن ہم صرف ان واقعات اور تاریخی شواہد سے استفادہ کریں گے۔ جو موضوع زیر بحث سے متعلق ہے ان میں سے ایک اہم ترین واقعہ جو تمام مورخین نے نقل کیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی نوعمری میں ہی اپنی کوششوں سے ایک ایسے ادارے کی داغ بیل ڈالی تھی جس کا نصب العین ہی قیام امن تھا۔

مشہور سیرت نگار علامہ سلیمان سلمان منصور پوری اپنی کتاب رحمۃ للعالمین میں فرماتے ہیں۔

انہی دنوں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اکثر قبیلوں کے سرداروں اور سمجھ دار لوگوں کو ملک کی بے امنی، راستوں کا خطرناک ہونا اور مسافروں کا لٹنا، غریبوں پر زبردست ظلم بیان کر کے ان سب باتوں کی اصلاح پر توجہ دلائی آخر ایک انجمن قائم ہوئی جس میں بنو ہاشم اور بنو عبدالمطلب، بنو اسعد، بنو زھرہ اور بنو تیم شامل تھے اس انجمن کے ممبر مندرجہ ذیل عہدہ و امور کیا کرتے تھے۔ (یعنی حلف اٹھایا کرتے تھے)

۱۔ ہم ملک سے بے امنی دور کریں گے۔

۲۔ ہم مسافروں کی حفاظت کریں گے۔

۳۔ ہم غریبوں کی امداد کرتے رہیں گے۔

۴۔ ہم زبردست کو زیردست پر ظلم کرنے سے روکیں گے۔

آپؐ کی کاوش عمل سے قائم ہونیوالی اس انجمن نے موثر کام کیا اور بنی آدم کی جان و مال کی بہت کچھ حفاظت ہو گئی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اعلانِ نبوت کے بعد بھی فرمایا کرتے تھے۔ اگر آج بھی کوئی اس انجمن کے نام سے مدد کو بلائے تو میں سب سے پہلے اس کی امداد کو تیار ہو جاؤں گا۔

علامہ منصور پوری تشریح کرتے ہیں کہ انگلستان میں نائٹ ہڈ کا آرڈر جو اس انجمن کے کئی صدیوں بعد ہوا تھا اس کے ممبران اسی انجمن کا حلف اٹھایا کرتے تھے۔ ملک و قوم کی طرف سے صادق و امین کا لقب ملنا۔ یہ اور ایسے دیگر نیک اور صالح کاموں کی وجہ سے تھے۔ آپ اپنے

Marfat.com

ملک اور قوم میں اتنے ہر دل عزیز تھے کہ لوگ آپ کو نام لیکر نہیں بلاتے تھے ۔ بلکہ الصادق یا الامین کہہ کر پکارتے تھے ۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عمر ۳۵ سال کی تھی جب قریش نے کعبہ کی عمارت کو جس کی دیواریں سیلاب کے صدمے سے پھٹ گئی تھیں از سر نو تیار کیا عمارت کے بنانے میں گو سب شامل تھے مگر جب حجرِ اسود رکھنے کا موقع آیا تو سخت اختلاف ہوا ۔ کیونکہ ہر ایک کی خواہش تھی کہ یہ کام اس کے ہاتھ سے انجام پائے چار دن تک برابر یہی جھگڑا ہوتا رہا ۔ آخر ایک معمر شخص جس کا نام مورخین نے ابو امیہ بن مغیرہ لکھا ہے نے یہ تجویز دی کہ کسی کو حاکم مقرر کیا جائے اور اس سے اس قصہ کا فیصلہ کر لیا جائے ۔ اس کی رائے کو منظور کیا گیا اور فیصلہ کیا گیا کہ کل صبح جو کوئی سب سے پہلے حرم میں آئے گا وہی سب کا حکم سمجھا جائے گا ۔ اتفاقاً آنحضرت تشریف لے آئے آپ کو دیکھنا تھا کہ ہذا الامین کے نعرے لگنے لگے ۔ امین آ گیا ، ہم سب اس کے فیصلے پر رضامند ہیں ۔ داعی امن واخوت نے اپنی معاملہ فہمی اور زیرکی سے ایسی تدبیر کی کہ سب خوش ہو گئے اور سب نے اختلاف وانتشار کی جگہ امن واخوت کی شمع روشن کر دی ، آپ نے ایک چادر بچھائی اور پتھر اس پر رکھ دیا اور پھر ہر قبیلے کے سردار کو کہا کہ چادر کو اٹھاؤ اور وہاں تک لائیں جہاں اسے قائم کرنا تھا ، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے پھر اُسے اٹھا کر اپنے مبارک ہاتھوں سے اس کونے پر نصب کر دیا جہاں سے طواف کا آغاز ہوتا ہے ۔

پیغمبر اسلام داعی امن واخوت جناب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی حیاتِ طیبہ کا یہ حصہ جو اعلان نبوت سے شروع ہو کر حیاتِ طیبہ کے آخری سانس تک جاری رہا جس میں مکی اور مدنی زندگی کے ماہ وسال شامل ہیں یہی وہ عہد نبوی ہے جو تاریخ کا دھارا موڑتا ہے اور یہی وہ عہد مبارک ہے جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے کردار وعمل سے تاریخ عالم پر وہ نقوش ثبت کئے ہیں جو قیامت تک آنیوالی نسلِ انسانیت کیلئے مینار نور کا کام دیتے رہیں گے ۔ اس عہد میں نبوی زندگی کے وہ ماہ وسال بھی شامل ہیں ۔ جو آپ نے ظلم وتشدد سہہ کر گزارے شعب ابی طالب میں سختیاں اٹھائیں ۔ طائف میں دعوت امن واخوت کی خاطر پتھر بھی کھائے گالیاں بھی سنی لیکن آپ کے پائے استقامت میں لغزش نہ آئی اور آپ پوری شانِ نبوت سے سلامتی بھائی چارے امن واخوت والے دین حق کی خاطر مصائب والم برداشت کرتے رہے اور دعوت الی الحق کی سعی وعمل کرتے رہے اور اس میں عہد نبوی کا وہ مدنی دور بھی شامل ہے جس میں آپ نے امن واخوت

Marfat.com

پر مبنی اسلامی معاشرے کی تشکیل فرمائی اور مدینہ منورہ میں پہلی مثالی اور عملی سیاست کی بنیاد رکھی اگرچہ کفار اور مشرکین مکہ نے آپ کے قائم کئے ہوئے ریاستی نظام کو تہہ و بالا کرنے کیلئے کئی بار جنگ مسلط کی مدینہ منورہ پر بھی حملہ آور ہوئے جنگ بدر واحد میں اور دیگر کئی مقامات میں کئی مسلمان شہید بھی ہوئے لیکن آپ نے اپنے کردار و عمل سے امن و اخوت کے اس پودے کی حفاظت فرمائی اور بالآخر چشم فلک نے فتح مکہ کا وہ منظر بھی دیکھا جب فوج در فوج اور جمیعت در جمیعت لوگ دین اسلام میں داخل ہو رہے تھے۔

غلبہ کامل، قوت و شوکت، طاقت و عظمت، قدر و اختیار کا یہ مقام حاصل کرنے کے باوجود آپ نے سیرت و کردار کا وہ عملی مظاہرہ فرمایا کہ تاریخ آدم اس کی نظیر پیش کرنے سے قاصر رہے۔

مورخین نے لکھا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فاتح مکہ کے روز خانہ کعبہ میں داخل ہوئے تو اندر جا کر اللہ اکبر کی صدا بلند کی پھر ایک گوشے میں نماز شکرانہ پڑھتے ہوئے نہایت عجز و نیازی سے رب العزت کے حضور سربسجود ہو گئے۔ سجدہ تشکر کے بعد باہر نکلے، اس عرصہ میں مکہ کے سب سردار، بڑے بڑے لوگ جمع ہو گئے تھے۔ ان میں سے ایسے بھی تھے جنہوں نے بیسیوں مسلمانوں کو قتل کیا تھا۔ سینکڑوں مسلمانوں کو اذیت دے دے کر گھر سے نکالا تھا۔ جن کے ہاتھوں آپ کو کئی بار اذیت اور تکلیف مصائب و مشکلات کا سامنا کرنا پڑا تھا۔ دین اسلام کو اور مسلمانوں کو ہجرت پر مجبور کیا تھا۔ جنہوں نے حبشہ، شام، نجد اور یمن تک سفر کرنے اور اپنے وطن سے بے وطن کیا تھا۔

جنہوں نے مسلمانوں کو فنا کرنے اسلام کو مٹانے کیلئے مال و زر سے، زور و تدبیر سے طاقت و تشدد سے، ظلم و جبر سے، سارا زور لگا کر، اپنی کوششوں میں اکیس سال تک منہمک رہے تھے، سب حاضر تھے اور خدا کے رسول کا فیصلہ سننے کیلئے منتظر تھے، پیغمبر اسلام ؐ جن کو خدا نے ساری مخلوق کیلئے رحمت بنایا۔ خانہ خدا کی چوکھٹ کو پکڑ کر کھڑے ہوتے تھے اور اعلان فرماتے ہیں اے جماعت قریش خدا نے تمہاری جاہلانہ نخوت اور آباؤ اجداد پر اترانے کا غرور آج توڑ دیا۔ (یہ تو یہ ہے) کہ سب لوگ آدم کے فرزند ہیں اور آدم مٹی سے بنائے گئے تھے۔ خدا فرماتا ہے لوگو ہم نے تم کو ایک مرد اور عورت سے پیدا کیا ہے، قبیلے اور جماعتیں سب پہچان کے لئے بنا دیئے ہیں اور خدا کے ہاں اس کی زیادہ عزت ہے جس میں تقویٰ زیادہ ہے پھر فرمایا۔ جاؤ تم آزاد ہو اور تم پر آج کے دن کوئی مواخذہ نہیں۔

Marfat.com

اس سے پہلے آپ لشکرِ اسلام کو ہدایت دے چکے تھے کہ :

۱۔ جو کوئی ہتھیار پھینک دے اسے قتل نہ کیا جائے ۔

۲۔ جو شخص اپنے گھر کے اندر بیٹھا ہے ، اسے قتل نہ کیا جائے ۔

۳۔ جو شخص خانہ کعبہ کے اندر چلا جائے اسے قتل نہ کیا جائے ۔

۴۔ جو شخص ابو سفیان کے گھر چلا جائے اسے قتل نہ کیا جائے ۔

۵۔ جو شخص حکیم بن حزام کے گھر چلا جائے اسے قتل نہ کیا جائے ۔

۶۔ بھاگ جانے والے کا تعاقب نہ کیا جائے ۔

۷۔ زخمی کو قتل نہ کیا جائے ۔

۸۔ اسیر کو قتل نہ کیا جائے ۔

رسول پاک ؐ نے ہجرت کے بعد مدینہ منورہ میں جس امن و اخوت پر مبنی اسلامی معاشرے کو تشکیل دیا تھا اس میں آپ ؐ نے ایک ایک شخص کو اخوت و محبت کے رشتے میں اس طرح منسلک کر دیا تھا جس طرح آپ نے مکی زندگی میں اہل مکہ کے درمیان قائم کرنے کا آغاز کیا تھا ۔ لیکن جو مواخات مہاجرین و انصار کے درمیان قائم کی گئی تھی وہ زیادہ مشہور ہے ۔

اس مواخات کا یہ اثر ہوا کہ سارے کا سارا معاشرہ امن و اخوت کے رشتے میں بندھ گیا اور اگر کوئی ایک مسلمان بھی اگر کسی دوسری قوم سے معاہدہ کر لیتا تھا تو پوری قوم اس معاہدے کی پابندی کرتی تھی ۔ یہ اس مواخات کا ہی اثر تھا کہ اہل مدینہ (انصار) نے اپنے منقولہ و غیر منقولہ اموال و جائیداد کا نصف اپنے مہاجر بھائیوں کیلئے تقسیم کر دیا تھا ۔

پیغامِ اخوت :

ہادیٔ برحق سرکار دو جہاں احمد مجتبیٰ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جہاں امن کا پیغام دیا وہیں اخوت کیلئے بھی بھرپور تلقین فرمائی ۔ آپ ؐ کی دعوت امن و سلامتی اور پیار و محبت قائم کرنے کی دعوت تھی امت مسلمہ کو انہی رشتوں سے مضبوط کر کے آج بھی نیکی و فلاح کا راستہ دکھایا جا سکتا ہے ۔

بنیادی طور پر مومن اخوت اور بھائی چارے کے جذبے سے سرشار ہوتا ہے ۔ کیونکہ

Marfat.com

قرآن مجید کا ارشاد ہے۔ " مومن بھائی بھائی ہیں " چنانچہ مومن کے دل و دماغ میں دوسروں کے لئے بھلائی امن و خیر خواہی کے جذبات کے سوا کچھ نہیں ہوتا۔ اس بنا پر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا! دین خیر خواہی کا نام ہے، اس بات سے ثابت ہوتا ہے، کہ مومن کامل وہ ہے جس کا وجود انسانیت کے لئے سراسر نفع اور آسودگی کا باعث بن جاتا ہے۔ جسکا جینا بھی دوسروں کی خاطر ہوتا ہے اور مرنا بھی دوسروں کی فلاح و بہبود کیلئے، جس کا ایک لمحہ دوسروں کی بھلائی کیلئے بسر ہوتا ہے جو اپنے دل میں پوری انسانیت کا درد و غم رکھتا ہے۔ چنانچہ ارشاد نبوی ہے!

" مومن (ہر دوسرے) مومن کیلئے ایک دیوار کی طرح ہوتا ہے۔ جس کا ایک حصہ دوسرے کے ساتھ مل کر قوت پکڑتا ہے۔ "

یعنی جس طرح دیوار میں ہر اینٹ دوسری سے سہارا لیتی ہے اور ان کے ایک دوسرے کے ساتھ باہمی ربط کیوجہ سے ایک مضبوط و مستحکم دیوار وجود میں آجاتی ہے کس طرح مومن ایک دوسرے کا سہارا بنتے ہیں۔ اور یوں نفع بخشی اور فیض رسانی سے ایک مضبوط و مستحکم معاشرہ وجود میں آجاتا ہے۔

اخوت و بھائی چارے کے ان جذبات کے باعث مسلم معاشرہ اتحاد کی علامت بن جاتا ہے اس کے ہر فرد میں یہ جذبہ پیدا ہو جاتا ہے کہ وہ اپنے بجائے دوسروں کے نفع و نقصان کو پیش نظر رکھے اگر کوئی اس کے کسی بھائی پر ظلم کرنا چاہے تو وہ اس کا سہارا بنتا ہے کوئی کسی کو ستانا چاہے تو وہ اس کی مدد کو دوڑتا ہے۔ اس طرح معاشرہ اتحاد و اتفاق اور باہمی تناصر و تعاون میں جسد واحد کی طرح مستحکم حیثیت اختیار کر لیتا ہے۔ ارشاد نبوی ہے!

" مومن کی مثال آپس میں محبت رحمت اور ملاطفت کے حوالے سے ایک جسم کی طرح ہے کہ جب کوئی حصہ تکلیف کرتا ہے تو تمام جسم تپ بھر جاگنے، درد سہنے اور بخار میں مبتلا رہنے میں اس کا ساتھ دیتا ہے۔ "

درد خواہ جسم کے کسی حصے میں ہو بے چینی پورے جسم میں ہوتی ہے۔ یہی مثال مومن کی ہے۔ وہ اپنے بھائی کیلئے دردمندی اور بہی خواہی کی علامت بن جاتا ہے۔ ارشادِ نبوی ہے۔

Marfat.com

"لہٰذا تم اس وقت تک مومن ہو نہیں سکتے جب تک تم اپنے بھائی کیلئے بھی وہی کچھ پسند نہ کرنے لگو جو تم اپنے لئے پسند کرتے ہو۔ یہ حدیث ایمان کے ادنیٰ و اعلیٰ دونوں درجوں کو بڑی عمدگی سے بیان کرتی ہے یہاں تک کہ وہ اپنے بھائی کے لئے وہی پسند کرے جو اپنے لئے پسند کرتا ہے۔"

ایمان کا ادنیٰ درجہ تو یہ ہوگا جو سکھ چین تم اپنے لئے پسند کرتے ہو جو نفع اور آسائش تمہیں اپنے لئے محبوب ہیں وہی تمہیں دوسروں کیلئے بھی محبوب ہونی چاہئیں لیکن اگر ایمان کا اعلیٰ درجہ جاننا ہو تو پھر ارشادِ رسول کریمؐ کو یوں پڑھا جائے "یہاں تک کہ جو کچھ تم اپنے لئے پسند کرتے ہو وہی بجائے خود دوسروں کیلئے پسند کرنے لگو۔"

اس صورت میں فرمان نبوی کے مطابق کوئی شخص اس وقت تک مومن نہیں ہو سکتا جب تک اپنی سہولت، اپنی آسائش، اپنے مال، اپنی جملہ محبوب و مرغوب اشیاء کو دوسروں کے نفع اور آسائش کیلئے قربان کرنے پر تیار نہیں ہوتا۔

ایمان کے ادنیٰ درجے میں انسان نے خود کو مقدم رکھا تھا مگر اپنی پسندیدہ شے میں دوسروں کو بھی شامل کر لیا تھا۔ مگر ایمان کا اعلیٰ درجہ یہ ہے جو شے آپ کو پسند ہے اسے اپنے استعمال کرنے کی بجائے۔ دوسروں کے استعمال میں لے آئے اور خود مؤخر کر دے، جہاں ذات کے سارے مفادات دوسروں کی خاطر قربان ہو جائیں وہاں ایمان اپنے کمال کو پہنچ جاتا ہے۔ ایمان کا اعلیٰ درجہ ایثار و قربانی کے اعلیٰ درجے کی طرف انسان کی رہنمائی کرتا ہے۔

یہ ایثار و قربانی کا وہی جذبہ ہے جو انسان کو خود بھوکا پیاسا رکھے۔ اور دوسروں کے کام و دھن کی تواضع کرنے کے لافانی جذبات کا سبق دیتا ہے۔ جس کی سورۃ حشر میں یوں پذیرائی کی گئی ہے۔

" اور دوسروں کو اپنی جانوں سے مقدم رکھتے ہیں خواہ ان کو حاجت مند کیوں نہ ہو۔ اس جذبے کی بنا پر میدان یرموک میں شامل مجاہدین نے عین جان بہ لب لمحوں میں بھی ایثار اور قربانی کے اس جذبے کا مظاہرہ کر کے عظیم مومنانہ طرزِ عمل کی مثال قائم کر دی تھی۔ غور طلب بات یہ ہے کہ زندگی کے آخری لمحات میں وہ کون سا جذبہ تھا۔ وہ ان جوان صحابہ کو اپنے منہ کی طرف پانی لے جانے کی بجائے دوسروں کے منہ کی طرف بڑھانے کا سبق دے رہا تھا۔ تین ہاتھوں گھومنے کے باوجود وہ پیالہ کوئی بھی نہ پی سکا۔ مگر جذبہ

Marfat.com

ایثار نے ان صحابہ کو وہ ابدی تسکین بہم پہنچائی جو ہزار پیالے پینے کے باوجود حاصل نہیں ہو سکتی تھی ۔ زندگی اور اس کے مال و متاع سب آنی جانی چیزیں ہیں مگر مومن کا یہ جذبہ اور اس کے اثرات دنیا اور آخرت میں لافانی ہیں ۔

اگر انسان میں اپنی زندگی قربان کرکے دوسروں کی زندگی بچانے کا حوصلہ پیدا ہو جائے اگر نزع کے وقت بھی خود کو ملے ہوئے پانی کے گھونٹ سے دوسروں کی زندگی بچانے کی تڑپ پیدا ہو جائے تو اس سوچ میں ایمان کامل کی جھلک دکھائی دیتی ہے ۔

یہی وہ انقلابی نظام تھا جسے رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فکر اور طرزِ عمل سے دنیا کے سامنے پیش کیا اگر یہ جذبہ ہمارے دلوں میں راسخ اور معاشرے میں عام ہو جائے تو ہماری تقدیر سنور سکتی ہے قرآن مجید کی روشنی میں دیکھیں تو اس تصور کی ایک جامع جھلک یوں دکھائی دیتی ہے مسلمان آپس میں بھائی بھائی ہیں اسلیئے اپنے دو بھائیوں میں صلح کرا دو (نزاع کو ختم کرو) ۔ اور خدا سے ڈرو تاکہ تم پر رحم کیا جائے ۔ اے ایمان والو نہ مرد مردوں کی ہنسی اڑائیں (کیونکہ) تعجب نہیں کہ وہ ہنسنے والوں سے بہتر ہوں اور نہ عورت عورتوں سے مذاق کریں ممکن ہے کہ وہ ان ہنسنے والیوں سے بہتر ہوں اور آپس میں طعنہ زنی نہ کرو اور ایک دوسرے کے برُے نام نہ رکھو ایمان لانے کے بعد برا نام رکھنا گناہ ہے ۔ اور جو توبہ نہ کریں وہی ظالم ہیں ۔ اے ایمان والو کثرت بدگمانی سے بچو بے شک بدگمانیاں گناہ ہوتی ہیں اور عیب جوئی نہ کرو اور ایک دوسرے کی غیبت نہ کرو کیا تم میں سے کوئی بندہ پسند کرے گا کہ وہ اپنے مردہ بھائی کا گوشت کھائے تمہیں گوارا نہ ہوگا ۔ اور اللہ سے ڈرو بے شک اللہ بہت توبہ قبول کرنے والا ہے ۔

سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مومن کی پہچان اور مومن کے اوصاف سے اخوت کی فضا قائم کرتے ہیں اور وہ درس تعلیم فرماتے ہیں جس سے ایک شخص کی محبت دوسرے کے ساتھ بڑھتی ہی نہیں کمالِ عروج پر بھی پہنچتی ہے جس سے تمام فساد و انتشار خود بخود ختم ہو جاتے ہیں اور امن و عافیت کا نظارہ چشم زدن سے دکھائی دیتا ہے ۔ ارشادات رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں ۔

- مومن وہ ہے جس سے دوسرے اہل ایمان کی جانیں اور اموال محفوظ و مامون ہوں ۔

Marfat.com

- مومن مومن کا بھائی ہے اس کیلئے جائز نہیں کہ دوسرے بھائی کی خریدی ہوئی چیز کو خریدیں اور کسی دوسرے مومن کے سودے پر نہ خود سودے کی گفتگو کرے اور وہ چھوڑ دے تو الگ بات ہے۔
- مومنوں میں سے لحاظ سے کامل وہ ہے جس کا خلق سب سے اچھا بہتر ہو۔
- اللہ کی طرف سے مومن پر مومن کے سات حقوق واجب ہیں ۔

۱ ۔ اس کے لئے نگاہوں میں عزت و تکریم ہو۔

۲ ۔ دل میں محبت و مروت ہو ۔

۳ ۔ اُسے اپنے مال سے حصّہ دے۔

۴ ۔ غیبت نہ کرے ۔

۵ ۔ بیمار پرسی کرے ۔

۶ ۔ جنازے میں شریک ہو۔

۷ ۔ اس کی موت کے بعد اسے بہتر کلمات سے یاد کرے۔

- سچا مومن وہ ہے جو فقیر پر اپنا مال خرچ کرے اور لوگوں کے ساتھ عدل وانصاف سے پیش آئے ۔
- مومن مومن کا آئینہ ہے اسے اس میں عیب نظر آئے تو اصلاح کر دے ۔
- قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے ۔مومن کا قتل اللہ کے نزدیک دنیا کے زوال سے بھی بڑا ہے ۔
- اکیلا مومن جماعت کی طرح ہے ۔

الغرض قرآن وحدیث سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ مومن ایک دوسرے کے بھائی ہیں اور ایک دوسرے کے دست و بازو ہیں ۔انہیں آپس میں مل جل کر رہنا چاہیئے باہم عزت و تکریم سے پیش آئیں ، دوسروں کے دکھ کو اپنا دکھ اور ان کی خوشی کو اپنی مسرت اور انبساط کا باعث جانیں غیبت جوئی اور دوسرے معاشرتی عیوب کے مرتکب نہ ہوں ۔

مومن کا ہر لمحہ دوسرے مومن بھائی کے لئے محبت اور مسرت کا پیغام لائے اس لئے کسی طرح تکلیف کا باعث نہ ہو۔

اگر ہماری شخصیت ان اوصاف سے متصف ہے، تو ہم سچے مومن ہیں ۔ خدا اور رسولؐ

Marfat.com

خدا کے احکام وارشادات پر عمل پیرا ہیں اور اتحاد و اتفاق پر مبنی ایک صالح معاشرے کو تشکیل دے رہے ہیں ورنہ ہمارے ایمان کے دعاوی محض گفتار کی تنہائیوں میں گونجتی ہوئی آوازیں ہیں کھوکھلی اور بے وزن ۔

حرفِ آخر :

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی سیرت طیبہ کا یہ پہلو کہ آپؐ نے امنِ عالم کیلئے ان تھک محنت اور جہد مسلسل سے نہ صرف فطری بلکہ بے مثال عملی نمونہ پیش کیا اور یہ امتیاز صرف آپؐ کو ہی حاصل ہے کہ آپؐ نے نظریہ اسلام کے ساتھ اپنی ذات کو عملاً نمونہ کے طور پر پیش کیا ۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا عمل و کردار ہمیں دعوت عمل دیتا ہے کہ اگر آج بھی ہم جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے نقش قدم پر چلیں اور آپؐ کی حیاتِ طیبہ سے روشنی حاصل کریں تو ہمارے موجودہ تمام مسائل حل ہو جائیں اور ہمارا معاشرہ امن و اخوت کے برکات و ثمرات سے معمور ہو جائے ۔

۔ وما علینا الا البلاغ ۔

Marfat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ؕ

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بحیثیت داعی امن

علامہ سید کفایت حسین نقوی ، مظفر آباد

آفتاب نبوتؐ کے طلوع کے وقت پوری دنیا پر کفر و ظلمت کے گہرے بادل چھائے ہوئے تھے۔ انسان کی اخلاقی حالت انتہائی ناگفتہ بہ تھی ۔ ہر طرف جہالت و ضلالت اور گمراہی و بداخلاقی کا دور دورہ تھا ۔ شدید نسلی و قومی تعصب، بے قید سیاست اور ظالمانہ معاشرتی اور مجلسی رسم و رواج، معاشی و معاشرتی بحران اس دور کے اہم اجتماعی مفاسد میں سے تھے ۔

بعثت نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے قبل دنیا کی حالت امیر المومنین مولی المسلمین، مقتداء جملہ اولیاء سیدنا علی ابن ابی طالب نے یوں بیان فرمائی ہے :

" اللہ تعالی نے پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو اس زمانے میں مبعوث بہ رسالتؐ فرمایا، جب مدت سے رسولوں کی آمد کا سلسلہ رکا ہوا تھا ۔ امتیں طویل غفلت میں تھیں ۔ فتنے اور ہنگامے سر اٹھائے ہوئے تھے ۔ ہر امر کا شیرازہ بکھرا ہوا تھا ۔ جنگ کی آگ (ہر طرف) بھڑکی ہوئی تھی ۔ نور اور روشنی کا کہیں پتہ نہ تھا ۔ نادرستیاں (ہر طرف) ہویدا اور آشکار تھیں پتے زرد ہو گئے تھے اور (لوگ) اس کے پھل سے ناامید ہو چکے تھے ۔ پانی زمین میں جذب ہو چکا تھا ۔ (کھیتیاں) خشک ہو چکی تھیں ۔ ہدایت کے نشان مٹ چکے تھے ۔ ہلاکت اور بدبختی کے پرچم (ہر سو) لہرا رہے تھے اور وہ (دنیا) اپنے رہنے والوں کیلئے غضب کا اور طلبگاروں کیلئے ترش روئی کا مظاہرہ کر رہی تھی ۔ اس کا ثمر فتنہ و فساد تھا۔ اس کا

Marfat.com

کھانا مردار تھا ۔ اس کا اندر کا لباس خوف اور باہر کا پیراہن تلوار تھی ۔

(نہج البلاغۃ خطبۂ : ۸۹)

جب زمین پر فتنہ و فساد کی آگ بڑھتی چلی جانے لگی ۔ باہمی عداوتیں بڑھتی ہی چلی جانے لگیں ، تو خالق کائنات جو خود رحمٰن بھی ہے اور رحیم بھی ۔ اس نے دنیا کی حالت سنوارنے کیلئے اپنے پیارے محبوب آقائے دوجہاں ، رحمت مجسم ، مینارہ ہدایت ، فخر رسل مولائے کل ، احمد مجتبٰی ، حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو مبعوث فرمایا اور آپؐ کی یہ صفت بیان کی ۔

لقد جآءکم رسولٌ من انفسکم عزیزٌ علیہ ماعنتم حریصٌ علیکم بالمؤمنین رءُوف رحیمٌ (التوبہ : ۱۲۸)

(اے لوگو) بیشک تمہارے پاس تم ہی میں سے ایک ایسے رسول تشریف لائے جن کو تمہارا تکلیف میں پڑنا سخت ناگوار ہے ۔ وہ تمہاری بھلائی بہت زیادہ چاہنے والے ہیں اور خصوصاً ایمان والوں کے ساتھ نہایت ہی شفیق و مہربان ہیں ۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلمؐ رحمت بن کر آئے ، تمام زمانوں کیلئے اور تمام مخلوقات کے لئے ۔ معمولی سے معمولی بندگانِ خدا کیلئے ، کمزور سے کمزور انسانوں کیلئے ، جملہ مخلوق خدا کیلئے ، ہر گوشہ زندگی کیلئے ، شجر و حجر کیلئے ، برگ و ثمر کے لئے ، آپؐ جو پیغام لیکر تشریف لائے وہ کسی قوم علاقہ یا زمانہ کے ساتھ مخصوص نہ تھا ۔ وہ ایک عالمگیر پیغام تھا ۔ اس لئے فطری طور پر اس میں وہ ساری خوبیاں ناگزیر تھیں جو رہتی دنیا تک انسانوں کیلئے باعث ہدایت بن گئیں ۔ آپؐ کے لائے ہوئے احکام میں اعتدال تھا ۔ آپؐ نے دنیا کے سامنے جو ضابطہ حیات پیش کیا ۔ اس کی اساس فطرت پر تھی ۔

میں پہلے ذکر کر چکا ہوں کہ حضور سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بعثت سے پہلے عالم انسانیت ظلم و جور ، قتل و غارت اور وحشت و بربریت کا شکار تھا ۔ عرب معاشرہ میں وہ ساری برائیاں موجود تھیں جو ایک بگڑے ہوئے معاشرہ میں پائی جاتی ہیں ۔ ــــــــــ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہوش سنبھالا تو چاروں جانب فتنہ و فساد کی آگ بھڑکتی دیکھی ۔ ایک قبیلہ کو دوسرے قبیلہ کے خون کا پیاسا پایا ۔ آپؐ نے پہلا قدم یہ اٹھایا کہ خود مظلوموں اور کمزوروں کی مدد کرنا شروع کر دی ۔ خود نیکیوں کے پیکر بنے اور جہاں کہیں ظلم و ستم کا واقعہ پیش آیا ۔ وہاں تشریف لے گئے ۔ انہیں نصیحت کی ۔ معاملے کو سلجھایا ۔ کمزوروں

Marfat.com

کی مدد کی، مختصر سے ہی عرصہ میں آپؐ کی غم خواری اور مظلوموں سے ہمدردی کا سکہ بیٹھ گیا ۔ آپؐ "صادق" اور "امین" کے لقب سے مشہور و معروف ہو گئے ۔ آپؐ کی صداقت شعاری اور امن دوستی کے سبھی معترف ہو گئے ۔

حضورؐ تقریباً بیس برس کے تھے ۔ ۔ ۔ ۔ اُس وقت عرب معاشرہ بڑی بدامنی و انتشار کا شکار ہو چکا تھا ۔ قافلے لوٹ لئے جاتے تھے ۔ غریبوں، کمزوروں اور زیردستوں پر ظلم انتہا کو پہنچ چکا تھا۔ مکہ مکرمہ کی فضا روز بروز خراب سے خراب تر ہوتی چلی جا رہی تھی ۔ ان حالات میں حضورؐ کے چچا زبیر بن عبدالمطلب نے سرداران مکہ کو جمع کیا متعدد قبیلے شریک ہوئے سب نے امن و عامہ کے مسئلے کو تشویش کی نگاہ سے دیکھا اور زبردستوں کے ظلم سے زیردستوں کو بچانے کیلئے ایک معاہدہ کیا جسے "حلف الفضول" کہا جاتا ہے ۔ اس کی چند شرائط یہ تھیں ۔

۱۔ ہم ملک سے بدامنی دور کریں گے ۔

۲۔ مسافروں اور تجارتی قافلوں کی حفاظت کریں گے ۔

۳۔ زیردستوں پر زبردستوں کے مظالم کو روکیں گے ۔

۴۔ غریبوں کی امداد کرتے رہیں گے ۔

وہ ملک جہاں فتنہ و فساد عام تھا ۔ لوگ غیر مہذب تھے ۔ وہاں مظلوموں کی حمایت میں ایسی انجمن کا قیام ایک نیا واقعہ تھا ۔ اس معاہدے کی وجہ سے مکہ مکرمہ اور اس کے اطراف میں مکمل امن قائم ہو گیا ۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جو اس معاہدہ کی روحِ رواں تھے ہمیشہ اس پر فخر کیا کرتے تھے، ایک موقع پر آپؐ نے فرمایا !

"اس معاہدہ کے مقابلے میں اگر مجھے سرخ رنگ کے اونٹ بھی دیئے جاتے تو میں نہ بدلتا اور آج بھی ایسے معاہدے کیلئے کوئی بلائے تو میں حاضر ہوں"

(سیرت النبی جلد اول صفحہ ۱۸۵ ۔ شبلی)

حضور سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عمر مبارک ۳۵ برس تھی ۔ آپؐ کی فہم و فراست سے عرب معاشرہ ایک بڑی خون ریزی سے بچ گیا ۔ واقعہ یہ ہے کہ خانہ کعبہ جو حضرت ابراہیمؑ اور حضرت اسماعیلؑ کی تعمیر کردہ عمارت تھی ۔ انہی کی اولاد پورے عرب میں پھیلی ہوئی تھی ۔ اس لئے تمام عرب صدیوں سے اس کا احترام کرتے تھے اور اسے مقدس زیارت گاہ سمجھتے چلے آ رہے تھے ۔ اور ہر سال اس کی زیارت کیلئے دور دراز علاقوں سے لوگ جوق در جوق آتے ۔ ابرہہ کی

Marfat.com

خوفناک یورش اور ناکامی سے کعبہ کی شہرت عام ہوئی ۔ یہ عمارت چونکہ نشیب میں واقع تھی۔ اس لئے سیلاب نے اس کی بنیادوں کو کمزور کر دیا ۔ چنانچہ مکہ کے قبائل نے عمارت کو ڈھا کر بڑے جوش و خروش کے ساتھ اس کی از سر نو تعمیر شروع کر دی ۔ جب حجرِ اسود کو نصب کرنے کا وقت آیا تو ہر قبیلہ کی یہ خواہش ہوئی کہ اس کے نصب کرنے کا شرف اُس کے حصہ میں آئے ۔ بظاہر یہ ممکن نہ تھا ۔ اختلاف بڑھا اور اتنا بڑھا کہ تلواریں میاں میں سے نکل آئیں ۔ قریب تھا کہ خانہ جنگی کے شعلے بھڑک اٹھیں ۔ کہ ایک معمر شخص ابو اُمیہ بن مغیرہ نے رائے دی ۔

کل صبح جو شخص سب سے پہلے حرم میں داخل ہو اسے ثالث تسلیم کر لیا جائے ۔ اس تجویز پر سب متفق ہو گئے اور اپنے اپنے گھروں کو روانہ ہو گئے ۔ دوسرے روز سپیدۂ سحر نمودار ہوا لوگوں نے دیکھا ۔۔۔ صحن کعبہ میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم موجود تھے ۔ یہ دیکھ کر سب وفورِ مسرت سے چلا اٹھے ، لو **محمدؐ** آ گئے ، وہ امین آ گئے ۔ ان کا فیصلہ بے لاگ ہو گا ۔ یہ ثالثی کوئی معمولی نہیں تھی ۔ اس زمانے میں ایک بڑی عزت تھی ۔ پھر یہی نہیں آپؐ نے جو فیصلہ کیا اور جس احسن طریقہ اور تدبیر کے ساتھ کیا ۔ اُس سے تمام قبیلے راضی بھی ہو گئے اور حقیقی شرف بھی اس کو حاصل ہوا ۔ جو اس کے اہل تھا ۔ آپؐ نے ایک چادر پر حجرِ اسود رکھا اور سرداروں کو چادر پکڑنے کو کہا ۔ جب حجرِ اسود اپنی جگہ پہنچا ۔۔۔ تو آپؐ نے اپنے دست مبارک سے اس کو اٹھا کر اس کے مقام پر نصب کر دیا ۔ اس طرح آپؐ کے تدبر سے ایک بڑی لڑائی ہوتے ہوتے رک گئی ۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جب اعلانِ نبوت فرمایا تو کفارِ مکہ نے آپؐ کی مخالفت شروع کر دی ۔ آپ کے چچا ابو طالب پر دباؤ ڈالا ۔ دولت اور بادشاہت کا لالچ دیا لیکن داعی امن و سلامتی صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب دیا ۔

" اگر تم میرے دائیں ہاتھ پر سورج اور بائیں ہاتھ پر چاند رکھ دو تو پھر بھی "حق" کہنے سے باز نہیں آؤں گا ۔ "

جب حضورؐ نے مکہ مکرمہ کے گلی کوچوں میں پھر کر ، علی الاعلان تبلیغ شروع کی کبھی دو چار صحابہؓ آپؐ کے ہمراہ ہوتے تو کبھی اکیلے ہی آپؐ راہ چلتے لوگوں ، مسافروں ، دکانداروں ، تاجروں غرضیکہ ہر شخص کو تبلیغ کرتے ۔ رفتہ رفتہ اسلام پھیلنے لگا تو کفارِ مکہ کو فکر ہوئی کہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہمارے بتوں (معبودوں) کو جھٹلاتے ہیں ۔ وہ آبائی مذہب سے

Marfat.com

منحرف ہو کر لوگوں کو ایک نئے دین کی دعوت دیتے ہیں۔ ایک خدا کو ماننے اور اپنے رسول ہونے کا کلمہ پڑھاتے ہیں ایک خدا کے علاوہ سارے معبودوں کی خدائی کا انکار کرتے ہیں چنانچہ ان کی مخالفت بڑھ گئی۔ آپؐ اور آپؐ کے ساتھیوں کو ستانا شروع کر دیا۔ آوارہ لڑکوں کو آپؐ کے پیچھے لگا دیا گیا۔ آپؐ پر آوازیں کسی جانے لگیں۔ کوڑا کرکٹ پھینکا جانے لگا۔ ان سب حالات میں آپؐ اپنے ساتھیوں کو صبر کی تلقین فرماتے۔ کفار و مشرکین کیلئے دعائیں فرماتے کہ الٰہی! ان کو سمجھ عطا فرما اور یہ دین اسلام میں داخل ہو جائیں۔

کفار مکہ آپؐ کے ساتھیوں کو تپتی ریت پر لٹا دیتے۔ سینوں پر وزنی پتھر رکھ دیتے۔ کوڑے ملتے درختوں پر الٹا لٹکا دیتے۔ رسیاں باندھ کر گلیوں اور بازاروں میں گھسیٹتے۔ مسلمانوں کو ابتدائی ادوار میں بہت زیادہ تکالیف برداشت کرنا پڑیں۔ خود پیغمبر اول و آخر صلی اللہ علیہ وسلم نے کئی برس شعب ابی طالب میں گزارے، سفر طائف میں لہولہان ہوئے۔ ہر تکلیف اور مشکل سے گزرے لیکن صبر و شکر کا دامن ہاتھ سے نہ چھوڑا۔ امن اور بھائی چارہ کا پرچار ہی کرتے رہے اور حق و صداقت کا پرچم سربلند ہی رکھا۔

جب کفار کی ایذا رسانیاں حد سے تجاوز کر گئیں۔ اللہ تعالیٰ نے آپؐ کو ہجرت کا حکم دیا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ منورہ پہنچ کر سب سے پہلے جس چیز کی طرف خصوصی توجہ اور کوشش فرمائی۔ وہ شہر کا امن و امان اور وہاں کے باشندوں کے باہمی تعلقات کا خوشگوار بنانا تھا۔ اس کا ایک پہلو تو مہاجرین اور انصار میں مواخات قائم کرانا تھا اور دوسرا یہود مدینہ سے معاہدہ کرنا۔ اس وقت مدینہ میں یہودیوں کی ایک نمایاں حیثیت قائم ہو چکی تھی وہ صاحب ثروت اور صاحب اقتدار تھے وہاں کے باشندے ان کے مقروض تھے۔ جبکہ مسلمان بے سروسامان تھے اسی لئے حضورؐ نے سب سے پہلے بھائی چارے اور امن و سلامتی کی فضا پیدا کرنے کی طرف توجہ فرمائی۔

داعی امن و اخوت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے باشندگانِ مدینہ کیلئے ایک عہد نامہ مرتب فرمایا، جس میں یہود و مشرکین سب شامل تھے۔ یہ معاہدہ میثاقِ مدینہ کے نام سے مشہور ہے۔ یہ پہلی اسلامی ریاست کا پہلا دستوری آئین ہے۔ اس میں ہر طبقہ کے سیاسی اور معاشرتی حقوق و فرائض متعین کر دیئے گئے تھے۔ یہ دنیا کا پہلا تحریری دستور تھا۔ عہد نامہ کی شرائط یہ تھیں۔

Marfat.com

۱. مدینہ منورہ پر کوئی حملہ ہوگا تو دونوں فریق مل کر مقابلہ کریں گے۔
۲. خون بہا اور فدیہ کا جو طریقہ پہلے سے چلا آتا ہے۔ اب بھی قائم رہے گا۔
۳. یہود کو مذہبی آزادی حاصل ہوگی اور ان کے مذہبی معاملات میں دخل نہیں دیا جائے گا۔
۴. یہود یا مسلمانوں کو کسی سے لڑائی پیش آئے گی تو ایک فریق دوسرے کی مدد کرے گا۔
۵. اگر کوئی فریق کسی دشمن سے صلح کرے گا تو اس میں دوسرا بھی شریک ہوگا۔
۶. مدینہ کے اندر کشت و خون کرنا حرام سمجھا جائے گا۔
۷. جھگڑوں کا آخری فیصلہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرمائیں گے۔
۸. مظلوم کی امداد سب پر ضروری ہوگی۔

اس معاہدے کی تکمیل کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مدینہ کے اردگرد علاقوں میں رہنے والے قبائل میں بھی گئے اور بہت سے قبائل کو بھی اس معاہدہ کا پابند کرایا تاکہ بدامنی اور روزمرہ کی خونریزی کا مکمل خاتمہ ہو جائے۔ میثاق مدینہ کا حرف حرف آج بھی زندہ و پائندہ ہے۔ ہر شخص پڑھ کر یہ اندازہ کر سکتا ہے کہ حضورؐ دنیا میں امن و امان قائم کرنے آئے تھے۔ تلوار چلانے نہیں۔۔۔ بقول نعیم صدیقی!

"مدینہ حضورؐ کی دس سالہ زندگی میں سنگین درجہ کی ایمرجنسی کے زیر سایہ رہا ہے۔ ہر آن حملے کا خطرہ رہتا۔ قریش مکہ نے تین بار بڑے حملے کئے۔ چھوٹی چھوٹی جھڑپوں اور سرحدی آویزشوں کے واقعات آئے دن ہوتے رہتے تھے۔ مختلف قبائل مدینہ پر دھاوا بولنے کے لئے کبھی ادھر سے سر اٹھاتے کبھی ادھر سے بار بار طلایہ گردی کرنے اور فتنوں کی سرکوبی کے لیے مدینہ سے فوجی دستوں کی ترسیل ہوتی۔ راتوں کو فوجی پہرہ لگایا جاتا۔ غرض ایک جنگی کیمپ کی سی زندگی تھی۔ اس پر متزاد، یہود اور منافقین کی سازشیں بھتیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قیادت کو ناکام کرنے کی سازشیں اور پھر اس زندگی بخش ہستی کو قتل کر دینے کی سازشیں، ایمرجنسی کا اس سے بڑھ کر اور کیا عالم ہو سکتا ہے۔ مگر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نہ کبھی اپنے لئے کوئی مستبدانہ رویہ اختیار کیا اور نہ ہی کوئی ہنگامی آرڈیننس جاری کیا اور نہ کوئی جابرانہ ایکٹ نافذ کیا۔ نہ کسی ایک فرد کو نظر بندی میں ڈالا۔ نہ کوئی ہنگامی عدالتیں بٹھائیں۔ نہ تازیانے برسا کر لوگوں کی کھال ادھیڑی، نہ جرمانے اور تاوان ڈالے۔ نہ کسی شہری پر کوئی بار، خدائی قانون سے تجاوز کر کے ڈالا۔ نہ اختلاف اور تنقید کا حق

Marfat.com

سلب کیا۔ نہ کسی کی زبان بندی کی اور نہ کسی پر پابندی عائد کی۔ حتیٰ کہ عبداللہ بن ابی جیسے فتنہ پرداز تک سے کوئی تعرض نہیں کیا۔ سارا دارو مدار اپنی دعوت کی صداقت اور اپنے کردار کی پاکیزگی پر رکھا۔ کبھی کسی پر دھونس نہیں جمائی۔ کبھی کسی انسان کی تحقیر نہیں کی۔ کبھی اکڑفوں سے کام نہیں لیا۔ بلکہ دوسروں کی صعوبتوں کو صبر سے برداشت کیا۔ یہی وجہ تھی کہ دشمنوں کے دل مسخر ہو گئے۔ سائقہ آ ہوائے دیدہ و دل فرش راہ کرتے تھے اور پھر جب حضورؐ کی صداقت و شرافت کے آگے سر جھکا دیتے تھے تو ان میں ایسی تبدیلی آتی تھی گویا کایا پلٹ ہو گئی۔ (محسن انسانیت ص ۴۶)

اسلام جو امن و سلامتی کا مظہر ہے۔ اس کے ایک معنی ہی "الدخول فی السلم" یعنی امن و سلامتی اور صلح و آشتی میں داخل ہو جانا۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مدینہ منورہ پہنچ کر اپنے پہلے خطاب میں فرمایا، پیغام امن و سلامتی کو عام کرو۔ چنانچہ اسلامی آداب میں سلام کی دعا، اتنی عام ہے کہ اس میں سابقہ جان پہچان اور دین و عقیدہ کا امتیاز بھی نہیں برتا جاتا۔ قرآن مجید میں مسلمان کیلئے اللہ کا بڑا واضح حکم ہے۔

یا ایھا الذین امنوا ادخلوا فی السلم کافۃ

(البقرۃ : ۲۰۸)

اے ایمان والو! سب کے سب امن و سلامتی میں داخل ہو جاؤ۔

لیکن ظلم و جبر روکنے کیلئے آزادی خیال، آزادی فکر اور آزادی دین و عقیدہ کا حق حاصل کرنے کیلئے، جب حضورؐ کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے حکم ملا۔

وقاتلوھم حتی لا تکون فتنۃ ویکون الدین کلہ للہ

(الانفال : ۳۹)

ان سے یہاں تک جنگ کرو کہ فتنہ نہ رہے اور سارا دین اللہ کیلئے ہو جائے"

تو رسول رحمتؐ نے دشمنوں کا مقابلہ بھی کیا، آپؐ کی جنگ کا مقصد محض فتنہ کو فرو کرنا اور آزادیٔ عقیدہ منوانا تھا۔ جنگ میں آپ نے کامیابی کے بعد رحم و کرم اور عفو و درگزر سے کام لیا۔ آپؐ کی ہر جنگ صلح و آشتی کا پیش خیمہ تھی اور ہر جنگ کے بعد امن و سلامتی کی فضا سازگار ہو جاتی تھی۔ آپؐ نے جتنی بھی لڑائیاں لڑیں سب اصلاحی تھیں۔ انتقامی نہیں تھیں۔

Marfat.com

صلح حدیبیہ اس کا واضح ثبوت ہے کہ حضورؐ نے بڑے کٹھن اور دشوار حالات سے گزرنا گوارا کرلیا۔ اس موقع پر صحابہ کرامؓ ظاہری فتح و غلبہ کے متوقع تھے۔ لیکن آپ نے صرف امن وسلامتی کے لئے انتہائی تکلیف دہ شرائط پر صلح کرنے کیلئے اپنے ساتھیوں کو تیار کیا۔ اللہ تعالیٰ نے اس معاہدہ کو فتح مبینؔ قرار دیا۔ اس لئے کہ معاہدے میں ایک شق کے ذریعہ فریقین نے ایک دوسرے کی آزادی عقیدہ و دین کو تسلیم کرلیا تھا۔ اب عرب قبائل آزاد تھے انہیں اختیار تھا کہ وہ مسلمانوں یا کفار مکہ جن کے ساتھ چاہیں ان کے حلیف بن جائیں۔

داعی امن وانحوت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی امن پسندی کا ایک عدیم المثال مظاہرہ تاریخ نے فتح مکہ کے موقع پر دیکھا جبکہ آپؐ نے اپنے بدترین دشمنوں کو جو آپ کے جان کے دشمن تھے یہ کہہ کر

لا تثریب علیکم الیوم

"آج تم پر کوئی الزام نہیں ہے معاف فرمادیا۔"

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے سامنے جارحیت کرنیوالے دشمنوں نے جب بھی امن و صلح کی درخواست پیش کی آپؐ نے ان کی درخواست کو رد نہیں فرمایا۔ حقیقت یہ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حیات مبارکہ امن وامان اور سلامتی کی فضا ہموار کرنے میں گزری کیونکہ آپؐ سے زیادہ کون جانتا ہے کہ تعمیر ملت کا کام اس کے بغیر سرانجام نہیں پاسکے گا۔ اس کیلئے آپؐ نے مسلسل جدوجہد کی اپنی پاکیزہ اور لازوال تعلیمات کے ذریعے مخالفین کے قلوب کو مسخر کیا۔ ان کے دلوں میں نور اسلام کی شمع روشن کی۔ نفرت وکدورت کو دور کیا۔ امن وآشتی کی فضا قائم کی، امن کو انسانی معاشرہ کی ترقی کیلئے سب سے قیمتی چیز قرار دیا۔

دنیا میں آج جو بدامنی اور فتنے پھیلے ہوئے ہیں ان کا حقیقی سبب یہ ہے کہ لوگ اخلاق کو بالائے طاق رکھ کر اپنے مطلب و مفاد کے لئے دوسروں کی حمایت کرتے ہیں۔

داعی امن صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا عطا کردہ نظام دنیا سے نقص امن اور جھگڑوں کے اسباب و محرکات کا خاتمہ کرنا چاہتا ہے۔ اس لئے وہ حسن اخلاق، حسن معاملگی کی تاکید کرتا ہے۔ اور اس خرابی کے قلع قمع کرنے کی ہدایت کرتا ہے۔ جس میں فتنہ وفساد کے شعلے بھڑکنے کا اندیشہ ہو۔ اسلام نے جہاں کہیں ذرا برابر بھی نقصان کا خطرہ محسوس کیا ہے وہیں انگلی رکھ دی ہے اور سختی کے ساتھ روک دیا ہے۔۔۔۔ تاکہ دنیا میں امن وامان قائم رہے اور لوگ نیکوکاری

Marfat.com

و راستبازی کو اپنا شعار بنالیں ۔ اسلام تو زبان اور دل کو یکجا دیکھنا چاہتا ہے اور سب کے حقوق کا پورا احترام کرنے کا حکم دیتا ہے ۔

داعی امن و اخوت ؐ کے پیغام ، آپؐ کی تعلیمات پر عمل کرنے کی جتنی ضرورت آج ہے اس سے پہلے کبھی نہ تھی ۔ کیونکہ اسی پیغام ہی کے ذریعے امن قائم ہو سکتا ہے ۔ صرف اس پر عمل کی ضرورت ہے ! ہمارا ہر قول ، ہمارے عمل سے تصدیق چاہتا ہے ۔ اگر ہم واقعی عاشقِ رسولؐ ہیں ، حضورؐ سے محبت کے دعویدار ہیں اور اللہ کی رضا کے طلبگار ہیں تو اس کے سوا کوئی چارہ نہیں کہ وجۂ تخلیق کائنات ، ہادیٔ برحق ، رحمت عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مکمل پیروی کریں ۔ انہی کی ذاتِ گرامی کو تمام تر دینی و دنیاوی نور و فلاح کا مرکز جانیں ، تاکہ خدائے بزرگ و برتر ہمیں اپنے پسندیدہ بندوں میں شمار کریں ۔

بہ مصطفیٰ برساں خویش را کہ دیں ہمہ اوست
اگر بہ او نرسیدی تمام بولہبی ست

Marfat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ؕ

سورہ الانفال کی آیت کریمہ کی روشنی میں

ہادیٔ عالم صلی اللہ علیہ وسلم بحیثیت داعیٔ اخوت

ابو طاہر سید سبط احمد، گڑھی ڈوپٹہ
مظفر آباد

اگر ہم ہادیٔ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثتِ مبارکہ سے قبل دنیا کے حالات کا جائزہ لیں تو معلوم ہوگا کہ ہر جگہ کوئی نہ کوئی فطری صلاحیت یا تو معطل تھی یا اس کا استعمال اس کے فطری تقاضوں کے خلاف ہو رہا تھا ہر جگہ خدائے بزرگ و برتر کے بجائے زمین و آسمان کی کسی نہ کسی چیز کو نفع و نقصان کا مالک سمجھ کر اس کی پرستش کی جا رہی تھی۔ معروف کو چھوڑ کر منکر پر عمل ہو رہا تھا۔ دنیائے انسانیت اخلاق و کردار کے لحاظ سے پستیوں کا شکار تھی۔ انسانی زندگی، درندگی کا نمونہ بنی ہوئی تھی۔ قتل و غارت، خون ریزی، حرص و طمع، لوٹ مار غرضیکہ ہر برائی انسانی معاشرے میں موجود تھی۔ دنیا کی دو بڑی سلطنتوں یعنی سلطنت روما اور سلطنت فارس کے حکمران اپنی رعایا کی خدمت کی بجائے جو کہ تنظیم انسانی کا فطری مقصد ہے۔ عوام کی جان و مال کو اپنی خدمت اور عیش و عشرت کیلئے استعمال کر رہے تھے اور عوام سے عبادت کی حد تک اپنی اطاعت کرا رہے تھے۔ جو شخص ان کے سامنے سجدہ ریز نہ ہوتا وہ ظلم و تشدد کا نشانہ بنتا۔ اس صورتِ حال میں خدائے رحمٰن و رحیم نے محسنِ انسانیت، سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو دینِ فطرت یعنی فطری نظامِ حیات، اسلام کا پیغامبر بنا کر مبعوث فرمایا۔ آپؐ تشریف لائے اور اس تیرہ و تاریک دنیا کو ہدایت کے نور سے روشن و منور کر دیا۔ آپؐ نے ایک طبیبِ روحانی کے طور پر اپنی تعلیم کے ذریعے لوگوں کو معروف کو اختیار کرنے اور منکر سے دور رہنے کی تلقین فرمائی۔

Marfat.com

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اچھائیوں کو پھیلانے اور برائیوں کے سدباب کے لئے گلیوں اور بازاروں میں پتھر کھائے۔ سخت ایذائیں برداشت کیں۔ یہاں تک کہ وطن چھوڑا مگر منزلِ مقصود کو پالیا یعنی۔ انسانیت کو راہ ہدایت پر گامزن کر دیا جو فلاح وکامیابی، امن وآشتی صلح ومحبت اور اخوت ومساوات کی امین تھی۔ ایک دوسرے کے خون کے پیاسے ایک دوسرے کے جان نثار بن گئے۔۔۔ بت پرست، خدا پرست ہو گئے۔ دنیائے انسانیت میں ایک ایسا انقلاب آیا کہ ہادی عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ہر غلام ہدایت کا ستارہ اور آنیوالی نسلوں کا مقتدا اور پیشوا بن گیا۔ تاریخ کے اوراق بتاتے ہیں کہ دنیا کی کوئی طاقت یا کوئی لالچ، ان غلامانِ محمدؐ کے پائے ثبات میں لغزش پیدا نہ کر سکی انہیں اپنے مقصد سے نہ ہٹا سکی۔ تاریخ عالم میں نہ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جیسی شخصیت پیدا ہوئی اور نہ ہی آپؐ کے صحابہ رضوان اللہ علیہم جیسے جان نثار پیدا ہوئے۔ جن سے اللہ راضی ہوا اور وہ اللہ سے راضی ہوئے۔

دراصل رحمتِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انسانی ذہن، سوچ اور فکر بلکہ ساری روحِ انسانیت کو بدل کر رکھ دیا۔ آپؐ کی تعلیمات جہاں جہاں پہنچیں اور جنہوں نے اسے قبول کیا ان کی ساری زندگی کے نہج اور انداز بدل گئے۔ مخلوق کا اپنے خالق سے تعلق استوار اور مضبوط ہو گیا۔ بھٹکی ہوئی انسانیت راہِ راست پر آ گئی۔

حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ساری انسانیت کو ایک ہی شخص کی نسل قرار دیا اور توحید ورسالت کا تصور دے کر اخوت ومساوات کی بنیاد ڈالی جو آپؐ سے پہلے ناپید تھی۔ رحمتِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے انسانوں کی اپنی تخلیق کردہ اونچ نیچ کی تمام تفریقوں کا خاتمہ کر دیا آپؐ صلی اللہ علیہ وسلم نے خطبہ حجۃ الوداع میں واضح طور پر فرمایا!

"تمام انسان آدمؑ کی اولاد ہیں اور آدمؑ مٹی سے بنائے گئے ہیں۔ کسی عربی کو عجمی پر اور کسی گورے کو کالے پر کوئی فضیلت حاصل نہیں۔ فضیلت صرف پرہیزگاری کے ذریعے ہی حاصل ہو سکتی ہے۔"

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ آیتِ کریمہ تلاوت فرمائی!

وجعلنٰکم شعوبًا وّقبآئل لتعارفوا ان اکرمکم عند اللّٰہ اتقٰکم (سورۃ الحجرات ۱۳)

Marfat.com

"اے لوگو! ہم نے تمہیں ایک مرد اور ایک عورت سے پیدا کیا ہے اور تمہیں مختلف قوموں اور قبیلوں میں محض تعارف و پہچان کے لئے تقسیم کیا ہے، اللہ کے نزدیک تم میں زیادہ عزت والا وہ ہے جو سب سے زیادہ پرہیزگار ہوگا۔

ہادیٔ عالم، نورِ مجسم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسلامی انقلاب کے ذریعے جس معاشرے کی بنیاد رکھی اس میں بنیادی حقوق کے اعتبار سے بھی تمام باشندوں میں مساوات تھی۔ رنگ، نسل، خون و زبان یا خاندان کی بنا پر کوئی برتر نہ تھا۔ سب کے سب افراد مساوی حقوقِ انسانی سے بہرہ ور تھے۔ سب کی ذمہ داریاں، صلاحیت اور اہلیت کے تناسب سے مساوی تھیں۔ سب کو روزگار کے بنیادی حقوق میسر تھے اور سب کو ان حقوق کی ضمانت بھی حاصل تھی۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے رنگ و نسل اور سیادت و افتخار کے تصورات کی نفی کر دی۔ اسلام نے نسل کے بت پر یہ کہہ کر ضرب لگائی۔

خلقکم من نفس واحدۃ وخلق منھا	خدا نے تم کو ایک ہی جان سے پیدا کیا اس
زوجھا وبث منھما رجالاً کثیراً	سے اس کا جوڑا اور ان دونوں سے بہت
ونساءً ج (سورۃ النساء ۱)	سے مردوں اور عورتوں کو دنیا میں پھیلایا۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بنی نوع انسان کو رنگ و نسل، آقا و غلام، عربی و عجمی اعلیٰ و ادنیٰ کی تفریق سے نجات دلائی اور ایسے اصول وضع کیے جن پر عمل پیرا ہو کر دنیا سے غلامی کا خاتمہ ممکن تھا۔ اور یہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی کی تعلیمات کا اثر ہے کہ دنیا سے رفتہ رفتہ غلامی کا خاتمہ ہو گیا۔ حضرت سلیمان فارسی رضی اللہ عنہ، حضرت صہیب رومی رضی اللہ عنہ، حضرت بلال حبشی رضی اللہ عنہ اگرچہ غلام تھے مگر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں اشرافِ قریش سے کم مرتبہ نہ رکھتے تھے۔ ان غلاموں کے سامنے بڑے بڑے مسلمان سلاطین اور شہنشاہوں کی شوکت ماند نظر آتی ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو غلاموں پر شفقت کرنے کا اتنا احساس تھا کہ وصال کے وقت آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔

"غلاموں کے معاملے میں خدا سے ڈرتے رہنا" (بخاری شریف)

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے غلاموں کے بارے میں حسنِ سلوک کی پالیسی کو بنیاد قرار دیا اسی رحمت و شفقت کا اثر تھا کہ اکثر کافروں کے غلام بھاگ کر آپؐ کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہوئے تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں آزاد کر دیا۔ مالِ غنیمت جب تقسیم ہوتا تو آپؐ اس میں سے غلاموں کو بھی حصہ دیتے۔ آپؐ نے غلاموں کی خرید و فروخت کو قطعاً ممنوع

Marfat.com

قرار دیا اور فرمایا۔

"جو کوئی کسی آزاد شخص کو پکڑ کر بیچے گا۔ میں خود اس کے خلاف قیامت کے دن مدعی ہوں گا۔ (بخاری شریف)

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے مختلف سلطنتوں میں جو وفود بھیجے ان میں اکثر حبشی غلام ہوتے۔ ممتاز مغربی مستشرق فلپ ہٹی کے مطابق:

"والئی مصر یہ دیکھ کر دنگ رہ گیا کہ شرائط صلح کیلئے جو وفد آیا ہے اس کا رئیس ایک حبشی ہے"۔

یہ ایک ایسا انقلابی قدم تھا جس کی پیروی کیلئے آج بھی انسان محتاج ہے۔ اس لئے کہ انسان جسے اللہ تعالیٰ نے اشرف المخلوقات بنایا۔ اس نے جہاں اور بہت سی پستیاں اپنے اندر قبول کیں۔ ان میں ایک یہ بھی ہے کہ وہ بتدریج ایک دوسرے کے مقابلے میں بلند و پستی امتیازات اعلیٰ و ادنیٰ اور فضیلت و عدم فضیلت کا شکار ہوتا چلا گیا۔ یہاں تک کہ بعض انسان ذرا سی اجتماعی قوت و اختیار ملتے ہی اپنے بارے میں اس غلط فہمی میں پڑ جاتا ہے کہ وہ عام انسانوں سے برتر کوئی بڑی شے ہے وہ یہ محسوس کرنے لگ جاتا ہے کہ دوسرے انسان اس کے مقابلے میں بہت پست درجہ پر ہیں۔ پھر دوسرے انسانوں نے بھی اسے یہی یقین دلایا، کہ واقعی اس میں ایسی خوبیاں موجود ہیں۔ کہ دوسروں کے مقابلے میں اسے اعلیٰ وارفع قرار دیا جائے۔

آج انسانی معاشرے میں بتدریج اس شرف ورفعت کیلئے کئی پیمانے وضع ہو رہے ہیں کہ خاندانی نسب کا شرف، قبیلہ کی بلندی، عہدہ و منصب کا امتیاز، دولت کی فراوانی ان امتیازات کے زینے لگا لگا کر انسان مصنوعی طور پر اپنے آپ کو دوسروں سے بلند کرنے کی کوشش کر رہا ہے۔ آج معاشرے میں اسی شخص کی عزت و احترام کیا جاتا ہے جس کے پاس بے پناہ دولت اور وسائل ہیں۔ جبکہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی تعلیمات کی روشنی میں کوئی بھی شخص کسی دوسرے شخص سے دین و اخلاق کی فضیلت کے سوا کسی دوسری فضیلت کے سبب برتر و محترم نہیں:

شاعر علامہ اقبالؒ کا قول ہے۔

"حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی رسالت کا مقصود ہی نسلِ انسانی میں مساوات واخوت

Marfat.com

قائم کرنا اور انہیں آزادی وحریت کی نعمت سے مالا مال کرتا تھا۔ آئرلینڈ کا شہرہ آفاق آتش بیان مقرر ایڈمنڈ برک (EDMOND BURBK) نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعلیمات (اخوت ومساوات) کا تذکرہ ان شاندار الفاظ میں کیا ہے۔

حضرت محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے جو اصول پیش کئے وہ بادشاہ سے لیکر فقیر تک سب کو متحد کرتے ہیں اور دانشوروں، عالموں اور قانون دانوں کے تمام سابقہ ضابطوں پر انہیں فوقیت حاصل ہے۔ میں اسلام کی جمہوریت سے بہت متاثر ہوا ہوں۔ یہ وہ پہلا مذہب ہے جس نے فطری اور عملی طور پر جمہوریت قائم کی۔ جب مسجدوں میں اذان دی جاتی ہے اور عبادت گزار جمع ہوتے ہیں۔ تو اسلامی عمومیت کا دن میں پانچ مرتبہ عملی مظاہرہ ہوتا ہے۔ آقا و غلام ایک ہی صف میں کھڑے ہو کر اللہ اکبر کہتے ہیں تو مجھے یہ سماں بڑا ہی پیارا معلوم ہوتا ہے"

گاندھی جی نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ہدیہ عقیدت پیش کرتے ہوئے کہا۔

" اسلام اپنے انتہائی عروج کے زمانہ میں بھی تعصب اور ہٹ دھرمی سے پاک تھا"۔ اسلام نے تمام دنیا سے خراج تحسین وصول کیا جب مغرب پر تاریکی اور جہالت کی گھٹائیں چھائی ہوئی تھیں۔ اسوقت مشرق سے ایک ستارہ نمودار ہوا۔ ایک روشن ستارہ جس کی روشنی سے ظلمت کدے منور ہو گئے۔ اسلام دین باطل نہیں ہے۔ ہندؤوں کو اس کا مطالعہ کرنا چاہیئے تاکہ وہ میری طرح اس کی تعظیم کرنا سیکھ جائیں، میں یقین سے کہتا ہوں کہ اسلام بزور شمشیر نہیں پھیلا بلکہ اس کی اشاعت کے ذمہ دار رسول عربی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ایمان، ایقان، ایثار اور اوصاف حمیدہ تھے۔ ان صفات نے لوگوں کے دلوں کو مسخر کر لیا تھا۔ یورپی اقوام جنوبی افریقہ میں اسلام کو سرعت کے ساتھ پھیلتا دیکھ کر خوفزدہ ہیں۔ اسلام نے اندلس کو مہذب بنایا۔ اسلام جو مشعل ہدایت کو مراکو (MORROCCO) تک لے گیا۔ اسلام جس نے اخوت کا درس دیا۔ جنوبی امریکہ میں یورپی اقوام محض اس لئے ہراساں ہیں کہ وہ جانتی ہیں کہ اگر اصلی باشندوں نے اسلام قبول کر لیا تب وہ ہمسرانہ حقوق کا مطالبہ کریں گے اور لڑا کریں گے۔ اگر اخوت گناہ ہے تب ان کا خوف راستی پر مبنی ہے۔ میں نے خود دیکھا ہے۔ زولو عیسائیت قبول کرنے پر بھی عیسائی حقوق حاصل نہیں کر سکا لیکن جونہی وہ حلقہ بگوش اسلام ہوا تو مسلمانوں

Marfat.com

کے ساتھ اس کا رابطہ اتحاد پیدا ہو گیا ۔ یورپ اس اتحاد اسلام سے خائف ہے ۔

ممتاز مستشرق ہٹی اپنی کتاب " تاریخ عرب " میں حضور سرور دو عالم ؐ کی تعلیمات کا ذکر کرتے ہوئے لکھتا ہے ۔

" یہ عرب کی تاریخ میں پہلی کوشش تھی کہ انہیں خون کی بجائے مذہب کے نام پر ایک مرکز پر جمع کیا جا رہا تھا ۔ اللہ اس سلطنت کا حاکم اعلیٰ تھا بنا بریں محمد ؐ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اپنے روحانی فرائض کے علاوہ ایسے فرائض بھی انجام دیتے تھے جیسے سلطنتوں کے احکام اس کی ملت میں سب کے سب قبائلی رشتوں اور پرانے علاقات سے یکسر منقطع ہو کر اصولاً بھائی بھائی بن گئے "۔

یمن کا ایک قبیلہ بنو اشعر تھا ، اس قبیلہ کے جو افراد مسلمان ہو گئے تھے وہ مدینہ منورہ میں آباد ہو گئے ۔ یہ بڑے بہادر اور جانباز لوگ تھے ۔ کفار کے خلاف جنگوں میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیتے ۔ اگرچہ ہر ایک خاندان اپنے آمد و خرچ کا خود ذمہ دار تھا ۔ لیکن ان کا یہ بھی دستور تھا کہ اگر کسی کی آمدنی میں کمی ہو جاتی ۔ موسم کے خاتمے پر نئی فصل سے پہلے کسی کا غلہ ختم ہو جاتا یا سفر میں کسی کے پاس خوراک ختم ہو جاتی تو یہ لوگ ایسا کرتے تھے کہ تمام خاندانوں سے جس کے یہاں جو کچھ غلہ یا خوراک ہوتی وہ سب جمع کر لیتے اور پھر اُسے سب میں برابر تقسیم کر دیتے یہ آپس کی ہمدردی ، اخوت اور مساوات حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اس قدر پسند تھی کہ مجمع عام میں ان کی تعریف فرماتے اور یہاں تک فرماتے ۔

ھُم منی وانا منھم ۔ یعنی وہ میرے ہیں اور میں ان کا ہوں ۔
(بخاری شریف)

غور کیجیے وہ قوم جس میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پیدا ہوئے اور جس میں آپ ؐ نے دین اسلام کی تبلیغ فرمائی دنیا کی عجیب و غریب قوم تھی ۔ جاہل تھی ، ان کا معاشرہ محدود اور ان کی زندگیاں غیر محفوظ تھیں ۔ قبائلی عصبیت نے ان کو باہم ایک دوسرے کا دشمن بنا دیا تھا ۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے تو آپ ؐ نے اصلاح فرمائی ، آپ ؐ نے اولاد ، والدین عزیز و اقارب پڑوسی اور ہموطنوں کے علاوہ تمام نوع انسان کے ساتھ ہمدردی ، شفقت مہربانی ، اخوت و مساوات کا حکم دیا ۔ آپ کی تعلیمات کے مطابق اخوت و مساوات کے بغیر ایک اچھے معاشرے کا تصور بے معنی ہے ۔ نبی رحمت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نظر کیمیا اثر کی برکت سے لوگوں کے دل ایسے سنورے کہ اس کی مثال کوئی قوم پیش نہیں کر سکتی

Marfat.com

ان کے دلوں میں ایثار، فدائیت، سخاوت، اخوت، اور مساوات کے جذبے اس قدر موجزن ہوئے کہ اپنا سب کچھ دوسرے مسلمان بھائی پر قربان کر دینے میں خوشی محسوس کرنے لگے۔

پروفیسر ڈبلیو آرنلڈ نے پیغمبر اعظم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعلیمات کو زبردست خراج تحسین پیش کیا ہے وہ اپنی کتاب THE PREACHING OF ISLAM میں لکھتے ہیں۔

"عرب معاشرے کا قدیم نظام خون کے رشتے پر قائم تھا۔ مگر اخوت اسلامی سے اہل عرب میں سوشل اتحاد کا ایک نیا اصول جاری ہوا۔ جس نے قبائلی عصبیت کو کمزور کر دیا۔"

مزید لکھتے ہیں!

"اس کے علاوہ مسلمانوں کے باہمی مساوات اور عام اخوت عرب اور عجم کی تفریق کو جائز نہیں رکھتی تھی اور اس طرح آزاد شخص اور غلام کے امتیاز کو بھی روا نہیں رکھتی تھی۔ یہ ایک ایسا تصور تھا جو اہانت آمیز مغرور عربوں کی قبائلی عصبیت کے بالکل منافی تھا کیونکہ ان کے نزدیک، ان کی ذاتی عزت ان کے آباؤاجداد کی شہرت پر موقوف تھی۔ اور اسی بنا پر وہ ان لڑائیوں کا نہ ختم ہونے والا سلسلہ جاری رکھتے تھے جن میں وہ بہت خوش رہتے تھے۔ اسلام کے بنیادی اصولوں سے عربوں کے عقائد و نظریات پر فی الواقع اعتراض وارد ہوتا تھا۔ جو ان کو بہت عزیز تھے۔ کیونکہ ایک نو مسلم کو اس بات کی تلقین کی جاتی تھی کہ وہ ان باتوں کو اخلاق حسنہ تصور کرے (مثلاً برائی کے بدلے میں نیکی کرنا) جن کو وہ پہلے نفرت اور حقارت کی نظر سے دیکھتا آیا تھا۔"

یہ اعلیٰ صفات چند افراد ہی میں پیدا نہیں ہوئی تھیں۔ بلکہ جہاں جہاں ہادی عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ہدایات سنی گئیں انسانی معاشرہ اصلاح پذیر ہوتا گیا۔ آج بھی جبکہ مختلف انداز کی ترقیاں حاصل کر لی ہیں۔ عالمگیر اصلاح اور فلاح کیلئے رحمت عالم، نور مجسم شافع محشر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اسوۂ حسنہ کی ضرورت ہے۔ بقول پروفیسر گب! "تمام مسائل اور مشکلات کا حل آج بھی اسلام کے پاس ہے، اگر اسلام کو دنیا اپنا رہنما بنا لے تو یہ دنیا خیر و برکت سے بھر جائے۔

پیغمبر انسانیت، سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مسلمانوں میں اخوت و مساوات کی روح پھونک کر ان کے باہمی اتفاق کو ایک ابدی صورت عطا کی۔ قرآن پاک کے یہ ارشادات

Marfat.com

ہمیشہ امتِ مسلمہ کی رہنمائی کرتے رہیں گے۔

(۱) انما المؤمنون اخوۃ — مسلمان آپس میں بھائی بھائی ہیں (الحجرات - ۱۰)

(۲) فاصبحتم بنعمتہ اخوانا — سو تم اللہ کے انعام سے آپس میں بھائی بھائی ہو گئے (آل عمران - ۱۰۳)

سرورِ عالم و عالمیان صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی تعلیمات اور عمل سے بھائی چارہ کی عملی تفسیر اُمت مسلمہ کے سامنے پیش کی۔ آپ کے فیض سے بھیڑوں کی طرح بکھرا ہوا ریوڑ ایک کارواں بن گیا۔ ایسا کارواں جس کے سامنے ایک عظیم منزل تھی پھر دنیا نے دیکھا کہ یہی قوم دنیا کی رہنما بنی اور ایک ایسا فلاحی معاشرہ وجود میں آیا جس پر سینکڑوں فلاحی مملکتیں قربان کی جا سکتی ہیں۔ پھر چند ہی سالوں میں ۲۵ لاکھ مربع میل پر اسلامی پرچم لہرانے لگا۔ جب تک مسلمان اتحاد و اتفاق اور بھائی چارہ سے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعلیمات پر عمل پیرا رہے۔ وہ دنیا کے رہنما رہے۔ صدیوں تک دنیا نے انہی سے علم سیکھا۔ تہذیب سیکھی، زندگی کے ہر شعبے میں صرف مسلمان ہی ان کے راہنما تھے۔

حضور سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعلیمات سے واضح ہوتا ہے کہ اسلام ہی وہ دین ہے جس میں تمام انسان برابر ہیں اور جو اس دین میں داخل ہو گیا وہ اخوت کے رشتے میں منسلک ہو گیا۔ محبوب رب العالمین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے واضح طور پر فرما دیا۔

"ساری مخلوق اللہ کا کنبہ ہے اور مخلوق میں اللہ تعالیٰ کے ہاں زیادہ محبوب وہ ہے جو اس کے کنبہ کے ساتھ اچھا سلوک کرتا ہے" (بخاری و مسلم)

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مزید فرمایا!

"اہل ایمان کی مثال ایک دوسرے سے محبت کرنے میں، ایک دوسرے پر رحم کرنے میں ایک دوسرے پر لطف و احسان کرنے میں اس طرح ہے۔ جس طرح ایک جسم کے مختلف اعضاء۔ اگر ان میں کوئی عضو بیمار ہو جاتا ہے۔ تو سارا جسم بے خواب رہ کر اور بخار سے اس کی ہمدردی کرتا ہے۔" (متفق علیہ)

رحمت عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک مسلمان کی یہ خوبی بیان فرمائی ہے "مسلمان مسلمان کا بھائی ہے نہ وہ اس پر ظلم کرے اور نہ اس کو دشمن کے حوالے کرے پھر فرمایا، جو مسلمان اپنے مسلمان بھائی کی حاجت دور کرنے کیلئے کوشش کر رہا ہوتا ہے، اللہ تعالیٰ اس کی حاجت

Marfat.com

روائی فرماتا ہے اور جو شخص کسی مسلمان کی تکلیف دور کرے تو اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کی مصیبتوں سے ایک مصیبت دور فرمائے گا۔ (متفق علیہ)

فخر دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تمام امت مسلمہ کو ایک مضبوط عمارت سے تشبیہ دیتے ہوئے فرمایا!

"مسلمان ایک دوسرے کیلئے ایسے ہیں جیسے ایک ہی عمارت کے مختلف حصے کہ وہ عمارت کو مضبوط کرتے ہیں" (متفق علیہ)

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے واضح کر دیا کہ ایک مسلمان کی کیا شان ہونی چاہیئے، آپ نے فرمایا!

"مسلمان وہ ہے جس کی زبان اور ہاتھ سے دوسرے مسلمان محفوظ ہوں"

(بخاری ومسلم)

کسی مسلمان کیلئے یہ جائز نہیں کہ اپنے بھائی کو تین دن سے زیادہ چھوڑے رکھے کہ دونوں ملیں تو یہ بھی منہ پھیرے اور وہ بھی منہ پھیرے اور ان دونوں سے بہتر وہ ہے جو سلام سے پہل کرے۔ (بخاری ومسلم)

رحمت عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے امت مسلمہ کو بدگمانی اور بغض و عداوت سے بچنے کی تلقین کرتے ہوئے فرمایا!

"اپنے آپ کو بدگمانی سے بچاؤ۔ اس لئے کہ بدگمانی کے ساتھ جو بات کی جائے گی وہ سب سے زیادہ جھوٹی بات ہوگی اور نہ دوسرے کے بارے میں معلومات حاصل کرنے پھرو اور نہ ٹوہ میں لگو اور نہ آپس میں تناجش (یعنی دلالی کرو) اور نہ ایک دوسرے سے بغض رکھو اور نہ ایک دوسرے کی کاٹ میں لگو اور اللہ کے بندے بنو۔ آپس میں بھائی بھائی بن کر زندگی گزارو۔

رحمت عالم نورِ مجسم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اخوت وامن کا درس دیا تو خود عملی مثالیں بھی پیش کیں۔ جن سے تاریخ کے صفحات بھرے پڑے ہیں۔ سلسلہ مواخات کو ہی لیجیئے مکہ مکرمہ سے مدینہ منورہ ہجرت کر کے جانے والے مسلمان بالکل بے سروسامان پہنچے تھے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ بہت سے مہاجرین کھاتے پیتے گھرانوں سے تعلق

Marfat.com

رکھتے تھے اور اچھے خاصے متمول لوگ تھے۔ لیکن ایسی حالت میں مکہ مکرمہ سے نکلے تھے کہ کوئی شے ساتھ نہ لا سکے۔ اس لئے حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ان کیلئے معقول انتظام کرنے اور ان کی اجنبیت دور کرنے کیلئے ان میں اور انصار میں رشتہ اخوت قائم کر دیا۔ آپؐ نے حضرت انس بن مالک رضؓ کے گھر پر انصار و مہاجرین کو جمع کیا اور فرمایا۔

"انصار تم جانتے ہو کہ مہاجرین کا مدینہ میں کوئی ٹھکانہ نہیں اور وہ ساتھ بھی کچھ نہ لا سکے۔ تمہارے حسن سلوک کے شکر گزار ہیں اب میں تم کو آپس میں بھائی بھائی بناتا ہوں آپؐ ایک مہاجر اور ایک انصاری کو آواز دیتے اور فرماتے تم دونوں آپس میں بھائی بھائی ہو۔" (بخاری شریف)۔

یہ اخوت حقیقی اخوت سے بڑھ کر ہو گئی اس موقع پر انصار نے جس فیاضی ایثار اور بھائی کی اعلیٰ مثالیں قائم کیں تاریخ انسانی اس کی نظیر لانے سے قاصر ہے۔ انہوں نے مہاجرین کی حیثیت مہمان کی نہ رہنے دی بلکہ مال و دولت، زمین، جائیداد اور کھیتی باڑی میں برابر کا شریک کر لیا۔ مہاجرین کھیتی باڑی کے فن سے ناواقف تھے۔ وہ تجارت پیشہ لوگ تھے۔ انہوں نے زمین میں شریک بننے سے انکار کیا تو انصار نے کہا کہ کھیتی باڑی ہم خود کریں گے لیکن پیداوار میں سے نصف اپنے مہاجر بھائیوں کو دیں گے۔

حضرت عبدالرحمن بن عوف رضؓ کو حضور سرور دو عالمؐ نے حضرت سعد بن ربیع انصاریؓ کا بھائی بنایا۔ سعد رضؓ ان کو اپنے گھر لے کر گئے۔ کل اثاثہ انہیں دکھایا اور کہا بھائی نصف میرا اور نصف تمہارا۔ اس کے علاوہ میری یہ دو بیویاں ہیں۔ ان میں سے ایک تمہاری ہے جسے تم پسند کرو اس کو میں طلاق دے کر تمہارے لئے فارغ کر دوں۔ اسی طرح گھر کا جو حصہ پسند ہے۔ اس پر قبضہ کر لو۔ حضرت عبدالرحمن رضؓ نے احسان مندی کے ساتھ انکار کر دیا۔ اکثر مہاجرین نے صرف بقدر ضرورت نقد لے کر اپنا کاروبار شروع کیا اور جلد ہی وہ مدینہ منورہ کے متمول تاجروں میں شمار ہونے لگے۔ بھائی چارہ کا یہ رشتہ اتنا قوی تھا کہ کسی انصار کے مرنے پر اس کی میراث اس کے مہاجر بھائی کو ملتی۔ جبکہ حقیقی وارث محروم رہتے مگر یہ ایثار اللہ نے جنگ بدر کے بعد منسوخ کر دیا اور قرآن پاک میں واضح فرما دیا کہ "میراث حقداروں ہی کو ملے۔"

ابن اسحاق و ابن ہشام کے مطابق اس بھائی چارہ سے جماعتی رشتہ ایسا مستحکم ہوا کہ انصار

Marfat.com

ومہاجر مل کر ایک ملت اور ایک امت بن گئے۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے زندگی کے ہر روپ میں ایک مثالی کردار ادا کیا۔ آپ کی حیات مبارکہ ایک ایسا روشن چراغ ہے جو ہمیشہ اپنی ضیاؤں سے عالم انسانیت کو منور کرتا رہے گا۔
تاریخ کے اوراق شاہد ہیں جب تک مسلمانوں نے آپ کی تعلیمات پر عمل کیا وہ دنیا کے حکمران رہے اور جب آپ کی تعلیمات سے منہ موڑا تو وہ محکوم بن گئے۔ رشتہ الفت کمزور ہوتا چلا گیا اور وہ وحدت پاش پاش ہو گئی جس کی تعلیم حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دی تھی۔ آج ہم آپس میں متحد نہیں، اختلافات کا شکار ہیں۔ بلکہ آپس میں برسرپیکار ہیں ایک دوسرے کا خون بہا رہے ہیں، ہر طرف لوٹ مار، قتل و غارت گری اور لہو و لعب کا بازار گرم ہے۔ اسلام دشمن طاقتیں متحد ہو کر سرگرم ہیں، مختلف طبقوں میں نفرت کی دیواریں کھڑی کر رہی ہیں۔ انتشار کا زہر پھیلایا جا رہا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آمد سے قلوب نئی مسرت و حیات نو سے متمتع ہوئے۔ انسان کو باطنی کرب اور اضطراب سے نجات ملی اور دلوں کے مرجھائے کنول کھل اٹھے۔ انسان کی اخلاقی و مذہبی حالت میں نکھار آگیا تھا۔ ظلمت و تاریکی کے بادل چھٹ گئے تھے، ہر طرف روشنی اور اجالا بکھر گیا تھا۔ لوگ ایک دوسرے کے دکھ درد میں شریک ہوتے تھے۔ ان میں اخوت و بھائی چارہ تھا۔

آج ایسے وقت میں جب تعصب اور فرقہ وارانہ گھٹائیں۔ مسلمانوں میں نفرت اور نفاق پیدا کر رہی ہیں ضرورت اس امر کی ہے کہ ہادی کونین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعلیمات کو عام کیا جائے اور ان پر دل و جان سے عمل کیا جائے۔

نگاہ عشق و مستی میں وہی اول وہی آخر
وہی قرآں وہی فرقاں وہی یٰسین وہی طٰہٰ

Marfat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ۰

پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم بحیثیت داعیٔ امن و اخوت

سید ذاکر شاہ، اسلام آباد

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ۔ اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم

اما بعد :- فقد قال اللہ تبارک وتعالٰی فی القرآن المجید، یآیھا الذین امنوا استجیبوا للہ وللرسول اذا دعاکم لما یحییکم ج واعلموا انّ اللہ یحول بین المرءِ وقلبہٖ وانّہٗ الیہ تحشرون ۰

الانفال - ۲۴

اے ایمان والو! اللہ تعالٰی اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی پکار پر لبیک کہو جب کہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم تمہیں اس چیز کی طرف بلائے جو تمہیں زندگی بخشنے والی ہو اور جان رکھو کہ اللہ تعالٰی انسان اور اس کے دل کے درمیان حائل ہے اور اسی کی طرف تم سمیٹے جاؤ گے۔

خالق کائنات نے سید المرسلین رحمۃ للعالمین جناب محمد رسول اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی کو اس قوم کی طرف مبعوث فرمایا اور اس ملک کی اصلاح پر مامور کیا جس میں دنیا کی اشرف ترین مخلوق بستی تھی اور اس کے افراد اپنے اعمال، رسم و رواج اور قبیح افعال کے باعث متمرد، متکبر، امن کش اور شرارت پسند بن چکے تھے۔ اس لیے ضرورت تھی کہ اس خطہ کے تمام قبائل جو قتل و غارت گری، سفاکی اور خون ریزی کے عادی ہو چکے تھے اور غیر مختتم جنگ کی زنجیروں نے انہیں اس طرح جکڑ رکھا تھا کہ وہ ان سے نکل نہیں سکتے تھے، اور اپنے انتقام، ثار

اور خون بہائے کی پیاس لاکھوں اشخاص کے قتل کے بعد بھی نہیں بجھا سکتے تھے۔ جزیرۃ العرب کے باسیوں کا ذریعہ معاش غارت گری کے بعد بیع و شراء تھا۔ کتاب الامالی میں ابو علی قالی نے لکھا ہے کہ عرب لوگوں کو یہ ہرگز پسند نہیں تھا کہ وہ غارت گری کے بغیر متصل تین مہینے گزاریں اگر وہ اس سے دستکش ہو جاتے تو ان کی معیشت ان پر تنگ ہو جاتی۔

ملک میں اضطراب، شورشیں اور بدامنی کا یہ عالم تھا۔ بعض طاقتور، ظالم اور سفاک قبیلوں کے ڈر سے اشہر حرم کے سوا دیگر مہینوں میں وادی بطیحہ و بطحا کی طرف قدم اٹھانا محال تھا۔

یہ وہ حالات تھے جو اللہ تعالیٰ کے محبوب بندے کو مضطرب اور ملتہب رکھتے تھے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نبوت کے باقاعدہ اعلان سے پہلے بھی ایسے مساعی میں کوشاں رہتے جن سے عرب کے قبائل کی باہمی رقابتیں الفت و محبت میں بدل جائیں۔ وہ انتقام کی بجائے امن و سلامتی کے پیکر بنتے اور ظلم و تعدی سے ہاتھ روک لیتے۔

سیدالمرسلین صلی اللہ علیہ وسلم نے امن و سلامتی کے قیام کیلئے سب سے قابل ستائش قابل قدر اور قابلِ تحسین اس معاہدے کی تاسیس کی جسے تاریخ میں عرف عام میں حلف الفضول کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے۔ یہ معاہدہ ایسے حالات میں ہوا جب زیردستوں کو چیرہ دست اپنے ظلم و تعدی کا نشانہ بنائے اور ان کی فریاد کو کوئی سننے والا ہوتا نہ کوئی استعانت کرنے والا ہوتا۔ اس معاہدے نے عرب کی سفاکانہ روش پر خاصے مثبت اثرات مرتب کئے اور سیدالمرسلین علیہ نبوت سے سرفراز ہونے کے بعد اکثر فرمایا کرتے کہ پروردگار نے مجھے سب سے پہلے ظلم و ستم کی چکی میں پسنے والوں کی مدد کیلئے معاہدہ حلف الفضول کے ذریعے مستعد فرمایا! سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کو رب العزت نے تاج رسالت سے مکلل فرمایا تو فتح مکہ مکرمہ تک ملک بدامنی کا شکار رہا۔ فتح مکہ مکرمہ کے بعد اگرچہ امن و سکون کی ہوائیں چلیں لیکن مکہ مکرمہ سے مدینہ منورہ ہنوز مسافت خطرات سے خالی نہ تھی۔ اب بھی لوگ ڈاکے ڈالتے رہتے۔ یہاں تک کہ کبھی کبھی خود دارالسلام کی چراگاہوں میں چھاپے مارے جاتے تھے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم جب لوگوں کو ملک کے امن و امان کی بشارت دیتے تھے کہ ایک زمانہ ایسا آئے گا جب صنعا سے ایک محمل نشین خاتون تنہا سفر اختیار کرے گی اور اسے خدا کے سوا کسی کا خوف لاحق نہ ہوگا تو لوگ حیران و متعجب ہو جاتے تھے۔ اتنے بڑے ملک میں صرف حرم شریف کی سرزمین ہی

Marfat.com

ایسی دھرتی تھی جہاں لوگوں کو اطمینان و امن میسر آ سکتا تھا۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں اہلِ مکہ پر اپنا سب سے بڑا احسان یہی بتایا ہے۔

فلیعبدوا رب ھذا البیت ۝ الذی اطعمھم من جوعٍ وّ اٰمنھم من خوفٍ ۝

تو انہیں چاہیئے کہ وہ اس گھر کے پروردگار کی عبادت و بندگی کریں جس نے ان کو بھوک میں کھانا دیا اور بدامنی کو دور کر کے ان کو امن بخشا۔

ہم دیکھتے ہیں کہ عام الحزن کے بعد مسلمان خداوندِ قدوس کے پیغام کو انسانوں تک پہنچاتے وقت تعذیب کی بھٹی میں جھونکے جاتے رہے اور حالت یہ تھی کہ وہ عرب کی فضا میں سکون کا سانس نہیں لے سکتے تھے، تلاشِ امن ہی مسلمان افریقہ و حبشہ کے ریگستانوں میں مارے مارے پھرتے رہے جو عرب میں رہ گئے، وہ ظالم لوگوں کے گوناگوں مظالم کا ہدف بنتے رہے۔

اس ملکی شورش اور بدامنی کا یہ نتیجہ تھا کہ ملک میں کوئی تحریک بھی بغیر حفاظتی پائیدار اور مستحکم امن و آشتی کیلئے ضروری ہے کہ افراد معاشرہ کا تزکیۂ نفس کیا جائے۔ ان کے قلوب میں انوار و لمعان کی شمعیں روشن کی جائیں، انہیں ظلمت کے چنگل سے نکالا جائے۔ ان دلوں میں ایسے اعتقادات راسخ کئے جائیں جو باطل کی نفی کریں اور اعتقادِ حق اور اثباتِ حقائق میں مدد دیں۔

رب العزت نے امن و آشتی کی فضا پیدا کرنے کیلئے سب سے پہلے اپنے محبوب اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے فرائض میں یہ بات شامل فرمائی کہ وہ پہلے لوگوں کا تزکیۂ نفس کریں یہ تزکیۂ نفس وہ عمل ہے کہ جب کسی چیز کو ملاوٹ سے پُر کر دیا جائے تو اس کی ملاوٹ کھوٹ اور میل کو نکالنے کیلئے کٹھالی میں ڈال دیتے ہیں اور اس قدر آگ دیتے ہیں کہ اس میں سے خالص چیز ایک طرف ہو جاتی ہے۔ اور کھوٹ ایک طرف حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں لا الٰہ الا اللہ کی تعلیم دی اور ان کے دلوں میں ذکر اللہ سے ایسی گرمی ایسی شدت اور ایسی حدت پیدا کی جس سے دلوں کے زنگ دور ہو گئے اور وہ مُصفّا اور مُجلّاء آئینوں کی طرح صاف و شفاف ہو گئے۔ ان میں حقائق کا اثر اترنے لگا۔ باطل کی حقیقت نظر آنے لگی اور وہ سمجھ گئے کہ اسلام کی روح، عجز و انکساری، نیازمندی

Marfat.com

عبودیت اور بندگی پروردگار ہے۔

امن و آشتی کی فضا کو جب بھی مکدر کیا گیا ذاتی مفاد کے پیش نظر کیا گیا۔ ایک طرف صدیوں پرانے رسم و رواج نے جن میں شرک سب سے بڑی رسم تھی، افراد معاشرہ کے اطمینان قلب کو لوٹ لیا تھا تو دوسری طرف یہود و انصاریٰ کی سازشوں اور ریشہ دوانیوں نے ہر طرف ایک طوفان شور و شر برپا کر رکھا تھا۔ عیسائیوں اور یہودیوں کو کہیں اپنی طاقت پہ گھمنڈ تھا تو کہیں اپنی قلعہ بندیوں پر ناز تھا۔ ان کے ان قبیح افکار اور شنیع افعال نے اپنے عرب معاشرے میں بدامنی کا لاوا پیدا کر رکھا تھا۔ غرض عرب کا ملک اس قدر متعدد اور مختلف اندرونی اور بیرونی خطرات میں مبتلا تھا کہ اس کی اصلاح و تدبیر کیلئے عام دست و بازو بے کار تھے۔ خداوند قدوس کا غیر مرئی ہاتھ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عزم و ہمت میں پوشیدہ تھا۔ ہجرت کے بعد آٹھ برس کی متواتر اور پیہم اصلاحات کا یہ نتیجہ ہوا کہ محال نے امکان بلکہ واقعہ کی صورت اختیار کر لی۔

یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ عرب کے سیاسی ضعف و کمزوری کا باعث محض خانہ جنگی، خاندانی رقابتیں اور جنگ و جدال تھا۔ اور ان کا باعث عربوں کا خاندانوں اور نسلوں میں انقسام تھا۔ ملک کے استحکام اور قومی اجتماع و اتحاد کے لئے کوئی ذریعہ نہ تھا۔ چنانچہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تمام عرب کی شیرازہ بندیوں کیلئے اسلام کا رشتہ قائم کیا۔

سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے جب قصر امن کی اساس و بنیاد رکھی تو اینٹ اور گارا ایسا نہ تھا جو آپس میں پیوست ہو سکتا۔ چنانچہ ان دونوں میں ربط و پیوستگی پیدا کرنے کے لئے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اخلاق حسنہ، تقویٰ، تورع، پرہیز گاری، حقوق العباد حسن نیت بے غرضی، خوف و رجاء، حصول رضائے الٰہی، عدل و انصاف، عفو و درگزر، توکل صبر، شکر، ایسی چیزوں کا خمیر تیار کیا پھر فضائل اخلاق کے عالیشان محل کی تعمیر کے بعد کو شک رذائل جس کی اینٹیں فحش اور منکرات تھیں، بغی و طغیان تھا، وعدہ خلافی تھا، خیانت و بد دیانتی تھی۔ غداری و دغا بازی تھی، بہتان و بدگمانی تھی، بخل تھا۔ طمع تھا، حرص تھی بے ایمانی تھی۔ رشوت تھی، بغض و کینہ تھی، فخر و غرور تھے، خود بینی و ریاء اور فحش گوئی تھی کو مسمار فرمایا۔

Marfat.com

جب اسلامی معاشرے کے افراد میں اخلاق حسنہ اور فضائل مکارم کا اثبات ہوگیا اور رذائل استیصال کو پہنچے تو امن وامان کی تاسیس کا کام شروع ہوا۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات گرامی کو رب العزت نے اس لئے مبعوث فرمایا تھا کہ آپؐ نہ صرف وعظ وپند بلکہ دست وبازو سے بھی تمام عرب بلکہ تمام دنیا میں امن وامان قائم کریں کیونکہ قتل وتاراور خون ریزی سے زیادہ رب العزت کی نظر میں اور کوئی چیز مبغوض نہ تھی۔ قرآن پاک میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔

مِنْ اَجْلِ ذٰلِكَ كَتَبْنَا عَلٰى بَنِىْۤ اِسْرَآءِيْلَ اَنَّهٗ مَنْ قَتَلَ نَفْسًاۢ بِغَيْرِ نَفْسٍ اَوْ فَسَادٍ فِى الْاَرْضِ فَكَاَنَّمَا قَتَلَ النَّاسَ جَمِيْعًا ؕ (المائدہ: ۳۲)۔

اسی لئے ہم نے بنی اسرائیل کو لکھ دیا تھا کہ جس شخص نے ایک جان کو بغیر معاوضہ یا زمین میں فساد کے قتل کر دیا اس نے تمام عالم کو قتل کر دیا۔

ہادی اسلام صلی اللہ علیہ وسلم نے جو قدم بھی اٹھایا اس میں بنی نوع انسان کیلئے خیر، بھلائی اور برکت تھی، حتیٰ کہ جنگیں بھی لڑیں تو امن وامان کی بحالی کیلئے اور فساد فی الارض کے قلع قمع کیلئے ہی لڑیں۔ یہ جنگیں اہل فساد نے اہل اسلام پر ٹھونسیں تھیں اس لئے ان کا مقابلہ ضروری اور لازمی تھا۔ تاریخ میں کوئی مثال ایسی نہیں مل سکتی۔ جس میں مسلمانوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی قیادت میں جنگ کیلئے پہل کی ہو۔ چنانچہ سریہ زید بن حارثہؓ، سریہ دومتہ الجندل، سریہ خبط اور سیف البحر، غزوہ غابہ اس لئے ہوا کہ بنو فزارہ اور کفار کے دیگر قبائل مسلمانوں کی خواہ مخواہ تعذیب کرتے تھے اور انہیں تجارتی سرگرمیوں سے روکتے تھے۔ اس کے علاوہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اگر لشکر بھیجے تو محض اعلائے کلمتہ اللہ کیلئے اور دعوتِ اسلام کیلئے اور ایسے عساکر کو حملے کی سخت ممانعت فرمائی۔ طبقات ابن سعد میں ہے۔

بعثه الى بنى جذيمه داعيا الى الاسلام ولم يبعثه مقاتلا

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت خالد بن ولید کو بنو جذیمہ کی طرف بھیجا دعوتِ اسلام کے لئے نہ کہ لڑنے کے لئے۔

علامہ طبری اپنی معروف تاریخ طبری جلد سوم میں لکھتے ہیں۔

Marfat.com

قد کان رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم یبعث فیما حول مکۃ السرایا تدعوا الی اللّٰہ عزوجل ولم یامرھم بقتالٍ

سیدنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اطرافِ مکہ میں سرایا بھیجے دعوتِ اسلام کے لئے اور ان کو حکمِ قتال نہیں دیا۔

الغرض مصدرِ امن اور مطلعِ امان صلی اللہ علیہ وسلم نے اس موقع پر بھی امن و امان کے قیام ہی کی سعی جمیل فرمائی جب پورا مکہ آپؐ اور آپ کے صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کے انتقام کا ہدف بنا ہوا تھا لیکن شانِ کریمی نے خون آشام تلواروں کو میان میں ہی رکھنے کا حکم دیا اور امن و امان پامال کرنے والوں کو مامون و مصئون فرمایا۔ صلی اللہ علیہ وسلم

"جب نخلِ امن بالیدہ ہوا اور کوشش اماں کی دیواریں مستحکم ہوگئیں تو پیغمبرِ امن علیہ السّلام نے لوگوں میں اخوت کا لازوال رشتہ جوڑا اور انما المؤمنون اخوۃ اور المسلم اَخُ المسلم فرما کر چہرہ اخوت کو تابانی بخشی، بشترہ برادری اسلام کو رخشندگی دی۔

سرورِ کائناتؐ نے جس اخوت کی تاسیس فرمائی اس کے اجزائے ترکیبی اسلامی مساوات حبِ دین سمجھداری، فراخدلی، وسیع النظری، اصلاح وصلح، ہدیۂ اکرام و تکریم، ہدیہ سلام دعوت اور حقوق العباد تھی، اخوانِ اسلام قبیلہ، رنگ نسل، حسب و نسب کے اختلاف کے باوجود ایک تھے، متحد تھے، متفق تھے اور وہ اسلامی اخوت کے دائرے میں اس وقت آئے جب ان کا ایمان ان دیکھے پروردگار محکم ہوا۔ جب وہ اللہ تعالیٰ کی اشرف و مکرم مخلوق انبیاء علیہم السلام کے فدائی بنے۔ اس کی کتب ہدایت پر ایمان لائے آخرت کو اپنی منزل جانا، ربِ ذوالجلال کے عائد کردہ فرائض کو ادا کیا اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو آخری نبی اور سب سے بڑا قائد اور رہنما تسلیم کیا۔

رب العزت نے سورۃ الفتح میں ایسے لوگوں کی صفات بیان فرمائی ہیں:

محمد رسول اللّٰہ ط والذین معہٗ اشداءُ علی الکفار رحماءُ بینھم ۰

محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں اور جو لوگ ان کے ساتھ ہیں

Marfat.com

وہ کفار پر سخت اور آپس میں رحیم ہیں ۔

مسلمانوں کے آپس میں رحیم ہونے کا مطلب یہ ہے کہ وہ دشمنان دین کیلئے شدید ہیں اہل ایمان کیلئے نہیں ۔ اہل ایمان کے ساتھ وہ نرم اور رحیم و شفیق ہیں ۔ ہمدرد و غم گسار ہیں ۔ اصول اور مقصد کی پابندی نے ان کے اندر ایک دوسرے کیلئے محبت و ہمرنگی و سازگاری پیدا کر دی ہے ۔ قرآن کریم میں سورۃ الحجر کی آیت ۴۷ میں مسلمانوں کی اخوت جو جنت میں ایک دوسرے کے بھائی ہوں گے اس طرح ظاہر کی گئی ہے ۔

اخوانا علی سرر متقابلین ٥ — وہ آپس میں بھائی بھائی بن کر آمنے سامنے تختوں پر بیٹھیں گے ۔

جناب محمد علیہ السلام نے اخوت بین المسلمین پیدا کی اس نے خون، قرابت اور نسل کے تار و پود ادھیڑ کر رکھ دیئے ۔ صرف ایک کلمہ لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ کی برقی رو ہر قلب میں پھیر کر اہل اسلام کو ایک لمحہ تسبیح کے دانے قرار دے دیا ۔

خداوند قدوس نے اس اخوت و اجتماع اور اتحاد و اتفاق کو اپنی خاص نعمت سے تعبیر کیا ہے ۔ ارشاد ربانی ہے : ۔

واذکروا نعمت اللہ علیکم اذ کنتم اعداء فالف بین قلوبکم فاصبحتم بنعمتہ اخوانا ج (آل عمران: ۱۰۳)

اور اللہ تعالیٰ کی اس نعمت کو یاد کرو جب تم ایک دوسرے سے عداوت رکھتے تھے تو اس نے تمہارے دلوں میں الفت ڈال دی اور تم اس کے فضل سے بھائی بھائی بن گئے ۔

اخوت کی شمع فروزاں صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے پروانوں کو نہ صرف بھائی بھائی بنایا بلکہ ان کے باہمی حقوق و فرائض بھی مقرر فرمائے ۔ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث مبارکہ میں سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم ایک مسلمان کے دوسرے مسلمان بھائی پر چھ حقوق مقرر فرمائے آپ نے فرمایا : ۔

- جب تو اسے ملے تو اسے سلام کر ۔
- اور جب وہ تیری دعوت کرے تو قبول کر ۔
- اور جب وہ تجھ سے نصیحت چاہے تو اسے نصیحت کر ۔

Marfat.com

(یا وہ جب تجھ سے خیر خواہی کا طالب ہو اور اس کی خیر خواہی کر)

- اور جب وہ چھینکے اور الحمد للہ کہے تو اسے یرحمک اللہ کہے)
- اور جب وہ بیمار ہو تو اس کی عیادت کر
- اور جب وہ مر جائے تو اس کے جنازے کے ساتھ جا (مسلم شریف)

ہجرت مدینہ کے بعد جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مہاجرین وانصار رضوان اللہ علیہم اجمعین کے درمیان بھائی چارہ قائم کر دیا تو اس مواخاۃ کے نتیجے میں ان کے درمیان ایسی محبت نے جنم لیا جس کی مثال دنیا کے کسی مذہب و کیش میں کم ملتی ہے ۔ یہ باہمی محبت والفت ایک دائمی پیروی کا نمونہ تھی ۔

سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی اعلیٰ ترین بصیرت نے مسلمانوں میں اخوت پیدا کی تو باہمی محبت والفت یہ رنگ لائی کہ وہ قوت وطاقت کا سرچشمہ بن گئے ۔ آج اگر عالم اسلام سے تعلق رکھنے والے ممالک کے درمیان اخوت اور محبت کا وہی رشتہ قائم ہو جس کا اسلام مطالبہ کرتا ہے تو دشمنانِ اسلام کو کسی ایک مسلمان ملک پر بھی ہاتھ ڈالتے ہوئے ہزار مرتبہ سوچنا پڑے ۔ کیونکہ انہیں معلوم ہو جائے گا کہ زیادتی کا مطلب کیا ہو گا ؟ یہ دشمن کتنا ہی طاقتور کیوں نہ ہو اور اس کی جنگی قابلیت کتنی ہی اعلیٰ پائے کی کیوں نہ ہو کم وبیش اسی نوے کروڑ متحد اور باہمی اتفاق و محبت رکھنے والے انسانوں کو مخالف بنا لینا کوئی آسان کام نہیں ہے ۔

اخوتِ حقیقی کا اصل مفہوم یہ ہے کہ دل اور روح عقیدے کی رسی کے ذریعے بندھے ہوں عقیدہ سب سے زیادہ پختہ اور قیمتی جوہر سمجھا جائے ۔ بھائی چارہ ایمان کا بھائی تصور کیا جائے اور تفرقے کو کفر کی اساس ۔ اولین قوت ، اتحاد کو سمجھا جائے ۔ اتحاد محبت کی اصل ہے ۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کے اسوہ مبارکہ پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے ، آمین یارب العالمین وصلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ۔

Marfat.com

پیغمبرِ اسلام بحیثیت داعی امن و اُخوّت

حافظ محمد ظہور الحق، اسلام آباد

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم، بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ۰

یاایھا الذین امنوا استجیبوا للہ وللرسول اذا دعاکم لما یحییکم ۰
(الانفال - ۲۴)

"اے ایمان والو اللہ اور اس کے رسول کی پکار پر لبیک کہو جب کہ رسول تمہیں اس چیز کی طرف بلائے جو تمہیں زندگی بخشنے والی ہے۔"

عداوت کی آلائش دور کر کے
دیا تو نے دنیا کو درسِ اخوت

جب چمنستان عالم میں صداقت و امانت کے پھول مرجھا چکے تھے۔
جب رحمت و شفقت اور ہمدردی و اخوت کے چشمے سوکھ چکے تھے
جب ظلم و ستم اور جور و جفا کی آندھیاں چل رہی تھیں
جب زندگی کے سمندر میں بڑی مچھلی چھوٹی مچھلی کو کھائے جا رہی تھی۔
جب انسانیت کے جنگل میں شیر اور چیتے، سور اور بھیڑیئے، بکریوں اور بھیڑوں کو چیر پھاڑ رہے تھے۔
جب بدی نیکی پر، رزالت شرافت پر، خواہشات عقل پر اور پیٹ کے تقاضے روح کے تقاضوں پر غالب آچکے تھے۔
جب قتل و غارت کے بازار گرم تھے۔

Marfat.com

- جب خدا کی مقدس زمین فواحش و منکرات، عصیان و طغیان، بداخلاقی و بداعمالی اور فسق و فجور کی نجاستوں سے بھر چکی تھی۔
- جب انسانیت ایک سرد لاشہ تھی۔ جس میں روح کی تپش، دل کا سوز اور عشق کی حرارت باقی نہیں رہی تھی۔
- جب سچائی کی جگہ جھوٹ نے، امانت کی جگہ خیانت نے، محبت کی جگہ عداوت نے، امن کی جگہ خوف و ہراس نے توحید کی جگہ شرک نے، انصاف کی جگہ ظلم نے اور ایفائے عہد کی جگہ عہد شکنی نے لے لی تھی۔ جب شرم و حیاء، غیرت و حمیت، بے غیرتی اور بے حیائی سے بدل چکے تھے۔
- جب اشرف المخلوق، مسجود ملائک بنی نوع انسان، شرافت و کرامت کا تاج سر سے اتار چکا تھا اور خلافت و امانت الہیہ کی زریں قبا کو پارہ پارہ اور تار تار کر چکا تھا۔
- جب مکارم اخلاق کی جگہ رذائلِ اخلاق اور اخلاقِ حسنہ کی جگہ اخلاق سیئہ نے لے لی تھی۔
- جب جہالت اور توہمات پرستی کے سایہ میں شیطانِ ابلیس اپنی فرمانروائی اور بادشاہت کا تخت بچھا چکا تھا۔
- جب عرش کے رہنے والے فرش پر بسنے والوں پر اتجعل فیہا من یفسد فیہا ویسفك الدمآء کے آوازے کس رہے تھے۔ جب کائنات وحی آسمانی اور تعلیمات ربانی کی ایک ایک کرن اور رحمتِ باری تعالیٰ کی ایک ایک بوند کو ترس رہی تھی۔
- جب زمین و زمان، مکین و مکان اور انس و جان بلکہ کائنات کا ذرہ ذرہ کسی ایسے داعی امن و اخوت، معلم اخلاق، رہبر کامل کی تشریف آوری اور ظہور کا منتظر تھا۔ جو باران رحمت بن کر آئے اور اخلاقی تعلیمات اور رشد و ہدایت کی بارش برسائے اور انسانیت کی بے جان لاشے کیلئے زندگی بخش اور حیات افروز پیغام دعوت لائے۔

اس وقت " ھوالذی ینزل الغیث من بعد ما قنطوا وینشر رحمتہ " کے مصداق رحمت حق جوش میں آئی اور زمین و آسمان کی تخلیق کا اصلی مقصد حضرت ابراہیم علیہ السلام و اسماعیل علیہ السلام کی دعاؤں کا نتیجہ، حضرت موسیٰ و عیسیٰ علیہ السلام کی بشارتوں کی تصدیق فخر موجودات، رحمت للعالمین خاتم النبیین، صاحب

Marfat.com

خلق عظیم، خیر البشر، سید اولاد آدم علیہ السلام حضرت محمد مصطفیٰ احمد مجتبیٰ صلی اللہ علیہ السلام، خاندان قریش کے سردار جناب عبد المطلب کے بیٹے حضرت عبد اللہ کے گھر، سیدہ آمنہ کی نورانی گود میں ۱۲ ربیع الاول بمطابق ۲۲ اپریل ۵۷۱ء کی صبح سعادت کو مکہ مکرمہ میں بروز دوشنبہ تشریف لائے۔

آمدی نو نشان صبح وجود　　آرزوئیت خلیل حق بنمود

نام تو در دعای موسیٰ بود　　ذکر تو بر زبان عیسیٰ بود

اس صبح سعادت کے پھوٹنے اور خورشید نبوت و آفتاب رسالت کے طلوع پذیر ہونے سے کفر و شرک کے گھٹاٹوپ اندھیرے کافور ہو گئے۔

رسومات جاہلیہ، عقائد فاسدہ و افعال قبیحہ کی گرد ہٹ گئی، ظلم و ستم اور جور و جفا کے بادل چھٹ گئے۔

اس عظیم داعی حق اور شمس ہدایت کی عالم افروزی اور ضیاء پاشی سے ویران و سنسان قلوب و اذہان روشن و منور، معمور و مطہر ہو گئے۔ اور گلستان عالم میں از سر نو ایک تازہ بہار آ گئی۔ دفعتاً انسانیت کے سرد جسم میں گرم خون کی ایک لہر دوڑ گئی۔ نبض میں حرکت اور جسم میں جنبش پیدا ہو گئی۔

دنیا کا ذرہ ذرہ خوشی سے چمک اٹھا

جس دن ہوئی ظہور ولادت رسول کی

اس رسول برحق کی تشریف آوری سے فرش سے عرش تک رحمت و برکات خداوندی کا نزول ہوا۔ جس نے خالق و مخلوق اور عابد و معبود کا رشتہ جوڑا اور شرک و بدعت اور کفر و ضلالت کے نظام باطل کو درہم برہم کر دیا۔

وہم کی ہر زنجیر کو توڑا　　رشتہ ایک خدا سے جوڑا

شرک کی محفل کردی برہم　　صلے اللہ علیہ وسلم

جو بیمار دنیا کیلئے ابدی صحت کا پیغام اور روحانی امراض کے لئے نسخہ شفا لایا۔

وننزل من القرآن ماھو شفآء و رحمۃ للمؤمنین (بنی اسرائیل - ۸۲)　　اور ہم قرآن میں ایسی چیزیں نازل کرتے ہیں کہ وہ ایمان والوں کے حق میں شفاء اور رحمت ہے۔

جس نے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے منظم پروگرام سے ہونے کی اور بھلائی کے دروازے

Marfat.com

کھول دیئے اور غیر اسلامی قوانین و بے جا رسوم و قیود کی پابندیاں اٹھا دیں - اسراف و تبذیر کے روح فرسا بوجھ اتار دیئے - جس کی شریعت غرا نے تمام سابق شریعتوں کو منسوخ کر دیا - جس کے اوصاف حمیدہ اور شمائل حسنہ کے روشن نشانے تورات و انجیل کے صفحات پر پہلے کئی راہ گم کردہ مسافروں کو نشان منزل دکھا چکے تھے - جن کے ذکر گرامی و نام نامی محمد و احمد کی خصوصیات و برکات اور جن کی مقدس صفات سے صحف اولی صحف ابراہیم و موسیٰ علیہما السلام کے صفحات مزین و معطر تھے - جیسا کہ قرآن مجید میں ہے -

الذین یجدونہ مکتوبا عندھم فی التوراۃ والانجیل یامرھم بالمعروف وینھھم عن المنکر ویحل لھم الطیبات ویحرم علیھم الخبٰئث ویضع عنھم اصرھم والاغلال التی کانت علیھم

(اعراف : ۱۵۷)

وہ رسول کہ جن کو وہ لوگ اپنے پاس تورات اور انجیل میں لکھا ہوا پاتے ہیں - وہ ان کو نیک باتوں کا حکم فرماتے ہیں اور بری باتوں سے ان کو منع کرتے ہیں اور پاکیزہ چیزوں کو ان کے لئے حلال بتلاتے ہیں اور گندی چیزوں کو بدستور ان پر حرام فرماتے ہیں اور ان لوگوں پر جو بوجھ اور طوق تھے ان کو دور کرتے ہیں -

اس آفتاب عالمتاب کی صداقت و عدالت، سخاوت شجاعت جیسی سنہری کرنوں نے خاک کے ذروں میں خورشید جیسی درخشانی و تابانی پیدا کر دی -

کس نے ذروں کو اٹھایا اور صحرا کر دیا
کس نے قطروں کو ملایا اور دریا کر دیا

اس نے جہالت و توہمات اور ظنون و تشکوک کی ظلمات میں ٹھوکریں کھانے والوں کو زیور علم سے آراستہ و متحلی اور اخلاق حسنہ سے پیراستہ و متجلی کر کے فضل و کمال اور ترقی و ارتقاء کے مسند اعلیٰ پر متمکن کر دیا - اس نے شرم و حیاء، صبر و حلم، استقامت و جرأت، توکل و قناعت، عدل و انصاف اور نیکی و احسان، عفو و درگذر، ہمدردی و مواسات، اخوت و مواخات اور یگانگی و مساوات کا درس دیا -

اس عظیم رہبر و راہنما اور بے مثال قائد و سپہ سالار نے اپنے سادگی و راست بازی کے عملی نمونہ اور واجب التقلید و لازم الاطاعت اسوہ حسنہ سے ایک ایسے پاکیزہ اور صالح معاشرہ کی طرح ڈالی جس کی تصویر قرآن مجید نے اس طرح کھینچی -

Marfat.com

"اشداء علی الکفار رحماء بینھم تراھم رکعا سجدا یبتغون فضلاً من اللہ ورضواناً (الحجرات - ۲۹)۔

اس کی شریعت غرا نے تمام سابقہ شریعتوں کو منسوخ کر دیا - اس نے خدا پر ایمان (توحید) اصول، اخلاق اور عملی زندگی، ان تینوں کو ملا کر ایک نظام میں سمو دیا اور فرمایا -

الایمان بضع وسبعون شعبۃً افضلھا قول لا الہ الا اللہ وادناھا اماطۃ الاذیٰ عن الطریق والحیاء شعبۃ من الایمان"

ایمان کے ستر سے زیادہ شعبے ہیں اس کی جڑ یہ ہے کہ تم اللہ کے سوا کسی کو بھی کسی قسم کی بندگی و پرستش کے لائق نہ مانو - اور اس کی آخری شاخ یہ ہے کہ راستے سے بندگان خدا کو تکلیف دینے والی کوئی چیز ہو تو اسے ہٹا دو اور حیا بھی ایمان ہی کا ایک شعبہ ہے جس نے " الطھور شطر الایمان " کے اصول سے جسم و لباس کی پاکیزگی کو ایمان ہی کا حصہ یا آدھا ایمان قرار دیا - اور

لا ایمان لمن لا امانۃ لہ لا دین لمن لا عھد لہ

اس شخص میں ایمان نہیں ہے جس میں امانت داری نہیں اور وہ شخص بے دین ہے جو عہد کا پابند نہیں -"

فرما کر امانت و دیانت کا سبق دیا اور

اکمل المؤمنین ایماناً احسنھم خلقاً والطفھم باھلہ

تم میں سب سے زیادہ کامل ایمان وہ شخص ہے جس کے اخلاق سب سے زیادہ اچھے ہیں اور جو اپنے گھر والوں کے ساتھ سب سے بڑھ کر حسن سلوک کرنے والا ہے -

فرما کر سب کے ساتھ خوش اخلاق سے پیش آنے اپنے اور گھر والوں کے ساتھ حسن سلوک کرنے کی ترغیب دی اور:

لاتقربوا الزنا انہ کان فاحشۃً

تم زنا کے قریب بھی مت پھٹکو بے شک وہ بے حیائی ہے -

کا خدائی آرڈر سنا کر زنا کاری اور بے حیائی کے اڈے اٹھا دیئے اور زنا کی اجازت طلب کرنے والے کو اس کی اپنی ماں، بہن بیٹی یاد دلا کر انسانی غیرت و حمیت کو جھنجھوڑا اور اس کے خفتہ احساسات کو بیدار کر کے ہمیشہ کیلئے اسے بے حیائی سے تائب اور متنفر کر دیا -

Marfat.com

اس نے ؛

ان الذین یا کلون اموال الیتٰمیٰ ظلماً انما یأکلون فی بطونھم ناراً " (النساء - ۱۰)

بلا شبہ جو یتیموں کا مال بلا استحقاق کھاتے اور برتتے ہیں یقیناً وہ اپنے شکم میں آگ بھرتے ہیں "

کی وعید شدید سنا کر یتیموں کے اموال و حقوق کو محفوظ کر ڈالا ، اور

ونرید ان نمن علی الذین استضعفوا فی الارض ونجعلھم ائمۃ ونجعلھم الوارثین ونمکن لھم فی الارض " (القصص - ۵)

اور ہم چاہتے ہیں کہ جن لوگوں کا زور گھٹایا جا رہا تھا ہم ان پر (دنیوی و دینی) احسان کریں اور ان کو دین میں پیشوا بنائیں اور دنیا میں ان کو ملک کا وارث (مالک) بنائیں اور انہیں زمین پر تمکنت عطا فرمائیں ۔

کا اعلان فرما کر محکومی اور غلامی کی زنجیریں کاٹ کر حریت و آزادی کا درس دیا اور ہر ضعیف و بیکس کو حقوق دلوائے اور ان کی حفاظت و نگہداشت کا بیڑہ اٹھایا ۔

جس نے -

وقرن فی بیوتکن ولا تبرجن تبرج الجاھلیۃ الاولیٰ واقمن الصلوٰۃ وآتین الزکوٰۃ واطعن اللّٰہ ورسولہ - (الاحزاب - ۳۳)

" تم اپنے گھروں میں آرام سے رہو اور پرانے زمانہ جاہلیت کے دستور کے موافق مت پھرو اور تم نمازوں کی پابندی رکھو اور زکوٰۃ دیا کرو اور اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کا کہا مانا کرو ۔"

کے سنہری ارشادات سے عورتوں کو بلا ضرورت و بلا صاحب باہر آزاد پھرنے سے منع کر کے اپنے گھروں میں باوقار رہ کر امور خانہ داری سر انجام دینے اور خدا کے ذکر و فکر، عبادت ریاضت اور اس کے رسول کی اطاعت میں مصروف رہنے کا حکم دیا ۔ جس نے تمام نسلی، علاقائی و جغرافیائی، لسانی اور دیگر ہر قسم کے امتیازات کو مٹا کر بنی نوع انسان کو ایک عالم گیر رشتہ اخوت و مساوات میں منسلک کر دینے والے اعلان ؛

یاایھا الناس انا خلقناکم من ذکر و انثیٰ وجعلناکم شعوباً و قبائل لتعارفوا ان اکرمکم عند اللّٰہ اتقاکم - (الحجرات - ۱۳)

Marfat.com

اے لوگو ہم نے تم سب کو ایک مرد اور ایک عورت سے پیدا کیا ہے اور تم کو مختلف قومیں اور مختلف خاندان بنا دیا تاکہ ایک دوسرے کو شناخت کر سکو۔ اللہ کے نزدیک تم سب میں سے بڑا شریف اور عزت والا وہی ہے جو سب سے زیادہ پرہیزگار اور خدا ترس ہو۔

اور اپنے اس ارشاد سے۔

"لیس لاحدٍ فضلٌ الا بالدین والتقوی"

کسی کو کسی پر دین اور پرہیزگاری کے سوا کوئی فضیلت نہیں"

سے سفید و سیاہ، غلام و آقا، امیر و غریب اور عربی و عجمی کی تمیز ختم کر کے سب کو ایک سطح پر لا کھڑا کیا اور صرف تقوی و پرہیزگاری اور ایمان و عمل ہی کو تمام شرافتوں، عزتوں کرامتوں فضیلتوں اور بزرگوں کا سرچشمہ اور بنیاد ٹھہرایا۔

اسود و احمر کی تو نے ختم کر ڈالی تمیز
ایک ہی صف میں بٹھائے تو نے آقا و غلام

وہ معلمِ اخلاق تشریف لائے جن کو اللہ تعالیٰ نے،

فبما رحمة من الله لنت لهم ولو كنت فظا غليظ القلب لا انفضوا من حولك (آل عمران - ۱۵۹)

"پس یہ اللہ کی رحمت ہی تھی جس کی بنا پر آپ، لوگوں کیلئے نرم خو ہو گئے اور اگر آپ درشت مزاج اور سخت دل ہوتے تو یہ لوگ آپ کے پاس سے منتشر ہو جاتے، کوئی بھی قریب نہ ٹھٹکتا" کے مبارک ارشاد سے رحم و کرم، ہر دل عزیزی اور بشر دوستی کی صفت سے متصف فرمایا اور وانك لعلى خلق عظيم کے اعزاز سے نوازا، جن کے بارے میں ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا "کان خلقه القرآن" اور آپ بداخلاق نہیں تھے، آپ بداخلاق بنانے والے نہیں تھے - آپ بازاروں میں شور مچانے والے نہیں تھے - آپ برائی کا بدلہ برائی سے دینے والے نہیں تھے - جنہوں نے فرمایا:

"انما بعثت لاتمم مكارم الاخلاق"

میں اس لئے بھیجا گیا ہوں کہ اخلاق رذیلہ کو مٹا کر اخلاق حسنہ کی تعلیم دوں"

وہ تشریف لائے جن کے اخلاقی اصول و اقدار اور اسلامی تعلیمات نے ایک ایسا روحانی اور اخلاقی انقلاب برپا کیا اور جس نے ظالموں کو رحم دل متکبروں کو متواضع، فساق و فجار کو عبادت گزار اور

Marfat.com

شب زندہ دار، خائنوں اور بددیانتوں کو امانت دار، چوروں اور قزاقوں کو محافظ اور پاسدار دشمنوں کو دوست اور بیگانوں کو خویش اور بیگانہ اور حریفوں کو حلیف بنا دیا۔ اس نے خاکی دل و دماغ والوں کو ملکوتی صفات کا مالک بنا دیا۔ عرب کے جاہل، وحشی، جنگجو، خانہ بدوشوں کو نیک پارسا، متقی، خدا ترس، ہمدرد اور با اخلاق بنا کر ایک منظم، مہذب اور متمدن معاشرہ میں تبدیل کر دیا اور جہاں بانی کا طریقہ سکھا دیا۔

خود نہ تھے جو راہبر اوروں کے ہادی بن گئے

کیا نظر تھی جس نے مُردو کو مسیحا کر دیا

آپ نے مدینہ منورہ میں سب سے پہلی اسلامی حکومت کی بنیاد رکھی اس کا دستور قرآن مجید کو بنایا۔ جس کے سنہری اور ابدی اصول کائنات انسانی کیلئے سرچشمہ ہدایت ثابت ہوئے اور صدیوں کے بعد دنیا کو ایک بار پھر محبت اور اخوت کے جذبات و احساسات کے ساتھ امن و اطمینان کی خوشگوار فضا میں سانس لینا نصیب ہوا۔

وہ رسول کے جن کے بارے میں ایسے مستشرقین اور مغربی مفکرین جن کی اسلام دشمنی مسلم ہے اور جو اسلام اور پیغمبر اسلام کے متعلق بغض اور تعصب سے بالا ہو کر معروضی انداز میں سوچنے کی صلاحیت نہیں رکھتے، وہ بھی اس حقیقت کو تسلیم کرنے پر مجبور ہو گئے ہیں کہ:

"اگر تاریخ عالم میں کسی ایک شخصیت نے نسل انسانی کو سب سے زیادہ متاثر کیا ہے اور اس پر دائمی گہرے نقوش و اثرات چھوڑے ہیں تو وہ حضور نبی اکرم حضرت محمد رسول اللہ کی ذات گرامی ہے۔"

آج دنیا پھر شقاوت و حرمانی کے درد سے دکھیا ہو گئی ہے اور تباہی کے کنارے پر کھڑی ہے:

ظھر الفساد فی البر والبحر بما کسبت ایدی الناس " (الروم - ۴۱)

" زمین کی خشکی و تری دونوں میں انسانی پیدا کی ہوئی شرارتوں سے فساد پھیل گیا اور زمین پر بنی نوع انسان کی صلاح و فلاح غارت ہو گئی۔"

انسانی شہروں میں فساد اور ظلم و طغیان کی تاریکی خدا کی روشنی پر غالب آ رہی ہے۔ سچائی اور راست بازی کی لہلہاتی کھیتیاں پامال ہونے لگی ہیں۔ اور خدا کی زمین پر جو حرف

Marfat.com

خدا ہی کے لئے تھی اغیار قبضہ جمانے لگے ہیں۔
انسانیت پھر ایک بے جان لاشہ بن گئی ہے اخوت و مواخات کی بہاریں بیگانگی اور غیریت کی خزاں سے بدل گئی ہیں۔ انسان انسان کا دشمن ہو گیا ہے بیٹے کے ہاتھوں باپ قتل ہو رہا ہے۔ بھائی بہن کی عصمت لوٹ رہا ہے۔ سچائی جھوٹ پر غالب آ رہی ہے۔

قل هو القادر على ان يبعث عليكم عذابا من فوقكم او من تحت ارجلكم او يلبسكم شيعا و يذيق بعضكم بأس بعض"
(الانعام - ٦٥)

" کہو وہ اس پر قادر ہے کہ تم پر کوئی عذاب اوپر سے نازل کر دے، یا تمہارے قدموں کے نیچے سے برپا کر دے یا تمہیں گروہوں میں تقسیم کر کے ایک گروہ کو دوسرے گروہ کی طاقت کا مزہ چکھوا دے"

کے حوالے سے:
دنیا پھر اپنی بد اعمالیوں کی بنا پر اوپر سے بموں، ٹڈیوں، ژالہ باریوں اور ظالم حکمرانوں کی صورت میں، نیچے سے سیلابوں، زلزلوں، زمین میں دبے ہوئے بموں، باغی ماتحتوں نافرمان شاگردوں کام چور، مزدوروں، اور گستاخ اور نافرمان بیوی بچوں کی صورت میں عذاب الٰہی میں مبتلا ہے۔
لسانی، علاقائی گروہی طبقاتی اور نسلی اختلافات کی وجہ سے ہر جگہ قتل و غارت، لوٹ مار، خوف وہراس، بدامنی، بے چینی، بے اطمینانی اور بے اعتمادی کی آگ کا عذاب الگ شعلہ ور ہے۔ رحم وکرم، محبت اور دوستی کے چشمے سوکھ چکے ہیں۔ اخوت و مواخات کی قدریں بدل چکی ہیں۔ دنیا امن کی پیاسی، سکون کی بھوکی، محبت اور بھائی چارے کی متلاشی تباہی کے کنارے سسکیاں لے رہی ہے اور ابر رحمت اور زندگی بخش باد بہاری کی پھر راہ دیکھ رہی ہے مگر اب یہ امن کہاں سے ملے گا، پیار اور محبت و اخوت کا پیغام کون دے گا۔ چاروں طرف ہلاکت اور موت کی یلغار ہے۔ زندگی کہاں سے ملے گی؟ ان تمام سوالات کا جواب اگر ہے تو صرف اور صرف اس جامع کمالات معلم اخلاق داعی امن و اخوت رحمت للعالمین خاتم النبین صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع واطاعت اور آپ کی دعوت و پکار پر لبیک کہنے پر ہے۔ جیسا کہ یہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

Marfat.com

یاایہا الذین امنوا استجیبوا للّٰہ وللرسول اذا دعاکم لما یحییکم "

اے ایمان والو حکم مانو اللہ کا اور رسول کا جس وقت بلائے تم کو اس کام کی طرف جس میں تمہاری زندگی ہے اور تمہاری اصلاح ہے ۔

یاس میں آس، ظلمت میں نور، خوف میں امن اجنبیت میں اخوت اور موت میں زندگی کا مژدہ دے رہا ہے یعنی اے امن واخوت کی زندگی چاہنے والو! خدا اور رسول تم کو جس کام کی طرف دعوت دیتے ہیں اس میں از سرتا پا تمہاری بھلائی ہے ۔ ان کا دعوتی پیغام تمہارے لئے دنیا میں عزت واطمینان ۔ امن وسکون کی زندگی اور آخرت میں حیاتِ ابدی کا پیغام ہے ۔

اس آیت کریمہ میں آپ کی دعوت پر لبیک اور آپ کے ارشاد پر جان دینے کا حکم فرمایا گیا ۔ آپ کی دعوت پر نماز توڑ کر بھی حاضر ہونے میں کامیابی ہے ۔

وہ آپ کا حیات بخش اور زندگی افروز پیغام کیا ہے ؟ جس پر لبیک کہنے میں بقائے حیات اور ثبات واستحکام ہے ۔ اس میں علمائے تفسیر نے مختلف قول اختیار کیے ہیں ۔

(۱) سدی نے کہا :۔ وہ حیات بخش چیز جس سے تمہاری اصلاح ہو سکتی ہے اور زندگی مل سکتی ہے ، ایمان ہے :۔

قل یاایہا الناس انی رسول اللّٰہ الیکم جمیعاً سے اپنی عالمگیر کامل اور جامع رسالت ونبوت کا اعلان فرمایا اور فاٰمنوا باللّٰہ ورسولہ سے اس پر زبان سے اقرار دل سے تصدیق اور اعضاء وجوارح سے اس کے حکم کے مطابق کام لینے کا حکم دیا گیا ۔

جو پیغام سراسر حیات افروز اور زندگی بخش ہے وہ ایمان ہے ۔ کیونکہ ایمان ہی زندگی ہے ۔ اور کفر موت ۔ کافر کو مردہ قرار دیا گیا اور فرمایا وما یستوی الاحیاء ولا الاموات "

(۲) " قتادہؒ نے فرمایا اذا دعاکم لما یحییکم میں مایحیی سے مراد قرآن ہے جو ہماری تمام بیماریوں کے لئے شفا اور اللہ کی رحمت ہے " وننزل من القرآن ماھو شفاء ورحمۃ للمؤمنین " جس کے بغیر ہم مسلمان نہیں زندہ رہ سکتے

گر ہمی خواہی مسلمان زیستن
نیست ممکن جز بہ قرآن زیستن

Marfat.com

وہ قرآن ہے جس میں دنیا و آخرت کی زندگی و فلاح مضمر ہے، جس میں
"ولا تقتلوا النفس التی حرم اللہ الا بالحق" (الانعام - ۱۵۱)
اور کسی جان کو جسے اللہ نے محترم ٹھہرایا ہے ہلاک نہ کرو مگر حق کے ساتھ
اور "من قتل نفسا بغیر نفس او فساد فی الارض فکانما قتل الناس جمیعاً - ومن احیاھا فکانما احیا الناس جمیعاً"
(المائدہ : ۳۲)

"جس نے کسی انسان کو خون کے بدلے یا زمین میں فساد پھیلانے کے سوا کسی اور وجہ سے قتل کیا اس نے گویا تمام انسانوں کو قتل کر دیا اور جس نے کسی کی جان بچائی اس نے گویا تمام انسانوں کو زندگی بخش دی" -

کے سنہری قانون سے انسانی جان کے تقدس اور احترام کو مضبوط کیا گیا اور جس میں وما خلقت الجن والانس الا لیعبدون سے انسان کو اس کی تخلیق کا مقصد اور روز الست کا عہد یاد دلا کر یا ایھا الناس اعبدوا ربکم الذی خلقکم سے ایک اللہ کی عبادت اور پرستش کا حکم دیا۔

(۳) مجاہدؒ نے فرمایا: اذا دعاکم لما یحییکم سے مراد دینِ حق ہے جس کی اتباع میں ابدی زندگی اور دائمی بقا اور ہدایت ہے۔

قل یاایھا الناس قد جاءکم الحق من ربکم فمن اھتدی فانما یھتدی لنفسہ (یونس - ۱۰۸)

"اے محمدؐ کہہ دو کہ لوگو تمہارے رب کی طرف سے حق آچکا ہے اب جو سیدھی راہ اختیار کرے اس کی راست روی اس کیلئے مفید ہے۔

(۴) ابن اسحاقؒ نے فرمایا: . اس سے مراد جہاد ہے، جس کے ذریعے اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو عزت بخشی اور جو ہر طرح کے فتنہ و فساد کو دبا دینے کا واحد ذریعہ ہے جیسا کہ ارشاد ہے: وقاتلوھم حتی لا تکون فتنۃ ویکون الدین کلہ للہ اور بمصداق الجہاد ماضٍ الی یوم القیٰمۃ جہاد کو قیامت تک مسلمانوں کی بقا و قیام امن کا ذریعہ ٹھہرایا۔ لما یحییکم سے مراد درجہ شہادت کی سعادت ہے جس سے شہید کو خداوند کریم کی طرف سے ابدی زندگی رزق، فرحت اور اللہ کا فضل نصیب ہوتا ہے۔

Marfat.com

ولا تقولوا لمن یقتل فی سبیل اللّٰہ اموات بل احیاءٌ ولکن لا تشعرون (البقرۃ - ۱۵۴)

اور جو لوگ اللہ کی راہ میں مارے جائیں، انہیں مردہ نہ کہو، ایسے لوگ تو حقیقت میں زندہ ہیں۔ مگر تمہیں ان کی زندگی کا شعور نہیں ہوتا"۔

ولا تحسبن الذین قتلوا فی سبیل اللّٰہ امواتاً بل احیاءٌ عند ربھم یرزقون فرحین بما آتاھم اللّٰہ من فضلہ۔

(العمران - ۱۶۹)۔

"جو لوگ اللہ کی راہ میں قتل ہوئے ہیں انہیں مردہ نہ سمجھو وہ تو حقیقت میں زندہ ہیں۔ اپنے رب کے پاس رزق پا رہے ہیں جو کچھ اللہ نے اپنے فضل سے انہیں دیا ہے اس پر خوش و خرم ہیں۔"

"استجیبوا للّٰہ وللرسول اذا دعاکم لما یحییکم میں جس بنیادی چیز کی طرف بلایا گیا ہے وہ عقیدہ توحید ہے۔ جو ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیاء کرام کا متفقہ عقیدہ اور متفقہ دعوت ہے۔

وما ارسلنا من قبلک من رسول الا نوحی الیہ انہ لا الٰہ الا انا فاعبدون" (الانبیاء - ۲۵)

ہم نے آپ سے پہلے کوئی ایسا پیغمبر نہیں بھیجا جس کے پاس ہم نے یہ وحی نہ بھیجی ہو کہ میرے سوا کوئی معبود ہونے کے لائق نہیں۔ پس میری ہی عبادت کرو۔"

اور

والٰھکم الٰہٌ واحدٌ لا الٰہ الا ھو الرحمٰن الرحیم (البقرۃ - ۱۶۳)

"تمہارا خدا ایک ہی خدا ہے اس رحمان اور رحیم کے سوا کوئی اور خدا نہیں ہے۔

کا اعلان ہے جس کے ذریعے ظنون و تشکیک اور اوہام کی بھول بھلیوں میں پھنسی ہوئی اور شرک و بت پرستی کی وادیوں میں بھٹکتی ہوئی انسانیت کو غیر اللہ کی پرستش سے نجات دلا کر توحید باری تعالیٰ اور الوہیت الٰہیہ کے پرچم تلے جمع ہونے کی دعوت دی گئی۔

عقیدہ توحید سے ہی بین الانسانی رشتہ اخوت قائم ہوتا ہے۔ جب ہر موحد کے دل میں یہ عقیدہ راسخ ہو جاتا ہے کہ وہ ایک حاکم اعلیٰ کے علم و قدرت قاہرہ کے تحت ہے اور اس کے سامنے ہر فعل

Marfat.com

و عمل اور قول و گفتار کیلئے مسئول ہے اور اس کی گرفت سے بچنے کی کوئی صورت نہیں اور کوئی تدبیر کارگر نہیں ہو سکتی ۔ تو وہ دل کسی ظلم اور بے انصافی کی جرأت نہیں کر سکتا چاہے انفرادی ظلم ہو یا اجتماعی اور اس طرح افراد اور حکومت دونوں کے مظالم کا سدباب ہو جاتا ہے جو اس عقیدہ کے بغیر ممکن نہیں ۔ نہ قانون کے ذریعے نہ تعلیم کے ذریعے اور نہ ہی فوج اور پولیس کے ذریعے ۔ یہی وجہ ہے کہ دور حاضر میں پولیس ، تعلیم ، فوج عدالتیں اور دیگر امن و انصاف اور امان قائم کرنے کی عام تدابیر ، امن و امان اور انصاف قائم کرنے میں ناکام ہو چکی ہیں ۔

یا ایھا الذین امنوا استجیبوا للہ وللرسول اذا دعاکم لما یحییکم

کے مطابق امن کے متلاشیوں عدل و انصاف کے پیاسوں اور اخوت و بھائی چارہ کی لذت کو ترسنے والوں کو اللہ اور اس کے داعی امن و اخوت رسول پر ایمان لانے اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی بخش اور اصلاحی دعوتِ توحید پر لبیک کہنے اور اس کے تقاضے پورے کرنے میں ہی اخوت اور امن کی دولت نایاب مل سکتی ہے ۔ کیونکہ آپ سے بڑھ کر امن و اخوت کا داعی کون ہو سکتا ہے ۔

الغرض اس معلمِ اخلاق ، محسنِ اعظم ، سراپا رحمت ، داعی توحید و سنت اور داعی امن و اخوت محبوب کبریا کا عاشق و محبت عقیدت و ارادت ہمارے ایمان کی جان ہے ۔ اس ہادی اکمل کی اطاعت و اتباع ہم پر فرض ہے ۔

یا ایھا الذین آمنوا استجیبوا للہ وللرسول اذا دعاکم لما یحییکم

کے حکم کے پیشِ نظر اس داعی امن و اخوت کی دعوت ایمان ، دعوت قرآن ، دعوت جہاد ، دعوت شہادت اور دعوت توحید پر لبیک کہنے میں انفرادی اور اجتماعی ، فردی اور جماعتی زندگی کا راز مضمر ہے ۔ ہماری تمام امراض کا علاج ہے ۔ اس صاحب خلق عظیم کی یاد دنیا و آخرت میں قیمتی سرمایہ ہے ۔ قرآن آپ کے شمائل و اخلاق کا کامل نمونہ ہے ۔ آپ کا سینہ منور صدق و صفا کا آئینہ ہے ۔ آپ کی حیاتِ طیبہ ظلمت کدہ عالم کیلئے روشنی کا مینار ہے ۔ اللہ تعالیٰ آپ کی سنہری تعلیمات اور آپ کے مکارم اخلاق سے فیض یاب ہونے بمصداق انما المؤمنون اخوۃ کے عالمگیر اخوت اور بھائی چارے کے رشتہ میں منسلک ہو کر واعتصموا بحبل اللہ کے مطابق اتفاق و اتحاد ، یکجہتی اور یکسوئی کے ساتھ امن و امان کی زندگی بسر کرنے اور سعادت و فلاح دارین حاصل کرنے کی توفیق دے ۔

Marfat.com

ماخذ و مصادر

۱۔ تفسیر معارف القرآن از حضرت مولانا مفتی محمد شفیع رحمۃ اللہ علیہ
۲۔ تفسیر تفہیم القرآن از مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ
۳۔ تفسیر عثمانی و ترجمہ شیخ الہندؒ و مولانا شبیر احمد عثمانی
۴۔ تفسیر ابن کثیر للامام الجلیل الحافظ عماد الدین ابوالفداء اسماعیل ابن کثیر الدمشقی
۵۔ سائنس اور اسلام از علامہ شمس الحق افغانیؒ
۶۔ محمد رسول اللہ غیر مسلموں کی نظر میں از مولانا محمد حنیف یزدانی
۷۔ قرآن کا قانون عروج و زوال از مولانا ابوالکلام آزادؒ
۸۔ قافلہ انسانیت کا سالار اعظم از مولانا سید ابوالحسن علی ندوی مدظلہ

Marfat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ۰

اُمتِ واحدہ کے بانی حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم

مولانا ارشاد الحق تھانوی، کراچی

پیغمبر اسلام حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اپنی دعوت میں ایک قلیل مدت میں جو کامیابی حاصل ہوئی اور جس تیزی کے ساتھ لوگ جوق در جوق حلقہ بگوش اسلام ہوئے وہ نہ صرف تحیر خیز بلکہ دیگر انبیاء علیہم السلام کے ساتھ تقابل میں ناقابل یقین ہے۔ دیگر انبیاء علیہم السلام مدت مدید تک تبلیغ دین کا فریضہ انجام دیتے رہے۔ بعض پیغمبروں کو تو متعدد نسلوں بلکہ صدیوں تک ترسیل پیغام الٰہی کا موقع میسر آیا لیکن ان کے پیروگنتی کے چند لوگ ہوئے۔ اس دعوت کی کامیابی پر دو مشہور غیر مسلم دانشوروں کے تبصرے ملاحظہ ہوں۔

جرمنی کے فلاسفر گوئٹے لکھتا ہے:

> "اس کتاب (قرآن) کی اطاعت سے عربوں نے سکندر اعظم کے جہاں سے بڑا جہاں اور رومۃ الکبریٰ کی سلطنت سے وسیع تر سلطنت فتح کر لی اور جس قدر زمانہ سلطنت روما کو اپنی فتوحات کے حاصل کرنے میں درکار تھا۔ اس کا دسواں حصہ بھی ان کو نہ لگا۔"

حال میں ایک مشہور عیسائی مصنف نے ایک مشہور عیسائی پبلشر کے ذریعہ امریکہ میں "سو بڑے آدمی" کے عنوان سے ایک کتاب شائع کی ہے۔ اس نے اپنی تحقیق کی بنا پر دعویٰ کیا ہے کہ ان سے زیادہ دنیا میں کوئی بڑے آدمی پیدا نہیں ہوئے۔ اس نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اولین مرتبہ دیا ہے۔ اس کا کہنا ہے کہ دیگر انبیاء علیہم السلام سے صرف مادرائی

Marfat.com

واقعات منسوب ہیں اور دوسرے اشخاص جنہوں نے بلاشبہ عظیم فتوحات اور کامیابیاں حاصل کیں وہ نہ تو ہمہ گیر تھیں اور نہ پائیدار - اس کے مطابق پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی عقل اور قوت سے ایسی کامرانیاں حاصل کیں جن کا وجود برقرار ہے اور دنیائے انسانیت کیلئے امن وسلامتی کی تبر بہدف ضمانت ہیں - اس لازوال اور مہتم بالشان کامیابی کی کنجی کیا ہے خود رب جلیل نے سورۂ آل عمران کی ۱۵۹ ویں آیت مقدسہ میں یہ بیان فرمائی ہے -

فبما رحمۃ من اللہ لنت لھم ولو کنت فظاً غلیظ القلب لانفضوا من حولک فاعف عنھم واستغفر لھم وشاورھم فی الامر فاذا عزمت فتوکل علی اللہ ان اللہ یحب المتوکلین ٥ (۱۵۹) -

" (اے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم) یہ اللہ کی بڑی رحمت ہے کہ آپؐ ان لوگوں کے لئے بڑے نرم مزاج واقع ہوئے ہیں - اگر کہیں آپؐ سخت دل ہوتے تو یہ سب آپؐ کے پاس سے بھاگ جاتے - بس ان کے قصور معاف کردیں اور ان کیلئے مغفرت کی بھی دعا کیجئے اور ان سے معاملات میں مشاورت کیا کریں اور جب کسی ایک بات پر فیصلہ ہو جائے تو اللہ پر توکل کریں - بے شک اللہ توکل کرنے والوں کو پسند کرتا ہے - "

اسلام کے عالمگیر پیمانے پر پھیلنے کا بنیادی سبب پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ کرام اور اولیاء عظام کی نرم مزاجی، وسعت قلبی اور رواداری تھی - اس دنیا میں انسان کی انتہائی آرزو اور اس دنیا میں بہترین عزت کیا ہے ؟ امن وامان، چین وسکون اور اطمینان وسلامتی - امن کی قدر وقیمت کلام پاک سے معلوم کریں - جس نے اسے اہل جنت کیلئے عظیم نعمت سے منسوب کیا ہے - جنت میں داخل ہونے والوں سے وہاں کے محافظ کہیں گے - امن وسلامتی کے ساتھ با اطمینان ان میں داخل ہو جاؤ - اگر ان کے دل میں رنجش ہوگی - تو اسے ہم نکال دیں گے اور وہ سب بھائی بھائی بن کر ایک دوسرے کے ساتھ بیٹھے ہوں گے -

انسان کا اخلاقی اور فطری فرض ہوتا ہے کہ وہ اپنے خالق، پروردگار اور مالک سے دلی محبت، احترام اور وفاداری کا اظہار کرے - نیز یہ بھی کلیہ ہے کہ جس کسی کے سامنے اپنی بیش از بیش محبت، احترام اور وفاداری کا یقین دلانا اور اظہار کرنا مقصود ہو تو

Marfat.com

اس کی محبوب اور عظیم تناہکار کی تعریف و توصیف کی جائے ۔ ایک باپ کو قدرتی طور پر اس شخص سے محبت ہو جاتی ہے جو اس کی اولاد سے لگاؤ کا اظہار کرتا ہے ۔ کیا آپ کو علم ہے کہ رب جلیل کا سب سے عظیم تخلیقی تناہکار کیا ہے ؟ کیا یہ چاند ستارے، سورج اور لامحدود کائنات وغیرہ وغیرہ ؟ نہیں لایزال تناہکار ہے حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم جن کی برکتوں سے باقی تمام محیر العقول تخلیقات وجود میں آئیں ۔ یہ تناہکار نہ صرف تخلیق میں لاجواب ہے بلکہ کارکردگی میں بھی لاثانی ہے ۔ لہٰذا قرآن نے حکم دیا کہ نبی کریمؐ سے محبت و احترام اور وفاداری رب جلیل سے محبت و احترام اور وفاداری ہے جبکہ نبی کریمؐ کی نافرمانی اللہ کی نافرمانی ہو گی ۔

اسی طرح کیا آپ کو علم ہے کہ خود نبی مقبولؐ کا عظیم تناہکار کیا ہے ؟ تعلیمات کردار اور فتوحات بلاشبہ عظیم الشان ہیں لیکن تاریخ کائنات میں آپ کا لایزال اور منفرد تخلیقی تناہکار ہے امت مسلمہ کا وجود جس کی بابت رب کریم نے ارشاد فرمایا :

اِنَّ هٰذِهٖۤ اُمَّتُكُمْ اُمَّةً وَّاحِدَةً

"بلاشبہ یہ آپ کی امت 'امت واحدہ' ہے"

اس طرح رب کائنات نے دو ٹوک انداز میں اعلان فرمایا کہ اس کے محبوب رسالتمآب علیہ الصلوٰۃ والسلام کا تناہکار امت واحدہ ہے اور اسی کا نام مبارک امت مسلمہ ہے ۔ گویا جو امت مسلمہ امت واحدہ نہیں ہے وہ منطقی طور پر امت مسلمہ کہلانے کی بھی حقدار نہیں ہو سکتی ۔

مزید برآں اگر ہم واقعی عشق رسولؐ کا دعویٰ کرتے ہیں تو کیا ہماری سچائی اور وفاداری کا منصفانہ تقاضا نہیں ہو گا کہ ان کے تناہکار سے بھی بے حد و حساب محبت و احترام کا عملاً اظہار کرتے رہیں اور اسے ہر صورت میں امت واحدہ بنائے رکھیں ۔ اگر ہم اپنے نبیؐ کے تناہکار کو کاٹنے لگیں تو یہ عمل امن و امان کا مسئلہ نہ رہے گا بلکہ اپنے نبیؐ سے دشمنی اور ایمان سے منحرف ہونے کا صریحاً مترادف ہو گا ۔

علاوہ ازیں ایمان بھی امن سے ماخوذ ہے ، گویا امن نہیں تو ایمان بھی نہ رہے گا ۔

فتنہ و فساد کی خرابی بھی قرآن مجید سے معلوم کریں ۔

"اور ان کے دلوں میں ایک بیماری ہے جسے اللہ نے اور زیادہ بڑھا دیا اور جو جھوٹ وہ بولتے ہیں اس کی پاداش میں ان کے لئے دردناک سزا ہے جب کبھی

Marfat.com

ان سے کہا گیا کہ زمین میں فساد برپا نہ کرو تو انہوں نے یہی کہا کہ ہم تو اصلاح کرنے والے ہیں۔ خبردار! حقیقت میں یہی لوگ مفسد ہیں مگر انہیں شعور نہیں ہے۔"

(البقرۃ - ۱۰ تا ۱۲)

ارشادِ ربانی ہے:-

"واعتصموا بحبل اللہ جمیعاً ولا تفرقوا"

تم سب متحد ہو کر اللہ کی رسی کو مضبوط پکڑے رہنا اور ہرگز نا اتفاقی میں مبتلا نہ ہونا"

اس آیت کریمہ سے یہ حقیقت واضح ہو گئی کہ مسلم معاشرہ کی پہچان " باہمی اتحاد" ہے اگر محض کسی مسلمان گھرانے میں پیدا ہونے یا زیادہ سے زیادہ انفرادی طور پر حقوق اللہ اور حقوق العباد کی ادائیگی سے کوئی یہ توقعات وابستہ کر لیتا ہے کہ وہ اللہ کے وعدہ کے مطابق فلاح و نصرت سے ضرور ہمکنار ہو گا خواہ اس کا مسلم معاشرہ مذکورہ فرمانِ الٰہی کے منافی باہمی طور پر افتراق و انتشار میں مبتلا ہو تو یہ توقعات یقیناً سراب ثابت ہوں گے جیسا کہ فی زمانہ المناک صورتحال نظر آتی ہے۔ حالانکہ ہر سال دنیا کے گوشہ گوشہ سے لاکھوں کی تعداد میں مسلمان بیت اللہ کا حج کرتے ہیں، زکوٰۃ ادا کی جاتی ہے، ماہ رمضان میں ایمان افروز ماحول بھی طاری رہتا ہے اور مساجد بھی نمازیوں سے بھری دکھائی دیتی ہے وغیرہ وغیرہ مگر امتِ مسلمہ ان عبادات کی فیوض و برکات سے نہ صرف محروم نظر آتی ہے بلکہ وہ اغیار کے ہاتھوں رسوا بھی ہو رہی ہے۔ یہ تو اس دور کا عالم ہے جب اللہ جل شانہ نے مسلمانوں کو بے حد وحساب وسائل و دولت سے بھی سرفراز کیا ہے۔ پھر اس رسوائی کا آخر کیا سبب ہے؟ وہ وجہ صرف یہ ہے کہ ہم رب جلیل کے مذکورہ بنیادی فرمان کی خلاف ورزی کے مرتکب ہو رہے ہیں۔ جب ہم نے اپنی پہچان " اتحاد و اخوت " کو ختم کر دیا تو پھر کیسے یہ توقع کی جا سکتی ہے کہ اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو عزت و نصرت سے ہمکنار کرنے کا اپنا وعدہ ایفا فرمائے گا۔

جب نبی کریمؐ عنفوانِ شباب سے گزر رہے تھے اور عمر عزیز تقریباً بیس برس تھی تو آپؐ نے حلف الفضول نامی ایک معاہدہ میں شرکت کی جو آپؐ کے تایا حضرت زبیر بن عبدالمطلب کی کاوش سے ہوا تھا اور اس کا مقصد ظلم و بدامنی سے بچانا تھا۔ اس میں متعدد قبائل شریک تھے۔ اس کی چند شرائط حسب ذیل ہیں:-

Marfat.com

۱۔ ہم ملک سے بدامنی دور کریں گے۔

۲۔ ہم مسافروں اور قافلوں کی حفاظت کریں گے۔

۳۔ ہم غریبوں کی امداد کرتے رہیں گے۔

۴۔ ہم زبردست کو زبردست پر ظلم کرنے سے روکا کریں گے۔

آنحضرتؐ اپنے زمانہ میں بھی اکثر فرمایا کرتے تھے کہ اگر آج بھی کوئی اس مجلس کے نام سے کسی کو مدد کیلئے بلائے تو میں سب سے پہلے اس کی امداد کے لیے تیار ہونگا۔

ہجرت کے پہلے ہی سال آپؐ نے ایک بین الاقوامی معاہدہ امن کی بنیاد ڈالی۔ یہ میثاق مدینہ کے نام سے مشہور ہے۔ اس میں ہر طبقہ کے سیاسی اور معاشرتی حقوق وفرائض متعین کر دیے گئے تھے۔ یہ دنیا کا پہلا تحریری دستور تھا۔ اس کی بنیاد رنگ نسل، زبان پر نہ تھی بلکہ اس کی بنیاد اخوت، حریت، مساوات اور عدل پر تھی۔ اس معاہدہ کا حرف حرف آج بھی زندہ و پائندہ ہے۔ ہر شخص پڑھ کر اندازہ کر سکتا ہے کہ نبی کریمؐ دنیا میں اتحاد اور امن و امان قائم کرنے آئے تھے۔ ہتھیار اور نفرت کی زبان استعمال کرنے نہیں۔

طلوع اسلام سے قبل اہل عرب جس نعمت سے محروم تھے وہ بھی محبت کی نعمت تھی۔ پھر اسلام کے بعد سب سے پہلے وہ جس نعمت سے مشرف کئے گئے وہ بھی نعمت عظمیٰ تھی۔ فرمان الٰہی ہے!

واذکروا نعمت اللہ علیکم اذ کنتم اعداء فالف بین قلوبکم فاصبحتم بنعمتہ اخوانا ط

"اور یاد کرو احسان اللہ کا اپنے اوپر جبکہ تھے تم آپس میں دشمن، پھر اس نے تمہارے دلوں میں باہمی محبت پیدا کر دی اور اللہ کے فضل سے بھائی بھائی بن گئے"

مزید فرمایا کہ اگر یہ اتحاد نہ ہوتا اور نااتفاقی میں مبتلا رہتے تو تم آگ سے بھرے ایک گڑھے کے کنارے پر پہنچ گئے مگر اللہ نے باہمی اتحاد کی نعمت سے تم کو بچالیا۔

دراصل باہمی اتحاد و اخوت انسانی بقا، ارتقاء اور قوت و خوشحالی کے لئے ایک ناگزیر عمل ہے۔ اس کی اولین مثال دور نبویؐ میں اہل مدینہ کی ہے جنہوں نے مہاجرین کو خوش آمدید کہا اور اخوت کے جذبہ کے تحت اپنے اثاثوں کا نصف حصہ ان کے سپرد کر دیا۔ سورۂ حشر میں اہل مدینہ کے اس کردار کی زبردست تعریف کی گئی ہے۔ ان کی بےلوث

Marfat.com

اخوت کا ناقابل تردید ثبوت یہ ہے کہ اس وقت کے انتہائی نامساعد حالات کی موجودگی میں انہیں شمہ برابر توقع نہ تھی کہ اس اخوت سے انہیں مستقبل میں عظیم فائدہ پہنچنے والا ہے۔ اگر اہلِ مدینہ بخل سے کام لیتے تو مہاجرین کو اپنی ناداری کی بنا پر دشمن کی یلغار روکنے کی سکت نہ ہوتی۔ نیز مدینہ کی امت مسلمہ اقتصادی تفاوت کی بنا پر مثالی اتحاد و اخوت کے رشتہ میں منسلک نہ ہو سکتی۔ اخوت کی اعلیٰ مثال پیش کر کے انصار کو کچھ عرصہ ضرور اپنی املاک میں کمی نظر آئے ہوگی۔ مگر بہت جلد ان کے عمل سے معاشرہ دکھ سکھ میں برابر کا شریک ہو گیا اور اس کے سبب ایک متحد اور طاقتور امتِ واحدہ دنیا کے اسٹیج پر نمودار ہوئی اور پھر دیکھتے ہی دیکھتے وہ دنیا پر چھا گئے۔

پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم نے جس اخوت کی شد و مد سے تاکید کی ہے اس کا مفہوم یہ ہے کہ کسی کو کسی سے تکلیف نہ پہنچے، ارشاد ربانی ہے!

"اے انسانو! ہم نے تم کو ایک ہی مرد اور عورت سے پیدا کیا اور پھر تمہیں مختلف گروہوں اور قبیلوں میں تقسیم کر دیا تاکہ ایک دوسرے کو پہچان سکو۔ اللہ کے نزدیک تم میں برتر وہی لوگ ہیں جو متقی ہیں۔"

غرض قوموں اور قبیلوں کی یہ تقسیم اس لئے نہ تھی کہ لوگ ایک دوسرے کے مقابلہ میں فخر کریں اور ایک دوسرے پر کیچڑ اچھالیں۔ اس آیت کریمہ نے دینی اخوت سے بڑھ کر انسانی اخوت کا نظریہ پیش کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب انسان انسانیت کی سطح پر برابر ہیں کیونکہ ان سب کے جدِ اعلیٰ حضرت آدم علیہ السلام ہی تھے۔ پروردگار عالم صرف مسلمانوں کا ہی رب نہیں۔ بلکہ رب العالمین ہے۔ خالق کائنات نے جن آخری نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کو مبعوث فرمایا وہ کسی ایک قوم کیلئے نہیں بلکہ قرآن حکیم کے مطابق وما ارسلنٰک الا رحمۃ للعالمین یعنی تمام عالموں کیلئے رحمت بنا کر مبعوث کئے گئے ہیں۔ ذرا غور فرمائیں کہ جب اللہ کی رحمتیں سب کیلئے عام ہوں، ہوا سب کیلئے، پانی سب کے لئے روشنی سب کیلئے اور کھانے پینے کی نعمتیں سب کیلئے ہوں تو پھر اچھا برتاؤ اور سلوک سب کیلئے کیوں نہیں ہونا چاہیے۔

بلاشبہ پیغمبر اسلامؐ کی بنیادی دعوت توحید ہے۔ اس توحید کا تقاضا ہے کہ جو افراد خدائے واحد پر ایمان لائیں ان میں بھی وحدت کا احساس پیدا ہو جائے۔ وہ ایک اکائی

Marfat.com

کی شکل اختیار کریں۔ حسب نسب، رنگ و نسل، زبان، علاقہ اور کالے گورے کے تمام اختیارات کا خاتمہ ہو جائے کیونکہ یہ سب فرقہ پردازی کو جنم دیتے ہیں۔ قرآن حکیم نے اسی لیے فرقہ پردازی کو شرک کے مترادف قرار دیا ہے۔ ہر وہ عمل جس سے ملت کے ٹکڑے ٹکڑے اور انتشار میں مبتلا ہوتی ہے امتِ واحدہ میں رخنہ ڈالنے کی کوشش ہے۔ اور یہ رخنہ خود توحید کے عقیدہ سے بغاوت ہے۔ فرمان الہٰی ہے، اور مشرکوں میں سے نہ ہو جانا جنہوں نے اپنے دین کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا اور گروہوں میں تقسیم ہو گئے" امت کے اتحاد و اخوت کو اس حدیث نبویؐ نے کتنا اعلیٰ و ارفع مقام عطا کیا ہے" اگر تم چاہو تو میں تمہیں ایسی بات بتا سکتا ہوں جو نماز روزے سے بھی بالاتر ہے" صحابہؓ نے عرض کیا! یا رسول اللہؐ ہمارے ماں باپ آپؐ پر قربان ہوں۔ آپؐ ایسی بات سے ضرور آگاہ فرمائیں" فرمایا! مسلمانوں کے درمیان جو نا اتفاقی ہو اس کو دور کرنا نماز اور روزے سے بھی بہتر ہے اور خوب یاد رکھنا کہ نا اتفاقی برباد کر دینے والی چیز ہے۔" اس حدیث سے نماز روزے کی فرضیت اور اہمیت کو گھٹانا ذرہ برابر بھی مقصود نہیں۔ بلکہ یہ خبردار کیا گیا ہے کہ اگر نماز روزے کے پابند ہو مگر امت واحدہ نہیں ہو تو اس صورت میں نماز روزے کے مطلوبہ نتائج و فوائد حاصل نہ کر سکو گے۔ البتہ نماز روزہ اسی وقت ثمر بار ہو گا جب ہم اپنے بنیادی تشخص امت واحدہ کا مظہر بن جائیں۔

پیغمبر اسلامؐ نے رنگ، نسل، زبان، علاقہ اور دولت وغیرہ کے تمام مہلک اور انسانیت سوز تعصبات اور تفرقات کو اخوت کے ذریعہ مٹا دیا۔ مسلمان دن میں پانچ بار کندھے سے کندھا ملا کر اور تمام امتیازات کو ختم کر کے خدائے واحد کے دربار میں حاضر ہوتے ہیں۔ اس لیے روزے کی عبادت بھی فرض ہوئی کہ مسلمان ایک ماہ ایک ساتھ کھانے پینے، ایک ساتھ عبادت کرنے اور ساتھ بھوکا رہ کر سال کے بقیہ گیارہ مہینوں میں بھی ایک ہو جانے کے عادی بن جائیں۔ اسی مقصد کیلئے زکوٰۃ کا نفاذ ہوا تاکہ معاشرے میں امیر و غریب کا فرق جلد از جلد ختم ہو جائے اور امت بنیانٌ مرصوص کی شکل اختیار کرلے یہی مقصد حج میں کارفرما نظر آتا ہے جس میں لاکھوں مسلمان یکساں لباس میں ملبوس اور ہر قسم کی اونچ نیچ سے بالاتر ہو کر اتحاد و اخوت کا عدیم المثال مظاہرہ کرتے ہیں یہی روح اسلامی اخلاق میں نظر آتی ہے۔ فرمانِ الٰہی! اور ایک دوسرے کے تجسس

Marfat.com

تباہ و برباد ہوجانے جیسا کہ دونوں قبائل کو مٹھی بھر یہودیوں کے تابع ہونا پڑا تھا اور زیادہ سے زیادہ یہ ہوتا کہ ایک قبیلہ غالب آکر محض بیمار اور قحط زدہ یثرب میں محدود رہتا لیکن ایمان سے لیس اُمتِ واحدہ بن کر اس وسیع پیمانے پر عروج و خوشحالی سے ہمکنار ہوئے کہ پوری تاریخ ہنوز انگشت بدنداں ہے ۔

جب رسالتمآبؐ نے ارشاد فرمایا کہ " اللہ امن و سلامتی کے قیام میں اس طرح تمہارا حامی و مددگار ہوگا کہ گھر کی چہار دیواریوں میں زندگی گزارنے والی پردہ نشین خواتین تن تنہا کسی محافظ و معاون کے بغیر مدینہ سے الحمرہ کا یا اس سے بھی طویل سفر بلا خوف کر سکیں گی اور کوئی چور یا رہزن انہیں خوفزدہ نہ کرے گا تو اس کا واضح مفہوم یہی تھا کہ مسلمانوں کی جانب سے اتحاد کی اساس قانون کا ایسا شاندار احترام کیا جائے گا ۔ چنانچہ تاریخ کے صفحات اس حدیث قدسی کی تعبیر سے لبریز نظر آتے ہیں ۔ ممکن ہے بعض اوقات قانون کی نظریں جرم و ظلم تک نہ پہنچیں مگر اسلام کا فرمان اور تاریخ کا تجربہ یہ ہے کہ اس صورت میں بھی قانون کو اپنے ہاتھ میں لینے کی بجائے قانون کا احترام کیا جائے ، قانون کا احترام عدل ہے جبکہ قانون کو خود ہاتھ میں لینا ہر مہذب معاشرے کے نزدیک جرم و گناہ ہے ، ممکن ہے اس صورت میں چند متاثرہ افراد کو ایثار و قربانی کا سامنا کرنا پڑے لیکن قانون کو ہاتھ میں لینے کے سبب نفرت ، انتقام ، تشدد اور خون ریزی کا وہ روح فرسا باب کھل جاتا ہے جس کی لپیٹ میں چند افراد کی بجائے پورا معاشرہ آکر تباہی و انتشار اور زوال و پستی کا شکار ہو جاتا ہے ۔

ربِّ جلیل اور پیغمبر اسلامؐ نے امت واحدہ کی تشکیل کیلئے ایک بہت ہی بنیادی اور ناگزیر اصول کی بھی رہنمائی فرمائی کہ امت کو معاملات کی انجام دہی میں مکمل طور پر شریک کیا جائے تاکہ ان میں باہمی قربت ، یگانگت اور ذمہ داری کا احساس جاگزیں ہو اور وہ کسی اچھے یا برے نتائج پر اس یقین سے سرشار ، مطمئن اور متحد رہیں کہ جو کچھ ہوا وہ خود ان کے ہاتھوں ظہور پذیر ہوا اور انشاء اللہ مل جل کر ترقی و سرخروئی کی منزل ایک نہ ایک دن حاصل ہو جائے گی ۔ جب ربِ جلیل نے نبی کریمؐ کو بھی "وشاورہم فی الامر" "ان سے معاملات میں مشاورت کیجئے" کی ہدایت فرمائی تو سوال یہ ہے کہ بھلا خالق کائنات کی ذات آنحضرتؐ کو گرد و پیش سے مشوروں کی کیا ضرورت تھی ! جواب واضح کہ امت کو امت واحدہ میں ڈھالنا مقصود تھا ۔ سورہ شوریٰ میں مزید ارشاد ہوا :

Marfat.com

میں نہ رہا کرو اور نہ تم میں سے ایک کو ایک پیٹھ پیچھے برا کہے۔ بھلا تم میں سے کوئی پسند کرے گا کہ اپنے مرے ہوئے بھائی کا گوشت کھائے تو یہ تم کو گوارا نہ ہوگا اور اللہ سے ڈرتے رہو۔ بے شک اللہ بڑا مہربان اور توبہ قبول کرنے والا ہے۔"

(الحجرات)

مکی دور میں آنحضرت ؐ نے یقین محکم کے ساتھ اس دنیاوی زندگی میں فلاح عظیم کی بشارت دی کہ تم اسلامی دعوت قبول کر لو اور بہت جلد روم و فارس کی مملکتیں تمہارے زیر نگین ہو جائیں گی۔ بلاشبہ اس چند روزہ حیات کی کارکردگی کا صلۂ عظیم آخرت میں حاصل ہوگا مگر پیغمبر اسلام ؐ کا ہمیشہ یہ چیلنج رہا کہ امت واحدہ کیلئے ثمرات دنیا میں بھی نمودار ہوں گے اور نمودار ہوئے ہیں۔ چنانچہ اس زمانہ کی دو سپر پاورز روم اور فارس کی تسخیر کا چیلنج اس وقت کیا گیا تھا جب عربوں نے اس سے قبل اپنی پوری تاریخ میں ایک چھوٹی سلطنت بھی قائم نہ کی تھی۔ وہ ہمیشہ سے متحارب قبائلی نظام میں منتشر اور مفلوک الحال تھے۔ علاوہ ازیں یہ الفاظ اس ذات اقدس نے فرمائے تھے جو خود قریش مکہ کے ہاتھوں شدید ذہنی و جسمانی اذیتوں میں مبتلا تھی اور اپنے مٹھی بھر ساتھیوں کو بھی ان پر توڑے جانے والے ظلم و ستم پر صرف صبر کی تلقین کر رہی تھی۔ آج کا بھی کوئی مورخ یا تبصرہ نگار یہ کہنے کی جرأت نہیں کر سکتا کہ روم اور فارس کی اسلامی فتح تاریخ حالات اور اسباب کا ایک منطقی عمل تھا۔ تاہم اہل ایمان نے صرف اور صرف امت واحدہ بن کر اس ناقابل قیاس چیلنج کو محض پانچ دہائیوں کے اندر زندہ حقیقت میں تبدیل کر دیا۔

طلوع اسلام سے قبل مدینہ منورہ میں اوس اور خزرج کے دو قبائل برسہا برس سے اختلافات و تنازعات کا شکار تھے۔ ان کے درمیان خونریز جنگیں برپا تھیں کہ ان دونوں نے اسلام قبول کرتے ہی فی الفور اپنے صدیوں قدیم تنازعات بھلا دیئے تمام دعوؤں اور جوابی دعوؤں سے دستبردار ہو گئے اور از سر نو مستقبل کی تعمیر کیلئے امت واحدہ کی تشکیل صورت اختیار کر لی۔ اس کا نتیجہ یہ برآمد ہوا کہ ایک بیمار اور قحط زدہ بستی صحت مند اور سرسبز لالہ زار میں تبدیل ہو گئی اور تاریخ نے بہت جلد ان گمنام قبائل کو زندہ جاوید بنا دیا۔ اگر وہ آپس میں اپنے اپنے حقوق کی خاطر برسرپیکار رہتے تو اول تو وہ دونوں

Marfat.com

وَاَمرُهُم شُورٰی بَینَهُم " اہل ایمان اپنے معاملات باہمی مشاورت سے طے کرتے ہیں " یہ نہیں کہا گیا کہ کچھ خود ساختہ لوگ امت سے مشورہ کریں اور پھر اسے تسلیم کریں یا نہ کریں، بلکہ یہ حکم ہوا کہ باہمی مشاورت کے باہمی تمام امور انجام دیئے جائیں تاکہ امت احساس محرومی کا شکار ہو کر افتراق و انتشار میں مبتلا نہ ہو۔

نبی کریمؐ نے امت کو امت واحدہ بنانے میں اعلان نبوت سے قبل کی زندگی اور آخری سانس تک ایک ادرا اعلیٰ ترین اصول پر عمل کیا اور نتائج عدیم المثال کامرانی سے ہمکنار ہوئے۔ آپؐ نے ام المؤمنین حضرت خدیجہ الکبریٰ رض کی تمام دولت جو ایک روایت کے مطابق قریش کی پوری مجموعی دولت سے بھی زیادہ تھی۔ غریبوں، بیواؤں اور ضرورت مندوں میں اس طرح تقسیم کر دی کہ خانوادہ رسولؐ نان شبینہ سے بھی محروم ہو گئے مگر اس عمل اور بعد میں خلفائے راشدین کے اجتماعی کفالت کے نظام نے امت مسلمہ کو دکھ سکھ میں برابر کا شریک بنا کر سیسہ پلائی ہوئی چٹان کی طرح متحد کر دیا اور دنیاوی تاریخ کی سب سے بڑی ایسی لاثانی سپر پاور بنا دیا جس کی انسان سازی، انسان آرائی، انسانی ہمدردی و خیر خواہی اور عدل کو دیکھتے ہوئے غیر مسلم اپنے خدا سے دعا مانگا کرتے تھے کہ ہماری حالت بھی سدھارنے کیلئے ان مسلمانوں کو ہماری سرزمین پر اقتدار عطا کر۔

آخر میں ایک فکر انگیز تبصرہ پیش کرتا ہوں۔ مدینہ آنحضرتؐ کی دس سالہ زندگی میں سنگین درجہ کی ایمرجنسی کے زیر سایہ رہا ہے۔ ہر آن حملے کا خطرہ رہتا۔ قریش نے تین بار بڑے بڑے حملے کئے۔ چھوٹی چھوٹی جھڑپوں اور سرحدی آویزشوں کے واقعات آئے دن ہوتے رہتے تھے۔ متفرق قبائل مدینہ پر دھاوا بولنے کیلئے کبھی ادھر سے سر اٹھاتے تو کبھی ادھر سے بار بار یورش کرتے۔ ان فتنوں کی سرکوبی کرنے کیلئے مدینہ سے فوجی دستوں کی ترسیل ہوتی۔ راتوں کو فوجی پہرہ لگایا جاتا۔ غرض ایک جنگی کیمپ کی سی زندگی تھی۔ مزید برآں یہود و منافقین کی سازشوں کا زور تھا۔ حضورؐ کی قیادت کو ناکام کرنے کی سازشیں اور پھر اس باعث تخلیق کائنات و موجودات کی زندگی لینے کی سازشیں۔ ایمرجنسی کا اس سے زیادہ اور کیا عالم تھا مگر حضورؐ نے نہ کبھی اپنے لئے مستبدانہ رویہ اختیار کیا اور نہ ہی کوئی ہنگامی آرڈیننس جاری کیا، نہ کوئی جابرانہ ایکٹ نافذ کیا، نہ کسی ایک فرد کو نظر بند کیا، نہ کوئی ہنگامی عدالتیں بٹھائیں، نہ تازیانے برسا کر لوگوں کی کھال ادھیڑی، نہ جرمانے اور تاوان ڈالے، نہ کسی کی زبان بندی کی اور

Marfat.com

نہ ہی کسی پر پابندی عائد کی حتیٰ کہ عبداللہ بن ابی جیسے رئیس تک سے کوئی تعرض نہیں کیا، سارا دارومدار اپنی دعوت کی صداقت، اپنے کردار کی پاکیزگی اور اتحاد و اخوت پر رکھا۔ کبھی کسی انسان کی تحقیر نہیں کی، کبھی تکبر نہیں کیا۔ طعنوں کو صبر و تحمل سے برداشت کیا مگر کمزوروں اور مظلوموں کی دادرسی کی۔ یہی سبب تھا کہ دشمنوں کے دل مسخر ہو جاتے تھے اور اہل ایمان امت واحدہ بن کر دنیا اور دنیا کی تاریخ پر چھا گئے۔

Marfat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اسلام میں امن و اخوت کا عالمگیر تصور

پروفیسر احسان الدین ، پشاور

اسلام کے لفظی معنی ہیں ، " امن و سلامتی " اور یہی نام اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب دین کے لئے تجویز کیا جیسا کہ ارشاد ہے ، ان الدین عند اللہ الاسلام " اور ایک دوسری جگہ فرمایا ۔ " ورضیت لکم الاسلام دینا " گویا اللہ تعالیٰ کا پسندیدہ دین امن و سلامتی کا دین ہے امن و سلامتی کا لازمی نتیجہ " اخوت اور اتحاد ہے " کیونکہ امن و سلامتی کے بغیر اخوت اور بھائی چارہ قائم کرنا ممکن نہیں ، لہٰذا دین اسلام جو بلا امتیاز رنگ و نسل اور قوم و ملک ساری دنیا کی فلاح و بہبود رشد و ہدایت کیلئے آیا ہے ایک عالمگیر پیغام کا علمبردار مذہب ہے ۔ اسلام کے اس عالمگیر پیغام اخوت و امن کو واضح کرنے کیلئے ضروری ہے کہ انسان زندگی کے ہر شعبے میں آنحضرت ؐ کے تعلیمات کا بنظر عمیق مطالعہ کریں کہ آپ نے اپنی تعلیمات سے ایسا عظیم انقلاب برپا کیا کہ پوری دنیا نور ہدایت سے جگمگا اٹھی ۔ صفحہ ارضی پر ہر طرف وحشت کی جگہ اطمینان ، بربریت کی جگہ شرافت ظلم و ستم کی جگہ عدل و انصاف ، عداوت کی جگہ اخوت اور شرافت انسانیت امن و سلامتی جیسی عظیم قدروں سے روشناس ہوئی ۔ قرآن حکیم نے اس ہمہ گیر و عالم گیر انقلاب کا نقشہ ان الفاظ میں کھینچا ہے ۔

واذکروا نعمت اللہ علیکم اذ کنتم اعداءً فالف بین قلوبکم فاصبحتم بنعمتہ اخوانا وکنتم علی شفا حفرۃ من النار فانقذکم منھا " (اور اللہ تعالیٰ کی اس نعمت کو یاد کرو جو اس نے تم پر کی ۔ جب تم ایک دوسرے کے دشمن تھے تو تمہارے دلوں کو جوڑا اور تم اللہ کی نعمت سے

Marfat.com

بھائی بھائی بن گئے اور تم آگ کے گڑھے کے کنارے پر کھڑے تھے، پس تم کو اس سے بچالیا)
حضورؐ کی ولادت باسعادت کا دن اس لحاظ سے اہم نہیں - کہ اس روز عرب کے ایک سردار
گھرانے میں بچہ پیدا ہوا - بلکہ یہ اس اعتبار سے اہم ہے کہ یہی وہ دن ہے - جس دن خدائے
بزرگ و برتر نے اس عظیم ہستی کو دنیا میں بھیجا - جس کی بدولت انسان کو خدا کی معرفت حاصل
ہوئی اور یہی وہ دن ہے جس دن اس امتِ مسلمہ کی بنیاد پڑی جسے تمام نوع انسانی کی
رہبری و قیادت کا اہم منصب عطا ہوا - یہ سرزمین حجاز کی بادشاہت کے آغاز کا دن نہ تھا - نہ بعض
قوموں کی طاقت کے اعلان کا دن، نہ ہی بعض نسلوں اور ملکوں کی برتری کے پیغام کا دن تھا -
بلکہ یہ تمام دنیا کی ربانی بادشاہت کے قیام کا دن تھا - اور یہ اس بابرکت و مقدس ہستی کے ظہور
کا دن تھا - جن کی بدولت انسان نے انسان بننا سیکھا - وہ ہستی جنہوں نے تمام روئے زمین پر ایمان
و عمل صالح، اتحاد و یکجہتی، اخوت و رواداری، امن و سکون کا نور پھیلایا اور جنہوں نے نوع انسانی کے
شرف و احترام کا قیام عام کیا اور جنہوں نے انسانوں کی بادشاہوں، قوموں کی برائیوں اور ملکوں کی فتوحات
کی نہیں - بلکہ خدا کے وحدہ لاشریک کی ایک ہی عالمگیر بادشاہت کے قیام کی بنیاد رکھی جس میں اتحاد و
یک جہتی، اخوت و بھائی چارہ، امن و امان ہو -

قوموں کے عروج و زوال میں ان کے کردار، اخلاق کا بڑا دخل ہے اور قوموں کے اخلاق میں
بنیادی حیثیت اتحاد و یکجہتی اخوت و بھائی چارے کو حاصل ہے - اخوت کا مفہوم یہ ہے کہ
تمام افراد قوم آپس میں ایک دوسرے کو بھائی بھائی اور سب ایک برادری کی طرح متحد و متفق
ہو کر زندگی بسر کریں - سب کی سوچ ایک ہو اور سب کا اندازِ فکر ایک سمت میں ہو - دنیا کی کوئی
بھی قوم اسوقت تک نہ زندہ رہ سکتی ہے اور نہ ہی تعمیر و ترقی کا راستہ طے کر سکتی ہے جب تک اس
کے افراد میں باہمی اخوت اتحاد، یک رنگی و یک جہتی نہ ہو اور جب تک وہ ایک جسم اور ایک جان
ہو کر آگے بڑھنے کی کوشش نہ کریں - اگر کسی معاشرے کے افراد آپس میں لڑتے جھگڑتے
رہیں اور تفرقہ ڈالتے رہیں تو وہ قوم خلفشاری اور کمزوری کا شکار ہو کر تباہ و برباد ہو جائے گی اور
اس کا وجود خطرے میں پڑ جائے گا - اسلئے قرآن حکیم نے ہمیں حکم دیا ہے کہ " ولا تنازعوا
فتفشلوا وتذهب ريحكم " آپس میں مت جھگڑو ورنہ تم کمزور ہو جاؤ گے اور تمہاری اِن
میں باہمی اخوت و اتحاد نہ ہو تو بھی اس قوم میں کبھی اجتماعیت پیدا نہیں ہو سکتی اور اس کا وجود ہر
وقت خطرے میں رہتا ہے - یہی وجہ ہے کہ قرآن حکیم مثبت انداز میں باہمی اخوت اور بھائی

Marfat.com

چاہیے، متحد و متفق رہنے کی تلقین کرتا ہے، ارشاد ہوتا ہے"

واعتصموا بحبل اللہ جمیعا ولا تفرقوا۔"

اور اللہ کی رسی کو سب ملکر مضبوطی سے پکڑے رہو اور آپس میں تفرقہ نہ ڈالو)

حبل اللہ سے مراد اللہ کا عہد اور ذریعہ و وسیلہ ہے اور یہاں مراد قرآن حکیم، اسلام کے احکام اور دین حق ہے۔ حدیث میں آتا ہے کہ قرآن حکیم اللہ تعالیٰ کی مضبوط رسی ہے اور اس کی سیدھی راہ ہے۔ اعتصام بحبل اللہ سے مراد ہے کہ اللہ تعالیٰ پر کامل اعتماد کیا جائے اور اس کی کتاب قرآن حکیم اور اس کے احکام یعنی شریعت اسلامی پر متحد ہو کر عمل کیا جائے۔ جمیعاً سے مراد اجتماعی حیثیت سے احکام شرعی کو اپنانا ہے اور اخوت و یکجہتی کا عملی مظاہرہ کرنا ہے آیت مذکورہ میں "لا تفرقوا" سے ان تمام باتوں سے منع کر دیا گیا، جو ملی اتحاد اور قومی یکجہتی کے منافی ہوں۔

اسلام سے قبل عرب قبائل ایک دوسرے کے جانی دشمن تھے۔ لوٹ مار خونریزی اور قتل و غارت ان کے روزمرہ کے مشاغل تھے۔ اتحاد و اتفاق، اخوت و یکجہتی کا نام و نشان نہ تھا۔ اسلام نے آکر ان کی باہمی دشمنیوں اور کینوں کو دور کیا، اور انہیں اتحاد و اخوت کے رشتے میں منسلک کر دیا، قرآن حکیم مسلمانوں میں ایک تصور پیدا کرنے کیلئے انہیں رشتۂ اخوت میں منسلک کرتا ہے۔ جیسا کہ فرمایا، "انما المؤمنون اخوۃ" "سورۃ الحجرات" بے شک مسلمان آپس میں بھائی بھائی ہیں۔ اخوت، بھائی چارے کا بنیاد ایک مشترکہ عقیدے پر قائم کیا۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہجرت کے بعد مہاجرین و انصار میں جو بھائی چارہ قائم کیا۔ اسے "مواخات" کا نام دیا گیا، یہ وہ تعلق ہے جو رنگ و نسل قوم ملک، قبیلہ خاندان سب سے بالا ہے اور اس میں امیر و غریب اعلیٰ و ادنیٰ اور آقا و غلام کی کوئی تمیز نہیں۔ بلکہ دنیا بھر کے مسلمان خواہ کسی بھی ملک و قوم یا رنگ و نسل سے تعلق رکھتے ہوں سب ایک رشتۂ اخوت میں منسلک ہیں۔ سرکار دو عالم ﷺ نے بھی مسلمانوں کو اخوت، بھائی چارہ، اتحاد یکجہتی و یگانگت کی تعلیم دی ہے۔ فرمایا کہ "تین چیزوں پر مسلمان کا دل خیانت نہیں کرتا اطاعت الٰہی، ائمۃ المسلمین سے خلوص اور جماعت سے وابستگی" ایک دوسری حدیث میں فرمایا۔ کہ "جو مسلمان اپنی جماعت سے بالشت بھر بھی الگ ہوا اور اسی حالت میں مر گیا تو اس نے جہالت یعنی کفر کی موت پائی" ایک اور حدیث میں فرمایا "تو دیکھتا ہے مومنوں

Marfat.com

کو ان کی باہمی رحم دلی، محبت اور ارتباط میں ایک جسم کی مانند ہیں کہ جب کوئی عضو بیمار ہوتا تو سارا جسم بے خوابی اور بخار میں اس کا شریک ہو جاتا ہے۔" آپ نے یہ بھی فرمایا، کہ "مسلمان ایک عمارت کی مانند ہیں جس کا ایک حصّہ دوسرے کو مضبوط کئے ہوتا ہے۔

اسلامی عبادات اخوّت کا مظہر

اسلامی عبادات میں اگرچہ بے شمار حکمتیں اور مصلحتیں پوشیدہ ہیں، ان کا ایک پہلو باہمی اتحاد واتفاق اخوت و یکجہتی کی تعلیم بھی ہے۔ نماز جو دین کا اہم ستون ہے اور اولین فریضہ ہے اسے الگ الگ بھی ادا کیا جا سکتا ہے مگر نماز باجماعت کا حکم اسی لیے دیا گیا ہے کہ مسلمانوں میں باہمی اخوت، دوستی، اتحاد و یکجہتی کی روح پیدا ہو۔ زکوٰۃ وعشر کی ادائیگی سے امیر و غریب اور اعلیٰ و ادنیٰ میں تعاون و ہمدردی کا جو جذبہ رونما ہوتا ہے اس سے باہمی دوستی، مودت کی فضا قائم کرنے میں مدد ملتی ہے۔ روزہ بھی عالم اسلام کے اتحاد کا مظہر ہے۔ اسی طرح حج اسلامی اتحاد و اخوت و برادری، یک جہتی کی عظیم الشان علامت ہے۔ اسلامی نظامِ اخلاق کی ایک خصوصیت یہ بھی ہے کہ وہ الٰہی اخلاقیات کو لیتا ہے جو معروف ہیں اور جنہیں انسانیت کے اجتماعی ضمیر نے قبول کیا ہے۔ پھر ان اخلاقیات کا زندگی میں پورے توازن و تناسب کے ساتھ موقع و محل اور معروف تجویز کرتا ہے اور اتنی وسعت دیتا ہے کہ زندگی کے ہر شعبے میں سمو دیتا ہے۔ انفرادی کردار، خانگی معاشرت، شہری زندگی، ملکی سیاست معاشی کاروبار، مدرسہ و مکتبہ عدالت، میدانِ جنگ، بین الاقوامی معاملات غرض زندگی کا کوئی شعبہ ایسا نہیں جو اسلامی نظام اخلاق سے باہر ہو اور ان تمام کا مقصد ایک ایسے فلاحی معاشرہ کی تشکیل ہے۔ جس کی بنیاد اخوت انسانی پر قائم ہوں۔ جہاں مذہبی سماجی، معاشرہ، معاشی توازن اور ہم آہنگی ہو۔ بقولِ شاعر

بہشت آنجا کہ آزارے نباشد   کسے را با کسے کارے نباشد

پھر اس نظامِ اخلاق کی اہمیت کا اندازہ اس سے لگایا جا سکتا ہے کہ اخلاق کو بعض اعتبار سے عبادت سے بھی بڑھا دیا گیا ہے۔ جہاں معاشرے کی وحدت میں رخنہ پڑنے کا احتمال ہو اور انسانی اخوت کا رشتہ منقطع ہو جانے کا خوف ہو۔ وہاں ایسے حدود اور ضابطے مقرر کیے

Marfat.com

کہ پوری نسل انسانی آرام اور سکھ کا سانس لے۔ حقوق العباد کا درجہ اتنا بلند کیا۔ کہ جب تک وہ بندہ جس کے ساتھ زیادتی ہوتی ہے۔ خود معاف نہ کر دے۔ معاف نہیں ہوگا۔ اس لئے حضور اکرم ؐ نے فرمایا، کہ جس بھائی نے دوسرے بھائی پر کوئی ظلم کیا ہو تو اسے چاہیئے کہ وہ اسی دنیا میں اسے معاف کرا لے، ورنہ آخرت میں تاوان ادا کرنے کیلئے کسی کے پاس درہم و دینار نہ ہوں گے۔ صرف اعمال ہوں گے، پھر ظالم کی نیکیاں مظلوم کو مل جائیں گی اور اگر نیکیاں نہ ہوں گی تو مظلوم کی بدیاں ظالم کے نامہ اعمال میں ڈال دی جائیں گی۔ معلوم ہوا کہ اسلام مسلمان معاشرہ کو ایک وحدت کے طور پر تشکیل دیتا ہے۔ اس غرض کیلئے وہ تمام مسلمانوں کو آپس میں اخوت کے رشتہ میں منسلک کر دیتا ہے۔ وہ تمام مسلمانوں کو ایک دوسرے کا بھائی قرار دیتا ہے۔ آنحضرت ؐ نے فرمایا۔ المسلم اخو المسلم مسلمان مسلمان کا بھائی ہے۔ اس لئے اخوت کا تقاضا یہی ہے۔ کہ اپنے عمل اور کردار سے معاشرے کے افراد کے درمیان پیار و محبت کا رشتہ استوار کریں اور ان کے دلوں سے نفرتوں کدورتوں، تعصب کو نکال کر باہر پھینک دیں۔

انسان کا مدنی الطبع ہونا:

انسان بنیادی طور پر مدنی الطبع ہے یعنی وہ دوسرے کے ساتھ مل جل کر رہنا پسند کرتا ہے یہ طبیعت اس کی فطرت بھی ہے اور مجبوری بھی، مجبوری اس لحاظ سے کہ وہ دوسروں کے تعاون کے بغیر زندہ ہی نہیں رہ سکتا۔ اس کے کھانے پینے، لباس اور بود و باش کے دوسرے وسائل کے لئے دوسروں کی مدد کی ضرورت ہوتی ہے، پیدائش ہی سے وہ اپنے ماں باپ کا پرورش کیلئے محتاج ہوتا ہے۔ اس کے بعد تعلیم و تربیت کے لئے اساتذہ کا محتاج ہوتا ہے پھر وہ معاشرہ میں اپنی معیشت، میل جول، معاشرتی تحفظ اور پناہ کیلئے معاشرہ کے مختلف افراد اور اداروں کا محتاج ہوتا ہے۔ غرض وہ معاشرہ کی امداد و تعاون کے بغیر زندگی نہیں گزار سکتا۔ انسان کا سب سے قریبی معاشرتی تعلق اپنے خاندان کے افراد سے ہوتا ہے۔ پھر ماحول رسمی اور غیر رسمی اداروں سے ہوتا ہے اس لئے ان سے روابط کو منضبط اور منظم کرنے پر معاشرہ ایک نظام وضع کرتا ہے اس نظام میں معاشرہ کے مختلف افراد اور طبقوں کے درمیان تعلقات کو حقوق و فرائض

Marfat.com

کے آئینہ میں دیکھا جاتا ہے۔ اسلام بھی ایک نظامِ حیات ہے جس کا معاشرتی نظام چند اصولوں پر قائم ہے اور ان اصولوں کے توازن سے اخوت، بھائی چارے اور امن و سلامتی کا ماحول پیدا کرتا ہے۔ اسلئے حضورؐ نے جہاں باہمی اخوت قائم رکھنے کی دعوت دی۔ وہاں امن و سلامتی کو بھی قائم رکھنا ضروری سمجھا۔ اسلئے کہ یہ دونوں لازم و ملزوم ہیں۔

مساوات :

اسلام نے معاشرہ کی بنیاد مساوات پر رکھی ہے۔ بنیادی طور پر تمام انسان برابر ہیں۔ البتہ اچھے کردار کی بنیاد پر ایک شخص چاہے وہ کسی رنگ و نسل سے اور قبیلہ سے تعلق رکھتا ہو۔ دوسرے پر فضیلت رکھتا ہے۔ بحیثیت داعی امن و اخوت آنحضرتؐ کا سیرت و کردار اس لحاظ سے منفرد ہے۔ چنانچہ ہم دیکھتے ہیں کہ جب حضورؐ نے حجۃ الوداع کے موقع پر فرمایا " اے لوگو! تم میں ہر شخص آدم کی اولاد ہے اور آدم مٹی میں سے تھے۔ عربی کو عجمی پر اور عجمی کو عربی پر کسی گورے کو کالے پر اور کسی کالے کو گورے پر فضیلت نہیں ہے مگر تقویٰ کی بنیاد پر۔"

احترام باہمی :

اسلامی معاشرہ میں اخوتؒ و امن و سلامتی کیلئے بڑا کارآمد اصول باہمی احترام ہے۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ ایک دوسرے کی شخصیت اور حقوق کا احترام کیا جائے اس میں عمر کے لحاظ سے مراتب بھی شامل ہیں۔ آپؐ نے فرمایا۔ "جس نے ہمارے چھوٹوں پر شفقت نہ کی اور ہمارے بڑوں کی عزت نہ کی وہ ہم میں سے نہیں ہے"۔ اس کا لازمی نتیجہ یہ نکلا۔ کہ معاشرہ میں باہمی تعلق دوستی، اخوت اور امن کا تعلق مضبوط رہا۔

امنِ عالم :

اہلِ مغرب نے دنیا میں یہ تاثر کافی حد تک پھیلایا ہے کہ اسلام ایک جنگجویانہ مذہب ہے مگر اس قسم کے خیالات درحقیقت لاعلمی پر مبنی ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ اسلام کو مضبوط کرنے کیلئے کافی جنگیں کرنا پڑیں۔ لیکن یہ جنگیں مدافعانہ تھیں اور اپنی حفاظت اور بقاء

Marfat.com

کیلئے مسلمانوں نے لڑیں اس کا ایک ثبوت یہ ہے کہ شروع اسلام کی جنگیں (جنگ بدر، احد، خندق) مدینہ کے قریب لڑی گئیں ۔ جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ جارحانہ طور پر دشمنان اسلام مدینہ پر حملہ آور ہوا چاہتے تھے ۔ مسلمانوں نے شہر سے نکل کر ان کا مقابلہ کیا۔ مدینہ میں رہتے ہوئے مسلمانوں نے یہودیوں اور دوسرے غیر مسلمانوں سے امن و صلح کے معاہدے کئے ۔ مگر ان قبائل نے معاہدوں کی خلاف ورزی کی ۔ جو کہ جنگوں پر منتج ہوئیں ۔ اسلام پر خونریزی کا الزام لگانے والوں کو " فتح مکہ " پر آنحضرت ؐ کے اعلان " لاتثریب علیکم الیوم " پر نظر ڈالنی چاہیئے جبکہ اسوقت دشمنوں کا خون بہانا مسلمانوں کیلئے سرقانون اخلاق اور رواج کے مطابق جائز تھا ۔ کیونکہ یہ دشمن مسلمانوں کے قاتل تھے مگر آنحضرت ؐ نے انہیں معاف کر کے یہ ثابت کر دیا کہ اسلام امن کا مذہب ہے نہ کہ جنگ کا ۔

قرآن نے امن کو خطۂ زمین کا اصل قرار دیا ہے اور امن کا متضاد " فتنہ " کو دبانے اور ختم کرنے کا حکم دیا ہے چاہے اس کی خاطر کوئی جنگ ہی کیوں نہ لڑنا پڑے قرآن میں ارشاد ہے !

وقاتلوھم حتیٰ لا تکون فتنۃ

اور ان سے جنگ کرو یہاں تک فتنہ ختم ہو جائے

اس آیت سے ظاہر ہوتا ہے کہ اسلام میں فتنہ کی سرکوبی کیلئے جنگ کرنے کا حکم دیا گیا ہے نہ کہ غیر مسلموں کو ختم کرنے کیلئے ۔

اسلام کے امن پسند ہونے کا ایک تاریخی ثبوت یہ ہے کہ اس نے آتنے سی صدیوں سے نبرد آزما قبائل کے درمیان صلح کرا دی اور کسی انسان کے قتل کو انسانیت کا قتل قرار دیا ۔ فرمایا ! " من قتل نفسا بغیر نفس او فساد فی الارض فکانما قتل الناس جمیعا " ۔ جس نے کسی انسان کو بغیر نفس کے اور زمین میں فساد کی خاطر قتل کیا ، پس اس نے تمام انسانیت کو قتل کیا " ۔ یعنی اسلام کسی بھی انسان کے ناحق قتل کو سخت ناپسند کرتا ہے چاہے وہ مسلم ہو یا غیر مسلم یہی وجہ ہے کہ مسلمانوں کو جنگوں اور فتوحات میں خاص طور پر یہ ہدایات دی جاتی تھیں ۔

۱ ۔ بچوں بوڑھوں اور عورتوں کو قتل نہ کیا جائے ۔

Marfat.com

۲۔ کھیت نہ جلائیں جائیں۔

۳۔ درخت نہ کاٹے جائیں۔

۴۔ جو اپنے گھروں میں گھس جائیں انہیں قتل نہ کیا جائے۔

اگر ہم اسلامی تاریخ کا مطالعہ کریں تو معلوم ہوتا ہے کہ اسلام نے مظلوموں کی بھلائی کے لئے زیادتیوں کے خلاف تلوار اٹھائی۔ تاکہ وقت کے قبائل، افراد، معاشرہ، امن و سکون کی زندگی بسر کرسکیں۔

اسلامی جنگوں کے مقاصد

۱۔ **فتنہ کی سرکوبی:** جیسا کہ عرض کیا گیا ہے کہ اسلام امن کا مذہب ہے، اس لئے وہ دنیا سے فتنہ کو ختم کرنا چاہتا ہے۔ اس لئے مسلمانوں کو حکم ہوا کہ وہ فتنہ و فساد کی سرکوبی کریں، ارشاد خداوندی ہے!

وقاتلوھم حتیٰ لا تکون فتنۃ ویکون الدین للہ فان انتھوا فلا عدوان الا علی الظالمین ○ (البقرۃ)

(اور ان سے لڑائی کرو یہاں تک کہ فتنہ ختم ہو جائے اور دین اللہ کا ہو جائے اور اگر وہ فساد سے باز آجائیں تو سوائے ظالموں کے کسی سے زیادتی نہ کریں۔

اس آیت مبارک سے درج ذیل احکام ثابت ہوتے ہیں:

۱۔ فتنہ کو ختم کرنے کیلئے جنگ کی جائے۔

۲۔ خدا کا دین (امن، عدل) جب بحال ہو جائے تو جنگ بند کردیں۔

۳۔ اگر فتنہ پھیلانے والے فتنہ سے توبہ کریں، تو ان کے ساتھ زیادتی نہ کریں۔

۴۔ فتنہ کو جاری رکھنے والوں کے ساتھ سختی سے پیش آئیں؛

۲۔ امن کا قیام

فتنہ کی سرکوبی کے بعد امن کے قیام کا مسئلہ آتا ہے، اسلام چونکہ بنیادی طور پر امن کا مذہب ہے۔ اس لئے آنحضرت ؐ نے اپنے دشمنوں کو ہمیشہ امن کے ساتھ رہنے کی پیش کش کی۔ آپ ؐ نے ہجرت کے بعد ایک طرف تو مسلمانوں کے درمیان مواخاۃ (بھائی چارے) کا رشتہ

Marfat.com

قائم کیا تو دوسری طرف یہودیوں اور مشرکین کو صلح اور معاہدہ بقائے باہمی کی پیشکش کی۔ مولانا ابوالکلام آزاد نے اپنی کتاب " رسول رحمت " میں اس نکتہ کی یوں وضاحت کی ہے۔

مواخاۃ کا تعلق صرف مسلمان مہاجرین و انصار سے تھا۔ لیکن حضورؐ یثرب میں تشریف فرما ہوئے تھے تو وہاں مسلمانوں کے علاوہ بھی مختلف گروہوں کی خاصی بڑی تعداد موجود تھی۔ مثلاً

و۔ وہ عرب اوس، خزرج جو اس وقت تک حلقۂ اسلام میں داخل نہیں ہوئے تھے اور اصطلاحاً انہیں مشرک سمجھا جاتا تھا۔ بعد میں یہ لوگ تیزی سے گھٹتے گئے۔ یہاں تک کہ بظاہر بالکل ختم ہو گئے۔

ب۔ منافقین: یہ لوگ عرفاً مسلمان سمجھے جاتے تھے۔ لیکن ایمان ان کے دلوں میں داخل نہیں ہوا تھا۔ وہ دل سے نہ مسلمانوں کے ساتھ تھے اور نہ مشرکین میں داخل تھے۔ ہر معاملے میں وقتی، ذاتی مصلحتوں پر کاربند رہتے تھے۔ جماعت مسلمین کو ان سے گزند ضرور پہنچتا رہا۔ فائدہ کبھی نہ پہنچا۔ تاہم ادعائے اسلام کو رد نہیں کیا جاسکتا تھا اور دل چیر کر بھی دکھا دیتے تو کیوں کر پتہ چل سکتا تھا کہ وہ حقیقتاً مسلمان ہیں۔ بہرحال ان پر کسی بھی حال میں اعتماد نہیں کیا جاسکتا تھا۔ ان کی تعداد بھی خاصی تھی۔ مثلاً غزوہ احد کے موقع پر رئیس المنافقین عبداللہ ابن ابی کے ساتھ جو تین سو افراد مسلمانوں سے الگ ہو کر مدینہ لوٹ گئے تھے۔ بظاہر منافقین ہی تھے۔

ج۔ یہودیوں کے تین گروہ جن کی تعداد چار پانچ ہزار سے کم نہ ہوگی۔ یعنی بنو قینقاع، بنو نضیر اور بنو قریظہ، یہ لوگ مذہباً ہی نہیں، نسلاً بھی مہاجرین و انصار سے مختلف تھے۔

جب تک ان تمام آبادیوں کو امن و امان کے مشترکہ مقاصد کیلئے متحد و متفق نہ کر دیا جاتا۔ پیش آنے والے مشکلات سے عہدہ برآ ہونے کی کیا امید رکھی جاسکتی۔ جن کا زیادہ سے زیادہ صحیح اندازہ آنحضرتؐ کی ذات بابرکات ہی کو تھا۔ اگر وہ مشکلات موجود نہ ہوتیں۔ جو قریش کی وجہ سے پیدا ہوئیں۔ اور کم از کم چھ سال کے شب و روز صرف انہی مشکلات کی آغوش میں پرورش پانے والے مصائب سے مقابلے کیلئے وقف ہو گئے۔ پھر بھی نسل و مذہب کے اعتبار سے جو متفرق و مختلف آبادیاں پہلو بہ پہلو آباد تھیں ان سے کیوں کر توقع رکھی جاسکتی تھی۔ کہ وہ ایک وحدت کی حیثیت میں شہری بہبود کیلئے کوئی قدم اٹھا سکیں گی۔ یہ بھی ظاہر ہے کہ انہیں مشترکہ مقصد کی خاطر دوش بدوش عملی جدوجہد کیلئے آمادہ و مستعد کرنے کی

Marfat.com

صرف ایک صورت تھی اور وہ یہ کہ ان میں سے ہر ایک کو اپنے شہری، مذہبی اور ثقافتی حقوق کے تحفظ کا یقین کامل دلایا جاتا۔ اس غرض سے رسول اللہ ؐ نے جو دستور العمل مرتب فرمایا وہ محض یہی نہیں کہ چودہ سو سال پیشتر کی ایک نہایت ہی اہم دستوری دستاویز ہے بلکہ وضع و ہیئت کے اعتبار سے بھی اس کی مثال ملنی مشکل ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ مختلف گروہوں اور جماعتوں کی طبیعتوں اور رجحانوں کا صحیح اندازہ کرتے ہوئے اشتراک کا ایسا جامع اور تمام پہلوؤں پر حاوی منصوبہ تیار کر لینا بجائے خود ایک غیر معمولی معجزہ تھا

مشترکہ حکمت عملی اور بنیادی مقاصد:

رسول اللہ ؐ نے مدینہ منورہ کی مختلف آبادیوں کے درمیان اشتراک و تعاون کیلئے جو نظام مرتب فرمایا۔ اس کے بنیادی مقاصد کسی خاص وضاحت کے محتاج نہیں، مثلاً۔

۱۔ ہر آبادی پر سکون زندگی بسر کرنے کی خواہاں ہوتی ہے، تاکہ وہ یکسوئی اور دلجمعی کے ساتھ کسب معاش میں مصروف رہے اور معاشرے کے تعلق میں ضروری واجبات احسن انجام دے بدامنی طبعاً کسی بھی سلیم الفطرت انسان کے نزدیک پسندیدہ نہیں سمجھی جاتی۔

۲۔ ہر فرد اور گروہ کے جو عقائد ہوں ان پر کوئی نامناسب پابندی عائد نہ ہو۔

۳۔ فتنہ و فساد کے ہر سرچشمے کا دہانہ بند کیا جائے۔

۴۔ بیرونی حملوں اور یورشوں کی روک تھام کیلئے ضروری ہے کہ اس سے نہ صرف داخلی امن برباد ہو جاتا ہے بلکہ لوگوں کے وسائل معاش کا سارا نظام درہم برہم ہو جاتا ہے۔

چنانچہ اس ضروری معاملے پر حضور ؐ کی توجہ گرامی سب سے پہلے مبذول ہوئی اور اس کو خیر و عافیت کے ساتھ پایہ تکمیل تک پہنچا دیا۔ ڈاکٹر حمید اللہ صاحب فرماتے ہیں۔ کہ" آنحضرت کے زمانے میں مکہ ایک منظم شہری ریاست تھا۔ جہاں مختلف اغراض و مقاصد کیلئے کم و بیش پچیس سرکاری عہدے تھے۔ اس کے برعکس یثرب میں جس نے آگے چل کر مدینہ منورہ کا نام پایا۔ اس وقت کوئی منظم حکومت نہ تھی۔ عرب (اوس و خزرج) بارہ قبیلوں میں بٹے ہوئے تھے۔ یہودی دس قبیلوں میں منقسم تھے، ہر قبیلے کا الگ راج تھا۔ وہ اپنے اپنے سقیفے (سائبان) میں اپنے اپنے امور طے کیا کرتا تھا۔ حضور ؐ تشریف لاتے تو متعدد ضرورتیں تھیں۔ جنہیں پورا کئے بغیر چارہ نہ تھا۔ مثلاً

Marfat.com

۱۔ اپنے اور مقامی باشندوں کے حقوق و فرائض کا تعین۔
۲۔ مہاجرین مکہ کے توطن اور زندگی بسر کرنے کا انتظام
۳۔ شہر کے غیر مسلم عربوں، خصوصاً یہودیوں سے سمجھوتہ
۴۔ شہر کی سیاسی تنظیم اور فوجی مدافعت کا اہتمام

یہ دستور العمل جس صورت میں ہم تک پہنچا اس کی "تمام دفعات سب کیلئے اطمینان و دلجمعی کا کا باعث ہیں، اس لئے کہ اسکا اندازِ تحریر کچھ ایسا تھا"

محبت و رحمت کا وجدان :

اسلام معاشرے کی بنیاد سب سے پہلے افراد کی ضمیروں اور وجدان میں رکھتا ہے وہ وہاں روح کی گہرائیوں میں محبت کا بیج بوتا اور رحمت کی بادِ نسیم چلاتا ہے۔ یہ خالص انسانی محبت اور بے لوث انسانی رحمت ہے۔ اسلام لوگوں کو ان کی اولین پیدائش کی طرف متوجہ کرتا ہے، جو ایک جان سے ہوئی تھی۔ وہ ان کے وجدان میں نسب اور رشتے کا شعور بیدار کرتا ہے۔ اور انہیں یاد دلاتا ہے کہ اللہ کی مخلوق ہونے میں نشو و نما اور خدا کی طرف واپسی میں وہ سب بھائی بھائی ہیں۔ جب ان لطیف جذبات سے ان کے دل نرم ہو جاتے ہیں تو وہ باہمی فیاضی کے زیادہ قریب آجاتے ہیں اسی طرح وہ امن و سلامتی سے قریب تر ہوتے ہیں۔ حضورؐ نے فرمایا!

"ایک دوسرے سے بغض نہ رکھو، باہم حسد مت کرو اور ایک دوسرے سے روگردانی مت کرو، اے خدا کے بندو! بھائی بھائی بن جاؤ۔"

معاشرے کا امن جس طرح محبت و رحمت کے جذبوں کی بیداری سے پیدا ہوتا ہے، اسی طرح قانونِ عدل میں اقتصادی زندگی کی خوشحالی میں ایک اجتماعی توازن بھی پیدا کرتا ہے۔

قیامِ امن کیلئے دفاعی جنگ :

دفاع ہر فرد اور ہر قوم کا ایسا حق ہے جسے ہر معاشرہ اور ہر قسم کی تہذیب میں اصولی طور پر تسلیم کیا گیا ہے۔ اسلام بھی اپنے اس حق کو تسلیم کرتا اور دوسروں سے کراتا ہے مسلمانوں کو

Marfat.com

اجازت دی ہے کہ وہ اپنے دفاع میں ہتھیار اٹھا سکتے ہیں قریش مکہ کی مسلمانوں پر طرح طرح کے مظالم کی داستانیں کس سے پوشیدہ ہیں۔ انہوں نے مسلمانوں کے خلاف کیا کچھ نہیں کیا۔ مسلمان یہ سب کچھ برداشت کرتے رہے لیکن مظلومی کی بھی کوئی حد ہوتی ہے۔ مظلوم کا یہ حق ہے کہ ظالم کے مقابلے میں اپنا بچاؤ کرے۔ مظلوم مسلمان سترہ برس تک قریش مکہ کے تشدد کا نشانہ بنے رہے۔ بالآخر ترکِ وطن پر مجبور ہوئے لیکن انہیں چین سے بیٹھنے نہیں دیا۔ ان کا صرف قصور یہی تھا کہ وہ ایک اللہ کے اطاعت گزار بندے بن گئے تھے۔

عدل وانصاف کا قیام

اسلام میں جہاد کا ایک سبب عدل کا قیام اور ظلم کا خاتمہ ہے۔ دراصل عدل ظلم کا تضاد ہے۔ قرآن پاک میں ارشاد ہوا "کہ ہم نے انبیاء کو کتابوں کے ساتھ بھیجا تاکہ وہ لوگوں کو انصاف پر قائم کریں۔" اس سے معلوم ہوتا ہے کہ انبیاء کی بعثت کا مقصد روئے زمین پر امن وامان اور عدل وانصاف کا قیام ہے۔ ظلم سے انسانیت کے کسی بھی طبقہ کو نجات دلانا ہر انسان کا فرض ہے چاہے وہ اس کیلئے مذہب، رنگ، علاقہ اور نسل کے لحاظ سے کتنا ہی غیر کیوں نہ ہو۔ اسلام نے امن یا صلح کے نام پر ظلم کو خاموش تماشائی کے طور پر نہیں دیکھا۔ بلکہ وہ اس ظلم کو ختم کرنے کیلئے آگے بڑھتا ہے۔ اسلام کی اسی صفت کی وجہ سے آنحضرتؐ "رحمتہ للعالمین" کہلاتے ہیں کہ وہ دونوں جہانوں کیلئے رحمت ہیں اور مسلم غیر مسلم سب کیلئے رحمت ہیں۔ غیر مسلموں کیلئے اس طرح کہ آپؐ نے انہیں ظالم اور جابرہ سلطنتوں کے ظلم سے نجات دلائی اور اس ظلم کا خاتمہ جنگوں کے بغیر ممکن نہ تھا۔ مولانا ابوالکلام آزاد کہتے ہیں۔

عہد نبویؐ کی جنگیں: ہم جنسوں کیلئے بے پایاں شفقت ورحمت کی ایک روشن دستاویز عہد نبویؐ کی جنگیں بھی ہیں۔ جن کی حقیقی حیثیت اور معنوی خصوصیت پر اب تک بہت کم توجہ فرمائی گئی ہے۔ رسول کریمؐ کسی بھی دور میں جنگ کے خواہاں نہ تھے۔ جو دین عالم انسانیت کیلئے صلح وامن محبت واخوت اور فلاح وبہبود کا پیغام تھا۔ اس میں رزم وپیکار کیلئے کونسی گنجائش ہو سکتی تھی۔ لیکن

Marfat.com

قریش مکہ کے غرور و تکبر اور ظلم و جور نے شریف حق پرست انسان کیلئے جینا دوبھر کر دیا۔ حالانکہ ان کو نیکوکاری، حق پرستی اور شرافت کیلئے بھی باعث تکلیف نہیں ہو سکتی تھی۔ مجبور ہو کر پہلے ایک جماعت کو حبشہ جانے کی اجازت دے دی گئی۔ قریش مکہ نے وہاں بھی پیچھا نہ چھوڑا پھر مدینہ منورہ کی طرف ہجرت کا انتظام ہوا۔ رسول اللہؐ اور صحابہ کرامؓ آبائی گھر بار چھوڑ کر مدینہ چلے گئے۔ لیکن یہ بعد مکانی بھی قریش کی آتش جنگ روک نہ سکا۔ بلکہ ان کی پیش دستیوں اور آزاء رسانیوں کا سلسلہ تیز تر ہو گیا۔ ان حالات میں تحفظ و دفاع اور پیش بندیوں کے سوا چارہ نہ تھا۔ اور حفظ دفاع اس دنیا میں ہر فرد و جماعت کا اولین حق ہے جس پر امن عالم کا انحصار ہے۔

خلاصہ یہ کہ تاریخ اسلام پر نظر ڈالیں تو واضح ہوتا ہے کہ عہد اولین میں مسلمانوں کی کامیابی و کامرانی کا تمام تر انحصار اور دارو مدار اتحاد اخوت یکجہتی اور امن و سکون کی تعلیم پر تھا۔ جو ایک دوسرے کے خون کے پیاسے تھے۔ اسلام کی بدولت باہم متحد و متفق ہو کر ساری دنیا پر چھا گئے، بدر و حنین، احزاب و تبوک، حدیبیہ، مکہ تمام غزوات میں مسلمان اپنی قلت تعداد اور کمی اسلحہ و رسد کے باوجود فاتح ہوئے تو اس کا بنیادی سبب یہی اتحاد و یکجہتی کا جذبہ تھا۔ جس نے انہیں اپنے سے طاقتور دشمن پر غالب کیا۔ آج بھی مسلمان اس اتحاد کو اپنا کر قیادت اقوام کی باگ ڈور سنبھال سکتے ہیں۔ اتحادِ اسلامی اخوت و بھائی چارے، امن و سکون کا عالمگیر مظاہرہ حجتہ الوداع ہے۔ جبکہ تمام صحابہ کرامؓ نے ایک ہونے کا تاریخی ثبوت فراہم کیا۔ اس موقع پر حضورؐ نے لوگوں کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا کہ " لوگو! میری بات سنو اور غور سے سنو! جان لو! کہ ہر مسلمان دوسرے مسلمان کا بھائی ہے۔ اور سب اہل اسلام ایک برادری ہیں"۔ حدیث شریف میں مسلمانوں کو " بنیانِ مرصوص" یعنی سیسہ پلائی ہوئی دیوار بھی کہا گیا ہے۔ آج ہمیں اپنے وطن عزیز کو زندہ و پائندہ رکھنے، اسے تعمیر و ترقی کی راہ پر گامزن کرنے اور اسلامی اقدار و قوانین کو اپنانے کیلئے اسی اخوت، اتحاد، امن و سکون کی ضرورت ہے جس کی تعلیم اسلامی روایات میں ملتی ہے۔ جس کی ہمارے اکابرین نے بار بار یاد دہانی کرائی ہے۔ جمال الدین افغانی

Marfat.com

مفتی محمد عبدہؒ، سر سید احمد خان، حالی، اقبال اور قائد اعظم نے جس طرف ہماری توجہ دلائی ہماری سوچ کا انداز یہ ہونا چاہیئے کہ خاندانی اور علاقائی وحدتیں اپنی جگہ۔ مگر سب سے بڑی اور اہم ترین وحدت و اخوت، ملکی و ملی، وحدت و اخوت ہے تاکہ یہ عزیز ملک امن و سکون کا گہوارہ سے اور امن عالم کے قیام میں اپنا بھرپور کردار ادا کر سکے

اسلیئے کہ ہم سب مسلمان ہیں، سب پاکستانی ہیں اور سب ایک ہیں۔ وما توفیقی الا باللہ رب العالمین

۱۔ القرآن الکریم
۲۔ صحیح البخاری
۳۔ البیھقی شعب الایمان
۴۔ خطبات مدراس، سید سلیمان ندویؒ
۵۔ امن عالم اور اسلام سید قطب شہیدؒ
۶۔ عہد نبوی کا نظام حکمرانی
۷۔ مضامین علوم اسلامیہ

Marfat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ؕ

سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم بحیثیت داعیٔ امن و اُخوت

سورۃ الانفال کی آیۂ کریمہ " یا ایھا الذین آمنوا استجیبوا للہ وللرسول اذا دعاکم لما یحییکم "

کی روشنی میں

ڈاکٹر انعام الحق کوثر، کوئٹہ

لیفٹیننٹ کرنل بی ایم کول نے اپنی کتاب "The untold story" (اَن کہی کہانی) میں لکھا ہے کہ حضرتِ انسان کی پانچ ہزار سالہ تحریری تاریخ میں پندرہ ہزار جنگیں ہوئی ہیں گویا اوسطاً تین جنگیں فی سال ہوتی رہیں۔ اندازہ لگایا گیا ہے کہ اس پانچ ہزار سالہ دور میں صرف تین سو ایسے خوش قسمت سال تھے جب باقاعدہ جنگ نہیں ہوئی گویا اس دور کا صرف چھ فیصد حصّہ جنگ سے محفوظ رہا لیکن وہ بھی زیادہ تر اس لئے کہ یہ کسی جنگ کے بعد کا وقفہ تھا یا پھر کسی جنگ کی تیاری کا زمانہ تھا۔ اور جنگ کا مطلب کیا ہے؟ انسانوں کی موت، مرگِ انسانیت! پہلی جنگِ عالمگیر میں آٹھ ملین انسان مارے گئے اور دوسری جنگِ عالمگیر میں پچاس ملین موت کے گھاٹ اتار دیئے گئے۔ ۱۹۴۵ء سے ۱۹۸۵ء کے عرصے میں کوئی بڑی اور عالمگیر جنگ تو نہیں ہوئی لیکن ڈیڑھ سو چھوٹی چھوٹی جنگیں ہوئیں جن میں تیس ملین انسان کام آئے۔ ۶ راگست ۱۹۴۵ء کو ہیروشیما پر گرائے جانیوالے ایک ہی ایٹم بم نے (جسے "چھوٹا لڑکا" کا ستم ظریفانہ نام دیا گیا تھا)

Marfat.com

ایک لاکھ اکتالیس ہزار انسانوں کی جانیں قبض کرلیں اور آج قریباً پچاس ہزار ایٹم بم موجود ہیں۔ اور نیوکلیئر آلات کا عالمی ذخیرہ دوسری جنگ عالمگیر کے مجموعی بارود سے دو ہزار چھ سو گنا زیادہ بارودی طاقت رکھتا ہے زیادہ سے زیادہ تباہ کاری کے آلات ایٹم بم سے بھی آگے بڑھ کر ہائیڈروجن بم، نیوٹرون بم، کروز میزائل اور سٹار وار تک جا پہنچے ہیں!

کیا یہ آلات بقائے انسانی کے لچھن ہیں؟ کیا یہ پُرخطر اور دہشت انگیز حالات جنگ کے خاتمے یا نقض امن کے سدِباب یا عالمی امن کے قیام کیلئے ممد و معاون ہو سکتے ہیں! ہرگز نہیں! کہا جا سکتا ہے کہ امریکہ اور روس کے درمیان تخفیف اسلحہ کا جو معاہدہ ہوا ہے اور اس کی بنا پر جو عملی اقدامات کئے گئے ہیں وہ صحیح سمت میں پیش رفت ہے۔ خوش آئند بات ہے ایک عمدہ مثال ہے اور اس سے کم از کم فوری فنائے انسانیت کا خطرہ ٹل گیا ہے۔ لیکن یہ صرف خوش فہمی ہے امریکہ اور روس آج بھی رابرٹ جے اوپن ہیمر کے الفاظ میں "ایک ہی بوتل میں دو بچھو ہیں، ایک دوسرے کو مارنے پر قادر لیکن اپنی موت کا خطرہ مول لے کر۔" وہ آج بھی بقول رینالڈ ریگن "دو ایسے آدمی ہیں جو ایک دوسرے کی کنپٹی پر پستول رکھے ہوئے ہیں۔"

اگر بفرضِ محال یہ سمجھ بھی لیا جائے کہ امریکی اور روسی واقعی اب انسان کشی کی اس دوڑ سے تائب ہو گئے ہیں تو بھی ان دو بڑوں کے علاوہ کم و بیش نو اور ملک یا طاقتیں بھی نیوکلیئر ہیں جو ۲۰۰۰ء تک اندازاً بیس یا اس سے بھی زیادہ ہو جائیں گی جب پلوٹونیم اتنا زیادہ ہو گا کہ ہیروشیما والے ایٹم بم سے زیادہ بڑے سائز کے ناگاساکی بم (جسے موٹا آدمی" کا نام دیا گیا تھا اور جو ۹ اگست ۱۹۴۵ کو گرایا گیا تھا اور جس نے آدھا ناگاساکی ملیامیٹ کر دیا تھا) جیسے پچھتر لاکھ بم سالانہ تیار کئے جا سکتے ہوں گے۔

تو پھر کیا ان امن سوز اور حوصلہ فرسا حالات میں " دوستو! سوچنا چھوڑ دو" کے مصداق Psychic Shut Down یعنی سوچنے سے انکار" سے کام لیا جائے، مگر یہ کوئی رویہ نہیں یا پھر یہ۔ گھر پھونک تماشا دیکھنے کا رویّہ ہے خود سوزی اور خودکشی کا رویّہ ہے جو حضرت انسان کیلئے نہ مستحسن ہے نہ اس کے شایانِ شان! انسان کی تو پہچان ہی یہ ہے کہ خطرہ جتنا مہیب ہو گا اس کی جدوجہد، تدبیر آزمائی اور جگر کاری اتنی ہی عظیم ہو گی! نیرِ فضائی کی کرنیں ڈوب سکتی ہیں لیکن نیرِ امید کی کرنیں کبھی

Marfat.com

نہیں ڈوبتیں۔ اسی نیرِ امید کو ہم مذہب بھی کہتے ہیں اور اسلام بھی! اور اس نیرِ امید کی ایک کرن وہ آیۂ کریمہ ہے جو اس مضمون کی محرک بنی ہے (سورہ الانفال: ۲۴)۔

بات صرف اتنی ہے کہ موجودہ انسان اپنا اندازِ فکر بدلے۔ یہ تبدیلی نہ صرف موجودہ دل و دماغ حالات کا تقاضا ہے بلکہ خود نظریۂ ارتقا کا منطقی مطالبہ بھی ہے۔ جیسے قدیم دور کا انسان فرد سے خاندان میں بدلا اور متوسط دور کا انسان خاندان سے اوپر اٹھ کر قبیلے میں ضم ہوا اور جیسے موجودہ دور کا انسان قبیلے سے اوپر اٹھ کر قوم میں مدغم ہوا۔ ایسے ہی موجودہ بلکہ آئندہ انسان کو قوم سے اوپر اٹھ کر امتِ واحدہ (یہ لوگ ہیں تمہارے دین کے، سب ایک دین پر امتِ واحدہ اور میں ہوں رب تمہارا، سو میری بندگی کرو" سورہ الانبیاء: ۹۲ ---" اور یہ لوگ ہیں تمہارے دین کے، سب ایک دین پر اور میں ہوں، تمہارا رب، سو مجھ سے ڈرتے رہو" سورہ المومنون - ۵۲) میں ضم ہونا ہوگا۔ اس میں نہ بددل ہونے کی کوئی بات ہے نہ چیں بجبیں ہونے کی، نہ خاندان کا وجود فرد کی نفی تھا اور نہ قبیلے کا وجود خاندان کی نفی، نہ قوم کا وجود قبیلہ کی نفی تھا اور نہ امتِ واحدہ کا وجود قوم کی نفی ہوگا۔ فرق صرف یہ پڑا کہ فرد اور خاندان میں تقدم خاندان کو حاصل ہوا اور خاندان اور قبیلے میں تقدم قبیلے کو ملا اور قبیلے اور قوم میں تقدم قوم کو نصیب ہوا اور قوم اور امتِ واحدہ میں تقدم امتِ واحدہ کو حاصل ہو جائے گا۔

عملاً اس کا مطلب یہ ہوا کہ افراد کی صلاحیتیں خاندان کی فلاح و بہبود پر صرف ہونے لگیں خاندانی صلاحیتیں قبیلے کی اصلاح و ترقی اور قبیلے کی صلاحیتیں قوم کی پیش رفت پر استعمال ہونے لگیں۔ ایسے ہی قومی امکانیتیں امتِ واحدہ کی بہبودی پر مرکوز ہوں گی۔ فرد کا دائرہ کار ایک گھر تک محدود تھا۔ خاندان ایک گاؤں پر پھیل گیا۔ قبیلہ ایک علاقے پر محیط ہو گیا اور قوم ایک ملک ٹھہری اور امتِ واحدہ براعظموں، شمالی اور جنوبی کرے اور مشرقی اور مغربی نصف کرے کی بجائے پورے کرۂ ارض پر محیط ہو گی۔ فرد تو اپنا امیر، وزیر اور مشیر خود ہی تھا مگر خاندان کو افراد کے تجربہ کی روشنی میسر ہوگی۔ قبیلے کی قیادت خاندان کے بہترین افراد کو ملی۔ قوم کو قبیلوں کے نمائندوں کی سربراہی نصیب ہوئی۔ ایسے ہی امتِ واحدہ کی بھاگ دوڑ اقوام کے بہترین نمائندوں کے ہاتھ میں ہوگی۔

امتِ واحدہ کا تصور بے حد دلربا، روح افروز اور مخمور کن ہے اور اس کے نقش و نگار اور خدوخال کی نقشہ کشی ایک بہت ہی دلچسپ اور پرامید مشغلہ و منصوبہ ہے۔ لیکن نہ

Marfat.com

تو امتِ واحدہ کا ظہور و قیام اتنا آسان ہے اور نہ ہی اس کا ظہور و شہود ہمہ سطحی قیامِ امن کی ضمانت ہے۔ اسے واقعی ایک عمل پذیر اور مؤثر ادارہ بنانے کیلئے جنگ کے اصلی (نہ کہ روائتی) محرکات اور قیامِ امن کے اصلی (نہ کہ روائتی) لوازمات کا ادراک ایک بنیادی شرط کی حیثیت رکھتا ہے۔

اس نکتہ نظر سے تاریخ عالم پر نہایت تعمق و تدقیق سے غور و فکر کیا جائے تو صاف منکشف ہوتا ہے کہ جنگ و امن کا مسئلہ اصل میں فطرتِ انسانی کا مسئلہ ہے۔ جو عبارت ہے متضاد و متصادم عناصر سے۔ انسان کے اندر باہم متخالف جذبات کارفرما ہیں۔ آپ انہیں خیر و شر کہیں یا ایثار و استحصال یا مثبت و منفی تمام انسانی جنگیں اصلاً نتیجہ ہیں شر استحصال اور منفی جذبات اور ان سے جنم لینے والے عزائم اور جارحانہ کارروائیوں کا، لہٰذا جب تک یہ تخریبی جذبات مسخر نہ کئے جائیں اس وقت تک جنگ کا خاتمہ بھی ناممکن ہے اور امن کا قیام بھی! لیکن عجیب بات ہے کہ یہی منفی، تخریبی استحصالی اور شر انگیزانہ جذبات ہی انسان کی قوتِ محرکہ MOTIVE FORCE ہیں۔ اگر انہیں سرے سے ختم کر دیا جائے جیسا کہ بعض فلسفوں نے کوشش کی ہے تو انسان ادھ مؤا ہو جائے گا اور نیم انسان بن کر رہ جائیگا۔ اور اپنی کسی ماقبل انسان شکل کی طرف لوٹ جائیگا۔

دوسری بات یہ ہے کہ اگر ان ہلاکت خیز اور جہاں سوز جذبات کو مسخر کر لیا جائے انہیں تصرف میں لایا جائے، انہیں منضبط کیا جائے اور انہیں مثبت جذبات کی پشت پناہی پر مامور کیا جائے تو یہ خیر و برکت، ایثار و اقدار، امن و سلامتی، اخوت و مساوات عدل و احسان اور حریت و انسانیت کے قوی ترین ایکسیلریٹر ثابت ہوتے ہیں۔

سوال پیدا ہوتا ہے کہ ان ناگزیر جذبات کو تابع کیسے بنایا جاسکتا ہے؟ کیا انسان محض اپنے علم و عقل کی بدولت ایسا کر سکتا ہے؟ اگر ایسا ممکن ہوتا تو شاید یورپ اس وقت علم و خرد کے لحاظ سے بلند ترین درجے پر فائز ہے۔ مگر کثرتِ علم و وفورِ عقل نے اسے ان منفی جذبات پر قابو پانے کی توفیق نہیں دی بلکہ اس نے ان جذبات کو پہلے سے کئی گنا زیادہ مہیب اور گھمبیر بنا دیا ہے۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ عقل و فہم اور علم و فن نے موجودہ انسان کو زیادہ سے زیادہ فوائد بہم پہنچائے ہیں۔ اس کی تہذیب کو ایک اعلیٰ درجے تک پہنچایا ہے اور ارض و

Marfat.com

سامیں مزید پیش قدمی کے راستے کھولے ہیں لیکن اس کے ساتھ ہی ساتھ ہوائے نفس بھی بڑھی ہے۔ اور انسان کے سامنے آج بھی سب سے بڑا اور بنیادی مسئلہ یہی ہے کہ کیا انسان اپنی حرص وہوا پر قابو پا سکتا ہے؟ کیا بحر و بر، فضا و خلا اور ارض وسما پر کمندیں ڈالنے والا انسان اپنے آپ کو لگام دے سکتا ہے؟ مختصراً کیا انسان اپنے آپ کو اپنے آپ سے بچا سکتا ہے۔

قنوطیت پرست اس کا جواب نفی میں دے گا اور وہ ایک ایسا حل تجویز کرے گا جس سے انسان اپنی زندگی کے جوہر سے ہی ہاتھ دھو بیٹھے مگر رجائیت پسند اس کا جواب اثبات میں دیگا کیونکہ زندگی امید سے ہی پھوٹتی ہے، امید سے ہی پھلتی پھولتی ہے، امید سے ہی بھنوروں کو پار کرتی ہے اور امید سے ہی پیہم رواں دواں اور ہر دم جواں رہتی ہے۔

لہٰذا انسان کا ترقی یافتہ ہونے کے ساتھ ساتھ بہتر و برتر انسان بننے کا سرا امکان موجود ہے اور یاسیت کا نہ کوئی جواز ہے نہ گنجائش بشرطیکہ وہ اپنے اوپر از خود کسی اعلیٰ تر پابندی کا قائل ہو جائے، اپنے اوپر ایک ازلی و ابدی گرفت کو مان لے، اپنی زندگی کو ایک امتحان، ایک آزمائش اور ایک چیلنج سمجھ لے، اپنے آپ کو موردِ احتساب گردان لے اور اپنے آپ کو کسی ارفع تر اور مافوق البشر ہستی کے سامنے جواب دہ تسلیم کرے۔ دوسرے الفاظ میں وہ توحید کا دامن تھام لے اور کسی ایسے بشرِ کامل کے حلقۂ ارادت میں چلا جائے جو خالص ترین توحید کا حامل، عاقل اور فہیم ہو! کم از کم مسلمانوں کے نزدیک ایسا بشرِ کامل اور ایسا ہادیٔ اکمل آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرتِ طیبہ واسوۂ حسنہ میں موجود ہے۔ اور اسے ہر صحیح الفکر اور مستقیم الذہن غیر مسلم حکیم و دانشور نے بھی تسلیم کیا ہے۔ وہ ایک طرف بشریت کا عمدہ ترین نمونہ ہیں تو دوسری طرف خاتم الانبیاء اور امام الانبیاء بھی ہیں۔ وہ ایک جانب انسان کی جسمانی و مادی امکانیتوں کا ظہور ہیں تو دوسری جانب اس کی اخلاقی و روحانی رفعتوں اور عظمتوں کا پیکر بھی! ان پر نازل شدہ قرآن تمام کتب الہامی و صحائف آسمانی پر محیط ہے اور وہ اُن تمام پر مہیمن ہے جیسے حضورِ پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات بابرکات تمام انبیاء پر مہیمن ہے۔

اُن کا منصب داعی الی اللہ (سورہ الاحزاب: ۴۶) یا مختصراً داعی اللہ (سورہ

الاحقاف : ۳۱ و ۳۲) کا ہے یعنی وہ اللہ تعالیٰ کی طرف بلاتے ہیں ——— اللہ تعالیٰ جو واحد القہار ہے، احسن الخالقین اور احسن الرازقین ہے، جو خیر الحاکمین، خیر الغافرین، خیر الفاصلین، خیر الفاتحین، خیر الماکرین، خیر الناصرین اور خیر الرازقین ہے، جو نعم الماہدون، نعم المجیبون اور نعم القادرون ہے جو فالق الحب والنوی اور خالق الاصباح ہے۔ جو خالق، محی اور ممسک الکائنات ہے، جو قاضی الامور اور مدبر الامور ہے اور جو رب العالمین اور احکم الحاکمین ہے اور سرورِ کائنات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہمیں اسی لطیف و خبیر رب العزت کی طرف بلاتے ہیں! اور خدائے قدوس کا ارشاد ہے "اے ایمان والو! حکم مانو اللہ کا اور رسول کا جس وقت بلائے تم کو اس کام کی طرف جس میں تمہاری زندگی ہے۔" (سورۃ الانفال : ۲۴)

قرآن حکیم ہر دور کے انسان کیلئے اس کی پوری زندگی کا لائحہ عمل ہے اور مذکورہ بالا آیتہ کریمہ اسی کی نشاندہی کرتی ہے۔ قرآن حکیم کی ایک اہم خوبی بلکہ اس کا طغرائے امتیاز یہ ہے کہ یہ انسانی زندگی کی جزئیات پر بھی اتنی ہی توجہ دیتا ہے جتنا اصولیات و اساسیات پر اور پھر اس کی بلاغت تو اپنی نظیر آپ ہے۔ یہ ایک بہت وسیع مضمون کو اپنے مخصوص اور بے تکلف انداز میں اتنے اختصار سے بیان کر دیتا ہے کہ اس کے ایک چھوٹے سے جملے پر سینکڑوں صفحات لکھے جا سکتے ہیں اور تاریخ عالم کا ایک خاص سلسلۂ واقعات اسی کی مناسبت سے اُس کی پشت پر کھڑا ہوتا ہے۔ آیتہ کریمہ میں تو صرف زندگی بخش کام کی طرف اشارہ ہے لیکن قرآن حکیم میں جا بجا ان زندگی بخش کاموں کی تشریح ملتی ہے۔ جن میں سے چند مثالیں ذیل میں درج ہیں :-

۱- زمین میں فساد نہ پھیلاؤ (سورہ البقرۃ : ۱۱)
۲- لوگوں کے ساتھ اچھی بات کرو (ایضاً : ۸۳)
۳- نیکیوں کی طرف سبقت کرو (ایضاً : ۱۴۸)
۴- اللہ کے راستے میں خرچ کرو (ایضاً : ۱۹۵)
۵- اور ایک دوسرے کے ساتھ بھلائی مت بھولو (ایضاً : ۲۳۷)
۶- جو کچھ جاتا رہا اُس کا افسوس نہ کرو (سورہ آل عمران : ۱۵۳)

Marfat.com

۷۔ نیکی اور تقویٰ میں تعاون کرو اور گناہ اور زیادتی میں تعاون نہ کرو (سورۃ المائدہ : ۲)

۸۔ عدل کرو ۔ یہ تقویٰ کے قریب ہے (ایضاً : ۸)

۹۔ کرۂ ارض پر پھرو (سورہ الانعام : ۱۱)

۱۰۔ اور تم لوگ بُرا نہ کہو جن کا وہ پکارتے ہیں اللہ کے سوا کہ وہ بُرا کہہ بیٹھیں اللہ کو بے ادبی سے، بن سمجھ (ایضاً ۔ ۱۰۹)

۱۱۔ کھاؤ پیو لیکن اسراف نہ کرو (سورہ الاعراف ۔ ۳۱)

۱۲۔ جب تک وہ تم سے سیدھے رہیں تم اُن سے سیدھے رہو ۔

(سورہ التوبہ ۔ ۷)

۱۳۔ اور مت جھکو ظالموں کی طرف ورنہ تمہیں لگے گی آگ (سورہ الہود : ۱۱۳)

۱۴۔ اللہ کے ذکر سے دلوں کو اطمینان ملتا ہے (سورہ الرعد : ۲۸)

۱۵۔ اگر تم شکر کرو گے تو ہم تمہیں اور دیں گے (سورہ ابراہیم : ۷)

۱۶۔ اگر تم نیکی کرتے ہو تو اپنے ہی لئے (سورہ بنی اسرائیل : ۷)

۱۷۔ اور نہ پسار اپنی آنکھیں اُس چیز پر جو برتنے کو دی، ہم نے ان بھانت بھانت لوگوں کو (ایضاً : ۱۳۱)

۱۸۔ سو پوچھو یاد رکھنے والوں سے اگر تم نہیں جانتے (سورۃ الانبیاء : ۷)

۱۹۔ بری بات کے جواب میں وہ کہہ جو بہتر ہے ۔ (سورۃ المومنون : ۹۶)

۲۰۔ نہ چلو شیطان کے قدموں پر (سورۃ النور : ۲۱)

۲۱۔ پورا بھر دو ماپ اور نہ ہو نقصان دینے والے (سورہ الشعراء : ۱۸۱)

۲۲۔ اور تولو سیدھی ترازو (ایضاً : ۱۸۲)

۲۳۔ اور نہ بھولو اپنا حصہ دنیا سے (سورۃ القصص : ۷۷)

۲۴۔ اور آخر بھلا ہے تقویٰ والوں کا (ایضاً : ۸۳)

۲۵۔ اپنے گال نہ پھلا لوگوں کی طرف اور مت چل زمین پر اتراتا (سورۃ لقمان : ۱۸)

۲۶۔ اور چل بیچ کی چال اور نیچی رکھ اپنی آواز (ایضاً : ۱۹)

۲۷۔ کہو بات سیدھی (سورہ الاحزاب : ۷۰)

۲۸۔ اور بُرائی کا داؤ الٹے گا اسی داؤ والوں پر (سورہ فاطر : ۴۳)

Marfat.com

۲۹۔ اللہ کی رحمت سے مایوس نہ ہو۔ (سورہ الزمر : ۵۳)

۳۰۔ کہیں آدمی کو ملتا ہے جو چاہے۔ (سورۂ النجم : ۲۴)

۳۱۔ اور آدمی کو وہی ملتا ہے جو اس نے کمایا (ایضاً : ۳۹)

۳۲۔ اے ایمان والو! کیوں کہتے ہو جو کرتے نہیں (سورۃ الصف : ۲)

۳۳۔ بے شک بھلا ہوا اس کا جو سنورا (سورہ الاعلیٰ : ۱۴)

۳۴۔ البتہ مشکل کے ساتھ آسانی ہے (سورۂ الانشراح : ۶)

۳۵۔ اور سجدہ کرو اور قریب ہو جا! (سورہ العلق : ۱۹)

حقیقت یہ ہے کہ یہ اور اسی قبیل کے چھوٹے چھوٹے قرآنی جملے موتیوں جیسے خوبصورت جملے خود بخود انسان کے دل میں اترتے چلے جاتے ہیں اور پھر جب یہ جملے سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی پُرتاثیر زبان سے ادا ہوں اور ان کے اسوۂ حسنہ سے متر شح ہوں تو وہ ایک لاکھ بیس ہزار کیا پانچ ارب کو بھی مسخر کر سکتے ہیں۔ ان کا اوڑھنا بچھونا بن سکتے ہیں۔ ان کا روزمرہ کا معمول بن سکتے ہیں اور یہ دل سوختہ اور اطمینان باختہ دنیا امن و آشتی اور اخوت و مساوات کا گہوارہ بن سکتی ہے۔ انسان اپنی جہالت و حماقت اور اپنی حرص و آز کی وجہ سے دنیا کو دارالمحن بناتا رہتا ہے۔ لیکن حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم نہایت تحمل و بُردباری اور شفقت و محبت سے قرآن حکیم اور احادیث مبارکہ کی روشنی میں اسے ہر وقت دارالسلام یعنی دارالامن بنانے میں لگے رہتے ہیں۔

" امن " سہ حرفی مادہ ہے ایمان کا گویا ایمان کی بنیاد ، اسلام کی اساس ہی امن ہے اور ایمان کا جزو لاینفک امن ہی ہے۔ اس پیغام امن و سلامتی کو اسلام کے ایک ہمہ گیر شعار " السلام علیکم " کے ذریعے پھیلانے کا حکم دیا گیا ہے السلام علیکم کا مطلب یہ ہے کہ تم پر اللہ کی سلامتی ہو۔ یہ ایک مختصر سا دعائیہ جملہ ہے مگر اس میں ایک مستقل سلامتی کی ضمانت موجود ہے ایک مسلمان جب اپنے بھائی کیلئے اس سے ملاقات کے وقت اس کی سلامتی کی دعا کرتا ہے تو گویا وہ اس کو اس بات کی ضمانت دیتا ہے کہ میری طرف سے تیری جان و مال کو کسی قسم کا کوئی خطرہ لاحق نہیں۔ میں تو تیرے لئے سلامتی کا طالب ہوں۔ جواباً وعلیکم السلام دوسری

Marfat.com

طرف سے اسی ضمانت کا اظہار ہے اور یوں ایک فرد ایک ہی دن میں بیسیوں افراد سے ملتے ہوئے اور کروڑوں افراد ایک ہی دن میں ایک دوسرے سے ملتے ہوئے ایک دوسرے کو باہمی سلامتی کا یقین دلاتے ہیں ۔ اسی لئے حدیث شریف میں آیا ہے "افشو السلام یعنی سلام کو پھیلاؤ " " سلام کرنے سے آپس میں محبت پیدا ہوتی ہے ۔

حدیث صرف کہنے کی ہی بات نہیں بلکہ یہ تو اظہار ہے فرمان الٰہی پر اولاً آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے نفس نفیس عمل کرنے کا اور ثانیاً اسے اپنے صحابہ و صحابیات کرام اور دیگر ملاقاتیوں میں پھیلانے اور نافذ کرنے کا !

فرمان الٰہی تھا ، "والصلح خیر" یعنی صلح خیر ہے ۔ (سورۃ النساء : ۱۲۸)

"تمام مومن آپس میں بھائی بھائی ہیں لہٰذا ان میں صلح کروا دو" (سورہ الحجرات : ۱۰)

اگر وہ (یعنی کفار) لڑائی کرتے کرتے اس سے گریز کریں (تم سے نہ لڑیں) اور تمہیں صلح کی پیشکش کریں تو پھر اللہ تمہیں ان سے لڑنے کی اجازت نہیں دیتا" (سورۃ النساء : آیت ۹۰)

اگر دشمن صلح و صفائی کا ہاتھ پھیلائے تو تم بھی اپنا ہاتھ آگے کر دو اور اللہ پر توکل کر د ۔ وہ سننے والا اور جاننے والا ہے ، اگر وہ تم سے دھوکہ کرنا چاہیں تو جان لو کہ اللہ تمہارے لئے کافی ہے (سورۃ الانفال آیت : ۶۱)

ان اور اسی قبیل کے دیگر فرامینِ الٰہی پر حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے کس طرح اور کس خندہ، عمل کیا ؟

کم از کم آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حیاتِ طیبہ اور تاریخ اسلام میں اس کی دو مثالیں ایسی ہیں جو پوری تاریخِ عالم میں اپنی مثال آپ ہیں ۔ دونوں مواقع پر حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم اپنے صحابہ کرام کے ہمراہ غالب قوت کے مالک تھے اور تمام آثار و قرائن اور اسباب و وسائل ان کے حق میں تھے لیکن انہوں نے غالب ہونے کے باوجود صلحنامہ حدیبیہ کو ایک مغلوب کی طرح قبول کرنے میں بھی ذرا سا تامل نہیں کیا اور اللہ تعالےٰ نے اُسے "فتح مبین" بنا دیا ۔ اور فتح مکہ تو گویا ان کا شاہکار ہے اور پوری تاریخ انسان اس کے سامنے دست بستہ اور سر بسجدہ ہے ایک طرف بیس سالہ ظلم و تشدد ، وحشت و بربریت ، ریشہ دوانی و سیہ کاری اور دوسری طرف رحمت للعالمین کا یہ اعلان جس پر حرف بحرف عمل ہوا کہ " آج تم پر کوئی

Marfat.com

ملامت نہیں ، جاؤ تم سب آزاد ہو"۔ انتقام کا شائبہ تک نہیں، محبت، مودّت، رافت و رحمت اور امن و سلامتی کا ایک ٹھاٹھیں مارتا ہوا سمندر ہے، ایک ایسی فتح جس میں نہ کوئی فاتح تھا نہ مفتوح، نہ کوئی غالب تھا نہ مغلوب، نہ کوئی قابض تھا نہ مقبوض، نہ کوئی غاصب تھا نہ مغصوب، ایک ایسی فتح جسے فتح الفتوح کہا جا سکتا ہے، ایک ایسی فتح وجو فتح الخیر تھی، فتح الایثار تھی، فتح الایمان تھی، فتح الاسلام تھی اور یہ اس لئے کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم فرمانِ الٰہی پر ایسے عمل کرتے تھے جیسے فنا فی العمل ہو گئے ہوں، انتہائی حد تک انتہا الانتہا کی حد تک۔

یہیں پر بس نہیں، یہ تو خارجی دنیا کے ساتھ تعلقات کا پہلو تھا، داخلی دنیا میں کیا لیل و نہار تھے، کیا کیفیت و کمیت تھی۔ کیا دطیرہ، وردیہ تھا، اہل مکہ کی ستم رانیاں اور سازشوں کی وجہ سے آنحضور فرمانِ الٰہی کے مطابق مکہ سے ہجرت فرما کر یثرب (جسے ان کی آمد پر مدینۃ النبی کا نام دیا گیا) تشریف لا چکے تھے۔ جہاں ایک مکمل معاشرہ و مملکت اسلامی کو ظہور پذیر و جلوہ نما ہونا تھا۔ وہ چودہ روز قبا میں ٹھہرے تو انہوں نے مسجدِ قبا تعمیر فرمائی اور مدینہ میں تشریف آوری ہوئی تو یہاں بھی اولین عملی اقدام مسجدِ نبوی کی صورت میں رونما ہوا۔ مسجد جو عبادت گاہ بھی تھی اور درس گاہ بھی دار المشورہ بھی اور جامع الناس بھی، اسمبلی بھی اور ریکوئنیز ہال بھی! افسوس کہ بعد کی مسجدیں تعداد میں تو بڑھتی گئیں اور کرۂ ارض کے ہر حصے میں پھیلتی گئیں لیکن چند مساجد کے سوا وہ اپنے اس ہمہ گیر منصب سے ہٹ کر جوئے کم آب بن کر رہ گئیں۔ مسجد کی تعمیر کے بعد پہلا معاشرتی اقدام مواخات تھا جو جتنا اہم، بنیادی، دقت گیر اور امکان پرور تھا اتنا ہی اسے تاریخ حکومتوں اور بعد کے اسلامی معاشروں نے نظر انداز کیا۔

مکہ میں تو قریش کا یہی طوطی بولتا تھا جو کاروباری اور تجارت پیشہ لوگ تھے اور کافی حد تک خوشحال، مکہ کی قدامت و عظمت کی وجہ سے وہ متولیانِ کعبہ تھے اور لاکھوں زائرین کی سالانہ آمد و رفت ان کی آمدنی کا ایک بہت بڑا ذریعہ تھی۔ لیکن ان کے تجارتی قافلے بھی ہر سمت میں جاتے تھے جن سے انہیں بہت کمائی ہوتی تھی۔ اس کے برعکس مدینہ میں عددی اکثریت تو عربوں کو ہی حاصل تھی لیکن سرمایہ داری کی وجہ سے بالادست یہودی تھے۔ عرب دو قبائل جنوبی یا یمنی قبائل اوس اور خزرج سے تعلق رکھتے تھے۔ یہ زراعت کار اور باغبان تھے

Marfat.com

اور تجارت سے بالکل بے بہرہ - کچھ اپنی جاہلانہ قابلیت کیوجہ سے اور کچھ طاقتور یہودیوں کی شہ پر یہ ہمیشہ آپس میں دست و گریباں رہتے تھے - یہودی انہیں بہ دل و جان قرض دیتے اور پھر سود در سود کے چکر سے ان کی زمینات و باغات کے بھی مالک بن بیٹھتے - کاروبار امن ہو یا جنگ عرب ان کے شرمندۂ احسان تھے - آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق ان کا نظریہ یہ تھا کہ وہ واقعی وہی نبی ہیں جن کی پیشنگوئی تورات و انجیل میں کی گئی تھی لہٰذا وہ ایمان لائے بغیر ان کی آمد کو مدنی عربوں پر اپنے استبداد استعمار کیلئے کارآمد گردانتے تھے -

ان دو موجود عناصر کے علاوہ حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابۂ کرام کی آمد کیوجہ سے مدینہ میں ایک تیسرا عنصر بھی در آیا تھا اور وہ تھا مہاجر عنصر! سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کا اولین اور اہم ترین معاشرتی و سیاسی مسئلہ انہی تین عناصر سے معاملہ بندی کا تھا - اگر یہودی (اور عیسائی) اپنی الہامی کتب کی پیشین گوئیوں کی بناء پر آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لے آتے تو اسلام اور دنیا کی تاریخ بالکل مختلف ہوتی لیکن ان کے مفاد پیوستہ مذہبی پیشواؤں نے قریش مکہ کی طرح نہ ایسا کیا نہ ایسا ہونے دیا بلکہ الٹا حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے نام نامی اور اسلام کو اپنی مطلب براری کیلئے استعمال کرنے کی کوشش کی لہٰذا ان سے معاملہ بندی (جو میثاق مدینہ کی صورت میں رونما ہوئی - بجائے خود اسلامی رواداری کی ایک روشن ترین مثال اور اقلیتوں کے تحفظ کے سلسلے میں تاریخ عالم میں پہلا منشور) سے پہلے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دوسرے دو عناصر پر توجہ دی -

اوس اور خزرج کافی حد تک مسلمان ہو چکے تھے اور بہت تیزی سے آغوش اسلام میں آ رہے تھے - ان میں نو واردوں کا جوش و جذبہ تھا لیکن قدیم عادات و روایات بھی بہت راسخ تھیں لہٰذا حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اخلاق فاضلہ اور موعظہ حسنہ سے انہیں اوس اور خزرج کے محدود و مسدود درجے سے اٹھا کر ایک بلند تر درجے پر فائز کر دیا یعنی انہیں انصار بنا دیا، مددگار، ممد و معاون، دست گیر و دست راست مہاجر تھوڑے سے تھے یعنی صرف ۴۵ یا ۴۶ مگر یہ وہ لوگ تھے جو مکہ میں مشرف بہ اسلام ہوئے تھے اور کفر و ضلالت کی باد صرصر میں چٹان کی طرح کھڑے رہے تھے -

Marfat.com

ان سے ماضی کا غول بالکل اتر چکا تھا اور وہ سرتاپا کندن بن چکے تھے لیکن وہ ایک عجیب صورتحال کے منظہر تھے۔ ان کے کاروبار، مال و منال اور اہل و عیال مکہ میں تھے اور وہ اکثر و بیشتر تن تنہا، بے درم و دام، صرف تن تنہا کپڑوں میں چھپ چھپا کر مدینہ پہنچ گئے تھے۔ پھر بھی وہ بے حد خوش تھے، مطمئن تھے، مدینۃ النبی توان کی منزل مقصود تھی اور مجلس حبیب ہی ان کا منتہائے حیات تھی! ملال کا شائبہ تک نہ تھا۔ ملال تھا توان کے قائد کو، ان کی صعوبتوں، محرومیوں اور تنہائیوں کا احساس تھا توان کے میر کارواں کو! ایک ایسا میر کارواں جس کی نظیر نہ اس سے پہلے ملتی ہے نہ اس کے بعد، جو دیکھتا تھا، محسوس کرتا تھا، سوچتا تھا اور پھر دلنوازی دلداری کا سائبان اتنا وسیع کرتا تھا کہ صدیوں کے دلدر دور ہو جاتے تھے۔

یہ کسی امیر کبیر یا کسی شہزادۂ ذی وقار یا کسی شاہِ تزک و احتشام کا دربار نہیں، یہ ایک سیدھے سادھے، عاجز ترین، حساس ترین لیکن مقتدر ترین انسان کا دربار ہے۔ یہاں چوبداروں اور نقیبوں کا دخل نہیں، یہاں انسان کا براہِ راست انسان سے رابطہ ہے، ایک ایسے خدامست انسان سے جو عرش بریں پر بھی انسان فراموش نہ ہوا، ایک ایسا انسان جس کی جنبشِ ابرو تقدیر کے شہپر ہیں۔ جس کی لب کشائی زندگی کی حرکت و حرارت ہے۔ جس کی سوچ ازل تا ابد محیط ہے اور جس کی دھڑکن سمندروں کا مدوجذر ہے!

آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم حضرت انس بن مالک رضؓ کے دولتکدہ پر تشریف فرما ہیں، انصار بھی ہیں اور مہاجر بھی، آپؐ انصار میں سے ایک کو بلاتے ہیں اور مہاجرین میں سے ایک کو اور فرماتے ہیں "یہ تمہارا بھائی ہے" اور یوں پینتالیس چھیالیس مہاجرین کو پینتالیس چھیالیس انصار کے ساتھ رشتۂ مواخات میں پرو دیتے ہیں۔ اس طرح کہ عمر مزاج اور سماجی رتبے کا بھی لحاظ رکھتے ہیں تاکہ یہ سب تسبیح وحدت کے دانے بن جائیں اور یوں حضرت ابوبکر رضؓ حضرت خارجہ بن زید رضؓ کے، حضرت عمر فاروق رضؓ حضرت عتبان بن مالک رضؓ کے، حضرت عثمان غنی رضؓ حضرت اوس بن ثابت رضؓ کے، حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضؓ حضرت سعد بن ربیع رضؓ کے، حضرت ابوعبیدہ ابن الجراح رضؓ حضرت سعد بن معاذ رضؓ کے، حضرت بلال رضؓ حضرت ابورویحہ رضؓ کے، حضرت ابوحذیفہ بن الیمان

Marfat.com

عتبہ بن ربیعہؓ حضرت عباد بن بشرؓ کے، حضرت مصعب بن عمیرؓ، حضرت ابوایوب انصاریؓ کے، حضرت سلمان فارسیؓ حضرت ابو درداءؓ کے بھائی قرار پاتے ہیں۔ رسمی یا موروثی بھائی نہیں بلکہ دینی بھائی، اسلامی بھائی آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے نامزد کردہ بھائی، اسم بامسمیٰ انصار بھائی جنہوں نے اپنے گھر کی سوئیوں سے لیکر اپنے سرسبز شاداب باغات کے پیڑوں تک کے نصف کو دل وجان سے اپنے مہاجرین بھائیوں کیلئے وقف کردیا۔ اپنی جائیدادوں کا وارث بنا دیا۔ حتیٰ کہ سعد بن ربیعہؓ نے اپنے خداداد بھائی حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ کے حضور میں اپنی ننگ وناموس، اپنی دو بیویاں بھی پیش کردیں کہ وہ جسے پسند فرمائیں اُسے طلاق دے دی جائے تاکہ وہ اُن کی منکوحہ بن سکے! یہ قابیل و ہابیل والا دنیاوی بھائی چارہ نہ تھا۔ یہ حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا قائم کردہ نظامِ مواخات تھا اور انما المؤمنون اخوۃ" کی جیتی جاگتی، زندۂ جاوید عملی تصویر! اس مواخات پر، اس اقتصادی تعاون وتوازن پر، اس قلبی ونظریاتی یگانگت پر سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے اسلامی معاشرے کو اُستوار کیا اور اُسے ہمیشہ ہمیشہ کیلئے ایک غیر فانی اصول اور لافانی نمونہ بنا دیا کہ جب بھی کوئی معاشرہ رفعت وعظمت کی طرف صعود کرے گا تو اُس کی خشتِ اول، اس کی بنیاد اسی مواخات پر ہوگی اور جو معاشرہ اس سے برگشتہ ہوجائیگا اور مواخات سے محروم ہوجائے گا تو پھر وہ ٹوٹ پھوٹ جائیگا، بگڑ نگڑ جائیگا، بے نور و بے حضور ہوجائیگا جیساکہ دورِ حاضرہ کے ایک ارب مسلمان کا معاشرہ ہے، من وعن اوس وخزرج کے معاشرے کی مانند۔

یہ ایک الگ بات ہے کہ نہ حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ نے حضرت سعد بن ربیعؓ کی اس جانبازانہ پیشکش کو قبول کیا اور نہ اکثر مہاجرین نے اپنے انصار بھائیوں کی نصفا نصفی کو گوارا کیا۔ صرف تھوڑی سی مالی امداد اور کاروباری رہنمائی حاصل کرکے خود جدوجہد کی اور کچھ ہی عرصے بعد اپنے اپنے پاؤں پر کھڑے ہوگئے۔ اس لئے کہ انصار کا جذبۂ امداد بھی اسلام کا مرہونِ منت تھا اور مہاجرین کا جذبۂ ترقی بھی اسلام کا ہی پیدا کردہ تھا اور غالباً اسلام سادہ ترین الفاظ میں نام ہی باہمی امداد وباہمی ترقی کا ہے۔ ایک ایسی امداد جو امدادِ حسنہ ہو اور ترقی کا پیش خیمہ ہو اور ایک ایسی ترقی جو ترقی مستقیم ہو اور جس کا مقصد باہمی امداد ہو۔

Marfat.com

امت واحدہ کا تصور تاریخ انسان کی منطق کے عین مطابق ہے لیکن یہ ایک زندہ حقیقت اُسی وقت بنے گا جب یہ امن و اخوت پر استوار ہوگا۔ وہ امن جو حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے صلحنامۂ حدیبیہ اور فتح مکہ کی صورت میں قائم کیا جو نصاب انسانیت کا باب اول ہونا چاہیئے اور جس پر عبور اور عمل درآمد جابر سے جابر حکمرانوں اور مملکتوں کیلئے بھی لازمی ہونا چاہیئے خواہ وہ چنگیز و ہلاکو ہوں، خواہ امریکہ و روس! وہ اخوت جو سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے مواخات کے اسلوب سے قائم کی اور جو نصاب انسانیت کا باب دوم ہونا چاہیئے اور جس پر عبور اور عملدرآمد مفاد پیوستہ طبقوں اور استحصال پسند قوتوں کیلئے لازمی ہونا چاہیئے خواہ وہ مسلمان ہوں یا عیسائی، ہندو ہوں یا بدھ، پاکستانی ہوں یا عرب، مغربی ہوں یا مشرقی!! ؎

سوئے من آکہ ترا یار وفادار منم — ہرچہ داری بمن آر کہ خریدار منم
گر تو شادی و دولت عزم تماشا داری — برمن آی کہ باغ و گل و گلزار منم
ور گداز ریخ معاصی دل تو گشتہ ملول — سوئے من آکہ طبیب دل بیمار منم
بیدلی کم کن و از بیکسئ خویش منال — کہ ترا در ہمہ جا دلبر و دلدار منم

Marfat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ؕ

پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم پیغمبر امن و اخوت

پروفیسر رشید احمد جالندھری ، کوئٹہ

وزارت امور مذہبیہ نے سیرت طیبہؐ کے ایک اہم پہلو " رسول اکرمؐ امن و اخوت کے پیغمبر " پر لکھنے کیلئے ارباب دانش کو دعوت دی ہے ، یہ دعوت ایسے وقت پر دی گئی ہے جب عالمی سطح پر یہ سوال اٹھایا جا رہا ہے کہ کیا " انسان کا کوئی مستقبل ہے " برطانیہ کے معروف فلسفی رسل (BERTRAND RUSSELL) نے یہ سوال اس لئے اٹھایا ہے کہ موجودہ وقت پر دنیا کی دو بڑی حریف طاقتوں کے ہاتھ میں ایسے مہلک ، اور تباہ کن جوہری ہتھیار آگئے ہیں کہ وہ روئے زمین پر بسنے والی انسانی جماعت کی مکمل تباہی کیلئے کافی ہیں ، مزید قلق اس بات پر ہے کہ یہ دونوں طاقتیں ایک دوسرے کو شک و شبہ کی نگاہ سے دیکھ رہی ہیں اور جنگ کو روکنے کیلئے امن و سلامتی کے متعلق کسی پائیدار معاہدے پر پہنچنے پر ابھی تک ناکام ہیں ۔[1]

رسل اور اس پایہ کے دوسرے اہل نظر نے دنیا میں قیام امن کیلئے ایک " نئے انسان کی تخلیق " پر زور دیتے ہوئے موجودہ تعلیم و تربیت کے نظام کو بدلنے کا مشورہ دیا ہے ۔ مثلاً رسل کا خیال ہے کہ تاریخ کو بین الاقوامی نقطۂ نظر سے پڑھاتے وقت قومی جنگوں پر زور دینے کی بجائے قیام امن کے لئے قومی خدمت کا تذکرہ کیا جائے اور قومی رہنماؤں کو بچوں کے سامنے اس انداز سے نہ پیش کیا جائے کہ انہوں نے غیر ملکیوں کو قتل کرنے کیلئے مہارت کا ثبوت دیا ہے " ۔[2] رسل نے اخلاقی بنیادوں پر بین الاقوامی

Marfat.com

حکومت کے قیام پر بھی زور دیا ہے [۳] ۔ دنیا میں قیام امن کیلئے ارباب نظر کی یہ کوششیں یقیناً قابل قدر ہیں، لیکن اگر وہ اپنے مقدس مشن کی تکمیل کیلئے تاریخ کے عظیم الشان پیغمبروں کے اسوۂ حسنہ سے بھی روشنی حاصل کریں۔ تو اس سے ان کی فکر و نظر کے سامنے قیام امن کیلئے نئی نئی راہیں کھلیں گی۔ اس سلسلہ میں انہیں رسول عربی صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات طیبہؐ سے غیر معمولی امداد مل سکتی ہے۔

وقت آگیا ہے کہ مسلم دنیا کے اصحاب دانش عالیہ عہد کی علمی، فکری اور سیاسی زبان میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات طیبہؐ اور فلسفۂ حیات کو دنیا کے سامنے پیش کریں یہ تحقیقی مطالعہ دنیا کے دانش مندوں اور مدبروں کو انسانی مشکلات کے سمجھنے اور ان کے حل کرنے میں یقیناً مدد دے گا، وقت کی اس اہم ضرورت کی طرف خود مغرب کے اہل دانش نے بھی اشارہ کیا ہے [۴]۔

رسول اکرمؐ کے بارے میں نہ صرف مسلمان بلکہ منصف مزاج غیر مسلم بھی یہ اعتقاد رکھتے ہیں کہ آپ نے تاریخ کے ایک نازک موڑ پر اپنی وحشی جنگجو اور غیر مہذب قوم کے سامنے زندگی کا ایک نیا تصور پیش کیا یہ تصور اس قدر پاکیزہ، صحت مند اور بلند تھا کہ اس نے زندگی کے بارے میں عربوں کے پرانے تصورات کو یک قلم بدل دیا اور انہوں نے یہ محسوس کیا کہ رسول کریمؐ کی آمد سے ان کی معنوی زندگی میں ایک نئی صبح طلوع ہوئی ہے۔ وہ آہستہ آہستہ تاریکیوں سے نکل کر روشنی میں آ رہے ہیں اور زندگی نے اپنا پرانا لباس اتار کر ایک نیا صاف اور اجلا لباس پہن لیا ہے، عربوں کی نئی زندگی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے ایک دفعہ عمر بن اہتم نے حضرت عمرؓ کی مجلس میں احنف بن قیس کو خطاب کرتے ہوئے کہا تھا۔

ایک وقت وہ تھا کہ ہم دونوں جہالت کی دنیا میں رہتے تھے اس وقت عزت اس کے حصہ میں آتی جو جاہل اور وحشی ہوتا اور جہالت یہ تھی کہ ہم نے تمہارا خون بہایا اور تمہاری عورتوں کو قیدی بنایا، آج ہم اسلام کے گھر میں بیٹھے ہیں، آج عزت کا مستحق وہ ہے جو بردبار ہے اور حلیم، پس خدا ہمیں اور تمہیں معاف فرمائے [۵] دور جاہلیت کو بیان کرتے ہوئے حضرت جعفرؓ نے نجاشی کے دربار میں کہا تھا۔ اے بادشاہ! ہم لوگ جاہلیت میں مبتلا تھے۔ بتوں کو پوجتے تھے۔ بے حیائی کے کام کرتے تھے.... ہم میں سے طاقتور کمزوروں کو کھا جاتے تھے.... یہ حالت تھی جب اللہ نے ہم میں سے

Marfat.com

ایک رسول مبعوث کیا جس کے حسب ونسب، صدق و دیانت، تقوی و پرہیز گاری سے ہم خوب واقف تھے۔ اس نے ہمیں توحید کی دعوت دی، اس نے ہمیں تاکید کی کہ بے حیائی سے بچو، جھوٹ نہ بولو، یتیموں کا مال نہ کھاؤ، حرام باتوں اور خون ریزی سے دور رہو۔۔۔ اس پر ہماری قوم ہماری دشمن ہو گئی ہے اور ہمیں مجبور کر رہی ہے کہ ہم اللہ وحدہٗ لاشریک کی عبادت چھوڑ کر لکڑی اور پتھر کی مورتیوں کی پوجا کریں، ہم نے قوم کے ہاتھوں بہت سے ظلم سہے اور مجبور ہو کر پناہ لینے کیلئے تیرے ملک میں آئے ہیں۔

یہ تھا دورِ جاہلیت جسے آج عرب تاریخ میں اسلام اور پیغمبر اسلام کے بلند اخلاقی نظام کا حریف قرار دیا گیا ہے۔ چنانچہ عرب شاعری اور قرآن مجید کے بیانات کی روشنی میں یہ کہنا صحیح ہوگا کہ رسولِ اکرمؐ کی بعثت کے وقت حجاز کا معاشرہ مجموعی طور پر نہ تو روم اور فارس کے تمدن سے متاثر تھا اور نہ ہی یہودیت اور عیسائیت کی تعلیم سے یہ معاشرہ بت پرست تھا اور اپنا قبائلی نظام رکھتا تھا، جو انسان کی ساری سرگرمیوں اور وفاداریوں کا مرکز تھا، اہلِ مکہ تاجر اور خانہ کعبہ کے پاسبان ہونے کیوجہ سے مال دار ضرور تھے، لیکن عام لوگوں کی زندگی سخت کوشی اور جفاکشی کی زندگی تھی۔ یہ لوگ دوسری زندگی کے قائل نہیں تھے۔ انہیں قبر کے آگے کچھ نظر نہیں آتا تھا۔ وہ کہتے کہ آدمی اس کے سوا کچھ نہیں کہ وہ وقت کے ہاتھوں میں کھلونا ہے۔ قرآن مجید نے ان کے الفاظ کو دہراتے ہوئے کہا ہے: **وما یھلکنا الا الدھر** (الجاثیہ: ۲۵) یعنی یہ زمانہ ہی ہے جو ہمیں ہلاک کرتا ہے' زندگی کا یہی پست تصور تھا کہ عرب سوسائٹی کے بعض لوگ یہ سوچنے پر مجبور ہو گئے تھے کہ کیا یہ زندگی' زندگی کہے جانے کی مستحق ہے؟ آخر زندگی کا مطلب کیا ہے؟ ابن ہشام نے لکھا ہے کہ ظہورِ اسلام کے وقت مکہ میں دو چار آدمی ایسے موجود تھے جو بت پرستی اور پست اخلاق سے کنارہ کشی کر چکے تھے بری رسموں کی مذمت کرتے تھے۔ انہی چند گنے چنے آدمیوں میں زید بن عمرو تھے، جو بقول ابن ہشام یہ کہتے۔

"خدایا اگر مجھے علم ہوتا کہ کون سی راہ آپ کو زیادہ پسند ہے تو پھر میں اسی راہ پر چل کر تیری بندگی کرتا افسوس! مجھے اس کا پتہ نہیں"[6]۔ غرضیکہ عرب سوسائٹی کے بارے میں یہ کہنا صحیح ہوگا کہ:

۱۔ رسولِ اکرمؐ کی بعثت کے وقت عربوں کے ذہن میں خدا کا کوئی واضح اور بلند تصور نہیں

Marfat.com

تھا، جو اس کی شانِ قدوسیت سے مطابقت رکھتا

۲۔ وہ قبائلی طرزِ معاشرت رکھتے تھے، انتقام، خاندانی عصبیت، خون ریزی اور قتل و غارت ان کے ہاں محاسن و فضائل شمار ہوتے تھے۔

۳۔ دوسری زندگی کا تصور ان کے لئے اجنبی تصور تھا۔

ایک طرف یہ عرب سوسائٹی تھی جو زندگی کا کوئی مفہوم و معنی نہیں رکھتی تھی، دوسری طرف ایران و روم کی سیاسی طاقتیں تھیں جنہوں نے انسان کو اپنے استبدادی نظام میں جکڑ رکھا تھا، تیسری طرف یہودیت اور عیسائیت تھی، جن کے پاس انسانی روح کے قلق و اضطراب کا کوئی سرو سامان نہیں تھا۔ انسانی روح کی یہی بے سرو سامانی تھی جس کا تذکرہ کرتے ہوئے پروفیسر آربری لکھتے ہیں۔ " ہمیں اس بات سے بخوبی آگاہ رہنا چاہئیے کہ قرآن ایسے وقت میں نازل کیا گیا جب یونانی اور رومی تہذیبیں مکمل طور پر مردہ ہو چکی تھیں۔ یہودیت اور نصرانیت شکست خوردہ مذاہب کی صورت اختیار کر گئے تھے۔ تعلیماتِ قرآن کا شکریہ! کہ ان کی بدولت تاریخ میں عرب پہلی قوم ہے جو تہذیبوں کی حیات و ممات کے راز سے پوری طرح آگاہ ہوئی، اسلام کوئی نیا دین نہیں تھا۔ بلکہ اسی حقیقت کا نیا ظہور تھا۔ جو ہمیشہ سے کائنات میں جلوہ گر ہے اور جسے انسان نے اس لئے گم کر دیا تھا کہ وہ ماضی کی سنگین غلطیوں سے اجتناب کرنے میں ناکام رہا تھا"۔[۷]

حضرات!

ہم نے رسول اکرمؐ کی بعثت کے وقت عرب معاشرے کی حالتِ زار پر ایک نظر ڈالنا اس لئے ضروری سمجھا ہے تاکہ ہم بنی نوع انسان پر رسول اکرمؐ کے احسانات کا صحیح معنی میں اندازہ کر سکیں، حضرت عمرؓ فرمایا کرتے تھے:۔

"جو آدمی اسلام میں پیدا ہوا اور وہ عہدِ جاہلیت سے ناآشنا ہے وہ اسلام کی عظمت اور انسانیت پر اس کے احسانات کی حقیقت سے واقف نہ ہو سکے گا"۔[۸]

بہر نوع رسول اکرمؐ کو جن لوگوں سے واسطہ پڑا ان کی ذہنی، اخلاقی اور اجتماعی پستی کو بیان کرنے کیلئے قرآن مجید اور رسول اکرمؐ نے لفظِ جاہلیت استعمال کیا ہے، ان اکھڑ غیر مہذب اور جنگجو قبیلوں اور لوگوں کو اخلاقی، روحانی اور جمالیاتی قدروں کے سانچے میں ڈھالنا اور انہیں ایک نئی صحت مند زندگی کیلئے تیار کرنا کوئی آسان کام نہ تھا، لیکن رسولِ اکرم

Marfat.com

نے اس مقدس لیکن مشکل ترین مشن کو جس خوبی و حسن سے پایہ تکمیل تک پہنچایا، تاریخ نے اس کی عظمت کا اعتراف کرنے میں بخل سے کام نہیں لیا ہے۔ آئیے رسول اکرمؐ کے اس مقدس اور تاریخی کارنامہ پر نظر ڈالیں تاکہ آج ہمیں اپنی مشکلات پر قابو پانے میں مدد ملے۔

رسول اکرمؐ نے اس وحشی معاشرے کو بدلنے کیلئے سب سے پہلے زندگی سے متعلق لوگوں کے تصورات کو بدلا اور انہیں بتایا کہ زندگی کا اصل سرچشمہ خدا کی ذات ہے۔ جس کی نگاہ سے کائنات کی کوئی چیز اور انسانی زندگی کا کوئی راز پوشیدہ نہیں ہے۔ انسان کو موت کے بعد خدا کے پاس جانا ہے اور اپنے کئے کا حساب دینا ہے، زندگی کی کامیابی یا ناکامی کا فیصلہ آج نہیں کل کو خدا کی عدالت میں ہونے والا ہے، قرآن مجید نے قیامت کی ہولناکی کا تذکرہ جس فصاحت اور بلاغت سے کیا ہے اس کا اندازہ صرف وہی لوگ کر سکتے ہیں جنہوں نے خوش قسمتی سے قرآن مجید کو اور خاص کر آخری پارے کو پڑھا ہے۔ آج ہم قرآن مجید کو پڑھ کر یہ اندازہ لگا سکتے ہیں کہ جب اس آسمانی اور ملکوتی نغمہ کو اہل مکہ نے پہلی بار رسول اکرمؐ کی زبان سے سنا ہوگا تو ان کے جذبات و احساسات اور افکار و عواطف پر کیا کیا بجلیاں گری ہوں گی۔ واقعہ یہ ہے کہ آخرت میں جواب دہی کے گہرے شعور نے انسان کو اس کے سفلی اور وحشیانہ جذبات پر قابو پانے پر ہمیشہ حیرت ناک حد تک امداد دی ہے، چنانچہ رسول اکرمؐ نے اپنی دعوت کا آغاز ہی خدا سے ٹوٹے ہوئے رشتوں کو استوار کرنے سے کیا اور اپنی قوم کو بتایا کہ خدا سے تعلق قائم کیے بغیر انسانی روح کو قرار نہیں آئے گا۔ یہ صرف اللہ ہی کی ذات ہے جو انسان کو امن و سلامتی کی نعمت سے نوازتی ہے ایک روایت میں آیا ہے کہ رسول اکرمؐ اپنی دعا میں فرمایا کرتے تھے۔ **اللھم انت السلام ومنک السلام والیک یرجع السلام** خدایا! تو ہی اسلام ہے اور تجھی سے امن و سلامتی کا سرچشمہ پھوٹتا ہے۔ چنانچہ خدا سے قریبی تعلق اور قیامت میں بازپرس کے گہرے احساس نے زندگی سے متعلق انسان کے مادی نقطۂ نظر کو بدل دیا۔ جس سے عربوں کو ایک نئی زندگی ملی، اب انتقام کی بجائے عفو و درگزر، غرورِ نفس کی جگہ عجز و انکساری، قتل و غارت کے برعکس خدمتِ خلق اور امن و آشتی، زندگی کی بلند قدریں شمار ہونے لگیں رسول اکرمؐ نے انسان کی معنوی اور داخلی زندگی کے سامنے ہی امن کی راہ نہیں کھولی۔ بلکہ اجتماعی زندگی اور اس کی مشکلات پر قابو پانے کا بھی درس دیا، اس سلسلے میں سب

Marfat.com

سے پہلے لوگوں کو وحدت انسانیت کا درس دیا اور بتایا کہ دنیا کے سب انسان بھائی بھائی ہیں ایک روایت میں آیا ہے کہ آپؐ نے فرمایا!

اللھم اشھد أن العباد کلھم إخوۃ "خدایا گواہ رہنا، تمام انسان بھائی بھائی ہیں، آپ نے خدمت خلق پر زور دیتے ہوئے فرمایا:۔

الخلق عیال اللہ أحبھم الی اللہ ابرھم لخلقہ" ساری مخلوق خدائی کنبہ ہے اللہ کی نگاہ میں سب سے پسندیدہ آدمی وہ ہے جو اس کی مخلوق سے بہتر حسن وسلوک روا رکھتا ہے" انسان نے انسان کو غلام بنانے کیلئے ہمیشہ رنگ، نسل اور زبان کا سہارا لیا، لیکن رسول اکرمؐ نے ان تمام مہمل سہاروں کو مسترد کرتے ہوئے فرمایا کہ تمام لوگ آدم کی اولاد ہیں اور آدم کا خمیر مٹی سے رکھا گیا ہے۔ بے شبہ جب انسان کی نگاہ سے انسانی اخوت جیسی واضح حقیقت اوجھل ہو جاتی ہے اور اس کا دل خوف خدا سے عاری ہو جاتا ہے اسوقت وہ اپنے ہی پندار کے صنم کدہ میں گم ہو کر رہ جاتا ہے اور انسانی بستیاں انسانوں کی بستیاں نہیں بلکہ وحشی درندوں کی بستیاں بن کر رہ جاتی ہیں۔

نسل انسانی کو زمین و آسمان کے ٹوٹے ہوئے رشتوں کو استوار کرنے اور نسل انسانی کو اخوت اور بھائی چارے کا درس دینے کے بعد رسول اکرمؐ نے اجتماعی زندگی میں قیام امن کیلئے دوسرا اصول یہ دیا کہ عدل و انصاف کو خیر مطلق (ABSOLUTE VIRTUE) کی حیثیت سے تسلیم کر لیا جائے، قرآن مجید نے عدل و انصاف کے قیام کو تمام عظیم انسان پیغمبروں کا مشن قرار دیا ہے، قرآن کریم نے مزید فرمایا ہے کہ دنیا میں مختلف قومیں صرف اس لئے تہس نہس کر دی گئیں کہ انہوں نے خدائی احکام سے بغاوت کرتے ہوئے اپنی بستیوں سے عدل و انصاف کو نکال باہر کیا تھا اور ظلم وستم کو اپنا شیوہ بنا لیا تھا۔ چنانچہ ان ظالم قوموں کی تباہی پر ارض و سما کی آنکھ سے ایک آنسو تک نہیں ٹپکا۔ اسلامی فکر میں عدل و انصاف کی اہمیت کا اندازہ اس امر سے لگائیے کہ ایک روایت میں آیا ہے کہ ملک کفر کے ساتھ تو چل سکتا ہے لیکن ظلم کے ساتھ باقی نہیں رہ سکتا چنانچہ علماء نے کہا ہے کہ "ایک غیر مسلم لیکن انصاف پرور حکمران مسلم ظالم حکمران سے بہتر ہے۔"

Marfat.com

رسول اکرمؐ نے زندگی سے متعلق زاویۂ نگاہ کو بدلنے کے ساتھ ساتھ اپنی ربانی تعلیمات کی بنیادوں پر نئے معاشرے کی تشکیل بھی فرمائی، آپ نے خون ریزی کو روکنے اور امن وسلامتی کے قیام کیلئے اہل مکہ اور دوسری قوموں سے معاہدے بھی کیئے، یہ معاہدے صحیح معنی میں اخوت، عدل وانصاف، رسول اکرمؐ کی سیاسی بصیرت اور اسوۂ حسنہ کا بہترین نمونہ ہیں۔ جو نفرت، انتقام اور انسانی توہین کے ہر اثر سے پاک ہیں۔ امن وسلامتی سے متعلق آپ کی حکیمانہ سیاست کا اندازہ اس امر سے لگایئے کہ جب ۸ھ ہجری میں آپ مکہ میں ایک فاتح کی حیثیت سے داخل ہوئے، تو آپ کے سامنے وہ لوگ آئے جنہوں نے آپؐ اور آپؐ کے جان نثاروں ساتھیوں کو برابر تیرہ سال تک ستایا تھا لیکن جونہی یہ لوگ ایک شکست خوردہ قوم کی حیثیت سے آپ کے سامنے آئے تو آپ نے فرمایا کہ میں تم سے وہی سلوک کرنیوالا ہوں جو میرے بھائی یوسفؑ نے اپنے بھائیوں کے ساتھ کیا تھا، حضرت یوسفؑ نے اپنے بھائیوں سے فرمایا تھا کہ ” آج کے دن (میری جانب سے) تم پر کوئی سرزنش نہیں۔ اللہ تمہارا قصور معاف فرمائے، وہ تمام رحم کرنیوالوں سے بڑھ کر رحم کرنیوالا ہے “ (سورۂ یوسف : ۹۲) رسول اکرمؐ نے مزید فرمایا کہ جاؤ! تم سب لوگ آزاد ہو، اذھبوا، فانتم الطلقاء[۱۲]“

آیئے ایک دوسرے معاہدے کا مطالعہ کریں، رسول اکرمؐ نے نجران کی عیسائی جماعت سے ایک معاہدہ فرمایا، جس میں یہ دفعات شامل تھیں :۔

۱۔ ہرگز ہرگز ان کو (عیسائیوں) رسواء نہیں کیا جائے گا۔

۲۔ انہیں فوجی خدمات سرانجام دینے کیلئے مجبور نہیں کیا جائے گا۔

۳۔ ان پر صرف عدل وانصاف کی حکمرانی ہوگی۔

۴۔ ان کا مال ودولت، ان کا مذہب اور ان کی عبادت گاہوں کی حفاظت کی جائیگی۔

قرآن مجید کی تعلیمات اور رسول اکرمؐ کے اسوۂ حسنہ نے اس بات کو واضح کردیا کہ جنگ اور خون ریزی سے بچنے کیلئے مسلمان دوسری قوموں سے امن کا معاہدہ کرسکتے ہیں۔ واقعہ یہ ہے کہ انسانوں کو پرامن بقائے باہمی کا پہلا درس رسول اکرمؐ نے دیا ہے۔ یہاں اس بات کا ذکر بے جا نہ ہوگا کہ مسلم اور غیر مسلم کے باہمی تعلقات بنیادی طور پر جنگ پر نہیں بلکہ امن پر مبنی ہیں۔ جنگ صرف ایک عارضی صورت ہے جسے صرف اس وقت روا رکھا گیا

Marfat.com

ہے جب مسلمان جارحیت کا شکار بن جائیں ، یہی وجہ ہے کہ حضرت امام ابو حنیفہؒ ، امام مالکؒ ، امام ابن حنبلؒ اور دوسرے فقہا کے ہاں جنگ کا سبب کفر یا اسلام کا انکار نہیں بلکہ جارحیت ہے دوسرے یہ کہ جنگ کا مقصد جارحیت اور فتنہ فساد کو روکنا ہے ، تیسرے یہ کہ مسلمان امن پسند قوموں کے ساتھ امن اور معاہدہ عدم قتال (NO WAR PACT) کر سکتے ہیں ؎ ۱۳ ۔ لیکن یہ معاہدے انصاف اور اخوت کے اخلاقی اصولوں پر ہونے چاہیئں ۔ یہی وجہ ہے کہ یہ معاہدے کامیاب ہے اور عام لوگ خوف و ہراس کی بجائے امن و سکون کی فضا میں زندگی بسر کرنے رہے انتشار اور بدامنی کا زمانہ جو تقریباً فتح مکہ تک جاری رہا ، اپنے اختتام کو پہنچا ، حجاز میں بدامنی کا یہ عالم تھا کہ آدمی مدینہ سے مکہ تک سفر کرتا ہوا ڈرتا تھا ۔ خانہ کعبہ کے علاوہ ہر جگہ ڈاکوؤں اور لیٹروں کا خطرہ موجود رہتا ، خود قرآن مجید نے اس طرف صاف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا کہ ہم نے ان کیلئے حرم کو دار الامن بنایا اس کے باہر بدامنی کا یہ عالم ہے کہ حرم کے چاروں طرف سے آدمی اچک لئے جاتے ہیں ۔" (عنکبوت)"

" اولم یروا أنا جعلنا حرما آمناً ویتخطف الناس من حولھم ط "

لیکن رسول اکرمؐ کی حکیمانہ سیاست اور سعی پیہم سے پھر وہ وقت آیا کہ آپ کی اپنی بشارت اور پیش گوئی پوری ہو کر رہی ، آپ نے فرمایا تھا ۔ ایک وقت آئے گا جب صنعا یمن سے ایک محمل نشین خاتون تنہا سفر کرے گی اور خدا کے سوا کسی کا اس کو خوف نہ ہو گا " چنانچہ ایسا زمانہ آیا ، ان نبویؐ معاہدوں کی کامیابی کا راز یہ تھا کہ ان میں اخلاقی روح کام کر رہی تھی اور زندگی کے بارے میں رسول اکرمؐ نے انسان کے نقطۂ نظر کو بدل دیا تھا ۔ لیکن ان معاہدوں کے برعکس جب بھی تاریخ میں فاتح قوموں نے خوفِ خدا ، اور اخلاقی قدروں سے بے نیاز ہو کر مفتوح قوموں پر اپنے معاہدے ٹھونسے ، تو وہ ایک دوسری خوفناک جنگ کا موجب بنے ، معروف برطانوی مصنف فشر (FISHER) نے اپنی کتاب " تاریخ یورپ " میں لکھا ہے کہ دوسری عالم گیر جنگ کی ذمہ داری نازی جرمنی پر نہیں بلکہ ۱۹۱۹ء کے " معاہدہ ورسایا " (TREATY OF VERSAILLES) پر ہے جس کی بنیاد انصاف پر نہیں تھی ، اس معاہدے پر تبصرہ کرتے ہوئے فشر لکھتے ہیں " جب ورسیلی (VERSAILLES) معاہدے پر دستخط ہو گئے ۔۔۔ ہر آدمی نے محسوس کیا کہ ایک بہترین موقع کو کھو دیا گیا ہے ، مدبرین (آنیوالے) واقعات کی غیر معمولی اہمیت کا اندازہ نہ لگا سکے ، انہوں نے بزعم خویش امن کے معاہدے

Marfat.com

پر دستخط کئے، لیکن وہ معاہدہ امن سے عاری تھا ۔ ۔ ۔ ۔ "انسانی فطرت ناکام ہوئی اور فتح کی مسکراتی ہوئی صبح بہت جلد نا امیدی، مایوسی اور نفرت کی دھند میں گم ہوگئی"[15] چنانچہ یہی معاہدہ جس کی بنیاد اخوت، انصاف اور احترام آدمیت پر نہیں رکھی گئی تھیں، دوسری عالمگیر جنگ پر منتج ہوا۔ اسی سال یعنی ١٩١٩ء میں اتحادی طاقتوں نے ترکی پر سیورے ٹریٹی (SEVRES TREATY) معاہدہ ٹھونسا، بدقسمتی سے اس معاہدے میں بھی اخوت و انصاف کا احترام نہیں کیا گیا تھا حتیٰ کہ اٹلی کے وزیر اعظم نیٹی (NITTI) نے اتحادیوں کی توجہ اس امر کی طرف مبذول کراتے ہوئے کہا "اب تمہیں ایشیائے کوچک میں جنگ کا سامنا کرنا پڑے گا۔ اس جنگ میں اٹلی اپنا ایک سپاہی یا ایک پیسہ بھیجنے کیلئے تیار نہیں ہے تم نے ترکوں سے ان کے مقدس شہر کو چھین لیا ہے ان کا دارالخلافہ غیر ملکی قبضہ میں ہے تم نے جس پانچ رکنی وفد کو معاہدے پر دستخط کرنے کیلئے بلایا ہے وہ ترک قوم یا ترک پارلیمنٹ کا نمائندہ نہیں ہے" بالآخر وہی ہوا جس کی پیش گوئی اطالوی وزیر اعظم نے کی تھی۔ ترکوں نے ایک آزاد قوم کی حیثیت سے زندہ رہنے کا فیصلہ کر لیا اور مصطفیٰ کمال پاشا جیسے فوجی قائد نے اس معاہدے کو مسترد کرتے ہوئے ترکوں کو ایک نیا عزم، ولولہ اور امید دے کر دوبارہ میدانِ جہاد میں لا کھڑا کیا۔ مغربی اتحادیوں کے نمائندے یونان نے شکست پر شکست کھائی اور اتحادیوں کو مجبور ہو کر ١٩٢٥ء میں لوزان معاہدے پر دستخط کرنے پڑے اور ترکوں کی آزادی کو تسلیم کر لیا گیا۔[16] اگر مغربی طاقتیں ذرا عقل اور خدا ترسی سے کام لیتیں اور جرمنی اور ترکی پر ذلت آمیز معاہدے نہ ٹھونستیں تو دنیا شاید دوسری عالمگیر جنگ سے بچ نکلنے میں کامیاب ہو جاتی اور ترکوں کو کئی سال تک آگ کے دریا سے گزرنا نہ پڑتا، ہم نے اوپر رسول اکرمؐ کے معاہدوں کا ذکر کیا ہے جن کی بنیاد طاقت اور انسانی وقار کی بے حرمتی نہیں تھی بلکہ مذہب کی عطا کردہ عالمگیر اخلاقی قدروں پر تھی، جس کی وجہ سے ملک میں امن و سلامتی کو فروغ حاصل ہوا اور معاشرے کو بدامنی، قتل و غارت اور خونریزی سے نجات ملی، اسی سلسلے کی ایک دوسری مثال سنیئے، سن ٦ھ میں رسول اکرمؐ اپنے سولہ سو ساتھیوں کے ہمراہ عمرہ ادا کرنے کی غرض سے مدینہ سے مکہ روانہ ہوئے، ابھی مکہ سے کوئی تین میل کے فاصلہ حدیبیہ نامی مقام پر تھے کہ آپ کو اہل مکہ کی جنگی تیاریوں کا پتہ چلا، آپ نے انہیں پیغام بھیجا کہ میرا مقصد عمرہ ادا کرنے کے سوا کچھ اور نہیں، آپ نے اہل مکہ سے قیام امن کیلئے بات چیت کرنے کی پیش کش بھی فرمائی، جسے اہل مکہ نے قیل و قال کے بعد مان لیا اور

Marfat.com

رسول اکرمؐ سے گفتگو کیلئے اپنے ایک نمائندہ سہیل بن عمرو کو بھیجا اور کہا کہ صلح کی بات چیت صرف اس شرط پر ہو سکتی ہے کہ رسول اکرمؐ اس سال عمرہ ادا کئے بغیر واپس مدینہ چلے جائیں جب باہمی مذاکرات کے بعد چند شرائط پر اتفاق ہوا اور معاہدہ کو مرتب کرنے کا وقت آیا تو آپ نے حضرت علیؓ سے فرمایا کہ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم سے معاہدہ کی ابتداء کی جائے، جس پر سہیل نے کہا کہ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم سے نہیں بلکہ عربوں کے قدیم دستور کے مطابق " باسمک اللھم " سے لکھا جائے۔ آپ نے اسے قبول فرمایا اس کے بعد دوسرا جملہ یوں تھا کہ یہ وہ معاہدہ ہے جسے اللہ کے رسول محمد بن عبداللہ نے تسلیم کیا ہے " اس جملہ پر پھر سہیل نے کہا کہ اگر ہم آپ کو اللہ کا رسول مان لیتے، تو پھر جھگڑا ہی کیا ہے ؟ آپ صرف اپنا اور اپنے والد ماجد کا نام لکھیے، رسول اکرمؐ نے حضرت علی سے فرمایا کہ صرف میرا نام لکھا جائے اور لفظ رسول اکرم کو اپنے ہاتھ سے مٹا دیا۔ اس معاہدے پر مسلمان اور خاص طور پر حضرت عمرؓ کبیدہ خاطر تھے اور افسردہ، مسلمان اس معاہدے کی بعض شرائط سے خوش نہیں تھے، لیکن رسول اکرمؐ پورے طور پر مطمئن تھے اور قریش کے مغرورانہ اور اشتعال انگیز رویہ پر برابر صبر و تحمل اور ضبط نفس سے کام لیتے رہے چنانچہ جونہی آپ واپس مدینہ روانہ ہوئے، قرآن مجید کی سورۂ الفتح نازل ہوئی اور اس معاہدے کو جس میں مسلمانوں کو اپنی سبکی نظر آتی تھی۔ " فتح مبین " قرار دیا۔ بعد میں آنیوالے واقعات نے بھی یہ ثابت کر دیا کہ یہ معاہدہ مسلمانوں کیلئے خیر و برکت ثابت ہوا۔ نیز یہ کہ اس معاہدے میں جنگ نے امن و آشتی کے ہاتھوں شکست کھائی، امن و آشتی کی جیت کیلئے رسول اکرمؐ نے جس پیغمبرانہ صبر و تحمل اور حکمت و بصیرت کا مظاہرہ فرمایا۔ اس کے سامنے اہل مکہ کے معاندانہ رویے کو اپنے ہتھیار ڈالنے پڑے، قرآن مجید نے اہل مکہ کے اشتعال انگیز موقف کو جاہلیت سے تعبیر کیا، رسول اکرمؐ اور مسلمانوں کے باوقار اور پرامن رویے کو اللہ کا لطف و کرم قرار دیا۔ صلح حدیبیہ میں رسول اکرمؐ کے پیغمبرانہ کردار کو خراج تحسین ادا کرتے ہوئے کہا سویڈن کے معروف مستشرق ٹور اندرے (TOR ANDRAE) لکھتے ہیں " ضبط نفس جس کا مظاہرہ محمدؐ نے حدیبیہ میں کیا، ایسے ہی ایک بلند نصب العین کو حاصل کرنے کیلئے غیر ضروری امور پر ذاتی توہین کو برداشت کرنے کا آپ کا حوصلہ اور ہمت، یہ صفات بتاتی ہیں کہ آپ بے مثال اور منفرد اہلیت کے مالک تھے۔ واقعہ یہ ہے کہ آپ کی سی ذہنی برتری رکھنے والا انسان زمام کار ہمیشہ اپنے

Marfat.com

ہاتھ میں رکھنا ہے، خواہ اسے کبھی لمحہ بھر کیلئے مجبوراً جھکنا ہی کیوں نہ پڑے۔"

الغرض مسلمانوں میں باہمی اخوت اور بھائی چارے کے رشتوں کو مستحکم کرنے اور بدامنی اور خون ریزی کو ختم کرنے کیلئے رسول اکرمؐ نے جو معاہدے مرتب کئے وہ تاریخ کے ایسے انوکھے معاہدے ہیں جن میں سیاست اور اخلاق دونوں ساتھ ساتھ چل رہے ہیں۔ ان معاہدوں سے امن و آشتی کیلئے کام کرنے والوں کو ہمیشہ نیا عزم اور حوصلہ ملتا رہیگا۔ اکثر دیکھا گیا ہے کہ آدمی کی ذاتی انا اور جھوٹے وقار کے مسئلے نے قوموں کو جنگ کی آگ میں دھکیلا ہے، رسول اکرمؐ نے اللہ کی رضا اور اس کی مخلوق کی بہتری کیلئے جس مثالی صبر و تحمل اور بصیرت و حکمت سے کام لیکر معاہدے مرتب کئے، اس سے قوموں کے ارباب حل و عقد کو خود فریبی، غرور نفس اور سفلی جذبات پر قابو پانے میں مدد ملتی رہے گی، اور یہی ایک راہ ہے جس پر چل کر ہم اپنی منزل تک پہنچ سکتے ہیں۔

ماخذ و حواشی

۱۔ کیا آدمی کا کوئی مستقبل ہے (HAS MAN A FUTURE) لندن ۱۹۶۱ء ص ۹۵، نیز ملاحظہ ہو جون آر (JOHN B. ORR) کی کتاب "سفید آدمی کی مشکل" (THE WHITE MAN'S DILEMMA) لندن ۱۹۶۵ء، مقدمہ۔

۲۔ کیا آدمی کا کوئی مستقبل ہے، ص ۱۳۱

۳۔ ملاحظہ طاقت (POWER) لندن ۱۹۵۶ء ص ۲۵۸

۴۔ معروف برطانوی سکالر واٹ (W. M. WATT) کا کہنا ہے کہ دنیا کو دیر یا سویر سے اس امر پر سنجیدگی سے سوچنا پڑے گا کہ آیا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی شخصیت اور تعلیمات سے ایسے اصولوں کو اخذ کیا جا سکتا ہے جو انسان کی اخلاقی نشوونما

Marfat.com

کیلئے اپنا رول ادا کر سکیں ______ اس نقطۂ نظر سے ابھی تک کوئی آخری جواب نہیں ملا، اس سوال پر اب تک مسلمانوں نے جو کچھ لکھا ہے۔ اس پر صرف چند غیر مسلموں کے علاوہ کسی نے توجہ نہیں دی۔ مسلمانوں کیلئے دنیا کے سامنے اپنے اس مقصد کو بہتر طور پر پیش کرنے کیلئے ابھی تک میدان کھلا ہے۔" ملاحظہ ہو "محمد پیغمبر اور مدبر (MUHAMMAD PROPHET AND STATES MAN) آکسفورڈ پریس ۱۹۶۴ء ص ۲۵۵۔

۵۔ احمد حسن الزیات، "تاریخ الادب العربی"، قاہرہ (ط ۲۴) ص ۸۲، نیز ملاحظہ ہو گولڈز یہر کا مقالہ، "الجاہلیۃ" در "مسلم مطالعات" (MUSLIM STUDIES) نیویارک ۱۹۶۷ء۔ ج ۱ ص ۲۰۱-۲۰۸ (ترجمہ از S.M. STERN)

۶۔ السیرۃ النبویۃ، قاہرہ ۱۹۵۵ء ج ۱ ص ۲۲۵ (تحقیق مصطفیٰ السقا، ابراہیم الابیاری)۔

۷۔ قرآن مجید: مقدمہ "(The Holy KORAN, AN INTRODUCTION)" لندن ۱۹۵۳ء ص ۳۰۰

۸۔ سید رشید رضا: تفسیر المنار، قاہرہ ۱۳۶۶ھ ج I ص ۲۴ (مقدمہ)

۹۔ سنن دارمی، دمشق ۱۳۴۹ھ، ج ۱۔ ص ۳۱۱

۱۰۔ حصن حصین، لکھنو، ص ۱۰۵

۱۱۔ مشکوٰۃ شریف، باب الحب فی اللہ

۱۲۔ قرطبی، احکام القرآن ج ۹ ص ۲۵۸ (تفسیر سورۃ یوسف)، نیز ملاحظہ ہو: ابن ہشام ج ۲ ص ۴۱۲

۱۳۔ ابو یوسف کتاب الخراج، قاہرہ ۱۳۰۲ھ ص ۴۱

۱۴۔ ابن تیمیہ: رسالۃ القتال ص ۱۱۶، بحوالہ محمد ابوزہرۃ: ابن تیمیہ، قاہرہ ص ۳۱۷ نیز ملاحظہ ہو: ابوالکلام آزاد: ترجمان القرآن، لاہور۔ ج ۲ ص: ۱۴۵، ۱۴۶ (سورۃ توبہ پر تفسیری نوٹ)

۱۵۔ تاریخ یورپ (A HISTORY OF EUROPE) ۱۹۳۷ء ص ۱۱۶۹۔

Marfat.com

۱۶۔ سٹوڈرڈ، (L. STODDARD) اسلامی دنیا (THE NEW WORLD OF ISLAM) لندن، ۱۹۲۲ء، ص ۔ ۱۹۰۔

۱۷۔ محمد اور ان کا مذہب (MUHAMMAD, THE MAN AND HIS FAITH) لندن، ۱۹۵۶ء، ص ۔ ۱۶۳ (ط۔ انون بکس UNWIN BOOKS)۔

۱۸۔ ابن ہشام ج ۲، ص ۳۱۷ (صلح حدیبیہ)۔

Marfat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ؕ

امن و اخوت کے داعی اعظم ﷺ

طالب ہاشمی، لاہور

کہا جاتا ہے کہ اس وقت تہذیب و تمدن کا آفتاب نصف النہار پر چمک رہا ہے۔ دنیا ترقی کر کے اپنے انتہائی عروج پر پہنچ چکی ہے۔ یہاں تک کہ کرہ ارض کے بسنے والے سیارگانِ فلک سے رابطہ قائم کرنے میں کامیاب ہو چکے ہیں۔ مادی نقطہ نگاہ سے عصر حاضر کا یہ تجزیہ بالکل درست ہے لیکن دوسری طرف جب ہم اخلاقی اور روحانی اقدار کی کسوٹی پر عصر حاضر کی تہذیب و تمدن کو پرکھتے ہیں تو معلوم ہوتا ہے کہ آج کل انسان نہایت تیزی کے ساتھ ایک ایسے قعر مذلت میں گرتا جا رہا ہے جس کی تہہ میں تباہی اور بربادی کے سوا کچھ بھی نہیں ہے۔ بلاشبہ دنیاوی آسودگیوں اور دولت کی ریل پیل ہے لیکن انسان کی روح سکون سے ناآشنا ہے۔ ہر طرف نفسا نفسی کا عالم ہے۔ اضطراب اور بے یقینی کی ہمہ گیر کیفیت ہر کہ و مہ پر طاری ہے۔ تشدد پسندی اور دہشت گردی کی گرم بازاری ہے۔ امن و امان کرۂ ارضی سے مفقود ہو چکا ہے۔ انسان اپنے ہی ہاتھوں اس قدر اسلحہ اور تخریب کاری کا سامان بنا چکا ہے کہ اسے ٹھکانے لگانے کیلئے مختلف قوموں اور علاقوں میں بدامنی اور کشت و خون کی پشت پناہی کر رہا ہے۔ بڑی طاقتوں کے پاس ہولناک اسلحہ اور آلاتِ تخریب کاری کے جو ذخیرے ہیں وہ امن عالم کیلئے ہر وقت خطرہ بنے ہوئے ہیں۔ بین الاقوامی سطح پر منافقت، ریاکاری، ملمع سازی اور "جس کی لاٹھی اس کی بھینس" کے اصولوں کو روا رکھا جا رہا ہے۔ مختصر یہ کہ سائنسی آلاتِ حرب کی بے راہ روی نے

Marfat.com

دنیا کو جہنم کدہ بنا دیا ہے ۔ تہذیب حاضر نے دنیا کو اور تو بہت کچھ دیا ہے لیکن امن و سکون سے محروم کر دیا ہے ۔

تاریخ عالم پر ایک نظر ڈالیں تو معلوم ہو گا کہ اس سے پہلے بھی کرۂ ارض پر کئی دور ایسے آئے جب اس کے باشندوں نے ترقی اور دنیوی کامرانیوں کی انتہائی حدوں کو چھو لیا تھا لیکن ان کی بے راہروی اور کردار و عمل کے فقدان نے انہیں ایسی بھیانک تباہی سے دوچار کیا کہ آج کے قصے اور آثار مرقع عبرت بنے ہوئے ہیں ۔ آج سے تقریباً ڈیڑھ ہزار سال پہلے دنیا کئی بار بننے اور بگڑنے کے بعد ایک ایسے مقام پر کھڑی تھی کہ اس کی اخلاقی زندگی پر موت طاری ہو چکی تھی اور وہ انسانی مجد و شرف سے محروم ہو چکی تھی ۔ انسان انسان کے خون کا پیاسا تھا ۔ کہیں رنگ اور نسل کے نام پر معرکہ آرائیاں تھیں تو کہیں وطن اور مذہب کے نام پر انسانی خون سے ہولی کھیلی جا رہی تھی ۔ کہیں ذات پات کی تفریق سے شرف انسانیت کی تذلیل کی جا رہی تھی تو کہیں ہوس ملک گیری میں مبتلا طالع آزماؤں نے لوگوں کا جینا حرام کر رکھا تھا ۔ اس گھٹا ٹوپ اندھیرے میں یکایک غیرت حق کو حرکت ہوئی اور ریگ زار عرب میں محمد عربی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ظہور ہوا یہ ظہور گویا ایک ابر رحمت تھا جو انسانیت کی سوکھی ہوئی کھیتی پر جھوم جھوم کر برسا اور اس کو سرسبز و شاداب کر دیا ۔ اس ظہور کا مقصد صرف یہ تھا کہ خدائے واحد کا نام بلند کیا جائے بنی نوع انسان کو اس کے خود ساختہ معبودوں کی غلامی سے نجات دلائی جائے ۔ اس کے فضائل اخلاق کی تکمیل کی جائے اور شر و فساد کو مٹا کر ہر طرف امن و آشتی کے پھول کھلائے جائیں ۔ یہ جناب محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا اسوۂ حسنہ اور آپ کے فدائیوں کا حسن اخلاق اور حسن کردار ہی تھا کہ مسلمان ایک قلیل سی مدت میں سیاسی اور تمدنی لحاظ سے قریب قریب تمام دنیا پر چھا گئے اور پھر صدیوں تک نہ صرف ان کے جاہ و جلال کا پرچم لاکھوں مربع میل پر لہراتا رہا بلکہ وہ دنیا بھر کو تہذیب و اخلاق کا درس بھی دیتے رہے الحمد للہ کہ آج بھی مسلمان بہت سے آزاد ملکوں کے مالک ہیں اور ان کی تعداد بھی قرن اول کے مسلمانوں کی تعداد سے کہیں زیادہ ہے لیکن آج کے مسلمان اور قرن اول کے مسلمان میں زمین اور آسمان کا فرق ہے ۔ قرن اول کا مسلمان قرآنی اخلاق کی تصویر اور رسول عربی ؐ کے اسوۂ حسنہ کا سچا عاشق اور پیروکار تھا ۔ اس کی ہیبت

Marfat.com

سے دشمنانِ حق لرزتے تھے لیکن اس کے حسنِ کردار کو دیکھ کر سنگ دل بھی موم ہو جاتے تھے۔ آج کے مسلمان کا کردار و عمل دوسروں کو کیا متاثر کرے گا۔ وہ خود غیروں کی تہذیب، تمدن اور اخلاق کو اپنے لئے مشعلِ راہ بنا بیٹھا ہے۔ نتیجہ ظاہر ہے، مسلمان بھی قلب و روح کے اُس سکون سے محروم ہوتے جا رہے ہیں جو بہت بڑا انعام ربانی ہے ایسا انعام کہ جس میں دین اور دنیا دونوں کی سعادتیں شامل ہیں۔ آیئے سوچیں کہ مسلمان جس کا منصب یہ تھا کہ رنگ، نسل اور عصبیت کے بتوں کو پاش پاش کر دے، دشمن کے مقابلے میں بنیان مرصوص بن جائے۔ امن و اخوت کا داعی بن کر دنیا کو اسلام کا حقیقی جلوہ دکھا دے اور اس کی بھٹکتی ہوئی روح کو اطمینانِ قلب سے آشنا کر دے، کیوں اپنے مقام اور منصب سے گر چکا ہے؟

قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَمَنْ يَعْمَلْ مِنَ الصَّالِحَاتِ وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَلَا يَخَافُ ظُلْمًا وَلَا هَضْمًا (سورہ طٰہٰ آیت - ۱۱۲)

"اور جو نیک عمل کرے گا اور وہ ایمان بھی رکھتا ہوگا اس کو نہ کسی طرح کے ظلم و ستم کا خوف ہوگا اور نہ کسی طرح کی حق تلفی کا۔"

اس ارشادِ الٰہی کی روشنی میں غور کیا جائے تو فوراً معلوم ہو جائے گا کہ باوجود سارا دنیا میں پھیلے ہونے کے ہم آج کل جس ناقابلِ رشک صورتِ حال سے دوچار ہیں اس کے کیا اسباب ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد اور وعدہ تو برحق ہے اس لئے ہم اپنے ادبار اور محرومی کی توجیہہ اس کے سوا اور کیا کر سکتے ہیں کہ ہم میں ایمانِ محکم اور کردار و عمل کا فقدان ہے اور ہم نے ہادی برحق محسنِ انسانیت رحمتِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات کو فراموش کر ڈالا ہے۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ گرامی بنی نوعِ انسان کیلئے مجسم خیر و برکت اور رحمت و شفقت تھی۔ آپؐ سے بے نیاز ہو کر فلاح یا مغفرت کی امید کرنا محض خام خیالی بلکہ گمراہی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآنِ حکیم میں آپؐ کو "رحمۃ للعالمین" (سارے جہانوں کیلئے رحمت)، رؤف رحیم (نہایت شفقت کرنے والا مہربان) سراج منیرا (روشن چراغ یا سورج) بشیر (خوشخبری دینے والا) اور نذیر (اللہ سے ڈرانے والا) کہہ کر پکارا ہے اور آپؐ کے اسوۂ حسنہ کو بنی نوعِ انسان کیلئے بہترین نمونہ قرار دیا ہے۔

Marfat.com

لقد کان لکم فی رسول اللہ اسوۃ حسنۃ (الاحزاب)

(یعنی اے نوعِ انسان بلاشبہ تمہارے لئے اللہ کے رسول کی ذات میں بہترین نمونہ (طریق زندگی) موجود ہے)۔

سرورِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرتِ طیبہ کے کسی پہلو پر نظر ڈالیں وہ اتنا پاکیزہ جامع اور ارفع و اعلیٰ نظر آتا ہے کہ تحریر و تقریر کے ذریعے اس کا صحیح نقشہ کھینچنا امرِ محال ہے۔ آپ کی حیاتِ طیبہ قرآن حکیم کی عملی تفسیر تھی، قرآن پاک کے احکام و منشاء اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے عمل میں سرِ مو فرق نہ تھا۔ آپؐ نے کرۂ ارض پر جو انقلاب برپا فرمایا وہ یکسر قرآنی انقلاب تھا اور جو نظام آپؐ نے سرزمینِ عرب میں قائم فرمایا وہ یکسر قرآنی نظام تھا۔ آپؐ کے انقلاب کا مقصد اذہان و نظریات کی تطہیر تھا اور اس تطہیر کا دائرہ کسی خاص خطۂ زمین تک محدود نہ تھا۔ بلکہ یہ آفاقی تھا اور روئے زمین کے تمام لوگوں پر محیط تھا آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بنی نوعِ انسان کو بالعموم اور اہلِ ایمان کو بالخصوص امن و اخوت کی جو دعوت و تعلیم دی وہ آپؐ کی حیاتِ اقدس کا ایک ایسا درخشاں پہلو ہے جس کے فیوض و برکات کی وسعتوں کو دیکھ کر انسان ورطۂ حیرت میں گم ہو جاتا ہے۔ مورخین نے حضور کی بعثت سے پہلے کے عرب کی سیاسی اور اخلاقی حالت کا جو نقشہ کھینچا ہے اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ باہمی کشت و خون، تشتت و افتراق اور دوسرے گوناگوں رذائل نے اہلِ عرب کو تباہی کے دہانے پر لاکھڑا کیا تھا اگر چند سے اور یہی حالت رہتی تو قانونِ قدرت کے مطابق ان کا نام و نشان تک صفحۂ ہستی سے مٹ جاتا لیکن اللہ تعالیٰ نے ان پر اپنا فضل کیا اور ان میں ایک ایسے داعی امن و اخوت کو بھیج دیا جنہوں نے ایک طرف تو مفاسد کا قلع قمع کیا اور لوگوں کو اخلاقِ حسنہ کی تعلیم دی اور دوسری طرف متحارب قبائل کو باہم شیر و شکر کر دیا اور اہلِ ایمان میں ایسا جذبۂ اخوت پیدا کیا کہ وہ ایک دوسرے پر جان چھڑکنے لگے وہی عرب جس میں امن و امان نام کی کسی شے کا وجود تک نہ تھا، وہاں امن و آشتی کی ایسی بہار آتی ہے کہ سنسان وادیوں گھاٹیوں اور صحراؤں میں کوئی آدمی تن تنہا بیسیوں میل تک سونا اچھالتا چلا جاتا ہے اور کوئی اس کی طرف آنکھ اٹھا کر نہیں دیکھتا۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو حکم دیتا ہے "واعتصموا بحبل اللہ جمیعاً ولا تفرقوا"

Marfat.com

(سب مل کر اللہ کی رسی کو مضبوط پکڑ لو اور تفرقہ میں نہ پڑو)
کی تلقین فرماتا ہے اپنا یہ احسان بھی یاد دلاتا ہے کہ (بعثتِ نبویؐ سے) پہلے وہ کیا تھے اور پھر (بعثتِ نبویؐ کے بعد) اللہ کے فضل و کرم سے وہ کیا بن گئے، ارشاد ہوتا ہے:

وَاذْكُرُوا نِعْمَتَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ اِذْ كُنْتُمْ اَعْدَآءً فَاَلَّفَ بَيْنَ قُلُوْبِكُمْ فَاَصْبَحْتُمْ بِنِعْمَتِهٖۤ اِخْوَانًا ۚ وَكُنْتُمْ عَلٰى شَفَا حُفْرَةٍ مِّنَ النَّارِ فَاَنْقَذَكُمْ مِّنْهَا ۔ (آل عمران۔ آیۃ ۔ ۱۰۳)

اللہ کے اس احسان کو یاد رکھو جو اس نے تم پر کیا ہے۔ تم ایک دوسرے کے دشمن تھے اس نے تمہارے دل جوڑ دیئے اور اس کے فضل و کرم سے تم بھائی بھائی بن گئے تم آگ سے بھرے ہوئے ایک گڑھے کے کنارے کھڑے تھے۔ اللہ نے تم کو اس سے بچالیا)۔

یہاں اگر کسی کے دل میں یہ شبہ پیدا ہو کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوتِ امن و اخوت صرف اہل عرب کیلئے تھی یا اپنے زمانے ہی کیلئے تھی تو یہ بات بداہتہً غلط ہے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم صرف اہل عرب کیلئے نہیں بلکہ تمام عالم کیلئے مبعوث ہوئے تھے اور آپؐ کی تعلیم و ہدایت وقتی یا کسی خاص زمانے کیلئے نہیں تھی بلکہ دائمی اور ابدالآباد تک کیلئے تھی۔ آپؐ جس دین کے داعی تھے وہ تو سراسر امن و سلامتی کا علمبردار تھا کیونکہ یہی ایمان و اسلام کی روح ہے۔ امن و سلامتی کے بغیر ایمان اور اسلام کے الفاظ جسدِ بے روح کی حیثیت رکھتے ہیں۔ رحمۃ للعالمین ہونے کی حیثیت سے حضورؐ نے نے جہاں معاشرت، معیشت اور تہذیب و تمدن کے گیسو سنوارے وہاں امور ریاست و سیاست کو بھی اپنے ناخن تدبر و حکمت سے سلجھایا اور امن و اخوت کے ایسے اصول وضع کر دیئے جن کی پابندی دنیا اور آخرت دونوں جگہ فلاح کی ضامن ہے۔ اگر بنی نوع انسان آج بھی ان اصولوں پر عمل پیرا ہو جائے تو یہ دنیا گہوارہ بہار بن جائے جس میں ہر شخص مسرور و مطمئن ہو۔ اسلام میں امن کو اس قدر اہمیت حاصل ہے کہ اسے خدائے واحد پر ایمان لانے اور شرک نہ کرنے کا صلہ ٹھہرایا گیا ہے، قرآن پاک میں ارشاد ہوا ہے۔

Marfat.com

الذین امنوا ولم یلبسوا ایمانھم بظلم اولئک لھم الامن وھم مھتدون (الانعام - آیۃ: ۸۲)

جو لوگ ایمان لائے اور اپنے ایمان کو شرک کے ساتھ آلودہ نہیں کیا۔ حقیقت میں تو امن انہی کے لئے ہے اور راہ ہدایت پر بھی وہی ہیں۔"

سورۂ قریش میں قریش سے فرمایا گیا ہے۔

فلیعبدوا رب ھذا البیت الذی اطعمھم من جوع وآمنھم من خوف (قریش آیۃ ۳-۴)

پس اُن (قریش) کو چاہیئے کہ اس گھر کے رب کی عبادت کریں جس نے انہیں بھوک سے بچا کر کھانے کو دیا اور خوف سے بچا کر امن عطا کیا۔

گویا امن بہت بڑا انعام ربی تھا جو اللہ تعالیٰ نے قریش کو عطا کیا حالانکہ اس زمانے میں پورے عرب میں کوئی بستی ایسی نہ تھی جس کے لوگ راتوں کو چین سے سو سکتے ہوں کیونکہ ہر وقت ان کو دھڑکا لگا رہتا تھا کہ کوئی غارت گر گروہ اچانک اس پر چھاپا نہ مار دے۔ کوئی قافلہ ایسا نہ تھا جو اطمینان سے سفر کر سکے کیونکہ راستے میں اس پر کسی بھی جگہ ڈاکہ پڑ سکتا تھا لیکن قریش مکہ میں بالکل محفوظ تھے نہ ان کو مکہ پر کسی دشمن کے حملے کا خطرہ تھا اور نہ ان کے قافلوں کو کوئی چھیڑتا تھا۔

اسلام میں انسانی جان کی حرمت پر اس قدر زور دیا گیا ہے کہ کسی ایک انسان کے ناحق قتل کو ساری انسانیت کا قتل قرار دیا گیا ہے، سورہ المائدہ میں فرمایا گیا ہے۔

انہ من قتل نفسا بغیر نفس او فساد فی الارض فکانما قتل الناس جمیعاً ط ومن احیاھا فکانما احیا الناس جمیعاً۔

(المائدہ آیۃ - ۳۲)

جس نے کسی انسان کو خون کے بدلے یا زمین میں فساد پھیلانے کے سوا کسی اور وجہ سے قتل کیا اس نے گویا تمام انسانوں کو قتل کر دیا اور جس نے کسی کی جان بچائی اس نے گویا تمام انسانوں کو زندگی بخش دی۔

غرض قرآن پاک کی روشنی میں یہ بات پورے یقین کے ساتھ کہی جا سکتی ہے کہ اسلامی معاشرہ کے قیام کا اہم مقصد امن وسلامتی ہے اور ساتھ ہی اہل ایمان میں باہمی اخوت اور

Marfat.com

اور محبت کا فروغ بھی ۔

محسنِ انسانیت خیر الخلائق صلی اللہ علیہ وسلم نے بنی نوع انسان اور امتِ مسلمہ کو امن و آشتی اور اخوت باہمی کی جس بلیغ انداز میں دعوت دی اور ایک بگڑے ہوئے معاشرے کو جس طرح درست کیا وعزم واستقامت اور جہد وسعی کی ایک ایمان افروز داستان ہے ۔ تفصیل کی تو یہاں گنجائش نہیں البتہ ہم اس سلسلے میں حضور کے طریق کار اور ان زریں اصولوں کا اجمالی ذکر ضرور کریں گے جن کی بدولت فتنہ وفساد اور بدامنی کی آماجگاہ بنی ہوئی سرزمینِ عرب خدا کے نور سے جگمگا اٹھی ہر طرف امن وسکون کی عطر بیز ہوائیں چلنے لگیں اور وہاں کے باشندوں نے صدیوں کے بعد سکھ چین کا سانس لیا ۔ محسن انسانیت علیہ الصلوٰۃ والسلام مخلوق خدا کے لئے خیر اور بھلائی کے سوا اور کچھ نہیں چاہتے تھے ۔ یہی وہ چیز تھی کہ اللہ تعالیٰ نے اہلِ ایمان سے مخاطب ہو کر فرمایا :

یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اسْتَجِیْبُوْا لِلّٰہِ وَلِلرَّسُوْلِ اِذَا دَعَاکُمْ لِمَا یُحْیِیْکُمْ (الانفال آیۃ : ۲۴)

یعنی اے ایمان والو! اللہ اور اس کے رسول کی پکار پر لبیک کہو ۔

جبکہ رسول تمہیں اس چیز کی طرف بلائے جو تمہیں زندگی بخشنے والی ہے ۔ اس ارشادِ خداوندی کا منشا یہ ہے کہ اللہ کے رسول نے اصلاح وہدایت کے جس کام کا آغاز کیا ہے اور تمہیں جس خدمت میں ہاتھ بٹانے کیلئے بلا رہا ہے اسی میں درحقیقت شخصی اور اجتماعی دونوں حیثیتوں سے تمہارے لئے زندگی ہے ۔ اگر سچے دل سے رسول اللہ کی پکار پر لبیک نہ کہو گے ۔ اور ان برائیوں کو جنہوں نے معاشرے کو اپنی لپیٹ میں لے رکھا ہے برداشت کرتے رہو گے تو وہ فتنہ عام برپا ہو گا جس کی آفت سے کوئی نہ بچ سکے گا خواہ تم میں سے بہت سے ایسے افراد بھی موجود ہوں جو عملاً برائی کرنے اور برائی پھیلانے کے ذمہ دار نہ ہوں بلکہ اپنی زندگی میں بھلائی ہی لئے ہوں ۔

آیئے اب دیکھیں کہ ہادی برحق صلی اللہ علیہ وسلم کی وہ زندگی بخشنے والی پکار کیا تھی جس نے نوع انسانی کے افکار وخیالات میں انقلاب عظیم برپا کر دیا ۔ یوں تو آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی پکار اخلاقِ حسنہ کے تمام شعبوں پر محیط ہے کیونکہ آپ فضائل اخلاق کی تکمیل کے لئے مبعوث ہوئے تھے ۔ لیکن امن واخوت کے حوالے سے اس پکار کے آٹھ بڑے بڑے اجزا یہ نظر آتے ہیں ۔

Marfat.com

۱۔ عقیدہ توحید
۲۔ احترامِ انسانیت اور وحدتِ نسلِ انسانی
۳۔ اتحاد و اتفاق
۴۔ رواداری
۵۔ جہاد فی سبیل اللہ
۶۔ اخوت و مساوات
۷۔ عدل و انصاف
۸۔ امن کی ضامن (حکمت عملی)

اب ان میں سے ہر عنوان پر ہم الگ گفتگو کرتے ہیں۔

۱۔ عقیدہ توحید:

آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے وقت عقیدۂ توحید قصۂ پارینہ بن چکا تھا۔ انسانوں نے خالق حقیقی کو چھوڑ کر بے شمار معبود بنا رکھے تھے وہ پہاڑوں، پتھروں، دریاؤں، درختوں جانوروں، ارواح و شیاطین، آگ، چاند سورج اور ستاروں ہی کے سامنے نہیں بلکہ کیڑوں مکوڑوں تک کے سامنے سجدہ ریز ہوتا تھا۔ اہل عرب کی جہالت اور ان کے شرک کا یہ عالم تھا کہ اگر کسی کو راستے میں چار پتھر مل جاتے تو وہ تین سے استنجا کر لیتا اور ایک کو اپنا معبود بنا لیتا (مسند دارمی) ______ غیر اللہ کی پرستش کے نتیجے میں انسان سخت ذہنی انتشار، توہم پرستی، بزدلی اور بے یقینی میں مبتلا ہو گیا تھا۔ رحمتِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو ایسے خالص اور حیات بخش عقیدۂ توحید کی تعلیم دی جس سے وہ حقیقی خالق کائنات کے سوا ہر ایک سے آزاد نڈر اور بے فکر ہو گیا۔ اس میں ایک نئی امنگ اور نئی وحدت پیدا ہوئی اس نے صرف اللہ تعالیٰ ہی کو کارسازِ حقیقی اور نفع و نقصان پہنچانے والا سمجھنا شروع کر دیا اس کو کثرت میں وحدت نظر آنے لگی وہ اپنے کو اشرف المخلوقات اور صرف اللہ تعالیٰ کا بندہ سمجھنے لگا۔ یہ گویا انسانی عظمت و شرف کا قیام تھا۔ جس سے پوری دنیا محروم ہو چکی تھی۔ یہی عقیدہ رسولوں، نبیوں، آسمانی کتابوں، فرشتوں، یومِ آخرت اور جزاء و سزا پر ایمان لانے

Marfat.com

کی اساس بنا اور نوع انسانی کو ایک نقطۂ اتحاد پر جمع کر دیا۔

۲: احترام انسانیت اور وحدتِ نسل انسانی:

(ل) رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے پہلے "احترام انسانیت" نام کی کسی چیز کا وجود دنیا میں نہ تھا۔ انسانی جان کی قدر و قیمت مکھی اور مچھر کے برابر بھی نہ تھی۔ ایک انسان کی ادنیٰ خواہش پر ہزاروں جانیں قربان کر دی جاتی تھیں۔ بتوں کے استھانوں پر انسانی گوشت اور خون کے چڑھاوے چڑھائے جاتے تھے۔ سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے بنی آدم تک یہ ارشادِ خداوندی پہنچایا کہ:

"ہم نے بنی آدم کو عزت بخشی اور ان کو جنگل اور دریا میں سواری اور پاکیزہ روزی عطا کی اور اپنی بہت سی مخلوقات پر فضیلت دی" (الاسرٰی آیۃ ۷)

آپؐ نے لوگوں کو بتایا کہ خالقِ کائنات نے انسان کو اپنا خلیفہ ٹھہرایا ہے اور انسان اس کائنات کا سب سے قابلِ احترام اور لائق محبت وجود ہے۔

صحیح بخاری میں حضرت جابر بن عبداللہ رضؓ سے روایت ہے کہ ہمارے پاس سے ایک جنازہ گزرا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس کو دیکھ کر کھڑے ہو گئے اور ہم لوگ بھی آپ کے اتباع میں کھڑے ہو گئے۔ اس پر ہم نے عرض کیا، یا رسول اللہ! یہ تو ایک یہودی کی میت تھی۔ آپؐ نے فرمایا، کیا وہ ایک فرد انسانی نہ تھا؟ اس واقعہ سے اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ حضورؐ صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک انسان کی قدر و قیمت اور اہمیت کیا تھی۔ پھر آپؐ نے لوگوں کے دل و دماغ میں یہ بات بھی بٹھا دی کہ انسان گویا خدا کا کنبہ ہیں اور اللہ کو اپنے بندوں میں سب سے زیادہ محبوب وہ ہے جو اس کے کنبہ کے ساتھ اچھا سلوک کرے اور اس کو آرام پہنچائے۔ (مشکوٰۃ بحوالہ بیہقی)۔

(ب) محسنِ انسانیت کا تیسرا بڑا احسان نوع انسانی پر یہ ہے کہ آپؐ نے اس کو وحدتِ انسانی کا مستحکم بالشان تصور دیا جس نے وطنیت، قومیت عصبیت اور لسانیت وغیرہ کے بتوں کو پاش پاش کر دیا اور عالمگیر امن و آشتی کی عمارت کے لئے بنیاد فراہم کر دی۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں ارشاد فرمایا ہے۔

Marfat.com

یٰاَیُّهَا النَّاسُ اِنَّا خَلَقْنٰکُمْ مِّنْ ذَکَرٍ وَّاُنْثٰی وَجَعَلْنٰکُمْ شُعُوْبًا وَّقَبَآئِلَ لِتَعَارَفُوْا ؕ اِنَّ اَکْرَمَکُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰکُمْ

(الحجرات آیۃ ۔ ۱۳)

"لوگو ہم نے تم کو ایک مرد اور ایک عورت سے پیدا کیا اور تم کو قوموں اور قبیلوں میں تقسیم کیا تاکہ تم ایک دوسرے کو پہچان سکو ۔ اللہ کے نزدیک تم میں عزت والا وہ ہے جو زیادہ پرہیزگار ہے "

رسول رحمت صلی اللہ علیہ وسلم نے حجۃ الوداع کے تاریخ ساز موقع پر اس ارشادِ خداوندی کی توضیح یوں فرمائی کہ :۔

" لوگو! تمہارا پروردگار ایک ہے اور تمہارا باپ بھی ایک ہے تم سب آدم کی اولاد ہو اور آدم مٹی سے بنے تھے ۔ کسی عرب کو عجمی پر کسی عجمی کو عرب پر کسی گورے کو کالے پر اور کسی کالے کو گورے پر کوئی فضیلت نہیں ہے ۔ بجز تقویٰ (پرہیزگاری) کے تم میں زیادہ عزت و کرامت والا خدا کی نظروں میں وہی ہے جو خدا سے ڈرنے والا ہے۔"

تاریخ کے اوراق کھنگالیں تو معلوم ہوگا کہ رنگ، نسل، زبان، وطنیت اور قومیت کی بناپر دوسروں پر اپنی بڑائی جتانا یا دوسروں کو نفرت کی نگاہ سے دیکھنا، ایسا فتنہ عظیم ہے جو بارہا ہولناک جنگوں اور کشت و خون کا باعث ہوا ہے ۔ رحمتِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے وحدتِ انسانی کا تصور پیش فرماکر اس فتنے کی جڑ کاٹ کر رکھدی ۔ یہ نظریہ گویا ایک پربہار اور تناور درخت ہے ۔ جس کے سائے کے نیچے انسان کو امن و سکون حاصل ہوسکتا ہے اور وہ اشتراکِ عمل اور تعاون باہمی کے اصول پر انسانیت کی تعمیرِ نو کا کام انجام دے سکتا ہے ۔ آنحضور ؐ نے عصبیت کے مکروہ صورت بت کو یہ فرماکر ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالا کہ :۔

" وہ شخص ہم میں سے نہیں جو عصبیت کی دعوت دے

اور وہ بھی ہم میں سے نہیں جو عصبیت پر جنگ کرے

اور وہ بھی ہم میں سے نہیں جس کی موت عصبیت پر واقع ہو " (مشکوٰۃ)

کسی نے عرض کیا ۔ یارسول اللہ عصبیت کیا چیز ہے ؟ فرمایا! عصبیت یہ ہے کہ تم ظلم پر اپنی قوم کی ناجائز مدد کرو " (مشکوٰۃ باب المفاخر)

Marfat.com

ایک اور حدیث میں رسولِ اکرمؐ کا یہ ارشاد نقل کیا گیا ہے کہ جو شخص اپنی قوم کی ناحق اور ناروا بات پر مدد کرتا ہے وہ اُس اونٹ جیسا ہے جو اونچی جگہ سے (کنوئیں میں) گر کر ہلاک ہو جاتا ہے اور پھر دُم پکڑ کر اس کو کھینچا جاتا ہے۔ (ابوداؤد عن عبداللہؓ بن مسعود)

۳۔ اتحاد و اتفاق:

کسی بھی ملک یا قوم میں تشتت و افتراق امن کا سب سے بڑا دشمن اور اتحاد و اتفاق امن کا سب سے بڑا ضامن ہے۔ سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں کو اتحاد و اتفاق سے رہنے کی بے حد تاکید فرمائی۔ آپؐ نے ساری دنیا کے مسلمانوں کو ایک جسم قرار دیا اور فرمایا کہ آپس کی ہمدردی، محبت اور شفقت میں مومنین جسم انسانی کی مانند ہیں۔ جب ایک عضو بیمار ہوتا ہے تو باقی اعضائے بدن بھی اس کے شریک حال ہو جاتے ہیں۔
(صحیح بخاری و مسلم)

اس سلسلے میں رحمت عالمؐ کے کچھ اور ارشادات ملاحظہ ہوں۔

- مؤمن دوسرے مومن کے حق میں عمارت کی مانند ہے جس کے بعض حصّے دوسرے حصوں کی مضبوطی اور تقویت کا باعث ہے (بخاری و مسلم)
- خدا کی قسم تم میں سے کوئی شخص اس وقت تک مؤمن نہیں ہو سکتا جب تک وہ اپنے مسلمان بھائی کیلئے وہی بات پسند نہ کرے جو وہ اپنے لئے کرتا ہے۔
(بخاری و مسلم)
- مسلمان بھائی کی خیر خواہی کرنا دین (کی اصل) ہے۔ (ترمذی)
- مسلمان مسلمان کا بھائی ہے اس پر ظلم نہ کرے اسے نقصان نہ پہنچنے دو۔ جو شخص اپنے مسلمان بھائی کی حاجت روائی کی کوشش کرتا ہے اللہ تعالیٰ اُس کا حاجت روا بن جاتا ہے اور جو شخص کسی مسلمان کی مصیبت اور پریشانی دور کرے اللہ تعالیٰ قیامت کے مصائب اور غموں میں سے اس کا کوئی بڑا غم دور کر دے گا۔ اور جو شخص کسی مسلمان کا عیب ڈھانکے اللہ قیامت کے دن اس کی عیب پوشی کریگا (بخاری و مسلم)
- مسلمان اپنے مسلمان بھائی کا آئینہ ہے اور مومن مومن کا بھائی ہے اسے نقصان سے بچاتا ہے۔ اس کے حقوق کی غائبانہ حفاظت کرتا ہے (ابوداؤد - ترمذی)

Marfat.com

اگر مسلمان کے دو فریقوں میں کسی بات پر نزاع کی صورت پیدا ہو جائے تو آپؐ نے ان میں عدل سے صلح کرا دینے کو صدقہ قرار دیا ہے (صحیحین)

حضورؐ نے ایک دفعہ صحابہؓ سے فرمایا، کیا میں تمہیں ایسا عمل بتاؤں جو روزے نماز اور زکوٰۃ سے بھی افضل ہے صحابہ نے عرض کیا، ہاں یا رسول اللہؐ۔ فرمایا وہ عمل لوگوں میں مصالحت کرا دینا ہے اور ان میں فساد ڈالنا دین کے مونڈنے والی حرکت ہے (ترمذی و ابو داؤد)

آنحضورؐ مسلمانوں کے باہمی تنازعات کا سختی سے محاسبہ فرمایا کرتے تھے۔ ان کو ایک دوسرے سے الجھنے کی ممانعت فرماتے تھے اگر باز نہ آتے تو بزور روک دیتے یا فریقین میں مصالحت کرا دیتے۔

حضورؐ کو اختلاف و تفرقہ سے سخت نفرت تھی اور کفر و شرک کے بعد مسلمانوں میں تفرقہ ڈالنے کو آپ سب سے بڑا جرم اور گناہ سمجھتے تھے۔ چنانچہ کئی احادیث میں آپ نے مسلمانوں میں پھوٹ اور تفرقہ ڈالنے والے شخص کو بڑی سے بڑی سزا کا مستوجب ٹھہرایا ہے۔ (مسلم، نسائی، ابو داؤد)

تاریخ شاہد ہے کہ دنیا کی ہر وہ قوم جس نے اتحاد و اتفاق کو ترک کر دیا اور تشتت و افتراق میں مبتلا ہو گئی، بہت جلد تباہ ہو گئی ——— اسی لئے حضورؐ لوگوں کو تلقین فرمایا کرتے تھے کہ آپس میں اختلاف نہ کیا کرو۔ تم سے پہلے لوگ اختلاف (نا اتفاقی) ہی کی وجہ سے تباہ ہوئے (صحیح بخاری)۔

۴: رواداری:

انسانی رواداری قیامِ امن کا ایک زبردست عنصر ہے جبکہ تنگ نظری اور تعصب فتنہ و فساد اور انتشار و بگاڑ کی سب سے بڑی وجہ ہے۔ قرآن پاک نے جہاں یہ اعلان فرمایا:۔

ان الدین عند اللّٰہ الاسلام (آل عمران آیۃ: ۱۹)

درحقیقت دین اللہ کے نزدیک اسلام ہی ہے۔

وہاں یہ بھی واضح فرما دیا:۔

Marfat.com

لَآ اِکْرَاہَ فِی الدِّیْنِ

دین میں کوئی زور زبردستی نہیں ہے ۔

یہی وہ بھی رواداری ہے جو اسلام کے بنیادی مقاصد میں سے ہے اور باہمی حسد، طبقاتی جنگ قومی پیکار اور مذہبی تعصب سے انسان کو نجات دلاکر دنیا میں امن قائم کرسکتی ہے سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے رواداری پر اس قدر زور دیا کہ اس سے روگردانی کرنیوالے کو اپنی جماعت سے خارج قرار دیا ۔ (مشکوٰۃ المصابیح باب الجنائز)

آپؐ نے مملکت کے تمام مسلم و غیر مسلم باشندوں کو رنگ، نسل، وطن یا دنیوی حیثیت کے بغیر وہ تمام بنیادی حقوق عطا کئے جو قرآن پاک نے متعین کئے ہیں مثلاً جان و مال، عزت و آبرو اور نجی زندگی کا تحفظ، مذہبی دلآزاری سے تحفظ عبادت گاہوں کا تحفظ، عقیدہ کی آزادی کا حق، حاجتمندوں اور معذوروں کیلئے وسائل ریاست سے متمتع ہونے کا حق ۔

اگر کسی بھی غیر مسلم کو کسی مسلمان سے تکلیف پہنچی تو حضورؐ نے اس کا سختی سے محاسبہ فرمایا ۔ عسکری مہمات میں فوج کو سختی سے حکم دیا کہ لڑائی میں مذہبی پیشواؤں عبادت گاہوں کے ملازموں اور تارک الدنیا راہبوں سے کوئی تعرض نہ کیا جائے یہی اسلامی رواداری تھی جس نے فتنہ فساد کے سوتے خشک کردیے اور بالواسطہ طور پر قیام امن کا ایک مؤثر ذریعہ ثابت ہوئی ۔

۵ جہاد فی سبیل اللہ :

جہاد فی سبیل اللہ کا مطلب ہے وہ محنت اور کوشش جو اللہ کی راہ میں دین حق کی سربلندی اور استحکام کیلئے کی جائے اس میں مال جان اور اولاد ہر چیز کی قربانی شامل ہے مستشرقین نے جہاد کی جو تشریح و تعبیر کی ہے وہ یہ ہے کہ مذہبی دیوانوں (FANATICS) کا ایک مسلح گروہ غیر مسلموں پر پل پڑتا ہے اور تلوار کے زور سے ان کو حلقۂ بگوش اسلام ہونے پر مجبور کرتا ہے ۔ یہ تعبیر و تشریح بالکل غلط اور گمراہ کن ہے ۔ جہاد فی سبیل اللہ فساد کے لئے نہیں بلکہ اصلاح اور قیام امن کیلئے ہوتا ہے ۔ اس کی حدود اللہ اور رسول نے مقرر فرمادیے ہیں ان سے تجاوز کسی صورت میں جائز نہیں ۔ جہاد فی سبیل اللہ، ظالموں اور

Marfat.com

مفسدوں کیلئے قہرِ الٰہی اور انسانیت کیلئے رحمت و برکت ہے۔ یہ دنیاوی بادشاہوں حاکموں اور قوموں کی خونریز جنگوں کی طرح نہیں جو صرف ملک گیری یا زر و مال حاصل کرنے کیلئے لڑی جاتی ہیں اور جن میں بد عہدی، عورتوں اور بچوں وغیرہ کا قتل اور ہر بڑے سے بڑا ظلم روا رکھا جاتا ہے لیکن اسلامی جہاد میں ایسی سب باتیں ممنوع ہیں۔ مسلمانوں کو تلوار اٹھانے کی اجازت صرف مندرجہ ذیل صورتوں میں ہے:

۱۔ ملک و ملت کے دفاع اور حفاظت کیلئے جب دشمن حملہ آور ہو یا حملہ آور ہونے کی تیاری کر رہا ہو۔

۲۔ فتنہ و فساد اور سرکشی کو ختم کرنے کیلئے۔

۳۔ ظلم و استبداد کے استیصال کیلئے

۴۔ ضعیفوں اور مظلوموں کی مدد کے لئے۔

اس طرح جہاد فی سبیل اللہ ایک افضل ترین عبادت اور مخلوق خدا کو فتنہ و فساد کے چنگل سے نکال کر امن کی نعمت سے بہرہ ور کرنے کا ایک موثر ذریعہ بن گیا۔ قرآن پاک اور احادیث نبوی میں جہاد فی سبیل اللہ کے بے شمار فضائل بیان ہوئے ہیں۔ حضور صحابہ کو جہاد فی سبیل اللہ کیلئے ہر وقت تیار رہنے کی تلقین فرماتے رہتے تھے اور اعلانِ جہاد کے بعد اس میں حصہ لینا آپ نے ہر مسلمان کیلئے دینی فریضہ قرار دیا تھا۔ حضور نے ہر مسلمان کے دل میں جہاد فی سبیل اللہ میں حصہ لینے کی ایسی تڑپ پیدا کر دی تھی کہ وہ اس میں شامل ہونے کو اپنی خوش بختی اور عدم شمولیت کو بہت بڑی محرومی سمجھتا تھا۔ یہ مجاہدین کا جذبۂ صادق ہی تھا کہ فتح مکہ اور غزوۂ حنین (۸ ہجری) کے بعد سارے عرب نے آستانۂ اسلام کے سامنے سر جھکا دیا اور امن و امان کی یہ کیفیت ہوئی کہ ایک محمل نشین خاتون تنہا (بیسیوں میل دور واقع سرحدی شہر) حیرہ سے مکہ آکر کعبہ کا طواف کرتی ہے اور پھر اسی طرح وطن کو مراجعت کرتی ہے لیکن کسی کو اس کی طرف آنکھ اٹھا کر بھی دیکھنے کی جرأت نہیں ہوتی۔ یہ وہی عرب تھا جہاں کسی قافلے کیلئے چند میل کا سفر بھی امن و سلامتی کے ساتھ طے کرنا امرِ محال تھا۔

۶۔ **اخوت و مساوات:** (۱) اخوت اور مساوات دو ایسے اوصاف ہیں کہ اگر ان

Marfat.com

کو اپنا لیا جائے تو معاشرے میں فتنہ و فساد کو سر اٹھانے کا موقع ہی نہیں مل سکتا۔ خدمت خلق، ایثار و کرم، مہمان نوازی اور انکسار و تواضع بھی اخوت و مساوات ہی کی نشانیاں ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں فرمایا ہے۔

انما المؤمنون اخوۃ"

بے شک مومن تو آپس میں بھائی بھائی ہیں۔

رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے تمام مسلمانوں کو حقیقی معنوں میں رشتہ اخوت میں پرو دیا اور ان کی باہمی عداوتوں کا خاتمہ کر کے دشمنان حق کے مقابلے میں سیسہ پلائی ہوئی دیوار بنا دیا۔ ایک مرتبہ آپؐ نے مسلمانوں سے فرمایا، اپنے بھائی کی مدد کرو خواہ وہ ظالم ہو یا مظلوم ایک شخص نے عرض کیا، یا رسول اللہ! میں مظلوم کی مدد تو بے شک کر دوں لیکن جب وہ ظالم ہے تو اس کی مدد کیسے کروں — آپؐ نے فرمایا، اس کو ظلم سے روک دو یہی اس کی مدد ہے (بخاری و مسلم)

یوں تو حضورؐ نے پہلے مکہ میں اور پھر ہجرت کے بعد مدینہ میں مسلمانوں کے مابین ایک مخصوص قسم کا عقد مواخات قائم کرا دیا تھا لیکن فی الحقیقت آپ نے تمام مسلمانوں میں ایسا جذبہ اخوت پیدا کر دیا تھا کہ وہ ایک دوسرے پر جان چھڑکتے تھے۔ مسلمانوں کی اخوت باہمی کی آپؐ کے نزدیک کیا اہمیت تھی، اس کا اندازہ آپؐ کے ان ارشادات سے کیا جا سکتا ہے۔

* مسلمان وہ ہے جس کی زبان اور جس کے ہاتھ سے دوسرے مسلمان محفوظ رہیں (صحیحین)
* اللہ تعالیٰ قیامت کے دن فرمائے گا کہاں ہیں وہ لوگ جو باہم محبت رکھتے تھے۔ مجھے اپنے جلال کی قسم ہے انہیں میں آج اپنے سایہ میں جگہ دوں گا اور آج میرے سایہ کے سوا کوئی سایہ نہیں (صحیح مسلم)
* ایک دوسرے سے حسد مت کرو اور تناجش مت کرو (تناجش کا مطلب ہے کہ بازار میں کوئی چیز بکتی ہو اور کوئی اس کو خریدتا ہو تو دوسرا خریدنے کی نیت کے بغیر اس کی قیمت بڑھائے) اور ایک دوسرے سے بغض مت رکھو اور ایک دوسرے سے اعراض نہ کرو (حقارت سے منہ نہ پھیرو) اور تم میں سے کوئی دوسرے کے سودے پر سودا مت کرے۔ اللہ کے بندو ایک دوسرے کے بھائی بن جاؤ۔ مسلمان مسلمان کا بھائی ہے نہ اس پر ظلم کرے نہ ترک مدد کرے اور نہ اس کو حقیر جانے، آدمی کیلئے

Marfat.com

یہی برائی کافی ہے کہ مسلمان بھائی سے حقارت کرے ۔ ہر چیز مسلمان کی مسلمان پر حرام ہے اس کا خون، اس کا مال اور اس کی عزت (یعنی کسی مسلمان کو قتل کرنا یا اس کا مال غصب کرنا یا اس کی عزت کے درپے ہونا۔ (صحیح مسلم)

حجتہ الوداع کے خطبہ میں آپؐ نے فرمایا، سارے مسلمان بھائی ہیں اور تم سب ایک امت ہو ۔ تمہارے خون مال اور عزتیں ایک دوسرے پر ہمیشہ کیلئے حرام کر دی گئی ہیں میرے بعد گمراہ نہ ہو جانا کہ آپس میں کشت و خون کرنے لگو۔

(ب) انسانی معاشرے میں شدید قسم کی معاشی عدم مساوات، ذات پات کی تمیز، حسب و نسب پر گھمنڈ اور ایسی ہی دوسری چیزیں طبقاتی کشمکش اور بدامنی کا باعث بنتی ہیں ۔ رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے بنی نوع انسان کو مساوات کا ایسا اعلیٰ اور پاکیزہ تصور دیا کہ دنیا کی تاریخ میں اس کی مثال نہیں ملتی ۔ دربار رسالت میں امیر و غریب، آقا اور غلام، عربی اور عجمی گورے اور کالے سب یکساں تھے اور تمام مسلمانوں کے حقوق رنگ نسل زبان اور وطن کے امتیاز کے بغیر برابر تھے اگر کسی کو فضیلت حاصل تھی تو وہ صرف تقویٰ کی بنا پر تھی ۔ خاندان کا غرور اور دوسروں کے نسب پر طعن کرنا آپؐ کے نزدیک عہد جاہلیت کی نشانیاں تھیں ۔ (صحیح مسلم)

آپؐ نے قریش کا غرور نسب اس طرح مٹایا کہ اپنی پھوپھی کی بیٹی حضرت زینبؓ بنت جحش کا نکاح اپنے آزاد کردہ غلام حضرت زیدؓ بن حارثہ سے کر دیا اور اپنی بنت عم ضباعہ بنت زبیر بن عبدالمطلب کو غریب الوطن صحابی حضرت مقدادؓ بن الاسود کندی سے بیاہ دیا دینی اور دنیوی تمام امور میں آپؐ دوسروں کے ساتھ شانہ بشانہ ہو کر کام کرتے تھے اور یہ کبھی پسند نہ فرماتے تھے کہ دوسرے کام کرتے رہیں اور آپؐ بیٹھے رہیں ۔ مسجد نبویؐ کی تعمیر ہو یا خندق کی کھدائی دکھ ہو یا سکھ، سفر ہو یا حضر آپؐ ہر حال میں صحابہ کے ساتھ شریک رہتے تھے حد یہ کہ غزوۂ تبوک کے موقع پر جب کہ تیس ہزار جان نثار آپؐ کے ہم رکاب تھے حضرت عبداللہ ذوالبجادینؓ نے وفات پائی تو آپؐ نے حضرت ابوبکر صدیقؓ اور حضرت عمر فاروقؓ کے ساتھ مل کر خود ان کی قبر کھودی اور تدفین کی (سیرۃ ابن ہشام)

آپؐ کی مساوات پسندی اور انکسار و تواضع کے بے شمار واقعات کتب سیر میں ملتے ہیں ان کو پڑھ کر معلوم ہوتا ہے کہ محبوب خلائق سربراہ مملکت ہونے کے باوجود آپ نے مساوات کا جو نمونہ پیش کیا دنیا کی کسی قوم کی تاریخ میں اس کی نظیر نہیں ملتی ۔ معاشی عدم

Marfat.com

مساوات کے اثرات آپؐ نے اس طرح زائل کیے کہ زکوٰۃ صدقات اور حقوق العباد کی ادائیگی کا ہمہ گیر نظام قائم فرمایا۔ جس کے نتیجے میں ایک دن وہ وقت آیا کہ زکوٰۃ اور خیرات لینے والے مشکل سے ملتے تھے۔

۔۔ عدل وانصاف:

عدل وانصاف کسی بھی معاشرے اور حکومت میں ریڑھ کی ہڈی کی حیثیت رکھتا ہے جس معاشرے میں عدل وانصاف کا فقدان ہو وہ فتنہ وفساد اور بدامنی کی آماجگاہ بن جاتا ہے۔

اسلام دین فطرت ہونے کے اعتبار سے عدل وانصاف پر غیر معمولی زور دیتا ہے۔ چنانچہ رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے عدل وانصاف کو معراج کمال پر پہنچا دیا۔ آپؐ کا عدل اپنے بیگانے دوست دشمن امیر غریب مسلم اور غیر مسلم سب کیلئے یکساں اور بلا امتیاز تھا۔ آپ کی سیرت طیبہ میں متعدد ایسے واقعات ملتے ہیں کہ آپ کے پاس کوئی مقدمہ لایا گیا جس میں ایک فریق مسلم اور دوسرا غیر مسلم تھا۔

آپؐ نے شہادتیں سننے کے بعد غیر مسلم کے حق میں فیصلہ صادر فرمایا

اسی طرح جب تک کسی کے خلاف کامل ثبوت نہ مل جائے آپ حد جاری نہیں فرماتے تھے اور پھر جب کامل ثبوت مل جائے تو پھر اجرائے حد میں آپ نہ کسی کی سفارش مانتے تھے اور نہ کسی رو رعایت سے کام لیتے تھے۔ صحیح بخاری میں ہے کہ فتح مکہ کے موقع پر بنو مخزوم کی ایک خاتون فاطمہ بنت اسود سے چوری کی لغزش سرزد ہوگئی اور وہ پکڑی گئیں بنو مخزوم کے لوگ محبوب رسول حضرت اسامہ بن زیدؓ کے پاس گئے اور ان سے درخواست کی وہ حضورؐ سے اس خاتون کیلئے سفارش کریں۔ حضرت اسامہؓ نے حضورؐ سے التجا کی کہ اس خاتون سے رعایت فرمائیں تو آپؐ کے روئے انور پر ناگواری کے آثار نمودار ہوئے اور آپؐ نے فرمایا! کیا تم مجھ سے اللہ کی قائم کی ہوئی حدود کے بارے میں گفتگو کرتے ہو؟ حضرت اسامہؓ لرز اٹھے اور عرض کی! یارسول اللہ! میرے لئے اللہ سے مغفرت طلب فرمائیں ——— شام ہوئی تو حضورؐ خطبہ دینے کیلئے کھڑے ہوئے اور فرمایا:۔

"پہلے لوگ اس وجہ سے ہلاک ہوئے کہ جب ان میں سے کوئی معزز (یا امیر) آدمی چوری کرتا تو اس کو چھوڑ دیتے اور جب ان میں سے کوئی کمزور (معمولی) آدمی چوری کرتا تو اس پر حد قائم کرتے۔ قسم اس ذات کی جس کے قبضے میں محمدؐ کی جان ہے اگر فاطمہ بنت محمدؐ بھی

Marfat.com

بجوری کرتی تو میں اس کا ہاتھ کاٹ دیتا۔ اس واقعہ سے حضورؐ کے معیارِ عدل کا اندازہ کیا جا سکتا ہے۔

امن کی ضامن حکمت عملی

مدنی زندگی میں سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کو سربراہ مملکت کی حیثیت بھی حاصل ہو گئی تھی گویا آپ بیک وقت اللہ کے آخری رسول بھی تھے اور ایک وسیع و عریض مملکت کے ہمہ مقتدر اور محبوب خلائق سربراہ بھی۔ لیکن یہ سربراہی دنیا کے دوسرے بادشاہوں جیسی نہیں تھی بلکہ تخت و تاج، خدم و حشم، کروفر، قصر و ایوان مال و دولت، حاجب و دربان اور پولیس و دفتر سے یکسر بے نیاز تھی اور اس سربراہ کی حکومت "سید القوم خادمھم" کے اصول کی آئینہ دار تھی۔ آنحضورؐ نے تبلیغ حق، تزکیہ نفوس اصلاح معاشرہ اور تعمیر سیرت و کردار کے ساتھ ساتھ اسلامی مملکت کی داخلی اور خارجی حکمت عملی (POLICY) کی تشکیل جن خطوط پر فرمائی وہ نہ صرف ایک مثالی حکومت کے عکاس تھے بلکہ قیام امن کے بھی ضامن تھے ان خطوط کا ایک مختصر سا خاکہ یوں کھینچا جا سکتا ہے کہ:

۱۔ آپؐ نے غیر مسلموں سے صلح و امن کے بکثرت معاہدے کئے اور ہمیشہ صلح کو جنگ پر ترجیح دی۔ ہجرت کے بعد آپ نے سب سے پہلے یہود مدینہ کے ساتھ امن و صلح اور باہمی تعاون کا معاہدہ کیا جس نے میثاقِ مدینہ کے نام سے شہرت پائی اس میں آپؐ نے یہودیوں کو مکمل مذہبی آزادی دی اور شہری و ثقافتی معاملات میں ان کو مسلمانوں کے برابر حقوق دیئے ۷ھ میں خیبر، فدک وادی القریٰ اور تیماء کے یہودیوں سے صلح و امن کے معاہدے ہوئے ۸ھ میں قریش مکہ کے ساتھ دس سال کیلئے صلح و امن کا معاہدہ ہوا جو تاریخ میں صلح نامہ حدیبیہ کے نام سے مشہور ہوا۔ ۹ھ میں نجران، دومۃ الجندل، ایلہ، مقنہ، جربا، اذرح بحرین اور یمن کے عیسائیوں اور یہودیوں کے ساتھ امن و صلح کے معاہدے ہوئے۔ اسی سال بحرین کے مجوسیوں کو معمولی جزیہ کے عوض ہر قسم کے حقوق دیئے گئے۔ عرب کے متعدد قبائل سے بھی حضورؐ نے دوستانہ تعلقات قائم کئے اگر کبھی اپنی مدافعت یا فتنہ و فساد کے استیصال کیلئے تلوار اٹھانا ناگزیر ہو گیا تو بھی آپؐ نے کوشش کی کہ جانی نقصان کم سے کم ہو

Marfat.com

عہدِ رسالت کے تمام غزوات و سرایا کی تعداد ۸۲ ہے ان سب میں مجموعی طور پر ۱۰۱۸ آدمی کام آئے گویا مقتولین کا اوسط ۱۱/۵ فی لڑائی ہے جبکہ حضورؐ کی ہجرت سے وفات تک، دو سو چھہتر مربع میل روزانہ کی اوسط سے عرب کا علاقہ اسلام کے دامنِ رحمت سے وابستہ ہوا (جلد دوم رحمۃ للعالمین قاضی سلمان، منصور پوری) فی الحقیقت آپ کی داخلی حکمتِ عملی سراسر امن و صلح پر مبنی تھی اور اس کا مقصد کسی علاقے پر طاقت کے بل پر قبضہ جمانا نہ تھا اس حکمت عملی نے تمام اہل عرب کو بالعموم اور مسلمان کو بالخصوص رشتۂ اتحاد میں پرو دیا اور ملک سے بدامنی کا خاتمہ ہو گیا۔

۲۔ حضور کی خارجہ حکمت عملی کے نمایاں پہلو یہ تھے۔

ا۔ آپؐ نے عرب کی سرحدوں کو بیرونی خطرات سے محفوظ کر دیا اور یمن عمان اور بحرین کو (جو فی الحقیقت عرب کے حصے تھے) مجوسی ایران کے پنجے سے نجات دلائی۔

ب۔ پڑوسی ممالک (حبشہ، ایران، روم اور مصر) کے بادشاہوں کو خطوط لکھ کر اسلام کی دعوت دی اور کسی قسم کی دھمکی دینے کی بجائے ان کو بتایا کہ اگر انہوں نے امن (سلامتی) کی یہ دعوت قبول نہ کی تو اپنی رعیت کا وبال انہی کی گردن پر ہوگا۔

ج۔ بیرونی دشمن کو اپنے ملک میں گھسنے کا موقع دینے کے بجائے آگے بڑھ کر سرحدوں پر اس کا مقابلہ کرنے کا طریقہ اختیار کیا۔ تبوک کا پرمشقت سفر اسی سلسلے میں پیش آیا (۹ھ)

د۔ سفیروں کی جان کے تحفظ کو اپنی حکومت کا اصول قرار دیا اسی طرح اسیرانِ جنگ سے بہترین سلوک اپنی حکومت کا شعار قرار دیا۔ لڑائیوں میں اپنی فوج کو باغ اور کھیت اجاڑنے، لوٹ مار کرنے کی، بوڑھے، بچے، عورت، مذہبی پیشوا، راہب اور معذور کو قتل کرنے کی سختی سے ممانعت کر دی۔

اوپر کی سطور سے بخوبی اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ سرورِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کس زندگی بخشنے والی چیز کی دعوت دیتے تھے، اسلام (سلامتی) کی، ایمان (امن) کی اور اخوت، بھائی چارے، ہمدردی اور پیار و محبت کی لگن مبارک ہیں جنہوں نے اس

Marfat.com

زوال و ادبار کے عفریت نے انہیں اپنے پنجوں میں جکڑ لیا حتی یہ کہ جب تک رسول رحمت کی دعوت اور پکار پر لبیک نہ کہا جائے گا۔ دنیا کا یہ انتشار اور ہولناک اضطراب کبھی دور نہیں ہو سکتا۔ دنیا کے درد کا مداوا اسی دعوت پر لبیک کہنے ہی سے ہو سکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو ایسا کرنے کی توفیق دے آمین ثم آمین۔

مآخذ و مراجع

۱۔ قرآن حکیم

۲۔ صحاح ستہ

۳۔ تفہیم القرآن سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ

۴۔ سیرۃ ابن ہشام

۵۔ رحمۃ للعالمین جلد دوم۔ قاضی محمد سلیمان سلمان منصور پوری

۶۔ رسول رحمت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی

۷۔ مشکوٰۃ شریف شیخ ولی الدین محمد خطیب عمری

۸۔ سیرۃ النبی (جلد دوم) شبلی نعمانیؒ۔

Marfat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

دعوت امن واخوت کا تبلیغی پہلو اور ذرائع ابلاغ سیرت طیبہ کی روشنی میں

ڈاکٹر شمس الدین کراچی

تبلیغ وابلاغ اور دعوت امن اخوت :

تبلیغ اور ابلاغ کے لفظی معنی پہنچانے کے ہیں اور اسلامی اصطلاح میں اس کے معنی یہ ہیں کہ جس چیز کو اچھا سمجھتے ہیں اس کی خوبی اور اچھائی کو دوسرے لوگوں تک پہنچائیں اور انہیں اس نیکی کی جانب راغب کرنے کی تلقین کریں ۔ قرآن مجید میں تبلیغ کا ہم معنی لفظ دعوۃ ہے جس کے معنی بلانے اور پکارنے کے ہیں ۔ اسلام ایک ایسا مذہب ہے جس نے تبلیغ کی اہمیت کو سمجھا اور اس سے متعلق کھلے احکامات دیئے اور آنحضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی زندگی میں اس کی عملی مثالیں پیش کیں ۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دنیا کی تمام قوموں کو برابری اور مساوات کی ایک ہی سطح پر لاکر کھڑا کیا اور اللہ تعالیٰ کے پیغام کو سب کیلئے برابر اور یکساں قرار دیا ۔ چنانچہ رسول نے تبلیغ کیلئے قریشی وغیر قریشی عربی وعجمی ، حجازی یمنی رومی وسندی کی تخصیص نہیں فرمائی بلکہ دنیا کی ہر قوم ، ہر زبان اور ہر گوشہ میں پیغام الٰہی پہنچانا قرار دیا ۔ حکم خداوندی ہوا ۔" اے چادر پوش ! اٹھئے لوگوں کو ڈرایئے اور اپنے پروردگار

Marfat.com

کی بڑائی بیان کیجئے "[11] اور یہ کہ "جو آپ کی طرف اتارا گیا اس کو اوروں تک پہنچایئے (بلغ ما انزل الیک) ۔ لوگوں کو دعوت دینا ۔ نصیحت کرکے پیغام خداوندی دینا تبلیغ ہے ۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علیؓ سے فرمایا کہ اے علی ! تمہاری کوشش سے ایک آدمی کا بھی دین حق کو قبول کرلینا دنیا کی بڑی سے بڑی دولت سے بھی بڑھ کر ہے ۔[12] (صحیح مسلم باب خیبر) ۔

قرآن پاک میں پیغام الٰہی کو بندوں تک پہنچانے کی ذمہ داری رسولوں پر اس طرح رکھی گئی " اے خدا کے پیغام پہنچانے والے تیرے پروردگار کے پاس جو کچھ تیری طرف اترا ہے اس کو پہنچا دے اگر تو نے ایسا نہیں کیا تو نے خدا کا پیغام نہیں پہنچایا اور تجھ کو خدا لوگوں سے بچائے گا ۔[13]

اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ ہر رسول علیہ السلام کو زندگی میں دو کام سونپے گئے کہ وہ بذریعہ وحی اللہ کا پیغام وصول کرے اور پھر اس پیغام کو اپنے زمانے کے اشاعت کے تمام مروجہ ذریعے استعمال میں لاکر اللہ کی مخلوق تک پہنچائے ۔ اس سے یہ بھی اخذ کیا جاسکتا ہے کہ اللہ کے پیغام کو فرشتے کے ذریعے براہ راست وصول کرنا نبوت ہے ۔ اور اس پیغام کو بندوں تک پہنچانا تبلیغ ہے ۔ ارشاد ہوا کہ " اور ہم نے تم کو تمام انسانوں کیلئے خوش خبری سنانے والا اور ہشیار کرنے والا بنا کر بھیجا[14]

وما ارسلنٰک الا کافۃ للناس بشیراً ونذیراً [15]

اور اس کے بعد خود رسول اللہ نے فرمایا " اے لوگو میں تم سب کی طرف خدا کا پیغام دے کر بھیجا گیا ہوں " (قل یاایھا الناس انی رسول اللہ الیکم جمیعا) پیغام الٰہی کی وسعت کا اندازہ اس آیت سے کیا جاسکتا ہے کہ " یہ قرآن تمام انسانوں کے لئے پیغام ہے ۔[16] (ھذا بلاغ للناس ابراہیم) گویا نبی کی ذات داعی و مبلغ دونوں کی حیثیتیں جمع رہی ہیں اور رسول کے امتی کو بھی تبلیغ میں شریک کیا گیا کیونکہ جب نبوت کا سلسلہ ختم ہوگیا ۔ تو ہر امتی کیلئے نیکی اور اچھائی کا پیغام پہنچانے کے وظیفے کی انجام دہی کو لازم ٹھہرایا گیا ۔ لوگوں کو سچائی کے قبول کرنے کی دعوت دینا بنیادی اصول تبلیغ ہے ۔ اپنے پروردگار کی طرف لوگوں کو دانائی اور عمدہ نصیحت کے ذریعے سے بلا اور ان سے مناظرہ خوش آئند طریق سے کر (ادع الی سبیل ربک بالحکمۃ والموعظۃ) ۔

Marfat.com

رسول اللہ کے پیروؤں کو پیغام الٰہی لوگوں تک پہنچانے اور ان کو قبول حق کی دعوت دینے کا فریضہ سونپا گیا۔

اللہ کے پیغام کے ذریعے انسان نیکوں کی طرف راغب اور نیکیوں کو "معروف" برائیوں سے اجتناب کرتا ہے۔ جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہ پیغام دنیا کے کسی بھی گوشے میں آباد اور کسی بھی عہد میں زندگی بسر کرنے والے انسان کیلئے ہے خواہ وہ مسلمان ہو یا غیر مسلم، پڑھا لکھا ہو یا ان پڑھ انسانی فطرت میں نیکی اور بدی کا ایک مشترکہ شعور موجود ہوتا ہے۔ عقل، احسان، تحمل بردباری، دیانت محنت، شجاعت، پاکیزگی اور صداقت اور عمل ہر معاشرے میں اچھے اقدار سمجھے جاتے ہیں اور ظلم وزیادتی، بے صبری چھچھورپن، بغاوت، بے ایمانی، خیانت، عداوت اور جھوٹ کو ممنوعات میں شمار کیا جاتا ہے۔ تمام اچھے اقدار اسلامی اقدار سمجھے جاتے ہیں اور یہی اقدار انسانی اقدار ہیں۔ گویا اسلام کا پیغام انسانیت کی بھلائی کا پیغام ہے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعے پیغام اخوت و محبت کی تعلیم دی گئی۔ خود قرآن حکیم نے آنحضرت کے مشن کا تعارف کراتے ہوئے کہا۔

"ہم نے تمہارے درمیان خود تم میں سے ایک رسول بھیجا جو تمہیں ہماری آیات سناتا ہے تمہارا تزکیہ نفس کرتا ہے۔ تمہیں کتاب اور حکمت کی تعلیم دیتا ہے اور تمہیں وہ باتیں سکھاتا ہے جو تم نہ جانتے تھے"۹۰

اسلام کے پیغام کی بنیاد تطہیر اخلاق کے بغیر انسانوں میں اصل بھائی چارہ کی فضا قائم نہیں ہوسکتی۔ خود حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے متعلق ارشاد فرمایا! "مجھے مکارم اخلاق کی تکمیل کیلئے بھیجا گیا ہے۔"۹۱

اگر غور سے دیکھا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ اسلامی اقدار کے فروغ و تحفظ ہی سے انسانی معاشرے کی تعمیر اس طرح ہوتی ہے جس کی بنیاد "امن و اخوت ہے" نیکی کا حکم اور بدی سے روکنے کی ہدایت اس وقت ممکن ہوتی ہے جب انفرادی اور اجتماعی طور پر اسلام کے ضابطہ اخلاق کے مطابق زندگی ڈھالی جائے۔

انسانی اخوت اس وقت تک ممکن نہیں جب تک تمام مسلمانوں کے مابین کوئی بنیادی قدر مشترک نہ کر لی جائے۔ انسانی معاشروں کے مابین کوئی بنیادی قدر مشترک اسوقت تک دریافت نہیں ہوسکتی جب تک انسان ایک پیدا کرنے والے، ایک پالنے والے اور ایک جان متنفس

Marfat.com

کرنیوالے کی وحدانیت پر متفق نہیں ہو جاتے نظر باقی توحید اسوقت تک قانون اور شریعت کی توحید پر منتج نہیں ہو سکتی جب تک توحید کا سبق حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت سے حاصل نہ کر لیا جائے، اسلام کے بغیر امن واخوت کی اہمیت کیلئے پیغمبر خدا کا وصیت نامہ (آخری خطبہ) پر غور کریں جس میں آپ نے فرمایا!

"کسی عرب کو غیر عرب کے مقابلہ میں کوئی بڑائی حاصل نہیں ۔" ۱۱

السیرۃ النبویہ ابن ہشام

بخاری باب حجتہ النبیؐ

اور اس میں یہ واضح کر دیا گیا " اور نہ آج سے کسی سرخ رنگ والے کو کوئی فضیلت کسی سیاہ رنگ والے پر ہے اسلام نے آکر بتایا کہ غیر اختیاری نسبتیں وہ رنگ ہو یا نسل، زبان ہو یا وطن افضلیت کا معیار یا پیمانہ نہیں بن سکتیں بندگی کا معیار تو صرف اختیاری رواداری، تفکر و تحریک، ایمان و عمل صالح ہے اللہ کے ہاں تم میں سے زیادہ پسندیدہ وہ ہے جو سب سے زیادہ صاحب کردار ہو۔ ۱۲

اگر دنیا اس معیار کو قبول کرے تو کہیں بھی قومی نسلی اور فرقہ دارانہ ہنگامے اور فساد باقی نہ رہیں گے۔

اسلام کا نظام ایک مکمل منشور انسانیت ہے جو مسلمانوں کے علاوہ سارے عالم کیلئے بھی سراسر خیر ہے اسمیں سب نیکیاں ہیں اور اسلام عبارت ہے عمل بالمعروف اور اجتناب عن المنکر سے ۔ اس میں حقوق اللہ، حقوق العباد اور دیگر معاشرتی تعلیمات موجود ہیں جو زندگی میں پاکیزگی، توازن، حسن معاملہ اور رقت قلبی پیدا کرتی ہیں اور معاشرے کو بے آہنگ اور بے رحم ہونے سے بچاتی ہیں ۔ آنحضرت نے توحید کی جو صدا بلند کی تھی اس سے دنیا کا کوئی مذہب کوئی فلسفہ اور کوئی دماغ غیر متاثر نہیں رہ سکا ۔ جب سے دنیا نے سنا کہ انسان کیلئے خدا کے سوا کسی اور کے سامنے جھکنا ذلت ہے ۔ خدا نے فرشتوں کو آدم کے سامنے اسلیئے جھکایا تاکہ سب سجدے بنی آدم پر حرام ہو جائیں و سمجھ لے کہ جب اس کارخانہ قدرت کے کارندے ہمارے سامنے جھکا دیئے گئے تو ہم اس کو اس دنیا کی کسی چیز کی سامنے جھکنا زیب نہیں دیتا ۔ جب سے دنیا توحید کی حقیقت اور انسان اپنی یہ حیثیت سنی اس وقت سے شرک خود اپنی نگاہوں میں ذلیل ہو گیا ۔ اس کو احساس کمتری نے دبوچ لیا ۔ آپ کو بعثت محمدی کے بعد اس کے لب و لہجہ میں فرق محسوس ہوگا ۔ اب وہ اپنے عمل پر نازاں نہیں وہ اس کی تاویل اور فلسفیانہ

Marfat.com

تعمیر کرتا ہے یہ اس بات کا ثبوت ہے کہ توحید کی آواز نے دل میں گھر کر لیا ہے۔ پھر محمد عربی نے اس علم و یقین کے ساتھ وہ طاقت پیدا کر کے دکھائی جس میں سینکڑوں حکومتوں اور ہزاروں لشکروں سے زیادہ طاقت ہے۔ یعنی ضمیر کی طاقت، نیکی کی رغبت، گناہ سے نفرت اور نفس کی خود احتسابی۔

کسی بھی قوم کی بنیادی طور پر دو ضروریات ہوتی ہیں جن سے یہ ایک لمحہ کیلئے بھی صرف نظر نہیں کر سکتی۔ ایک طرف سے ان اشیاء و وسائل کو ضرورت پیش ہے جو اس کی مادی احتیاجات کو پورا کر دیں جن کے ذریعے وہ اپنی روح اور جسم کے رشتے کو قائم کرے اور بقائے حیات کے مادی تقاضوں کو پورا کرنے۔ دوسری طرف وہ اس ہدایت اور رہنمائی کی محتاج ہے جس کی روشنی میں راہ اپنی اخلاقی اجتماعی اور تمدنی زندگی کی تشکیل صحت مند بنیادوں پر کر سکے اور اس طرح انسانیت کے حقیقی مقاصد کو بوجہ احسن تکمیل کر سکے۔ اسلام کے پیغام میں ربوبیت کا عامہ تقاضہ ہے کہ وہ قوموں کی ان دونوں ضرورتوں کو پورا کرے۔ پہلی ضرورت کو پورا کرنے کیلئے اللہ تعالیٰ نے زمین و آسمان میں وسائل کا ایک نہ ختم ہونے والا خزانہ ودیعت کر دیا ہے اور قومیں ان وسائل کے ذریعے اپنی مادی ضرورتوں کو پورا کر سکتی ہیں۔ قوموں کی دوسری ضرورت کی تکمیل کیلئے اللہ تعالیٰ نے اپنا پیغام انبیاء کے ذریعے بھیجا تاکہ وہ قوموں کو زندگی کی حقیقت سے روشناس کرائیں اور انہیں زندگی کے معنی اور اس کے مقاصد سے آشنا کریں انہیں ان اصولوں کی تعلیم دیں جو زندگی کے اصل مقصد سے ہم آہنگ ہوں اور خدا کی زمین پر ایک صحت مند نظام قائم کریں قرآن شریف میں ارشاد ہے :۔

"ہم نے رسول واضح نشانیاں دیکر بھیجے اور ان کے ساتھ قرآن اور میزانِ عدل اُتاری تاکہ انسانوں میں انصاف قائم کریں۔ ۱۳

اور سورۃ الفتح میں ارشادِ ربانی ہے۔

"وہی ہے جس نے اپنے رسول کو ہدایت اور دینِ حق کے ساتھ بھیجا تاکہ اس کو تمام نظامِ ہائے زندگی پر غالب کر دے۔" ۱۴

اسلام کا پیغام امن و اخوت قوموں کو ایک خاص نہج پر چلاتا ہے اور ان کی اجتماعی زندگی کو احکامات الٰہی کا پابند بناتا ہے جو اقوام عالم کو خدائے دین کی طرف بلاتا ہے اور انسان زندگی ہدایات ربانی سے منور کرتا ہے۔ یہ پیغام ایک مکمل دین مکمل ضابطۂ حیات ہے جو زندگی کے تمام پہلوؤں پر حاوی

Marfat.com

اور اس کی تمام وسعتوں پر محیط ہے۔ پیغمبران برحق نے اس پیغام کو مختلف ادوار میں نوع انسان تک پہنچایا اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم خدا کے آخری پیغام رساں کے طور پر مبعوث ہوئے جن کا اصل مشن یہ ہے کہ خدا کی ہدایت لوگوں تک پہنچادیں اور انہیں خدا کی کتاب اور حکمت و دانش کی تعلیم کے ذریعے اس بات کی ترغیب دیں کہ وہ اپنی پوری زندگی دین کو غالب کریں۔ پھر جو لوگ اس دعوت پر لبیک کہیں انہیں ایک تحریک اور ایک امت میں منظم کریں اور اجتماعی جدوجہد کے ذریعے وہ تہذیب و تمدن قائم کریں جو حیات دنیوی میں اسلام کا مقصود ہے پس اس کے لئے کہا گیا کہ

"اے رسول! جو کچھ تم پر تمہارے رب کی جانب سے اتارا گیا اس کی تبلیغ کرو" ۱۵

"اور اس راہ کی دعوت دو اور اس پر استقامت کیساتھ جمے رہو جس طرح کا تمہیں حکم دیا گیا ہے۔" ۱۶

اسلام کے پیغام نے مسلم قوم کو غیر اللہ کی ہر غلامی سے نجات دلا کر اس کی زندگی کو خدا کے لیے خاص کر دیا اس کا عام زندگی ہر شعبہ پر خواہ وہ انفرادی ہو یا اجتماعی سماجی ہو یا سیاسی، معاشی ہو یا معاشرتی، قومی ہو یا بین الاقوامی، خدا کے حاکمیت قائم کرنا ہے وہ ہر اطاعت پر خدا کی اطاعت اور ہر قانون پر خدا کے قانون کو مقدم ٹھہرانا ہے۔

معاشرتی طبقے اور بالواسطہ دعوت امن واخوت

ہر انسان خواہ وہ بچہ ہو یا بوڑھا، عورت ہو یا مرد دنیا میں تنہا زندگی نہیں گزار سکتا بلکہ وہ اپنے ہمخیال اور اپنے اردگرد رہنے والوں سے رابطہ قائم کر کے ایک طبقے یا گروہ کی صورت اختیار کر کے گزار سکتا ہے بلکہ وہ اپنے ہمخیال اور اپنے اردگرد رہنے والوں سے رابطہ قائم کر کے ایک طبقے یا گروہ کی صورت اختیار کرتا ہے۔ اکثر اوقات کسی ایک فرد کی پسند اور ناپسند اپنے طبقے کسی پسند یا ناپسند سے ہم آہنگ ہوتی ہے۔ اور اس کا عمل اپنے طبقے کے مطابق ہوتا ہے۔ مثال کے طور پر فیشن ایبل بستی میں رہنے والوں کی معاشرتی زندگی، رہن سہن لباس اور انداز فکر اندرون شہر رہنے والوں کی زندگی سے یکسر مختلف ہوتا ہے اور ان کی روزمرہ زندگی کا انداز بھی ایک دوسرے سے مختلف ہوتی ہیں اس کی توقع بہت کم ہے کہ فیشن ایبل بستی میں رہنے والے کسی ایسے پیغام سے متاثر ہوں جو اندرون شہر کے رہنے والے لوگوں

Marfat.com

کو متاثر کرنے کیلئے ترتیب دیا گیا ہو۔ اس طرح ہر طبقہ کے لوگ اپنے لیڈر بھی اپنے ہی ارد گرد تلاش کرتے ہیں جس کی بات وہ قبول اور جنہیں شعوری یا لاشعوری طور پر اپنا لیڈر تسلیم کرتے ہیں۔ ۱۶؎

۱ لیا اوقات کوئی ابلاغ پیغام کثیر تعداد کو براہ راست متاثر نہیں کرتا بلکہ مختلف گروہوں کے رہنماؤں کے ذریعے سے اثر کرتا ہے رہنمائی کا یہ کردار مذہبی، سیاسی جماعتیں مذہبی سیاسی شخصیتیں یا ذرائع ابلاغ کر سکتے ہیں جو لوگوں کی رائے تبدیل کرنے انہیں قائل کرنے یا رائے عامہ ہموار کرنے کا کام کرتے ہیں۔ یعنی ممکن ہے کسی طبقے کی اکثریت کو ابلاغ عامہ کے کسی ذریعہ تک براہ راست حاصل نہ ہو اور وہ اپنے لیڈر کے ذریعے مختلف پیغامات وصول کرتے ہیں۔ ہر طبقہ اور ہر گروہ میں چیدہ چیدہ افراد کو اہمیت حاصل ہوتی ہے اور لوگ ان کے قول و فعل کو اپنے لئے نمونہ سمجھتے ہیں اس طرح اپنے مقتدین کیلئے جو مختلف آراء پیش کرتا ہے۔ وہ انہیں کو مانتے اور انہیں پر عمل کرتے ہیں۔ ۱۷؎

آنحضرت کی دعوت اور آپ کی سیرت پاک کے مطالعہ سے یہ حقیقت واضح ہو جاتی ہے کہ آپ نے دعوت اسلامی کا کام باقی تمام کاموں پر مقدم رکھا اور ہر حالت میں اس کے تقاضوں کو پورا کرنے کیلئے ہمہ تن مصروف رہے اسیلئے آپ اول آخر داعی الی اللہ ہے۔ اس جاہل معاشرے میں حضرت محمدؐ نے اپنے عمل کے ذریعے ایک انقلاب پیدا کیا ایک نئی تہذیب کو جنم دیا جس کی مثال دنیا کی تاریخ میں نہیں ملتی۔ عرب ایک منتشر بے مہار قوم تھے اور معمولی سے معمولی انتقال پر تلواریں کھینچ لیتے اور برسوں لڑتے مرتے رہتے پھر انتقام در انتقام کا سلسلہ جاری رہتا مثلاً ایک دفعہ ایک قبیلے کے مہمان کا اونٹ دوسرے قبیلے کے چراہ گاہ میں بھٹک کر چلا گیا اور چرنے لگا تو یہ واقعہ بنائے فساد بن گیا اور پھر قبائلی جنگ شروع ہوئی تو اس میں فریقین کے خلاف قبیلے بھی شروع ہو گئے یہ جنگ چالیس سال تک جاری رہی اور اس میں فریقین کے ستر ہزار افراد مارے گئے اور متحارب قبیلوں کے بنیت و نابود ہو جانے کا خطرہ پیدا ہو گیا۔ پیغمبر اسلام نے ایسے تند خو اور جنگجو قبائل کو ضبط نفس اور ڈسپلن کا اس حد تک پابند بنا دیا کہ وہ میدان جنگ میں بھی ضبط و نظم کے ساتھ صف بندی کر کے نمازیں پڑھنے لگے۔ مختصر عرصے میں عرب بت پرستی سے نکل کر اسلام کی طرف آئے اور ان کی قبائلی ناانصافی اور قومی نفرت ایک ایسی اخوت میں بدل گئی جو عمر گیر و مشترک غرض کی بنیاد پر استوار تھی اس سے پہلے وہ جزیرہ نمائے عرب کی حدود میں سمٹے ہوئے

Marfat.com

تھے اب یکایک ایسی وسیع سلطنت کے مالک بن گئے جس میں رومی اور ایرانی دونوں سلطنتیں تحلیل ہو گئی تھیں پہلے ان کی اکثر آبادیوں میں بدویت کی سختی و تنگدستی چھائی ہوئی تھی۔ اور اب وہ ایک ایسی آسودگی و خوشحالی کی زندگی بسر کرنے لگے، جو اس سے پہلے ان کیلئے اجنبی تھی۔ یہ سب کچھ اس لئے ممکن ہوا کہ اسلام کے پیغام نے مسلم قوم میں عدل و مساوات کی بنیاد رکھی مالداروں کو اس خیرات پر سرزنش کی جس کے نتیجے میں کمزوروں کو وہ احسان جتنا جتنا ایذا پہنچائیں اور محتاجوں کیلئے مالداروں پر زکواۃ فرض کی جس کی ادائیگی محتاجوں کے حق سے تعبیر کی گئی۔

"ایک میٹھا بول اور کسی ناگوار بات پر ذراسی چشم پوشی اس خیرات سے بہتر ہے جس کے پیچھے دکھ ہو۔ اللہ بے نیاز ہے اور بردباری اس کی صفت ہے۔ اے ایمان والو! اپنے صدقات کو احسان جتا کر اور دکھ دیکر خاک میں نہ ملاؤ" ۱۹

اور فرمایا! اگر اپنے صدقات علانیہ دو تو وہ یہ بھی اچھا ہے لیکن اگر چھپا کر حاجت مندوں کو دو تو یہ تمہارے حق میں زیادہ بہتر ہے" ۲۰

صدقہ کے اس پیغام میں مالی منفعت اور خواہش، انتقام کو نظر انداز کرنے پر زور دیا گیا۔

صرف مسلم قوم ہی کیلئے نہیں دوسرے مذاہب و ادیان کے ماننے والوں کے ساتھ اسلام نے جو رویہ اختیار کیا اس کے متعلق ارشاد ہے کہ "مذہب کے معاملے میں کوئی جبر نہیں" گویا تمام دوسرے ادیان کیلئے پوری آزادی کے ساتھ زندہ رہنے کے مواقع موجود ہیں قرآن کریم میں اسلام نے اپنے پیغام کی تبلیغ و توسیع کیلئے قوت بازو کا استعمال قطعاً ممنوع قرار دیا مسلمانوں کا فرض ہے کہ وہ اپنے عملی کردار سے دوسروں پر محبت و تاثر قائم کریں اور ان کے سامنے ان ابدی حقائق کو پیش کریں جن کی اسلام نے تعلیم دی اور ان حقائق کو بھی جو وسیع تر اور ارتقا پذیر انسانیت کیلئے ناگزیر ہیں۔

قرآن کریم نے پیغام کو فروغ کیلئے چند طریقوں کی اجازت دی ہے اور اس بات پر زور دیا ہے کہ مسلمان اپنی تمام کوششوں صرف ان ذرائع کے استعمال تک محدود رکھیں چنانچہ ارشاد ہوا "اے پیغمبر! لوگوں کو اپنے خدا کے راستے کی طرف حکمت موعظت اور اچھے دلائل کے ساتھ دعوت دیجئے" ۲۱

عام طور پر مخالفین مذہبی جھگڑوں میں قابل تکریم اشخاص اور شعار کیلئے ناواجب اور

Marfat.com

ناروا الفاظ استعمال کرتے ہیں قرآن پاک نے اس قسم کے غیر مہذب جملوں سے منع کیا حتیٰ کہ مشرکین کے باطل خداؤں، دیوتاؤں کے متعلق بھی برے الفاظ استعمال کرنے سے اجتناب کی تلقین کی گئی، حکم ہوا کہ "انہیں برا نہ کہو، جن کو وہ اللہ کے سوا پوجتے ہیں کہ وہ اللہ کی شان میں بے ادبی کریں گے زیادتی اور جہالت سے ایک اور جگہ اللہ تعالیٰ نے حکم دیا آپ فرمائیے۔ اے کافرو میں ان کی پرستش نہیں کر سکتا جن کی پوجا تم کرتے ہو اور نہ تم ہی اس کی بندگی کرتے ہو جس کی عبادت میں کرتا ہوں میں ان کی پوجا کبھی نہیں کر سکتا جن کی پرستش میں تم لگے ہوئے ہو اور نہ تم ہی اس کے سامنے سرنگوں ہوتے دکھائی دیتے ہو جس کی بندگی میں نے اختیار کی ہے" ع۲۲

گویا اسلام کے پیغام میں مختلف عقائد کے پیروں کو مکمل آزادی صداقت اور کذب واضح ہو چکے ہیں اس لیے اب لوگوں کو سوچنے اور آزادی سے اپنا راستہ اختیار کرنے کا موقع دینا چاہیے۔ پیغمبر خدا پر واضح کیا گیا کہ۔

"اے رسول! اگر وہ صداقت سے اعراض کریں تو انہیں چھوڑ دو، جب تم نے پیغام پہنچا دیا تم نے اپنا فرض ادا کر دیا۔ اب اس کا معاملہ خدا کے سپرد ہے" ع۲۳

بس اسلام نے اپنے پیغام میں جو رویہ دوسرے ادیان کے متعلق اختیار کیا ہے اس کی بنیاد تعلیم پر ہے اور صحیح دین توحید ہے تاہم تمام الہامی مذاہب میں بنیادی اخلاقی اقدار مشترک رہی ہیں۔ تاریخ کے مختلف ادوار میں پیغمبر اور رسول خدا کا پیغام مختلف قوموں کے پاس آتے رہے ہیں۔ جو انہیں صحیح تعلیم دیتے رہے انہی تعلیمات کے اثر سے تمام الہامی اور دیگر مذاہب میں نیکی اور تقویٰ کی قدر یکساں طور پر تسلیم کی گئی ہے اس لیے تعاون کا دائرہ خاصا وسیع ہے لیکن جہاں ان کے متضاد نظریات کارفرما ہوں وہاں تعاون کا حلقہ نسبتاً محدود ہو جاتا ہے۔ دوسرے مذاہب کے پیروں کے ساتھ اسلام کا رویہ محض سلبی اور انفعالی رواداری کا نہیں بلکہ ایجابی افہام و تفہیم کا ہے اور یہی اسلام اخوت کی بنیاد ہے۔

ذرائع ابلاغ اور پیغام اسلام

کوئی پیغام لوگوں تک بہت سے ذریعوں کی مدد سے پہنچایا جا سکتا ہے پرانے زمانے میں چھپے ہوئے الفاظ اور تصاویر کی مدد سے یہ عمل تکمیل پاتا تھا اب اخبارات، ماہناموں، ہفت روزہ

Marfat.com

رسائل، کتابیں، پمفلٹ، ہینڈبل، وغیرہ اشاعت کی مدد سے ہونیوالے ابلاغ میں شامل ہیں ریڈیو ایسا ذریعہ ابلاغ ہے جس میں سماعت کا عمل کارفرما ہوتا ہے جبکہ ٹیلیویژن میں ہم سماعت اور بصارت دونوں کی مدد سے پیغام وصول کرتے ہیں۔ ریڈیو فلم اور ٹیلیویژن ابلاغ عامہ کے جدید ترین ذرائع ہیں۔ یہ تمام ذرائع ابلاغ کسی نہ کسی صورت میں ایک دوسرے سے مربوط ہیں اور اکثر و بیشتر اصول اور تکنیکس بھی ان ذرائع ابلاغ میں مشترکہ اور یکساں طور پر استعمال کی جاتی ہیں۔ ذریعہ خواہ کوئی ہو لیکن مقصد سب کا ایک ہوتا ہے یعنی بہتر سے بہتر طور پر لوگوں کی مطلع کرنا اور انہیں نئے خیالات و پیغامات فراہم کرنا۔ ذرائع ابلاغ قوم کی سماجی معاشی، معاشرتی اور مذہبی زندگی میں اہم کردار ادا کرتے ہیں۔

جدید دور میں افکار و نظریات کی جنگ ذرائع ابلاغ کی ذریعہ لڑی جاتی ہے اور اس میدان میں کامیابی کا انحصار دلیل اور زور استدلال کے ساتھ ساتھ ذرائع ابلاغ کی وسعت ہمہ گیری اور فنی چابکدستی پر مبنی ہے۔ ٹیکنالوجی کی ترقی کے ساتھ ساتھ ان ذرائع کی ہمہ گیری قوت تسخیر اور اثر انگیزی میں بتدریج اضافہ ہوتا چلا جا رہا ہے۔ اس پس منظر میں ذرائع ابلاغ کی مدد سے کسی بھی پیغام کی اہمیت کا اندازہ لگانا مشکل نہیں ہے اسلام کا جس کی بنیاد توحید، رسالت ہے اور دنیا میں امن و اخوت کی رہنمائی کیلئے کلام الٰہی اور سنت نبوی کے تحت ممکن ہے لہٰذا اس بات کی ضرورت ہے کہ زبان و قلم کی مدد سے اخلاق و کردار کی تعمیر کی جائے اور یہ کام انفرادی اور منفرق کوششوں کی بجائے اجتماعی اور متحدہ طریقے پر کیا جانا چاہیے۔

دعوت دین انسانوں کا اللہ کے ساتھ صحیح تعلق قائم کرنے کیلئے دی جاتی ہے اور ذرائع ابلاغ اس دعوت کو عام کرنے کیلئے مؤثر کردار کرتے ہیں کیونکہ ان کی مدد سے ایک فرد کو یہ سہولت حاصل ہے کہ وہ کسی ایک جگہ بیٹھ کر پوری دنیا سے خطاب کر سکتا ہے اور ان ذرائع سے یہ باور کرایا جا سکتا ہے کہ " کیا ہم نے انسانوں کو دو آنکھیں نہیں دیں ایک زبان اور دو ہونٹ نہیں دیئے اور دونوں راستے دکھا نہیں دیئے " ۲۴

اور خدا کا یہ پیغام عام کیا جا سکتا ہے کہ سیدھا راستہ کیا ہے نیکی اور بدی کی کیا تمیز ہے اور نیکی کو کس طرح پہچانا جا سکتا ہے اور بدی سے کس طرح بچا جا سکتا ہے۔

" ہم نے سیدھے راستہ کی ہدایت کردی اب وہ چاہے شکر گزار بنے یا ناشکرا " ۲۶

اگر ذرائع ابلاغ کی مدد سے اسلام کا یہ پیغام مخلوق خدا تک پہنچایا جائے کہ:۔

Marfat.com

"اے لوگو! جو ایمان لائے ہو انصاف کے علمبردار اور خدا واسطے کے گواہ بنو۔ اگرچہ تمہارے انصاف اور تمہاری گواہی کی زد خود تمہاری اپنی ذات یا تمہارے والدین رشتہ داروں ہی پر کیوں نہ پڑتی ہو۔ فریق معاملہ خواہ مالدار ہو یا غریب اللہ تم سے زیادہ ان کا خیر خواہ ہے۔ لہٰذا تم اپنی خواہش نفس کی پیروی میں عدل سے ہٹو۔ اگر تم نے لگی لپٹی بات کہی یا سچائی سے پہلو بچایا تو جان رکھو کہ جو کچھ تم کرتے ہو اللہ کو اس کی خبر ہے"[١٦]

(النساء: ١٣۵)

درج بالا آیات کی روشنی میں اگر ذرائع ابلاغ کی مدد سے انسانوں میں اتفاق و اتحاد اور احترام و حوصلہ پیدا کرنے کا جائزہ لیا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ ذرائع ابلاغ نہ صرف عوام تک معلومات فراہم کرنے کا وسیلہ ہوتے ہیں بلکہ عوام میں کام کی لگن اور آگے بڑھنے کیلئے رہنمائی کرتے ہیں ذرائع ابلاغ تعمیر نو میں بھی اپنا کردار ادا کرتے ہیں اور لوگوں میں مایوسی کو نکالنے اور حوصلہ و ولولہ پیدا کرنے اور احساس محرومی ختم کرنے اور خودی کی روح پھونکنے میں پیش پیش ہوتے ہیں۔ اس صورت میں ذرائع ابلاغ کی اہم ذمہ داری ہے کہ وہ نہ صرف اسلامی ذہن و کردار کی تشکیل میں اپنا کردار ادا کریں بلکہ اسلامی اقدار اور اخلاقی تعلیمات کو فروغ دیں تاکہ معاشرے میں اتفاق و اتحاد، ایثار و قربانی، صلح امن و مساوات و انصاف اور خود صداقت کا بول بولا ہو۔

اسلام جو سنت نبوی ؐ سے عبارت ہے دنیا کے سامنے بے شمار گرانقدر اصول لیکر آیا ہے اس نے انسانوں کا ایک ایسا گروہ تیار کر دیا جس کا احساس اعلیٰ انسانی اخلاقیات پر قائم تھا اور اس عقیدے پر قائم تھی جو کائنات کے فرمانے والے اپنی بشری مخلوق کیلئے انفرادی و اجتماعی زندگی کا نظام بنا کر بھیجا ہے اور اس میں ہر چیز کی وضاحت کر دی جس کی انسانوں کو اس جہاں میں ضرورت لاحق ہو سکتی ہے اور ان اعمال کا نقشہ پیش کیا جو آخرت کی زندگی میں سلامتی و نجات کا ضامن ہو سکتے ہیں۔ اسلام کا پیغام امن و اخوت دشمن، دوست، اپنے پرائے سب کیلئے ہے۔

"کسی قوم کی دشمنی تمہیں اس سے بے انصافی پر آمادہ نہ کردے عدل کو ہاتھ سے نہ جانے دو کہ وہ پرہیزگاری سے زیادہ قریب ہے۔"[١٧]

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

رسول اکرمؐ کا پیغام

امن و اخوت کا عالمی نظام

سید اسعد گیلانی، لاہور

رسول اکرمؐ کے پیغام کا نتیجہ امن و اخوت کی بنیاد پر ایک عالمی معاشرے کی تشکیل ہے۔ چنانچہ اسلام کی صورت میں جو نظریاتی اصول حضورؐ نے پیش فرمائے۔ ان اصولوں کے نفاذ کا عملی نتیجہ ایک عالمی معاشرے کا قیام ہے۔

دنیا نے ایک طویل مدت اس طرح گزاری کہ خطۂ ارض پر انسانی آبادی بہت قلیل، منتشر اور دور دراز تھی اور آمد و رفت کے ذرائع رسل و رسائل بہت قلیل اور سست رو تھے۔ نتیجۃً انسانی آبادیوں کے دور دراز کے علاقائی معاشروں کا باہمی میل جول اور ربط و ضبط بہت کم تھا اور کسی ایک دین یا تصور زندگی کا عالمگیر امکان ناممکن اور ناقابل عمل تھا۔ اس لئے ان کی ہدایت کیلئے اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان کے جدا جدا معاشروں میں ہی انبیاء کرام مبعوث ہوتے رہے اور خلق خدا کی ہدایت و رہنمائی اور خدا کی طرف سے انہیں صراط مستقیم سے آگاہ کرنے کا اہتمام ہر انسانی معاشرے کیلئے جداگانہ انداز پر ہوتا رہا۔ کسی انسانی آبادی میں حضرت لوطؑ آئے تو کسی میں ہودؑ آئے۔ کسی میں شعیبؑ آئے اور کسی میں یونسؑ، ادریسؑ، ایوبؑ اور داؤدؑ آئے اور کوئی انسانی بستی ایسی نہ رہی جس میں کوئی نہ کوئی صحیح راہ دکھانے اور پیغام حق پہنچانے والا خدا کا فرستادہ ہادی نہ آیا ہو۔ ولکل قوم ھاد اور ہر قسم کے لئے ایک ہادی ہے۔

Marfat.com

انسانی معاشرے اور ہدایت ربانی

اس اصول پر ہر انسانی معاشرے کو راہِ حق سے آگاہ کرنے کیلئے اللہ تعالیٰ کی طرف سے انبیا کرام اور ہادی ارسال کئے جاتے رہے۔ ان کے اصولِ زندگی اور بنیادی عقائد تو ایک ہی تھے توحید رسالت اور آخرت لیکن روزمرہ کی زندگی میں نافذ کئے جانیوالے قواعد و ضوابط اور شریعت و قوانین ان کے معاشرتی تہذیبی اور جداگانہ جغرافیائی حالات کی نسبت سے جدا جدا تھے اور یہی فطرت کا بدیہی تقاضا تھا۔

یہاں تک کہ حیاتِ انسانی نے کرۂ ارض پر ایک طویل قیام کے نتیجے میں اپنی انفرادی اور اجتماعی عادات تہذیبی اور تمدنی تجربات سیاسی و معاشی حالات، طبعی و ماطبعی اصول اعتقا اور نظریاتی افکار و خیالات کی روشنی میں اتنی پختگی حاصل کر لی کہ نوع انسانی کی یکساں اور مشترک قدریں ہر کہیں نمایاں اور معروف ہو گئیں۔ انسان زمین پر اپنی آبادکاری کے شدید محنت و مشقت کے دور سے آگے نکل آیا اور اس پر فراخی اور کشادگی نمایاں ہونے لگی۔ دوسری طرف ذرائع رسل و رسائل نے اتنی ترقی کر لی کہ برّی اور بحری راستے تیز رفتار سواریوں کے لئے آسان اور سہل الحصول ہو گئے اور انسان کیلئے فکری اور فطری طور پر انفرادی اور اجتماعی دائروں میں اپنے معاشرتی تمدنی اور جغرافیائی حالات کے فرق کو لباس و خوراک و معمولات کے اندر ملحوظ رکھتے ہوئے یہ ممکن ہو گیا کہ باہمی امن و اخوت کی فضا میں ایک عالمی انسانی برادری کی حیثیت سے رہ سکیں۔

اسلام آخری ہدایت ربانی

جب یہ حالات پیدا ہو گئے اور انسان اپنے دورِ ظلمت و مشقت سے نکل آیا تو اسلام کا آخری پیغام رسول اکرمﷺ کی معرفت بنی نوع انسان تک پہنچایا گیا۔ ظاہر ہے کہ ایک نوع کے لئے ایک ہی نوعیت کا پیغام ہو سکتا ہے۔ اس لئے رسول کریم رحمۃ للعالمین بن کر تشریف لائے اور آپ نے اپنے آغازِ دعوت کی رعایت سے اپنی مادری زبان عربی میں ہی دعوت اسلامی کا آغاز کیا لیکن فی الحقیقت آپ کی دعوت کے بنیادی اصولوں کی رعایت سے آپ نے پوری انسانیت کو مخاطب کیا اور پوری بنی نوع انسان کے سامنے اپنی اسلامی دعوت

Marfat.com

رکھی وما ارسلنک الا رحمۃ للعالمین (الانبیاء ---- ۱۰۷)

اور اے محمد ہم نے تم کو تمام جہان والوں کے لئے رحمت بنا کر بھیجا ہے"۔

اور چونکہ رسولِ اکرمؐ کے ذریعے ساری بنی نوع انسان کیلئے خدا کا کامل اور ابدی پیغام آگیا تھا اس لئے فطری طور پر اسے آخری پیغام خدا ہی رہنا چاہیے تھا۔ چونکہ خدا کی آخری ہدایت جس پر چل کر بنی نوع انسان سلامتی کا راستہ پا سکتی تھی وہ رسول اکرمؐ کی دعوت کی صورت میں بنی نوع انسان کے حوالے کر دیا گیا تھا اور پھر فرما دیا گیا تھا کہ۔

الیوم اکملت لکم دینکم واتممت علیکم نعمتی ورضیت لکم الاسلام دینا (القرآن)۔

"آج ہم نے تمہارے لئے اپنا دین مکمل کر دیا اور تمہارے لئے اپنی نعمت کامل کر دی اور تمہارے لئے اپنا دین اسلام پسند کر لیا۔"

اس لئے حضورؐ کے ذریعے خدا نے بنی نوع انسان کو یہ اطلاع بھی دے دی کہ اللہ کی طرف سے بنی نوع انسان کا ہدایت یافتگی کا حق ادا کر دیا گیا تھا چنانچہ اس پیغام کو لانے والا نبی بھی آخری نبی کہلایا جس کے بعد انسانیت کو کسی مزید نبی کی ضرورت نہ تھی۔

ما کان محمد ابا احد من رجالکم ولکن رسول اللہ وخاتم النبین وکان اللہ بکل شئی علیما (الاحزاب - ۴۰)

ترجمہ: محمد تمہارے مردوں میں سے کسی کے والد نہیں ہیں بلکہ خدا کے پیغمبر اور خاتم النبین ہیں اور خدا ہر چیز سے واقف ہے۔"

مزید فرمایا گیا!

وما ارسلنک الا کافۃً للناس بشیراً ونذیراً ولکن اکثر الناس لا یعلمون (سبا - ۲۸)

اے نبی ہم نے تم کو تمام ہی انسانوں کیلئے بشیر و نذیر بنا کر بھیجا ہے۔ مگر اکثر لوگ جانتے نہیں ہیں۔

اور دعوتِ اسلامی کی آخری کتاب قرآن کیلئے فرمایا گیا۔ ان ھو الا ذکر للعالمین "بے شک، یہ دعوت سارے جہان کیلئے ہے۔"

ظاہر ہے کہ عالمی دعوت، کے دو ہی بنیادی تقاضے ہو سکتے ہیں ایک امن اور دوسرا

Marfat.com

باہمی اخوت، امن کے بغیر دعوت پھیل نہیں سکتی اور اخوت کے بغیر مضبوط پائیدار اور مستحکم نہیں ہو سکتی۔ اس لئے امن اور اخوت اسلام کے دو بنیادی اصول اور ستون ہیں۔

امن وسلامتی

امن وسلامتی کا مفہوم تو خود لفظِ اسلام میں پوشیدہ ہے۔ اسلام کے نظریات کی مزاجی خصوصیت یہ ہے کہ وہ امن پیدا کرتا اور سلامتی کی فضا بناتا ہے۔ اسی لئے اسلام نے اپنے ماننے والوں کے درمیان باہمی تعارف، وشناسائی کا اولین لفظ "السلام علیکم" مقرر کیا ہے جس کے ذریعے ایک شخص دوسرے کو سلامتی ورحمت کا پیغام دیتا ہے اور دوسرا اس کے جواب میں یہی بات دھراتا ہے کہ ہاں تم پر بھی سلامتی ورحمت ہو" گویا اس نظریہ کے ماننے والوں کے درمیان ملاقات کا پہلا کلمہ بھی دعائے سلامتی ورحمت پر مشتمل ہے۔ یہ دعائے سلامتی ورحمت فی الحقیقت ایک ایسی اخوت وبرادری وجود میں لاتی ہے جس میں گہرا خلوص ومحبت اور قلبی تعلق ہوتا ہے۔

اسلام کی دعوت قبولیت کے نتیجے میں جب امن قائم ہو جائے تو پھر یہ طرزِ عمل مقرر کیا گیا ہے کہ:

ولا تفسدوا فی الارض بعد اصلاحھا (اعراف - ۳۴)

"کسی سرزمین میں اصلاح ہو جانے کے بعد پھر بدامنی پیدا نہ کرو"

حضور اکرمؐ نے اپنے خطبہ حجۃ الوداع میں فرمایا تھا۔

"لوگو تمہارا خون، تمہارا مال اور تمہاری آبرو ایک دوسرے پر ایسے ہی حرام ہیں جیسے وہ آج کے دن اس شہر میں اور اس مہینے میں حرام ہیں۔"

اس ارشاد کے ذریعے حضور اکرمؐ نے پرامن بقائے باہمی کا اصول پیش فرمایا ہے اور "جیو اور جینے دو" کے بنیادی حق کو تحفظ دیا ہے۔

آپؐ نے فرمایا!

"میں زمانہ جاہلیت کے تمام خون (خونوں کے بدلے) آج مٹا رہا ہوں اور سب سے پہلے میں اپنے خاندان میں سے ربیعہ بن حارث کے بیٹے کا خون باطل کرتا ہوں۔"

یہ حقیقت ہے کہ رسول اکرمؐ پیغمبر امن وسلامتی تھے جب دنیا میں فتنہ وفساد کی اندھیری گھٹاؤں میں افقِ عالم پر کوئی ستارہ امید نظر نہ آتا تھا۔ ظلم وطغیان کی ہولناک

Marfat.com

موجوں میں انسانیت کی کشتی ہچکولے کھا رہی تھی۔ مایوسی اور ناامیدی کے جھکڑوں میں بنی نوع انسان کے چمن آرزو کی کلیاں بکھرتی جا رہی تھیں تو حضور اکرمؐ انسانیت کیلئے رحمت کا سایہ، امن کا بادل اور سلامتی کا پھریرا بن کر نمودار ہوئے۔

ایران میں دینِ مزدکی نے معاشرے میں جنسی انارکی پھیلا رکھی تھی، یونان و یورپ میں غلاموں کو حقِ زندگی سے بھی محروم تصور کیا جاتا تھا۔ ہندوستان نے ذات پات کی تقسیم سے انسانیت کو بے آبرو کر رکھا تھا۔ ارضِ فلسطین میں یہودیوں نے اپنے آپ کو خدا کے "لاڈلے" قرار دے کر باقی ساری دنیا کو انسانیت کے درجۂ دوم پر رکھا ہوا تھا۔ اور عرب بت پرستی کی پستی اور جنگ و جدال کی آگ میں جل رہے تھے اس وقت حضور اکرمؐ نے امن و سلامتی کے دین اسلام کی دعوت کا آغاز کیا اور باہمی خون کے پیاسوں کو بھائی بھائی اور جنگ و جدل سے جلتے ہوئے خطۂ عرب کو امن و امان کا گہوارا بنا دیا۔ جہاں لوگ عین احاطۂ حرم میں اچک لئے جاتے تھے وہاں حضورؐ نے امن و امان کا یہ نقشہ دکھایا کہ ایک عورت یمن سے تن تنہا زیوروں سے لدی پھندی چلتی اور حرم تک پہنچ جاتی تھی لیکن اسے کسی ڈاکو، لیٹرے، رہزن یا بدکردار انسان کا ڈر نہ ہوتا تھا۔

غزوۂ خیبر کے موقع پر رسول اکرمؐ نے جب حضرت علیؓ کو علم عطا فرمایا تو حضرت علیؓ نے اس موقعہ پر کہا۔

"یا رسول اللہ میں ان لوگوں سے یہاں تک لڑوں گا کہ وہ ہماری طرح مسلمان ہو جائیں۔"

اس پر رسولؐ اکرم نے فرمایا:

"نہیں، اے علیؓ، تم ان کو اسلام کی دعوت دو اور اُن کو ان امُور سے آگاہ کرو جو ان پر واجب ہیں خدا کی قسم اگر ایک آدمی بھی تمہاری کوشش سے راہ راست پر آجائے تو یہ تمہارے لئے سرخ اونٹوں سے بہتر ہوگا۔ (بخاری)

اور حضورؐ نے لڑنے والوں کو یہ بھی ہدایت فرمائی کہ:

"جب تم سے کوئی لڑ رہا ہو تو اس کے چہرے پر وار کرنے سے اجتناب کرے"

(بخاری)

سورۂ مائدہ میں دشمنوں کے بارے میں فرمایا گیا۔

"اس قوم کی دشمنی جو تم کو مسجد حرام سے روکتی ہے اس کا باعث نہ بنے۔"

Marfat.com

کہ تم زیادتی کرنے لگو۔ آپس میں نیک کاموں اور پرہیزگاری میں مدد کرو"

سورۃ شوریٰ میں ہدایت دی گئی۔

" برائی کا بدلہ برائی بس اس کے برابر ہے پھر جو معاف کرے اور صلح کرے تو اس کا اللہ کے پاس ثواب ہے۔ زیادتی کرنے والے اللہ کو پسند نہیں ہیں۔"

سورہ حٰم سجدہ میں کتنی دل نشین بات فرمائی گئی۔

" نیکی اور بدی برابر نہیں۔ بدلہ میں ایسی بات کہو جو اس سے بہتر ہو۔ پھر دیکھو گے کہ جس سے دشمنی تھی وہ گہری قرابت والا ہو جائے گا لیکن یہ بات انہی کو ملتی ہے جو صبر و تحمل والے ہیں۔"

آل عمران میں فرمایا!

" اگر تم معاف کر دو اور درگزر کرو اور بخش دو تو بے شک یہ عزیمت کی بات ہے"

حد یہ ہے کہ دشمنوں کے خلاف لشکر روانہ کرتے ہوئے بھی امن و سلامتی پر مبنی ہدایات دی گئیں جو شاید دنیا کے کسی کمانڈر نے کبھی نہ دی ہوں گی۔

خلیفۂ رسول (حضرت ابوبکر صدیق) نے لشکر روانہ کرتے ہوئے حضرت اسامہؓ کو نصیحت کی۔

" دیکھو خیانت نہ کرنا، دھوکہ نہ دینا، مال نہ چھپانا، کسی کے اعضاء نہ کاٹنا بوڑھوں بچوں اور عورتوں کو قتل نہ کرنا، کھجور کے درخت نہ جلانا پھل والے درخت نہ کاٹنا اور کھانے کی حقیقی ضرورت کے سوا کسی بکری گائے یا اونٹ کو نہ کاٹنا، جو لوگ خانقاہوں میں بیٹھے ہوں ان سے تعرض نہ کرنا ——"

اللہ تعالیٰ نے سورہ بنی اسرائیل میں فرمایا!

" اس جان کو قتل نہ کرو جس کو اللہ نے حرام کیا ہے مگر حق کیلئے۔"

سورۃ بقرہ میں فرمایا گیا!

" اور اے ارباب عقل۔ قصاص میں بڑی زندگی ہے"

اسلام نے امن و امان کو تباہ کرنیوالے عناصر کی سرکوبی کا بھرپور انتظام فرمایا، سورہ مائدہ میں ڈاکوؤں اور لٹیروں کے بارے میں فرمایا۔

" وہ لوگ جو ملک میں فساد پھیلانے اور خدا و رسول سے لڑتے ہیں ان کی سزا یہ

Marfat.com

ہے کہ وہ قتل کئے جائیں، یا پھانسی دیئے جائیں یا ان کے ہاتھ پاؤں مخالف سمتوں سے کاٹے جائیں یا جلاوطن کر دیئے جائیں۔

چوروں کے بارے میں رسول اکرم ﷺ نے فرمایا!

"چور عورات کا سکون حرام کر دیتا ہے۔ اس کی سزا یہ ہے کہ اس کا ہاتھ کاٹ دیا جائے"۔

ہجرت کے بعد حضور اکرم ﷺ نے سب سے پہلا جو کام کیا وہ میثاق مدینہ کا معاہدہ تھا جو امن و امان کے قیام کی خاطر جملہ قبائل و اقوام سے بین الاقوامی اصولِ امن و سلامتی کے تحت کیا گیا تھا۔ یہ معاہدہ بعد میں ایک مثالی اسلامی ریاست کیلئے پہلا ماڈل دستور ثابت ہوا اور وہ دنیا میں سب سے پہلا تحریری دستور کہلایا۔

رسولِ اکرم ﷺ نے اسلام کے ذریعے امن و سلامتی کی راہیں مستحکم اور کشادہ کیں خود فتح مکہ کے موقع پر رسول اکرم ﷺ کا طرز عمل امن و سلامتی کی ایک منفرد مثال ہے۔ اپنے جان کے دشمنوں کو جنہوں نے حضور اکرم ﷺ کو ۲۱ سال تک سخت ترین جان لیوا آزمائشوں سے دوچار رکھا تھا جو ان کے دار الہجرت پر بار بار حملہ آور ہوتے رہے تھے اور مختلف تدابیر سے آپ پر قاتلانہ حملے کر کے آپ کو ختم کرنے کی کوشش کرتے رہے تھے جب ان پر حضور اکرم ﷺ کو غلبہ حاصل ہوا تو آپ نے لا تثریب علیکم الیوم وانتم الطلقاء فرما کر سب کو معاف کر دیا حقیقت یہ ہے کہ حضور ﷺ کی رحمت و محبت اور امن و سلامتی کے بارے میں آپ ﷺ کے دشمن بھی مکمل اطمینان رکھتے تھے۔ چنانچہ جب حضور اکرم ﷺ نے فتح مکہ کے بعد اپنے بدترین دشمنوں کو اپنے سامنے سر جھکائے شکست خوردہ دیکھا تو آپ ﷺ نے ان سے پوچھا!

"تم اب مجھ سے کس سلوک کی توقع رکھتے ہو!"

انہوں نے کہا! "آپ کریم بھائی ہیں اور ہم آپ سے رحم و کرم کے سلوک کی توقع کرتے ہیں گویا دشمنوں کو بھی حضور اکرم ﷺ کے اخلاقِ عالیہ سے بہترین توقعات تھیں اور یہ توقعات غلط بھی نہیں تھیں اس لئے کہ دوسرے ہی لمحہ حضور اکرم ﷺ نے فرما دیا تھا کہ جو بات یوسف نے اپنے بھائیوں سے کہی تھی میں بھی وہی بات تم سے کہتا ہوں۔"

"آج کے دن تم پر کوئی مواخذہ نہیں ہے تم آزاد کیئے جاتے ہو اور تم حالت امن میں ہو۔"

Marfat.com

یہ تھا اسلام کی امن وسلامتی پر مبنی تعلیمات کا نمونہ جو حضور اکرمؐ نے پیش فرمایا اور یہ واحد نمونہ نہیں ہے بلکہ قرآن وسنت اور اسلامی تاریخ کے صفحات ایسی تعلیمات اور کردار سے بھرے پڑے ہیں۔

اخوت ومحبت

اسلام کی تعلیمات اور رسول اکرمؐ کے عالمگیر پیغام کا دوسرا جزو وہ اخوت ومحبت ہے جو آپ نے تمام مسلمانوں میں قائم فرمائی۔

قرآن نے فرمایا!

انما المؤمنون اخوة فاصلحوا بین اخویکم واتقوا اللہ لعلکم ترحمون۔ (الحجرات - ۲۰)

ترجمہ: مومن تو ایک دوسرے کے بھائی ہیں۔ لہٰذا اپنے بھائیوں کے درمیان تعلقات کو درست کرو اللہ سے ڈرو، امید ہے کہ تم پر رحم کیا جائے گا۔"

اس آیت کی روشنی میں مسلمانوں کی ایک عالمگیر برادری قائم ہو جاتی ہے۔ اسی کی برکت ہے کہ کسی دوسرے دین یا مسلک کے پیروؤں میں وہ اخوت نہیں پائی جاتی جو مسلمانوں کے درمیان پائی جاتی ہے۔

رسول اکرمؐ نے اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کی روشنی میں جو مسلمان کو ہدایات دیں ان کا خلاصہ درج ذیل ہے۔

حضرت جریر بن عبداللہ کہتے ہیں کہ رسول اکرمؐ نے مجھ سے تین باتوں پر بیعت لی تھی۔
" یہ کہ نماز قائم کروں گا۔ دوسرے یہ کہ زکوٰۃ دیتا رہوں گا" تیسرے یہ کہ ہر مسلمان کا خیر خواہ رہوں گا۔ (بخاری)۔

چنانچہ حضرت ابن مسعود کی روایت ہے کہ حضورؐ نے فرمایا!
" مسلمان کو گالی دینا فسق ہے اور اس سے جنگ کرنا کفر۔۔۔ (بخاری)"

حضرت ابو ہریرہؓ نے روایت کی ہے کہ رسول اکرمؐ نے فرمایا!
" ہر مسلمان پر دوسرے مسلمان کی جان ومال اور عزت حرام ہے۔ (مسلم کتاب البر)"
حضرت ابو سعید خدریؓ کہتے ہیں کہ آپ نے فرمایا!

Marfat.com

" مسلمان مسلمان کا بھائی ہے وہ اس پر ظلم نہیں کرتا ، اس کا ساتھ نہیں چھوڑتا اور اس کی تذلیل نہیں کرتا ، ایک آدمی کیلئے یہی شر بہت کافی ہے کہ وہ اپنے مسلمان بھائی کی تحقیر کرے ......" (مسند احمد)

ایک حدیث میں حضورؐ نے فرمایا !

" مومن کی مثال آپس میں محبت و وابستگی اور رحم و شفقت کے معاملے میں ایسی ہے جیسے ایک جسم کی حالت ہوتی ہے کہ اس کے کسی عضو کو بھی تکلیف ہو تو سارا جسم اس پر بخار اور بےخوابی میں مبتلا ہو جاتا ہے ۔ (بخاری و مسلم) "

ایک اور حدیث میں فرمایا !

" مومن ایک دوسرے کیلئے ایک دیوار کی اینٹوں کی طرح ہوتے ہیں کہ ہر ایک دوسرے سے تقویت پاتا ہے " ۔ (بخاری کتاب الادب)

آل عمران کی آیت ۱۰۳ میں فرمایا گیا ۔

" تم سب مل کر اللہ کی رسی (ہدایت) کو مضبوطی سے پکڑے رہنا اور متفرق نہ ہونا اور خدا کی اس مہربانی کو یاد کرو جب تم ایک دوسرے کے دشمن تھے تو اس نے تمہارے دلوں میں الفت ڈال دی اور تم اس کی مہربانی سے بھائی بھائی ہو گئے ۔

چنانچہ قرآن کے احکامات کو نافذ کرتے ہوئے حضور اکرمؐ نے بہ اسوۂ حسنہ پیش فرمایا کہ مسلمانوں کو باہمی ہمدردی ، محبت ، خیرخواہی اخوت اور بھائی چارے کی تلقین کی۔

آپؐ نے ارشاد فرمایا !

" مسلمان مسلمان کا آئینہ ہے اور مسلمان مسلمان کا بھائی ہے ۔ وہ اس کو بربادی سے بچاتا ہے اور پیچھے سے اس کی حفاظت کرتا ہے ۔ " (ابوہریرہ مشکوۃ) "

حضورؐ نے فرمایا !

" تو اپنے بھائی کی مدد کر چاہے وہ ظالم ہو یا مظلوم "

ایک آدمی نے پوچھا ،

" مظلوم ہونے کی صورت میں تو میں اس کی مدد کروں گا لیکن ظالم ہونے کی صورت میں اس کی کس طرح مدد کروں "

آپؐ نے فرمایا !

Marfat.com

"تو اسے ظلم سے روک دے، یہی اس کی مدد ہے۔"

آپؐ نے مزید فرمایا!

"جو اپنے مسلمان بھائی کی حاجت پوری کرے گا اللہ اس کی حاجت پوری کرے گا۔"

(مسلم)

مزید فرمایا!

"جو شخص مسلمان بھائی کی پردہ پوشی کرے گا اللہ قیامت کے دن اس کی پردہ پوشی فرمائے گا۔"

حضورؐ نے فرمایا!

"اپنے بھائی کیلئے وہی پسند کرو جو اپنے لئے پسند کرتے ہو۔"

حضورؐ نے فرمایا!

"اپنے آپ کو بدگمانیوں سے بچاؤ، بدگمانی کے ساتھ سب سے زیادہ جھوٹی بات ہی ہوگی" (بخاری مسلم، ابوہریرہؓ)

"فرمایا! اللہ کے بندے بنو اور آپس میں بھائی بھائی بن کر زندگی گزارو۔"

حضورؐ نے فرمایا!

"جو لوگ اپنے مسلمان بھائی کے عیب کے پیچھے پڑیں گے تو اللہ ان کے عیب کے پیچھے پڑ جائے گا اور اسے رسوا کر ڈالے گا۔" (ترمذی، ابن عمر)

حضورؐ نے فرمایا!

"ایک مسلمان کے دوسرے مسلمان پر پانچ حق ہیں۔ جب مسلمان بھائی ملے تو اسے سلام کرے، جب وہ دعوت دے تو اسے قبول کرے، اس کی خیر خواہی کرے۔ بیماری میں اس کی عیادت کرے اور مرنے پر اس کے جنازے میں جائے۔" (بخاری)

حضور نے فرمایا!

"آدمی کیلئے جائز نہیں ہے کہ وہ اپنے مسلمان بھائی سے تین راتوں سے زیادہ قطع تعلق رکھے اور بہتر وہ ہے جو اسلام میں پہل کرے" (بخاری ابوایوب انصاری)۔

حضورؐ نے مزید فرمایا!

"اچھی سیرت کے مسلمان سے کوئی لغزش ہو جائے تو اس کو معاف کر دو سوائے حدود

Marfat.com

کے ۔" (ابو داؤد ــــ حضرت عائشہ)

مزید فرمایا!

باہمی حسد سے بچو" حسد آدمی کی نیکیوں کو اسطرح کھا جاتا ہے جسطرح آگ لکڑی کو کھا جاتی ہے ۔"

رسول اکرمؐ نے اسلامی اخوت کو پائیدار بنیادوں پر قائم کرنے کا مؤثر اہتمام فرمایا ۔ اور مسلمانوں کے ذہن نشین کیا گیا کہ وہ نسلی اور نسبتی بھائیوں سے بڑھ کر ایک دوسرے کے لئے روحانی بھائی تھے اور ان کے درمیان دنیا و آخرت دونوں کی رفاقت و اخوت تھی ۔

قرآن نے فرمایا!

"دیکھو ہر مسلمان دوسرے مسلمان کا بھائی ہے اور تمام مسلمان باہمی بھائی بھائی ہیں ۔"

حضور نے فرمایا!

"جس کو مسلمانوں کے مسائل کی فکر نہ ہو وہ ان میں سے نہیں اور جو مسلمانوں کا خیر خواہ مخلص اور وفادار نہ ہو وہ مسلمانوں میں سے نہیں ۔" (طبرانی)

حضورؐ نے تنبیہہ فرمائی کہ

"جس کسی نے کسی مسلمان کو بدنام کرنے اور کرانے کیلئے اس پر جھوٹا الزام لگایا، اللہ تعالیٰ اس کو جہنم کے پل پر قید کر دیگا جب تک وہ الزام کی گندگی سے پاک نہ ہو جائے ۔" (سنن ابی داؤد)

حضورؐ نے یہ بھی فرمایا کہ!

"جس بندے نے اپنے کسی مسلم بھائی کے خلاف کی جانیوالی غیبت اور بدگوئی کی اس کی غیر موجودگی میں مدافعت اور جوابدہی کی تو اللہ تعالیٰ کے ذمے ہے کہ آتش دوزخ سے اس کو آزادی بخش دے ۔" (شعب الایمان بیہقی)

اسلام میں اس اخوت کا اتنا احترام ہے کہ اگر ایک مسلمان کسی مخالف قوم سے کوئی معاہدہ کر لیتا ہے تو پوری مسلمان قوم اس کی پابندی کرتی ہے ۔ اگر ایک مسلمان کسی مخالف قوم کے ملک میں چلا جاتا ہے تو پوری قوم اس کی خیر و عافیت کیلئے دعاگو ہوتی ہے ۔ اور اگر اس کے ساتھ کہیں زیادتی ہو جاتی ہے تو پوری قوم اس کا دکھ درد اور تڑپ اپنے سینے میں محسوس کرتی ہے ۔

Marfat.com

رسول اکرمؐ کی تعلیم و تربیت کا ہی نتیجہ تھا کہ کسی مسلمان کی غربت، یتیمی، بیوگی اور مسکینی میں اس کی حفاظت اور مدد پوری قوم کرتی تھی اور ہر مسلمان اسے اپنی ذمہ داری سمجھتا تھا کہ اس دکھ کو دور کرنے میں اپنا حصہ ادا کرے۔ ہمسایہ اگر بھوکا رہ جائے تو مسلم ہمسائے کے ایمان کو خطرہ لاحق ہو جاتا کہ اس کی موجودگی میں اس کا ہمسایہ بھوکا کیسے رہ گیا۔ غرض اخوت و محبت کی بیش بہا مثالیں اسلامی معاشرے کی تاریخ اور کردار میں موجود ہیں اور اپنے بھائیوں کیلئے اس قدر ہمدرد اور غمگسار معاشرہ روئے زمین پر دوسرا کوئی نہ ہوگا۔

اسلامی معاشرے کی فضا برادرانہ اخوت کے مطابق بنانے کیلئے حضور اکرمؐ نے بیش بہا تعلیمات کے ذریعے اس کی تربیت کی اور اخلاقِ فاضلہ کو پیدا کرنے اور اخلاقِ رذیلہ کو ختم کرنے کیلئے بہترین سامانِ تعلیم و تربیت فراہم کیا۔

آپؐ نے فرمایا!

"خبردار بدگمانی کو عادت نہ بناؤ، بدگمانی میں جھوٹ ہی جھوٹ ہے۔ بے بنیاد باتوں پر کان نہ لگاؤ۔ دوسروں کے عیب نہ تلاش کرو، آپس میں بغض نہ رکھو۔ کسی سے منہ نہ پھیرو، اللہ کے بندو آپس میں بھائی بھائی بن کر رہو۔" (بخاری ابوہریرہ)

آپؐ نے فرمایا!

"اسیروں کو رہائی دلاؤ، بھوکوں کو کھانا کھلاؤ"

اسی تعلیم و تربیت کا نتیجہ تھا کہ انتہائی بے سروسامانی کی حالت میں جب مکہ مکرمہ سے ہجرت کر کے صحابہ کرام کی ایک بڑی تعداد مہاجرین کر مدینہ منورہ میں آگئی تو حضور اکرمؐ نے مہاجرین اور انصار میں مواخاۃ کرائی جس کے نتیجے میں انصار نے مہاجرین کی اپنے سگے بھائیوں سے بڑھ کر خدمت گزاری کی اور مدینہ کی چھوٹی سی بستی کے ہر ہر گھر نے اجڑے ہوئے مہاجرین کا بوجھ اٹھا لیا جس کے نتیجے میں اتنی بڑی مصیبت جو معاشی، سیاسی اور معاشرتی پیچیدگیاں پیدا کرنے والی تھی مل بانٹ کر سب نے اپنے سر پر اٹھالی اور بے شمار اکھڑے ہوئے خاندانوں کا مسئلہ نہایت آسانی سے حل ہو گیا۔ اخوت و محبت کے اس رشتے کا ہی نتیجہ تھا کہ مسلم معاشرہ جو ابھی نیا نیا ——— وجود میں آیا تھا اس قابل ہو گیا کہ آنے والے برسوں میں دشمنوں کے نرغے میں رہنے کے باوجود نہ صرف اپنی ہستی کو قائم رکھ سکے بلکہ آگے بڑھ کر کفر کی یلغار کے آگے بند باندھ کر اسلام کے سیلاب سے ساری بستیوں

Marfat.com

کو حل تھل کرے اور پھر اس پیغام حق کو لیکر اٹھے اور دنیا کے دوسرے معاشروں پر سورج کی روشنی مہتاب کی چاندنی اور بارش کی پھوار بن کر چھا جائے۔

اخوت اور بھائی چارہ اسلامی معاشرے کی روح ہے۔ اسی سے اس میں یکسانگی مضبوطی، استحکام اور نتیجہ خیزی ہے۔ اسی اخوت کا نتیجہ ہے کہ ایک مسلمان دوسرے مسلمان کا فطری طور پر ہمدرد، بھی خواہ اور خیر اندیش ہوتا ہے۔ ابوادریس خولانی بیان کرتے ہیں کہ میں جامع دمشق میں داخل ہوا تو ایک خوبصورت نوجوان کے گرد لوگ جمع تھے۔ مجھے بتایا گیا کہ یہ صحابی رسول حضرت معاذ بن جبل ہیں۔ میں اشتیاق کے ساتھ ان کی مجلس میں سلام کر کے بیٹھ گیا اور ان سے کہا۔

"خدا کی قسم میں خدا کی خاطر آپ سے محبت رکھتا ہوں"، انہوں نے میری چادر کا کونہ پکڑ کر مجھے اپنی طرف گھسیٹا اور بار بار دھرایا، کیا خدا کی خاطر ——— کیا خدا کی خاطر؟ اور پھر کہنے لگا۔۔ خوشخبری حاصل کرو۔ میں نے رسول اکرمؐ سے سنا ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے جو لوگ میری خاطر ایک دوسرے سے محبت کرتے ہیں اور میرے لئے ایک دوسرے کے پاس بیٹھتے ہیں میرے لئے ایکدوسرے سے ملاقات کرتے ہیں اور میرے لئے ایک دوسرے پر مال خرچ کرتے ہیں ان سے محبت کرنا میرے لئے واجب ہے" (موطا)

اسی لئے مومنین کو باہمی حسن خلق اور محبت واخوت کی تعلیم دی گئی ہے۔ حضرت ابوالدرداء سے روایت ہے کہ حضور اکرمؐ نے فرمایا!

"قیامت کے دن حسن خلق سے بڑھ کر مومن کے میدان میں اور کوئی چیز وزنی نہ ہوگی" حضرت ابوھریرۃ سے روایت ہے کہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کے سائے میں جن سات آدمیوں کا ذکر رسول اکرمؐ نے فرمایا ان میں وہ دو آدمی بھی ہیں جنہوں نے اللہ کیلئے آپس میں محبت کی اس پر جمع ہوئے اور اسی پر الگ ہوئے۔

یہ وہ تعلیمات ہیں جو رسول اکرمؐ نے مسلمانوں کو امن وسلامتی اور اخوت و محبت کے بارے میں دی ہیں یہ تعلیمات کسی خاص گروہ اور علاقے تک محدود نہیں ہیں ظاہر ہے کہ امن وسلامتی اور اخوت و محبت کی فضا کا بنی نوع انسان میں سے ہر فرد اور ہر معاشرہ طالب ہے اور ان تعلیمات کا مخاطب اور دائرہ بین الاقوامی،

Marfat.com

اور بین الانسانی ہے ان تعلیمات سے ایک ایسی سوسائٹی وجود میں آتی ہے جن کے درمیان نزاعات کی بجائے حق شناسی، تصادم کی بجائے مفاہمت، موافقت اور کشمکش کی بجائے تعاون واشتراک پایا جاتا ہے۔

امن واخوت کی حامل ایک بین الاقوامی سوسائٹی کو وجود میں لانے کیلئے اسلام نے اپنی بنیادی تعلیمات اور عقائد بھی ایسے مقرر کیئے ہیں جن کا نسل، رنگ، زبان، علاقے یا جغرافیائی تقسیم سے کوئی تعلق نہیں ہے ان تعلیمات کا مخاطب عالمی معاشرے کا ہر انسان ہے۔

رسول اکرمؐ نے وحدت اللہ کا تصور دیکر انسان کو علاقائی حد بندیوں سے بلند کر دیا ہے اور مظاہر فطرت کی غلامی اور نفس پرستی سے نجات دلادی ہے۔ حضورؐ نے ختم رسالت کا تصور دیکر پوری بنی نوع انسان کو ایک عالمی قیادت ورہنمائی و ہدایت کے سرچشمے کی طرف یکسو کر دیا ہے۔ حضورؐ نے ایک والدین سے سارے بنی نوع انسان کے وجود میں آنے کی خبر دے کر ایک عالمی بھائی چارے اور برادری کی بنیاد رکھدی ہے حضورؐ نے پوری انسانیت کیلئے یکساں انجام اور متعین اقدار کی بناء پر مسؤلیت اور جوابدہی کا تصور بیان کر کے پوری انسانیت کو یکسو اور عمل وکردار کی یکسانی و یکسوئی عطا کی ہے۔ حضورؐ نے حقوق وحدود ہاور نسل وخون میں بنی نوع انسان میں مساوات کا تصور دے کر طبقاتی نسلی علاقائی اور لسانی تفریقات کا قلع قمع کر دیا ہے۔ تمام انسانوں کو عدل وانصاف کا یکساں استحقاق دے کر حضور اکرمؐ نے تمام امتیازات مٹا دیئے ہیں اور خدائی قوانین کا تصور دے کر تمام انسانوں کے لئے یکساں ضابطۂ حیات عدل وانصاف اور مساوات کے مواقع پیدا کر دیئے ہیں۔

ان بنیادی عقائد کے ذریعے ایک ایسی عالمگیر ریاست کی بنیاد رکھی جاتی ہے جس کے دائرے میں تمام انسان ایک عالمی ریاست کے عالمی باشندے قرار پاتے ہیں جن کے حقوق مساوی اور فرائض یکساں ہیں۔ ایسی ہی ریاست ہے جو عالمی اخوت ومحبت کی بنیاد پر ایک عالمی معاشرہ تشکیل کرتی اور عالمی امن کی ضمانت دے سکتی ہے۔

Marfat.com

حضور اکرم ؐ نے اپنی دعوت اسلامی کے ذریعے امن واخوت ومحبت اور بھائی چارے پر مبنی ایک عالمی معاشرہ کی بنیاد رکھی ہے اسی سمت کی طرف اسلام انسان کو لے کر چلتا ہے اور اسی منزل کی طرف تدریجاً دنیا رواں دواں ہے۔

Marfat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ؕ

ہادیِ امن و اخوت صلی اللہ علیہ وسلم

سید اسمٰعیل رضا ذبیح ترمذی
(ہری پور ہزارہ)

محمد مصطفٰے آئے جہاں میں زندگی لے کر
مساوات و اخوت اور صلح و آشتی لے کر

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت اسوقت ہوئی جب کہ دنیا میں ظلم کا سکہ رائج تھا۔ جنگل کا قانون نافذ تھا۔ حیوانیت سے بھی گری ہوئی تہذیب، انسانیت کی علامت بن چکی تھی۔ ہر زور آور کمزور کے گلے پر چھری چلا رہا تھا۔ ہر لمبے بازو والا خمیدہ پشت میں چھرا گھونپ رہا تھا۔ مظلوم کی آنکھیں ٹوٹتے دم کے ساتھ آسمان کو حسرت سے تکتیں اور ستم زدہ روحیں پرواز کر کے احکم الحاکمین کی عدالت میں فریاد کرتی تھیں۔ دنیا تباہی سے دوچار، مفسدات کی دلدل میں پھنسی ہوئی تھی۔ انسانیت فنا ہو رہی تھی۔ استحصال کا دور دورہ تھا، اخلاق ناپید تھا روحانیت مر چکی تھی۔ معاشرہ گندگی کا ڈھیر تھا، زندگی غلیظ اور فضائے عالم متعفن تھی۔ ظلم کی ظلمت چھائی تھی۔ انسان انسان کے خون کا پیاسا تھا اور آدمی آدمی کے گوشت کا بھوکا تھا انسانوں پر بھوکے درندے چھوڑ کر انسان کی بے بسی و مجبوری کا تماشا، بہیمیت کا بے دردی اور درندگی سے انسانیت کو چیر پھاڑنے کا منظر ان کی دل پسند تفریح اور خون آلود انسانیت کی تڑپ سے خوش ہونا ان کا دلچسپ مشغلہ تھا۔

ہر عمل کا ردِ عمل ہوتا ہے۔ گندم از گندم بروید جو از جو کے اصول کے مطابق ہر برائی کا نتیجہ بھی برا ہوتا ہے۔ اسی لیے خردمندوں کا کہنا ہے، از مکافاتِ عمل غافل مشو، پس

Marfat.com

جب انسان اللہ تعالیٰ سے بغاوت کر کے تکبر کا خوگر، طبقاتی تفوق کا عادی اور معاشرتی تفاوت سے ملوث ہوتا ہے تو امن غارت ہو جاتا ہے۔ طبقاتی اونچ نیچ اور باہم منافرت عروج پاتی ہے۔ یہ سب کچھ نظام فطرت سے روگردانی کا ردعمل ہوتا ہے، ارشاد ربانی ہے!

فطرۃ اللہ التی فطر الناس علیہا ط لا تبدیل لخلق اللہ ذالک الدین القیم

یہ وہ جبلت ہے جس پر اللہ نے لوگوں کو پیدا کیا۔ اللہ کی تخلیق میں کوئی تبدیلی نہیں ہو سکتی۔ یہی استوار دین ہے۔

(۲۱ الروم ۳۰)

میں نے قرآن مجید کا حوالہ ثبوت میں اس لئے پیش کیا ہے کہ دنیا میں اس سے زیادہ صحیح و الہامی کتاب دوسری کوئی نہیں۔ جس کی رو سے معلوم ہوا کہ یہ نوامیس فطرت ایسے غیر متبدل اصول ہیں جو زمان و مکان کی قیود و حدود سے آزاد ہیں اور افراد و قوم کی زندگیوں میں شعوری یا لاشعوری، اختیاری یا اجباری کسی نہ کسی تشکل میں ضرور کارفرما ہوتے ہیں۔ عالم الامکان کہ عالم امر ہے جبراً قانون فطرت (احکام الٰہی) کے تابع ہے اور کسی طرح بھی اس سے آزاد نہیں نہ یہاں والے احکام الٰہی سے گریز کی صلاحیت رکھتے ہیں جیسا کہ

علیہا ملائکۃ غلاظ شداد لا یعصون اللہ ما امرھم

" اس (دوزخ) پر سخت کرے فرشتے مقرر ہیں جو اللہ کا حکم نہیں ٹالتے اور انہیں جو حکم ہو وہی کرتے ہیں پ۲۸ التحریم ۶) سے ظاہر ہوتا ہے اور دوسرے مقام پر فرمایا گیا"!

لا یسبقونہ بالقول وھم بامرہ یعملون ٥ (پ ۱۷ الانبیاء ۱۷)

بات میں اس سے سبقت نہیں کرتے اور اسی کے حکم پر کاربند ہوتے ہیں۔

ایسے ہی کائنات (عالم کون و مکان) بذاتہ قانون فطرت کی پابند ہے اور قانون قدرت سے سرتابی کی جرأت نہیں کر سکتی، ارشاد فرمایا!

ثم استوٰی الی السماء وھی دخان فقال لہا وللارض ائتیا طوعاً او کرھاً ط قالتا اتینا طائعین ٥

پ ۲۴ حم السجدہ

پھر آسمان کی طرف قصد فرمایا اور وہ دھواں تھا تو اس سے اور زمین سے فرمایا کہ دونوں حاضر ہو خوشی سے یا ناخوشی سے ان دونوں نے عرض کیا ہم اطاعت کے ساتھ حاضر ہوئے۔

Marfat.com

اور کائنات میں انس وجن کے علاوہ جو کچھ ہے سب ہی احکام الٰہی کے سامنے سر تسلیم خم کئے ہوئے ہیں۔

ولہٗ اسلم من فی السمٰوات والارض طوعاً و کرھاً والیہ یرجعون (پ۳ آل عمران: ۸۳)

اور اسی کے حضور سر جھکائے ہوئے ہے جو آسمانوں اور زمین میں ہے خوشی سے اور مجبوری سے اور اسی کی طرف لوٹیں گے۔

سورۂ رعد میں ارشاد ہے۔

وللّٰہ یسجد من فی السمٰوات والارض طوعاً و کرھاً ہ (پ ۱۳ الرعد ۱۵)

اور اللہ ہی کو سجدہ کرتے ہیں جتنے آسمانوں اور زمین میں ہیں خوشی سے خواہ مجبوری سے۔

اللہ تعالیٰ کے وجود اور اس کی وحدانیت کے لزوم کو دور حاضر کی ترقی یافتہ سائنس بھی تسلیم کر چکی ہے لہٰذا اس بحث پر وقت ضائع کئے بغیر میں یہ عرض کروں گا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی مخلوق میں جن و انس کو طاعت و نافرمانی میں کس حد تک مختار بنایا اور اس کو اقرار و انکار کی طاقت عطا فرمائی۔

وقل الحق من ربکم فمن شآء فلیؤمن ومن شآء فلیکفر انا اعتدنا للظالمین نارا احاط بھم سرادقھا پ۱۵ الکھف ۲۹

اور کہہ دو کہ حق تمہارے رب کی طرف سے ہے تو جو چاہے ایمان لائے اور جو چاہے کفر کرے ہم نے ظالموں کیلئے وہ آگ تیار کر رکھی ہے جس کی دیواریں انہیں گھیر رہی ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے انسان کو مٹی سے پیدا فرما کر ایک طرف مادہ کی کثافت کے ساتھ خاکساری و تواضع عطا کی تو دوسری طرف اپنی طرف سے روح پھونک کر ملکوتیت سے نوازا۔ اللہ نے انسان کو خصوصیت نیابت الٰہیہ کے اسلحہ سے لیس فرمایا۔ ایک ہاتھ میں وعلم ادم الاسمآء کلھا (اور ہم نے آدم کو تمام اسماء سکھائے۔ پ البقرہ ۳۱) کی مشعل اور دوسرے ہاتھ میں الست بربکم قالوا بلیٰ (کیا میں تمہارا رب نہیں، سب بولے کیوں نہیں۔ پ۹ الاعراف ۱۷۲) سے ایمان بالتوحید کا پرچم دے کر تمام کائنات پر فوقیت بخشی، شیطان اس حسد کی وجہ سے انسان کا دشمن ہو گیا اور وہ اس کو قدم قدم پر اللہ کی نافرمانی پر اکسانے لگا۔ اگرچہ وہ اللہ کے مخلص بندوں پر قابو

Marfat.com

نہیں پاتا پھر بھی وہ انسانوں کو مختلف انداز میں دھوکا دیتا ہے ۔ دنیا کے نئے نئے حربے استعمال کرتا ہے ۔ دلوں کو نوع بہ نوع خواہشات پرفریب امیدوں، ذہنوں کو طرح طرح کے خیالات اور نئے نئے جھوٹے وعدوں کے سبز باغ دکھا کر بہکاتا ہے ۔ قرآنِ مجید میں اس کے دل کی بات یوں ظاہر کی گئی ہے ۔

وقال الشیطان لما قضی الامر ان اللہ وعدکم وعد الحق ووعدتکم فاستجبتم لی فلا تلوموني ولوموا انفسکم ما انا بمصرخکم وما انتم بمصرخی ط انی کفرت بما اشرکتمون من قبل ط ان الظالمین لھم عذاب الیم ہ (پ۱۳ ابراہیم ۲۲)

اور شیطان کہے گا جب فیصلہ ہو چکے گا بے شک اللہ نے تم کو سچا وعدہ دیا اور میں نے جو تم کو وعدہ دیا تھا وہ میں نے تم سے جھوٹا کیا اور تم پر کچھ قابو نہ تھا مگر یہی کہ میں نے تم کو بلایا تم نے میری مان لی تو اب مجھ پر الزام نہ رکھو اپنے اوپر الزام رکھو۔ نہ میں تمہاری فریاد کو پہنچ سکوں گا نہ تم میری فریاد کو پہنچ سکو گے وہ جو پہلے تم نے مجھے شریک ٹھہرایا تھا میں اس سے سخت بے زار ہوں بے شک ظالموں کیلئے دردناک عذاب ہے ۔

انسان جو اپنی روحانیت اور خلیفۃ اللہ ہونے کے سبب احسنِ تقویم ہے ۔ مادی کثافت اور خباثت کی آلودگی کے سبب اسفل السافلین میں جا گرتا ہے اور اخوان الشیاطین کے گروہ میں شامل ہو جاتا ہے ۔ البتہ انسانوں میں جو لوگ اللہ سے ڈرتے ہیں وہ شیطان کے فریب میں ذرا کم ہی آتے ہیں ۔

ان الذین اتقوا اذا مسھم طائف من الشیطان تذکروا فاذا ھم مبصرون ہ واخوانھم یمدونھم فی الغی ثم لا یقصرون ہ

بے شک وہ جو ڈر والے ہیں جب انہیں کسی شیطانی خیال کی ٹھیس لگتی ہے ہوشیار ہو جاتے ہیں اسی وقت ان کی آنکھیں کھل جاتی ہیں اور وہ جو شیطان کے بھائی ہیں شیطان ان کو گمراہی میں کھینچتے ہیں پھر کمی نہیں کرتے ۔

(پ۹ الاعراف ۲۰۱، ۲۰۲)

پس عام انسان، خاص طور پر اس مادی دور میں جب کہ روحانی اقدار کی حیثیت ختم

Marfat.com

ہوتی جارہی ہے ۔ لذتوں کا رسیا معروفات ومنکرات کی پابندیوں سے آزاد ہوکر مادی ترقی کی چکا چوند میں چندھیایا ہوا دوڑے جارہا ہے جو کسی طرح رحمان کی پیروی کہی جا سکتی ایسی ہی صورت تھی کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے بزرگ کو ٹوکا "

یٰابت لا تعبد الشیطان ط ان الشیطان کان للرحمان عصیا یعنی اے میرے باپ شیطان کی پرستش نہ کر بے شک شیطان رحمٰن کا نافرمان ہے (پ ۱۶ مریم ۴۴)

اللہ تعالیٰ کے احکام کے خلاف کسی دوسرے کا کہا کرنا بھی غیر اللہ کی عبادت ہے جس کی اسلام اجازت نہیں دیتا ۔

ولا یتخذ بعضنا بعضاً ارباباً من دون اللہ (پ ۳ آل عمران ۶۴) اور ہم میں کوئی ایک دوسرے کو اللہ کے سوا رب نہ بنائے ۔

اور اللہ کے حکم کے مقابلہ میں اپنی خواہشات پر عمل کرنا بھی اللہ کی نافرمانی ہے مشرکین وکفار کی ان ہی خصلتوں کی اسلام نے تنقیص کی ، وکذبوا واتبعوا اھواء ھم وکل امر مستقر" (پ ۲۷ القمر ۳) اور انہوں نے جھٹلایا اور اپنی خواہشوں کے پیچھے ہوئے اور ہر کام قرار پاچکا ہے ۔

نفس کی تابعداری ، خواہشات کو اللہ تعالیٰ کی طرح پوجنا ہے جس کی قرآن میں اس طرح نشان دہی کی گئی ہے ۔

ارأیت من اتخذ الٰھہ ھوٰہُ (پ ۱۹ الفرقان ۴۳) کیا تم نے اسے دیکھا جس نے اپنے جی کی خواہش کا اپنا خدا بنا لیا ۔ نفس کا منہ زور گھوڑا انسان کو اپنی پشت پر ہلاکت کی طرف بھی لے جاتا ہے ۔ اس لئے احکامات کی لگام لگا کر انسان کے ہاتھ میں دے دی مگر نفس پھر بھی سرکشی کرکے انسان کو دوڑائے پھرتا ہے اور انسان لگام ڈھیلی چھوڑکر دور پھرتا ہے ۔ اللہ تعالیٰ نے اسی سلسلہ میں حضرت داؤد کو وحی کی ،

ولا تتبع الھویٰ فیضلک عن سبیل اللہ ان الذین یضلون عن سبیل اللہ لھم عذاب شدید بما نسوا یوم الحساب ہ (پ ۲۳ ۔ ص ۲۶)

اور خواہش کے پیچھے نہ جانا کہ (نفس پرستی) تجھے اللہ کی راہ سے بہکا دے گی بے شک وہ جو اللہ کی راہ سے بہکتے ہیں ان کے لئے سخت عذاب ہے ۔ اس پر کہ وہ حساب کے دن کو قبول کر بیٹھے (ان کو سزا کا خوف نہیں رہا) ۔

Marfat.com

جب ایسی کیفیت عام ہو جاتی ہے تو زمین پر فساد پیدا ہو جاتا ہے جو اللہ سے سرکشی و بغاوت کا ردِ عمل ہوتا ہے جس کو قرآن نے یوں واضح کیا۔

ظهر الفساد فی البر والبحر بما کسبت ایدی الناس لیذیقهم بعض الذی عملوا لعلهم یرجعون (پ۲۱ الروم ۴۱)

خشکی و تری میں (تمام روئے زمین پر) فساد پھوٹ پڑا ان برائیوں سے جو لوگوں کے ہاتھوں نے کی ہیں تاکہ انہیں ان کے بعض کرتوتوں کا مزا چکھائے تاکہ وہ باز آجائیں۔

فطرت کا قانون یہ ہے۔

لو کان فیهما الهة الا اللہ لفسدتا ج

اگر آسمانوں اور زمین میں دو معبود ہوتے تو نظام کائنات میں ضرور فساد پڑ جاتا (پ۱۷ الانبیاء ۲۱)

یعنی ایک اللہ کی تابع داری کے علاوہ کائنات کے لئے کسی دوسرے خدا کی تابعداری جائز ہوتی تو نظامِ کائنات میں یہ ہم آہنگی نہ ہوتی، بلکہ تباہ ہو جاتا۔ دراصل اللہ پر ایمان لا کر اس کے احکام کی پیروی کرنے سے امن و امان قائم ہوتا ہے اور جو قومیں اللہ پر ایمان لاتی اور اعمال حسنہ اپناتی ہیں وہ عالمیں میں جہاں بھی رہیں امن سے رہتی ہیں۔ ارشادِ ربانی ہے!

من امن وعمل صالحاً فاولئک لهم جزاء الضعف بما عملوا وهم فی الغرفات امنون ۵ پ۲۲ سبا ۳۷

جو کوئی ایمان لایا اور بھلا کام کیا پس ان کے لئے ان کے کام کا دونا اجر ہے اور وہ جھروکوں میں امن سے بیٹھے ہیں۔

غرض کہ جب بھی اللہ تعالیٰ کے احکام اور اس کے رسولوں کی تعلیم کو پس پشت ڈالا گیا ہے اور یہ کیفیت عام ہوئی ہے تو فساد فی الارض پیدا ہوا ہے مثلاً فرعون کے لئے قرآن نے شہادت دی۔

ان فرعون علا فی الارض وجعل اهلها شیعاً یستضعف طایفة منهم یذبح ابناءهم ویستحی نساءهم انه کان من المفسدین ۵ (پ۲۰ القصص ۴)

بے شک فرعون نے زمین میں غلبہ پایا تھا اور اس کے لوگوں کو اپنا تابع بنایا ان میں ایک گروہ کو کمزور دیکھتا ان کے بیٹوں کو ذبح کرتا اور ان کی عورتوں کو زندہ رکھتا بے شک وہ فسادی تھا۔

Marfat.com

بنی اسرائیل کو ان کی نافرمانی اور بے راہ روی پر ٹوکتے ہوئے فرمایا گیا۔

ولا تعثوا فی الارض مفسدین ۝ اور زمین میں فساد برپا کرتے نہ پھرو (پ۱ البقرہ ۶۰)

دوسری جگہ ارشاد ہے۔

ویسعون فی الارض فسادا ط واللہ لا یحب المفسدین ۝ اور زمین میں فساد کیلئے دوڑتے پھرتے ہیں اور اللہ فسادیوں کو پسند نہیں کرتا۔

کرۂ ارض کی اس خرابی کو دور کرنے کیلئے دائمی امن واماں اور اخوت ومساوات کی فضا قائم کرنے کے لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم رہتی دنیا تک کے واسطے ادعوا الی اللہ کے فرائض کی انجام دہی کیلئے دنیا میں تشریف لائے اور اللہ کا پیغام سنایا۔

یا ایہا الذین امنوا استجیبوا للہ وللرسول اذا دعاکم لما یحییکم ج اے ایمان والو! اللہ اور اس کے رسول کے بلانے پر حاضر ہو جب کہ رسول تمہیں اس چیز کی طرف بلائیں جو تمہیں زندگی بخشے گی۔ پ۹ الانفال ۲۴)

وہ حیات جس کا ذکر اس آیت میں ہے اس میں کئی احتمالات ہیں اس لئے علمائے تفسیر نے مختلف اقوال اختیار کئے ہیں۔ سُدی نے کہا کہ وہ حیات بخش چیز ایمان ہے کیونکہ کافر مردہ ہے۔ قتادہ نے فرمایا کہ وہ قرآن ہے جس میں دنیا اور آخرت کی زندگی اور فلاح مضمر ہے مجاہد نے کہا کہ وہ حق ہے۔ ابن اسحاق نے کہا اس سے مراد جہاد ہے جس کے ذریعہ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو عزت بخشی۔ یہ سب احتمالات اپنی اپنی جگہ صحیح ہیں۔ ان میں کوئی تضاد نہیں مراد یہ ہے کہ ایمان یا قرآن یا اتباع حق وغیرہ ایسی چیزیں ہیں جن سے انسان کا دل زندہ ہوتا ہے اور دل کی زندگی یہ ہے کہ بندہ اور اللہ تعالیٰ کے درمیان جو غفلت وشہوت وغیرہ کے حجابات حائل ہیں وہ راہ سے ہٹ جائیں اور حجابات کی ظلمت دور ہو کر نور معرفت دل میں جگہ کرے۔ ان تمام مفہومات کو لفظ اسلام اپنے دامن میں سمیٹے ہوئے ہے اور اللہ کا پسندیدہ دین بھی اسلام ہی ہے، ارشاد ہے! ان الدین عند اللہ الاسلام قف (پ۳ آل عمران ۱۹) بے شک اللہ کے یہاں اسلام ہی دین ہے۔

اسلام کے لغوی معنی ظاہری وباطنی آلائشوں سے پاک ہونا صلح واماں، اطاعت و فرمانبرداری اور سپردگی ہیں۔ اصطلاحی مفہوم ان تمام مفہومات کو شامل ہے جو بیان کئے گئے ہیں مگر اس شرط کے ساتھ کہ تمام اعمال وعقیدے خالص اللہ تعالیٰ کیلئے ہوں۔

Marfat.com

علماء نے اسلام کے اسی مفہوم کو مختلف انداز و عبارات میں شرعی معنی کے طور پر بیان کرتے ہوئے تسلیم کیا ہے کہ " اسلام کے شرعی معنی اس کے لغوی معنوں سے نکلے ہیں اور دونوں میں باہم مضبوط تعلق ہے۔

لسان العرب میں کی گئی "اسلام کی شرعی تعبیر کا مفہوم یہ ہے کہ " اسلام کا اصطلاحی شرعی مفہوم اظہار اطاعت الٰہی، تسلیم احکام شریعت اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت سے تمسک ہے۔

امام فخر الدین رازی نے اپنی تصنیف تفسیر کبیر میں آیت " ان الدین عند اللہ الاسلام" کے ذیل میں اسلام کے چار مفہوم بیان کئے ہیں۔ اولاً یہ کہ اسلام کے معنی اطاعت و فرماں برداری میں داخل ہو جانا ہے" دوم یہ کہ " اسلام کے معنی دین اور عقیدے کا خالص کرنا ہے اور مسلم سے مراد وہ شخص ہے جو اپنی عبادات کو اللہ کیلئے خالص کرتا ہے۔ سوم یہ کہ عرف شرعی میں ایمان کا دوسرا نام اسلام ہے۔ چہارم یہ کہ اسلام کا مطلب فرماں برداری اور اطاعت ہے (دائرہ معارف اسلامیہ ج ۲ صد ۶۶۹)۔

اس سلسلہ میں محدث دیلمی رح نے جو حدیث نقل کی ہے وہ معناً بہت وسیع ہے اور حدیث احسان کے مفہوم کو بھی اپنے اندر سموئے ہوئے ہے، ارشاد گرامی ہے!

الاسلام حسن الخلق یعنی اچھی عادات واخلاق کا نام اسلام ہے"

انسان منصب خلافت الٰہیہ پر فائز ہے اس کے اخلاق حسنہ اسماء حسنیٰ کا پرتو اور صفات الٰہیہ کا ظل وسایہ ہیں ارشاد نبوی ہے۔ حسن الخلق خلق اللہ الاعظم (طبرانی) یعنی خوش اخلاقی اللہ تعالیٰ کا خلق عظیم ہے پس وہی اخلاق اچھے ہیں جو صفات ربانی کا عکس ہیں اور وہی برے ہیں جو صفات الٰہیہ کے منافی ہیں یہی وجہ ہے کہ اسلام نے اخلاق حسنہ پر بہت زور دیا ہے کہ اس کے مبادی وارکان میں بھی اخلاق فاضلہ کا راز مضمر ہے اور یہی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کا مقصود تھا جیسا کہ ارشاد نبوی ہے۔ بعثت لاتمم مکارم الاخلاق، میں مکارم اخلاق کو ان کی بلندی تک پہنچانے کیلئے مبعوث کیا گیا ہوں، لہذا آپ نے فرائض نبوت انجام دیتے ہوئے سب سے پہلے فساد کو جڑ سے اکھاڑ پھینکنے کے لئے انسان کو ایک ایسے خدا کی طرف بلایا جو سب سے برتر یکتا اور لاشریک ہے کیونکہ تمام مفسدات کی اساس ہی کثرت الٰہ اور غلط

Marfat.com

تصور ربوبیت ہے پس اگر انسان اللہ تعالیٰ کو معبود بے ہمتا، علیم و خبیر، قادر مطلق اور اپنی شہ رگ کے قریب نہ جانے۔ اس کی وسعتِ رحمت کی آڑ لے کر نافرمانیاں کرتا ہے۔ اور ان بطش ربک لشدید کی پرواہ ہی نہ کرے۔ کبھی مفسدات سے نہیں بچ سکتا جب تک انسان کو یہ ایمان و ایقان حاصل نہ ہو کہ اللہ تعالیٰ اس کے اعمال کو دیکھ رہا ہے۔ اور ایک دن اپنے اعمال کے ساتھ اس کے سامنے حاضر ہو کر جواب دہ ہونا ہے۔ وہ مالکِ یوم الدین ہے۔ حسن عمل پر جزا اور سیئات پر سزا دینے قادر ہے اور دلوں کی نیتوں تک سے واقف و آگاہ ہے۔ انسان عذاب الٰہی سے ڈرنے والا اور رضائے الٰہی کیلئے سعی مشکور بجالانے والا نہیں ہو سکتا۔

بے شک اعمال کا ثمرہ نیتوں پر ہے۔ انما الاعمال بالنیات۔ اعمال کے مدار نیتوں پر ہے اور اعمال حسنہ کے بغیر ایمان مکمل نہیں ہو سکتا اکمل المومنین ایمانا احسنھم خلقا۔ یعنی کامل الایمان وہ شخص ہے جس کے اخلاق سب سے اچھے ہیں (ترمذی)

جہاں یہ مسلم ہے کہ دنیا میں فساد و بگاڑ کی وجہ اخلاق باختگی ہے وہاں یہ بھی ایک ناقابل تردید حقیقت ہے کہ ایمان اور حسن عمل سے دنیا کے ماحول میں باہم محبت و فساد ہو تی ہے۔

ان الذین اٰمنوا وعملوا الصالحات سیجعل لھم الرحمٰن ودا ○ (پ ۱۶ مریم ۹۶) یعنی بے شک وہ جو ایمان لائے اور اچھے کام کئے عنقریب ان کیلئے رحمٰن باہم محبت کا جذبہ پیدا کر دے گا۔

اسلام میں اعمال صالحہ سے مراد صرف عبادت ہی نہیں بلکہ زندگی کے وہ تمام انفرادی و اجتماعی اعمال ہیں جن کا مقصد معرفت الٰہیہ، رضائے الٰہی کا حصول، بندگان خدا کی خیر خواہی، حدود سلطنت کا تحفظ، خیرات کی توسیع اور بدی کا قلع قمع کرنا ہے اور مومن کی بابت فرمایا گیا ہے۔

انما المومنون الذین اٰمنوا باللہ ورسولہ ثم لم یرتابوا وجاھدوا باموالھم وانفسھم فی سبیل اللہ اولٰئک ھم الصادقون ○ (پ ۲۶ الحجرات ۱۵)

یعنی ایمان والے تو وہی ہیں جو اللہ کے رسول پر ایمان لائے پھر شک نہ کیا اور اپنی جان اور مال سے اللہ کی راہ میں جہاد کیا وہی سچے ہیں۔

Marfat.com

گویا معرفت الٰہی، جستجوئے حکمت، ابتغائے فضل کی ہر سعی، امر بالمعروف ونہی عن المنکر کے لئے ہر اقدام، معرفتِ حقائق سے لے کر تسخیر کائنات اور جہادِ نفس سے لے کر منکرات کے خلاف جہاد، بدی اور ظلم کے خلاف انفرادی و اجتماعی جنگ اور اللہ کے لئے مالی ایثار و جانی قربانی کرنا صداقت ایمان کی نشانی ہے۔ پس جب معاشرہ ایمان سے منور ہوتا ہے محبت ذات کا اندھیرا چھٹ جاتا ہے، ماحول اجتماعی محبت و مودت کی خوشبو سے مہک جاتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی برکتیں نازل ہوتی ہیں اور وہ اخوت و مودت پیدا ہوتی ہے کہ کسی دوسرے طبقے سے اس سے مستفیض ہونا ممکن نہیں، ارشاد ربانی ہے۔

لو انفقت ما فی الارض جمیعاً ما الفت بین قلوبھم ولکن اللہ الف بینھم انہ عزیز حکیم (پ ۱۰، الانفال: ۶۳)

اگر تو زمین میں جو کچھ ہے سب خرچ کر دیتے تو بھی ان کے دل نہ ملا سکتے لیکن اللہ نے ان کے دل ملا دیئے، بے شک وہی ہے غالب حکمت والا۔

خاص طور پر مسلمان محبت و اخوت کی نعمت سے مالا مال ہوئے ارشاد فرمایا گیا: والف بین قلوبھم اور ان کے دلوں میں محبت و الفت کر دی (پ ۱۰ الانفال ۶۳)۔ اہل عرب خواہ وہ مکہ کے قریش ہوں یا دیگر قبائل، یا مدینہ کے اوس و خزرج اور دوسرے قبائل، مودت و محبت کے جذبے سے عاری اور شقاوت و عداوت کے عادی تھے۔ باہمی قتال و جدال ان کا طرہ امتیاز اور خونریزی میں قومی افتخار سمجھا جاتا تھا مگر حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم و تربیت نے ان کو باہم شیر و شکر بنا دیا۔ آپ نے مسلمانوں کو محبت و اتحاد کا درس دیتے ہوئے یہ الٰہی پیغام پہنچایا۔

واعتصموا بحبل اللہ جمیعاً ولا تفرقوا واذکروا نعمت اللہ علیکم اذ کنتم اعداءً فالف بین قلوبکم فاصبحتم بنعمتہ اخواناً وکنتم علیٰ شفا حفرۃ من النار فانقذکم منھا کذالک یبین اللہ لکم اٰیٰتہ لعلکم

اور اللہ کی رسی کو مضبوط تھام لو سب مل کر اور آپس میں پھٹ نہ جانا اور اللہ کے احسان اپنے اوپر یاد کرو جب تم میں بیر تھا اس نے تمہارے دلوں میں ملاپ کر دیا تو اس کے فضل سے تم آپس میں بھائی ہو گئے اور تم ایک غار دوزخ کے کنارے پر تھے تو اس نے تمہیں اس سے بچا دیا اللہ تم سے یوں ہی اپنی آیتیں بیان کرتا ہے

Marfat.com

تھتدون ۰ (پ ۴ ال عمران ۱۰۳) کہ کہیں تم ہدایت پاؤ۔

آپ نے یہ نعرہ حق اس وقت بلند کیا جب کہ ساری قوم آپ کو جھٹلا رہی تھی اور آپ کی زبان بندی کیلئے ہر حربہ استعمال کیا جا رہا تھا ان مخالفانہ، جان لیوا رویوں کے باوجود آپ نے سچائی کا علم بلند کیا اور دنیا کو بتا دیا کہ لوگوں کے ڈر سے سچائی سے گریز کرنا اور اللہ تعالیٰ سے نہ ڈرنا ایمانداری نہیں زندگی میں ہر قدم پہ اللہ کی خوشنودی چاہنا اور اس کی ناراضگی سے ڈرنا ہی زندگی کا حسن ہے۔

ارشادِ ربانی ہے۔

وتخشی الناس واللہ احق ان تخشٰہ (پ ۲۲ الاحزاب ۳) یعنی اور تو لوگوں سے ڈرتا تھا جبکہ اللہ تعالیٰ کا زیادہ حق دار تھا کہ تو اللہ سے ڈرے۔

دراصل خشیت الٰہی ہی انسانوں میں توازن اور رضائے الٰہی کی لگن اس کی زندگی میں اعمال حسنہ کیلئے کشش پیدا کرتی ہے۔ یہی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی تربیت کی خوبی تھی کہ جس نے انسانی زندگی پر ایسے گہرے اثرات مرتب کئے کہ رہتی دنیا تک اس کی ان مٹ مثالیں جگمگاتی رہیں گی۔

مدائن (فارس) کی فتح میں ایک مسلمان سپاہی کے ہاتھ کسریٰ کا تاج لگا تھا اور وہ اس کو اپنے دامن میں چھپا کر امیر افواج اسلامی حضرت سعد بن وقاص کے پاس لایا جیسے کوئی چوری کا مال چھپا کر لایا ہے اور کہا "سردار یہ کوئی بہت قیمتی چیز معلوم ہوتی ہے۔ یہ میں آپ کے حوالے کر رہا ہوں تاکہ بیت المال میں داخل ہو جائے" پہلے تو مسلمان امیر نے (جو عشرہ مبشرہ میں سے ہیں) سپاہی کو سر سے پیر تک دیکھا اور بحر حیرت میں ڈوب گئے کہ اللہ اکبر اس قدر قیمتی جواہرات سے مرصع تاج زریں پاکر اس غریب سپاہی، عرب کے بدو کی نیت خراب نہیں ہوئی۔ اس کو یہ خیال نہیں آیا کہ اس کو یہاں لانے کے بجائے اپنے خیمہ میں لے جاکر رکھ دے۔ امیر نے کہا "آپ کا نام" اس نے دروازہ کی طرف منہ کرکے اور پیٹھ پھیر کر جواب دیا "جس کی ذات کی خوشنودی کیلئے میں نے یہ کام کیا وہ میرا نام جانتا ہے۔" یہ کہہ کر وہ روانہ ہو گیا۔

کاش ملت اسلامیہ کا ہر فرد خصوصاً عمال و حکام اس جذبہ سے سرشار ہو جائیں اور ایسا ایمان بالغیب رکھیں تو کایا ہی پلٹ جائے دراصل ظلم و گناہ کا ماحول ختم کرنے، پاکیزہ فضا ستھرا ماحول اور نظام امن و مساوات قائم کرنے کیلئے افراد معاشرہ میں ایسے جذبہ کی ضرورت

Marfat.com

ہوتی ہے کہ معاشرہ کا ہر فرد اصول مساوات اور ضابطۂ اخلاق کا محافظ اور ایسا معاون نفاذِ قانون بن جائے کہ خود اپنی ذات پر بھی نافذ کرنے میں استقامت رکھے اور ارتکابِ جرم کرنیوالا خود ہی نفاذِ قانون کیلئے اپنے کو قانون نافذ کرنیوالے ادارہ کے سامنے پیش کر دے اور مومن تو آخرت کی سزا، جہنم کے مقابلہ میں دنیاوی سزا چاہے وہ کتنی ہی سخت وجان لیوا کیوں نہ ہو آسان سمجھتا ہے ۔ صحابۂ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی کئی درخشندہ مثالیں موجود ہیں مثلاً ۔

حضرت ماعز رضؓ کا واقعہ کہ وہ جانتے تھے کہ زنا قابل سزا جرم ہے یہ فعل ان سے سرزد ہو گیا ۔ ہے کوئی ان کے اس جرم کو دیکھنے والا نہیں لیکن ان کے ایمان تھا کہ میرا کوئی عمل اللہ تعالیٰ سے چھپا ہوا نہیں ہے دوسرے وہ یہ بھی یقین رکھتے تھے کہ اگر دنیا میں لوگوں کی لاعلمی کے سبب میں سزا سے بچ بھی گیا لیکن قیامت کے دن اللہ کے یہاں مجھے ضرور سزا ملے گی ۔

یہ ان کا ایمان تھا کہ قیامت کی سزا کے مقابلہ میں دنیا کی سزا نہایت ہی آسان ہے اور پھر یہ کہ خلوص ایمان کے سبب وہ اللہ تعالیٰ کے حضور داغدار کردار کے ساتھ پیش ہونا گوارا نہ کرتے تھے اس جرم کی سزا کیلئے خود کو دربار رسالت میں پیش کر دیا ۔ حضرت ابو ہریرہ سے مروی ہے کہ حضرت ماعز بن مالک حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا یا رسول اللہ میں نے زنا کیا ہے ۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی طرف سے منہ پھیر لیا ۔ انہوں دوسری طرف آکر یہی عرض کیا آپ نے پھر منہ پھیر لیا ، الغرض انہوں نے چار مرتبہ زنا کا اقرار کیا تب حضور نے ان کے واسطے سنگساری کا حکم فرمایا (ابن ماجہ)

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم و تربیت نے افراد ملت میں خشیت الہیٰ کا وہ جذبہ پیدا کیا کہ ہر ایک نے شریعت محمدیہ کو اپنی جان پر نافذ کر دیا یہاں تک کہ اگر ان سے اتفاقاً کوئی جرم سرزد ہو گیا تو خود کو آلودگی جرم گناہ سے پاک ہونے کیلئے سزا کیلئے پیش کر دیا اور ثابت کر دیا کہ ایک مسلمان گناہ آلودہ حالت کی بجائے اپنے خالق کے حضور قیامت میں پاک وستھرا پیش ہونا اچھا سمجھتا ہے کیونکہ وہ یقین رکھتا ہے ۔

ان الذین یخشون ربھم بالغیب لھم مغفرۃ واجر کبیرۃ
(پ ۲۹ الملک ۱۲)

بے شک وہ جو بے دیکھے اپنے رب سے ڈرتے ہیں ان کیلئے بخشش اور بڑا ثواب ہے ۔

Marfat.com

آج کل کے مسلمان وہ بھی جو جب چاہتے ہیں قتلِ عام سے خون کی ہولی کھیلتے ہیں امن کو تباہ اور فساد برپا کر دیتے ہیں قانون نافذ کرنے والے عاجز و بے بس نظر آتے ہیں، پتہ نہیں اللہ پران کا ایمان کیسا ہے، وہ اس کو علیم و خبیر، حاضر و ناظر جانتے ہیں یا نہیں - کیا آخرت اور یوم حساب کو بھول گئے ہیں کیوں کہ اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کیلئے سخت وعید فرمائی ہے -

انما جزآء الذین یحاربون اللہ ورسولہٗ ویسعون فی الارض فسادًا ان یقتلوا او یصلبوا او تقطع ایدیھم وارجلھم من خلاف او ینفوا من الارض ذالک لھم خزی فی الدنیا ولھم فی الآخرۃ عذاب عظیم

وہ کہ اللہ اور اس کے رسول سے لڑتے اور ملک میں فساد کرتے پھرتے ہیں ان کا بدلہ یہی ہے کہ گن گن کر قتل کئے جائیں یا سولی دیئے جائیں یا ان کے ایک طرف کے ہاتھ اور دوسری طرف کے پاؤں کاٹے جائیں یہ دنیا میں ان کی رسوائی اور آخرت میں ان کیلئے بڑا عذاب ہے -

(پ۶ المائدہ ۳۳)

کاش وہ امن آشتی کے اخلاق کا خود اپنے ہاتھوں گلا نہ گھونٹیں، دین اسلام کے خیر خواہی کے اصولوں پر عمل کریں - حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اخوت و مساوات کی تعلیم فراموش نہ کریں - اللہ اور رسول کی بغاوت کی موت کے بجائے ان کی اطاعت و فرماں پذیری کی زندگی اپنائیں جس کی طرف آپ نے بلایا اور فرمایا -

من عمل صالحًا من ذکرٍ او انثٰی وھو مومن فلنحیینہٗ حیٰوۃ طیبۃ ج ولنجزینھم اجرھم باحسن ما کانوا یعملون

جو اچھا کام کرے مرد ہو عورت اور ہو مسلمان تو ضرور اس کو اچھی زندگی جلائیں گے اور ضرور انہیں اچھا بدلہ دیں گے جو ان کے سبب سے بہتر کام کے لائق ہوں -

(پ ۱۴ النحل ۹۸)

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سلسلے میں نصیحت فرمائی - بھیڑ بکری کی طرح انسان کے بھی بھیڑیے ہوتے ہیں اور انسان کا بھیڑیا شیطان ہے - دور اور کنارے رہنے والی بکری کو بھیڑیا اٹھائے جاتا ہے لہٰذا تفرقی سے بچو اور

Marfat.com

جماعت سے عوام سے اور مسجد سے وابستہ رہو۔

اللہ تعالیٰ کے لئے محبت کرنا اور اللہ ہی کیلئے بغض رکھنا بہترین عمل ہے اور فرمایا!

"مومن وہ ہے کہ وہ دوسروں سے اور دوسرے اس سے مانوس ہوں۔ جس میں یہ دونوں باتیں نہ ہوں وہاں کون سی خیر ہو سکتی ہے۔"

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا" دین نام ہی بہی خواہی کا ہے۔ لوگوں نے پوچھا کس کی بہی خواہی کا، آپ نے فرمایا۔ اللہ تعالیٰ کی، اس کی کتاب کی اور اولی الامر کی اور مسلمان تو دوسرے مسلمان کا بھائی ہے وہ نہ اس کی امداد سے پہلو تہی کرتا ہے نہ اس سے جھوٹ بولتا ہے اور نہ اس پر ظلم کرتا ہے۔ تم میں ہر شخص دوسرے کا آئینہ ہے لہذا جب اُسے تکلیف میں دیکھے تو اسے دور کرے (ترمذی)۔

بخاری ومسلم نے روایت کی کہ مسلمان دوسرے مسلمان کا بھائی ہے نہ وہ اس پر ظلم کرتا ہے نہ اُسے ہلاکت میں جاتا دیکھ کر چھوڑ دیتا ہے۔ جو شخص اپنے بھائی کی حاجت روائی کرے گا اور جو شخص کسی مسلمان کی ایک تکلیف دور کرے گا اللہ تعالیٰ بروز حشر اس کی ایک تکلیف دور فرمائے گا اور جو اس کی پردہ پوشی کرے گا اللہ تعالیٰ بروز قیامت اس کی پردہ پوشی فرمائے گا۔ (شیخین)

شیخین سے مروی ہے کہ مومن مومن کیلئے ایسی عمارت ہے جس کا ایک جزو دوسرے سے مضبوط جڑا ہوا ہے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ گفتگو فرماتے وقت تمثیل کیلئے اپنے پنجے کو دوسرے پنجے میں ڈال لیا۔

ترمذی میں منقول ہے کہ جو شخص اپنے کسی بھائی کی آبرو کی مدافعت کرے گا اللہ تعالیٰ بروز قیامت اس کے چہرے سے آگ دور کردے گا۔

سنن ابو داؤد میں مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کسی مسلمان کی بے عزتی یا بے حرمتی ہو رہی ہو اور دوسرا مسلمان اس کی مدد نہ کرے تو دوسرے موقع پر جب کہ اس کی مدد کو ضرورت ہوگی اللہ تعالیٰ اس کی مدد نہ کرے گا اور جب کسی مسلمان کی بے حرمتی یا بے عزتی کے موقع پر دوسرا مسلمان اس کی مدد کرے گا تو اللہ تعالیٰ بھی دوسرے موقع پر جب خود اسے امداد مطلوب ہو اس کی مدد فرمائے گا۔

Marfat.com

"تاریخ گواہ ہے کہ مسلمانوں نے دینی اخوت کے رشتہ کو خوب نبھایا ہے اس کی قابل تقلید روشن مثالوں سے اوراق حدیث بھرے ہوئے ہیں ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں ایک شخص حاضر ہوا اور عرض کیا میں بڑا دکھی فقیر ہوں۔ "آنحضرتؐ نے اپنی بعض ازواج مطہرات کے پاس کہلا بھیجا (کہ اگر کھانے کی کوئی چیز ہو تو ایک ایسے حاجت مند کیلئے بھجدو) وہاں سے جواب ملا کہ قسم اس ذات پاک کی جس نے آپ کو دین حق کے ساتھ بھیجا ہے ہمارے ہاں اس وقت کھانے پینے کی کوئی چیز پانی کے سوا نہیں ہے۔ پھر آپ نے اپنے کسی دوسرے گھر کہلا کے بھیجا وہاں سے بھی یہی جواب ملا پھر (یکے بعد دیگرے) اپنے سب گھروں میں کہلا کے بھیجا اور ان سب کی طرف سے یہی جواب ملا (کہ اسوقت پانی کے سوا کھانے پینے کی کوئی چیز گھر میں نہیں ہے۔ اپنے سب گھروں سے یہ جواب ملنے کے بعد آپ نے صحابہؓ حاضرین کو مخاطب کرکے فرمایا۔ تم میں کون اس بندہ کو اپنا مہمان بنا سکتا ہے۔ اس پر اللہ تعالیٰ کی خاص رحمت ہوگی۔ انصار میں سے ابوطلحہ نامی ایک شخص کھڑے ہوئے اور عرض کیا یا رسول اللہ! ان کو میں اپنا مہمان بناتا ہوں، چنانچہ وہ اس حاجت مند شخص کو اپنے گھر لے گئے اور بیوی سے کہا، کیا تمہارے ہاں کچھ ہے۔ بیوی نے جواب دیا ہاں بس اپنے بچوں کا کھانا ہے اس کے سوا کچھ نہیں ہے ابوطلحہ نے کہا تو پھر ایسا کرو کہ بچوں کو کسی چیز سے بہلا کر سلادو اور جب ہمارا مہمان گھر میں آجائے تو اس پہ یہ ظاہر کرنا اور ایسا دکھانا کہ ہم بھی کھائیں گے۔ پھر جب وہ کھانے کیلئے ہاتھ بڑھائے تو تم چراغ ٹھیک کرنے کے بہانے چراغ کے پاس جاکر اس کو گل کر دینا چنانچہ بیوی نے ایسا ہی کیا پس بیٹھے تو سب لیکن کھانا صرف مہمان نے کھایا اور دونوں میاں بیوی نے بھوکے رہ کر رات گزاری۔ پھر جب صبح ہوئی تو ابوطلحہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوگئے آپ نے ان کا اور ان کی بیوی بچوں کا نام لے کر ان کو خوشخبری سنائی کہ اللہ تعالیٰ کو اپنے فلاں بندے اور فلاں بندی کا یہ عمل بہت ہی پسند آیا اور اللہ تعالیٰ بہت ہی خوش ہوا (بخاری و مسلم)

اسلام واحد مذہب ہے جس نے محبت و اخوت، ہمدردی اور مہربانی سے آراستہ معاشرہ کو جنم دیا، باہم موانست والفت پیدا کرکے ایک خوشگوار اور پرامن ماحول پیدا کیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انس و محبت کو خاص ایمانی صفات بتایا ہے اور کیوں نہ ہو خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم انس و محبت کا پیکر تھے اور آپ کی ہر خصلت بلاشبہ ایمانی حقیقت ہے۔

Marfat.com

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔

" رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مومن تو الفت و محبت کا مرکز ہے اور اس آدمی میں کوئی بھلائی نہیں جو دوسروں سے الفت نہیں کرتا اور اس سے دوسرے الفت نہیں کرتے "

پس بندۂ مومن کو انس و محبت کا مرکز ہونا چاہیئے کہ وہ خود دوسروں سے محبت کرے اور دوسرے اس سے محبت کریں اور مانوس ہوں۔ اگر کسی شخص میں یہ بات نہیں ہے تو گویا اس میں کوئی خیر نہیں ہے نہ وہ دوسروں کو کوئی نفع پہونچا سکے گا اور نہ دوسرے لوگ اس سے نفع اٹھا سکیں گے۔ ہاں! مومن کی یہ محبت والفت اور دوسروں سے مانوس ہونا اور ان کو اپنے سے مانوس کرنا سب اللہ کیلئے اور اللہ کے احکام کے تحت ہونا چاہیئے اسی کی بابت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا!

ان احب الاعمال الی اللہ تعالی الحب فی اللہ والبغض فی اللہ۔ (ابوداؤد)

بندوں کے اعمال میں اللہ تعالی کو سب سے زیادہ محبوب وہ محبت ہے جو اللہ کیلئے ہو اور وہ بغض وعداوت سے جو اللہ کے لئے ہو۔

یہ حقیقت ہے کہ صحابۂ کرام اشداءُ علی الکفّار رحماءُ بینھم کی مجسم تفسیر تھے اور باہم محبت والفت کے پیکر تھے۔ یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اخوت ومساوات کی تعلیم کا ہی اثر تھا کہ مہاجرین مکہ والفار مدینہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی قائم کردہ مواخاۃ کا وہ مؤثر وروشن اسوۂ قائم کیا کہ امت مسلمہ کے علاوہ کسی اور ملت کی تاریخ میں یہ کردار نظر نہیں آتا۔ قرآن مجید نے ان کی اس اخوت کا بیان اس انداز سے کیا۔

ان الذین آمنوا وھاجروا وجاھدوا باموالھم وانفسھم فی سبیل اللہ والذین آووا ونصروا اولئک بعضھم اولیاء بعض ط

جو لوگ ایمان لائے اور ہجرت کی اور خدا کی راہ میں مال وجان سے جہاد کیا اور وہ لوگ جنہوں نے ان لوگوں کو پناہ دی اور ان کی مدد کی یہ لوگ باہم بھائی بھائی ہیں۔

(پ انفال - ۱۰)

سیرت نگار لکھتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسجد نبوی کی تعمیر کے بعد مہاجرین وانصار میں رشتہ واخوت قائم کیا تاکہ مہاجرین غربت کی وحشت اور اہل وعیال کی مفارقت محسوس نہ کریں اور ایک دوسرے سے مدد ملے مہاجرین کی تعداد پینتالیس یا پچاس تھی۔

Marfat.com

آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہر دو فریق سے دو دو کو بلا کر فرماتے گئے کہ یہ اور تم بھائی بھائی ہو۔ آپ کا یہ فرمانا تھا کہ درحقیقت بھائی بن گئے چنانچہ جب حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عبدالرحمٰن بن عوف قرشی زہری اور حضرت سعد بن ربیع خزرجی انصاری میں رشتۂ برادری قائم کر دیا تو حضرت سعد نے حضرت عبدالرحمٰن سے کہا کہ انصار میں میرے پاس سب سے زیادہ مال ہے میں اپنا مال آپ کو بانٹے دیتا ہوں میری دو بیویاں ہیں ان میں سے ایک کو جو آپ پسند کریں میں طلاق دیئے دیتا ہوں عدت گزرنے کے بعد آپ اس سے نکاح کر لیجیئے۔ حضرت عبدالرحمٰن نے کہا" آپ کے اہل اور آپ کا مال آپ کو مبارک ہو۔ کیا یہاں کوئی بازار تجارت ہے انہوں نے بنو قینقاع کے بازار کا راستہ بتا دیا۔ حضرت عبدالرحمٰن نے کچھ گھی اور پنیر خریدا اور شام کے وقت تک خرید و فروخت کی۔ چند روز میں اتنا سرمایا ہو گیا کہ شادی کر لی۔ رفتہ رفتہ ان کی تجارت کو یہ ترقی ہوئی کہ خود ان کا قول تھا کہ مٹی پر ہاتھ ڈالتا ہوں سونا بن جاتی ہے ان کا اسباب تجارت سات سات سو اونٹوں پر لد کر آتا تھا اور جس دن مدینہ میں پہنچتا تھا تمام شہر میں دھوم مچ جاتی تھی۔ حضرت ابوہریرہؓ کا بیان ہے کہ عقد برادری کے بعد انصار نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے درخواست کی کہ آپ ہمارے نخلستان ہمارے (مہاجر) بھائیوں اور ہم میں تقسیم فرما دیں۔ آپ نے فرمایا" نہیں" یہ سن کر انصار نے مہاجرین سے کہا کہ کام تم کیا کرو ہم تمہیں پھل میں شریک کر لیا کریں گے اس پر سب نے کہا" بسر و چشم" یہ مسافات کی صورت تھی مگر بعض نخلستان محض ہبہ کے طور پر دیئے ہوئے تھے جن میں کام بھی خود انصار کرتے تھے البتہ مہاجرین کو پیداوار کا نصف دیتے تھے۔

(سیرت النبی شبلی بحوالہ بخاری)۔

جب ۴ھ میں بنو نضیر جلاوطن ہوئے اور ان کے اموال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قبضہ میں آئے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تمام انصار کو بلا کر فرمایا اگر تم چاہتے ہو تو میں بنو نضیر کے اموال تم میں اور مہاجرین میں تقسیم کر دیتا ہوں اور اگر تم چاہتے ہو تو اموال مہاجرین میں بانٹ دیتا ہوں اور وہ تمہارے گھروں اور اموال سے بے دخل ہو جائیں گے۔ حضرات سعد بن عبادہ اور سعد بن معاذ نے عرض کیا یا رسول اللہ! یہ اموال آپ مہاجرین میں تقسیم کر دیجئے وہ ہمارے گھروں اور اموال میں بدستور شریک رہیں گے۔ یہ سن کر تمام انصار بولے" ہم یا رسول اللہ ہم اس پر راضی ہیں" اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا" خدایا تو انصار اور ابنائے انصار پر رحم فرما۔ اس طرح حضور علیہ السلام نے اموال بنی نضیر صرف مہاجرین میں تقسیم فرما دیئے۔

Marfat.com

۷ھ میں جب خیبر فتح ہوا تو مہاجرین کے حصہ میں اس قدر مال آیا کہ ان کو انصار کے نخلستان کی حاجت نہ رہی اس لئے انہوں نے وہ نخلستان جو بطورِ اباحت ان کے پاس تھے انصار کو واپس کر دیئے۔

" آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب جنگ خیبر سے فارغ ہوئے اور مدینہ واپس آئے تو مہاجرین نے انصار کے عطیئے جو نخلستان کی صورت میں تھے واپس کر دیے۔"

۸ھ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علاء بن الحضرمی کو بغرض تبلیغ ولایت بحرین بھیجا منذر بن ساوی حاکم بحرین اور وہاں کے تمام عرب ایمان لائے باقی اہل بحرین (مجوس اور انصار و یہود) نے جزیہ پر صلح کر لی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انصار کو بلایا تاکہ بحرین کا جزیہ و خراج انصار کے لئے لکھ دیں مگر انصار نے عرض کیا" نہیں! اللہ کی قسم ایسا نہ کیجئے یہاں تک کہ حضور ہمارے قریشی بھائیوں کیلئے بھی اتنا ہی مال نہ لکھ دیں (بخاری فضائل انصار)۔

انصار کے اسی جذبۂ ایثار کو سراہتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے وحی نازل فرمائی۔

والذین تبوّءو الدار والایمان من قبلھم یحبون من ھاجر الیھم ولا یجدون فی صدورھم حاجۃً مما اوتوا ویؤثرون علی انفسھم ولو کان بھم خصاصۃٌ (قف) ومن یوق شح نفسہٖ فاولٰئک ھم المفلحون (پ ۱۸ الحشر ۹)

اور جنہوں نے پہلے سے اس شہر (مدینہ) اور ایمان میں گھر بنا لیا جو ان کی طرف ہجرت کر کے گئے ان کو دوست رکھتے ہیں اور اپنے دلوں میں اس چیز کو جو دیئے گئے کوئی حاجت نہیں پاتے اور اپنی جانوں پر ان کو ترجیح دیتے ہیں اگرچہ ان کو شدید محتاجی ہو اور جو کوئی اپنے نفس کو لالچ سے بچا گیا وہی کامیاب ہیں۔

اخوت کی یہ روح اسلامی معاشرے کے تمام اعمال و مظاہر میں منعکس ہے اس سے وہ محبت و مساوات پیدا ہوئی کہ جس کی نظیر دنیا میں نہیں ملتی۔

ابوجہم بن حذیفہ کہتے ہیں کہ جنگ یرموک میں معرکہ ختم ہونے کے بعد میں اپنے چچازاد بھائی کی تلاش میں نکلا جو معرکہ میں شریک تھے میں نے پانی کا ایک مشکیزہ ساتھ لیا کہ مبادا وہ زخمی ہوں اور پیاسے ہوں تو ان کو پانی پلاؤں۔ اتفاق سے وہ ایک جگہ اس حالت میں پڑے ہوئے ملے کہ دم توڑ رہے تھے اور جان کنی کی کیفیت شروع تھی۔ میں نے پوچھا" پانی

Marfat.com

کا گھونٹ دوں" انہوں نے اثبات میں اشارہ کیا اتنے میں دوسرے صاحب کے کراہنے کی آواز آئی جو قریب ہی پڑے ہوئے تھے اور مرنے کے قریب تھے، میرے چچازاد بھائی نے یہ آواز سنی تو مجھے ان کے پاس جانے کا اشارہ کیا، میں ان کے پاس پانی لے کر گیا وہ ہشام بن ابی العاص رضی اللہ عنہ تھے میں ان کے پاس پہنچا ہی تھا کہ ان کے پاس پڑے ہوئے ایک اور صحابی کے کراہنے کی آواز آئی وہ بھی دم توڑ رہے تھے۔ ہشام بن ابی العاص نے مجھے ان کے پاس جانے کا اشارہ کیا، میں ان تیسرے صاحب کے پاس پہنچا تو وہ دم توڑ چکے تھے۔ ان کے پاس سے جب ہشام کے پاس واپس آیا تو ان کی روح بھی پرواز کر چکی تھی، افسوس و ملال کے عالم میں اپنے بھائی کے پاس پہنچا تو وہ بھی اس عرصہ میں اپنے خالق حقیقی سے جا ملے تھے۔

حضرت زبیر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ غزوہ احد میں اس مقام کی طرف جہاں شہداء کی نعشیں پڑی ہوئی تھیں ایک عورت تیزی سے آرہی تھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا دیکھو! عورت کو روکو۔ حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں میں نے پہچان لیا کہ میری والدہ (حضرت صفیہ بنت عبدالمطلب) ہیں میں جلدی سے روکنے کیلئے بڑھا مگر وہ قوی تھیں، ایک گھونسہ میرے مارا اور کہا "پرے ہٹ" میں نے کہا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا ہے، تو وہ فوراً کھڑی ہو گئیں۔ (روایت یہ بھی ہے کہ آپ کو اجازت مل گئی تھی اور آپ نے اپنے بھائی حضرت حمزہ کی نعش کو دیکھا اور دعا کی) اس کے بعد دو کپڑے نکالے اور فرمایا کہ میں اپنے بھائی کے کفن کیلئے لائی تھی کہ میں ان کے انتقال کی خبر سن چکی تھی ان کپڑوں میں ان کو کفنا دینا، ہم لوگ وہ کپڑے لیکر حضرت حمزہ کو کفنانے لگے کہ برابر میں ایک انصاری شہید پڑے ہوئے تھے جن کا نام حضرت سہیل تھا ان کا بھی کفار نے یہی حال کر رکھا تھا جیسا کہ (آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا) حضرت حمزہ کا تھا ہمیں اس بات سے شرم آئی کہ حضرت حمزہ کو دو کپڑوں کا کفن دیا جائے اور انصاری کے پاس ایک بھی نہ ہو۔ اس لئے ہم نے دونوں کیلئے ایک ایک کپڑا تجویز کر دیا لیکن ان میں ایک کپڑا بڑا تھا اور دوسرا چھوٹا۔ تو ہم نے قرعہ ڈالا کہ قرعہ میں جو کپڑا جن کے حصہ میں آجائے گا وہ ان کے کفن میں لگایا جائے۔ قرعہ میں بڑا کپڑا حضرت سہیل کے حصہ میں آیا اور چھوٹا حضرت حمزہ کے حصہ میں آیا جو ان کے قد سے کم تھا کہ اگر سر کو ڈھانکا جاتا تو پاؤں کھل جاتے اور پاؤں کی طرف کیا جاتا تو سر کھل جاتا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ سر کو کپڑے سے ڈھانک کر پاؤں پر پتے وغیرہ ڈال دو۔

Marfat.com

یہ دو جہانوں کے بادشاہ کے چچا کا کفن ہے وہ بھی اس طرح کہ حضرت صفیہ بنت عبدالمطلب اپنے بھائی حمزہ بن عبدالمطلب کے کفن کے لئے دو کپڑے دیتی ہیں۔ جذبۂ اخوت اور عشقِ مساوات کے تحت یہ گوارا نہ کیا گیا کہ قریب ہی پڑی ہوئی انصاری بھائی کی نعش بے کفن رہے اس کو کفن دیا گیا اور اس امتیاز کے بغیر کہ چھوٹے کپڑے ہیں انہیں اور بڑے کپڑے ہیں حضرت حمزہ کو کفنائے جب کہ حضرت حمزہ اس ترجیح کا حق بھی رکھتے تھے مگر یہاں بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مساوات کی اعلیٰ تعلیم سے بہرہ مند فرمایا۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عمل سے انسانیت کو یہ سبق سکھایا کہ جب معاشرہ کا ہر فرد اور ہر طبقہ کا ہر فرد ہر نفس ایک دوسرے کا خیال رکھے گا ایک دوسرے کے حقوق کی حفاظت کرے گا اور انسانی مساوات کے نظریہ پر عمل پیرا رہے گا تو نہ طبقاتی کشمکش پیدا ہوگی نہ معاشرتی برائیاں جنم لیں گی۔ ایک طرف اگر آپ نے یہ تعلیم دی کہ اللہ کے نزدیک یہ مکروہ ہے کہ بندہ اپنے اصحاب میں خود کو (اونچا) نمایاں دیکھے تو دوسری طرف چشم عالم نے دیکھا کہ انسانیت کا لیڈر (ہادی) امت کا سردار اور وقت کا رسول اپنی قوم کے ساتھ اینٹ گارا اور پتھر مٹی اٹھا رہا ہے اور مسجد قبا کی تعمیر کی جارہی ہے، علامہ شبلی نے لکھا ہے۔

حضرت کلثوم کی ایک افتادہ زمین تھی جہاں کھجوریں سکھائی جاتی تھیں یہیں دستِ مبارک سے مسجد کی بنیاد ڈالی یہی مسجد ہے جس کی شان میں قرآن مجید میں ارشاد ہے۔

لمسجد اسس علی التقویٰ من اول یومٍ احق ان تقوم فیہ ط فیہ رجالٌ یحبون ان یتطھروا واللہ یحب المطھرین (توبہ ۱۳)	وہ مسجد جس کی بنیاد پہلے ہی دن پرہیزگاری میں رکھی گئی وہ اس بات کی زیادہ مستحق ہے کہ تم اس میں کھڑے ہو اس میں ایسے لوگ ہیں جن کو صفائی بہت پسند ہے اور خدا صاف رہنے والوں کو دوست رکھتا ہے۔

مسجد کی تعمیر میں مزدوروں کے ساتھ آپ خود بھی کام کرتے تھے۔ بھاری بھاری پتھروں کے اٹھاتے وقت جسم مبارک خم ہو جاتا تھا عقیدت مند آتے اور عرض کرتے ہمارے ماں باپ آپ پر فدا ہوں آپ چھوڑ دیں ہم اٹھالیں گے۔ آپ ان کی درخواست قبول فرماتے لیکن پھر اسی وزن کا دوسرا پتھر اٹھا لیتے (بحوالہ طبرانی کبیر)

حضرت عبداللہ بن رواحہ شاعر تھے وہ بھی مزدوروں کے ساتھ شریک تھے اور جس طرح

Marfat.com

مزدور کام کرنے کے وقت تھکن مٹانے کو گاتے جاتے ہیں وہ یہ اشعار پڑھتے جاتے تھے۔

افلح من یعالج المساجدا ۔ ولیقرءُ — وہ کامیاب ہے جو مسجد تعمیر کرتا ہے

القراٰن قائماً و قاعدا ۔ ولایبیت — اور اٹھتے بیٹھتے قرآن پڑھتا ہے اور رات

اللیل عنهُ راقدا — کو جاگتا رہتا ہے ۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بھی ہر قافیہ کے ساتھ آواز ملاتے جاتے تھے۔

مدینہ میں مسجد نبوی کی تعمیر میں بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عملاً حصہ لیا۔ شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے مدارج النبوت میں لکھا ہے ۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ کرام کے ساتھ مل کر اینٹیں اٹھا کر لاتے تھے اور مٹی سے آپ کا شکم مبارک آلودہ ہو جاتا تھا جب صحابہ کرام یہ دیکھتے کہ حضور خود بہ نفس نفیس اینٹیں اٹھا کر لا رہے ہیں تو وہ بھی کام میں خوب کوشش کرتے اور یہ ترانہ پڑھتے جاتے تھے ۔ لئن قعدنا والنبی یعمل ذاک اذا لعمل المضللُ (یعنی ہم بیٹھے رہیں اور نبی کریم کام کرتے رہیں ایسا بیٹھنا یقیناً گمراہ کرنے والا عمل ہے) اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے کپڑوں پر رکھ کر اینٹیں لاتے تھے اور فرماتے تھے ۔

اللھم لا خیر الا خیر الاخرۃ — اے رب آخرت کی نیکی سے بہتر کوئی چیز نہیں

فارحم الانصار والمھاجرہ — تو انصار اور مہاجرین پر رحم فرما)

دوران سفر بھی جب قافلہ کہیں پڑاو کرتا تب بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سردار قافلہ ہوتے ہوئے مسند نشین بن کر بیٹھنا پسند نہ فرماتے بلکہ طعام و قیام کے امور مل جل کر سر انجام دیتے اور ہم سفروں کا ہاتھ بٹاتے جیسے ایک دفعہ ایک سفر کے دوران ایک پڑاؤ پر کھانا پکانے میں ہاتھ بٹانے کیلئے آپ نے فرمایا " میں جنگل سے لکڑیاں لاؤں گا" شریک سفر صحابہ کو یہ گوارا نہ ہوا کہ ان کا محبوب قائد کام کرے اور وہ اس پر راضی نہ ہوئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں جانتا ہوں کہ تم سب خود یہ کام انجام دے لوگے مگر مجھے یہ پسند نہیں کہ میں ممتاز بن کر بیٹھ رہوں اور اللہ بھی اس کو پسند نہیں کرتا۔

اسلام میں باہم مساوات کی تعلیم محض مسلمانوں کیلئے مخصوص نہ تھی ۔ آنحضرت صلی اللہ

Marfat.com

علیہ وسلم نے تمام انسانوں میں مساوات کا سلوک کر کے انسانی اخوت کا درس دیا ۔غزوۂ بدر میں جب مسلمانوں نے مشرک اسیران بدر کو باندھ کر قید کر لیا جب رات ہوئی عباس بن عبدالمطلب کے کراہنے کی آوازیں آنے لگیں جو دوسرے مشرک اسیرانِ بدر کے ساتھ قید تھے ۔آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کی کراہٹ کی آواز سن کر نیند نہیں آرہی تھی ۔صحابہؓ نے عرض کیا "آپ کو نیند کیوں نہیں آرہی"۔ آپ نے فرمایا "چچا عباس کے کراہنے کی وجہ سے" ایک انصاری صحابی نے اس خیال سے کہ آنحضرت استراحت فرمائیں عباس کے بند ڈھیلے کر دیئے اور عباس سو گئے ۔آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اصحاب سے پوچھا کیا بات ہے میں عباس کے کراہنے کی آواز نہیں سنتا ۔صحابہ نے عرض کی ، یارسول اللہ ان کی بندشوں کو ڈھیلا کر دیا گیا ہے ۔مساوات انسانی کے علمبردار حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تمام اسیروں کی بندشیں ڈھیلی کر دی جائیں ۔حکم کی تعمیل کی گئی اسیروں کو سکون ملا جب وہ سو گئے تب رحمۃ للعالمین نے استراحت فرمایا ۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں کسی مسلمان نے ایک ذمی اہل کتاب کو قتل کر دیا ۔آنحضرتؐ کے حضور مقدمہ پیش ہوا ۔آپ نے مسلمان کو قصاص میں قتل کرا دیا ۔یہ آنحضرت کی تعلیم کا ہی اثر تھا کہ عہد صحابہ میں بھی غیر مسلموں کے ساتھ رواداری و مساوات کا سلوک کیا جاتا رہا ۔ ایک دفعہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے عہد خلافت میں ایک بوڑھے ضعیف ذمی کو بھیک مانگتے دیکھا تو اس کو ساتھ لے کر گھر پر آئے اور کچھ نقد دیکر بیت المال کے داروغہ کو کہلا بھیجا کہ اس قسم کے معذوروں کیلئے بیت المال سے وظیفہ مقرر کر دیا جائے ۔ یہ کوئی ایک مخصوص واقعہ نہیں ، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بلا امتیاز مذہب و ملت اور نسل و رنگت انفاق فی سبیل اللہ کا جامع طریقہ رائج فرمایا اور وسیع القلبی سے عمل پیرا ہونے والوں کے جذبہ کو سراہا ارشاد ہے ۔

ویطعمون الطعام علی حبہ مسکیناً و یتیماً واسیراً ۔ انما نطعمکم لوجہ اللہ لا نرید منکم جزاءً ولا شکوراً انا نخاف من ربنا یوماً عبوساً قمطریراً ۔ فوقاھم اللہ شر

اور کھانا کھلاتے ہیں اللہ کی محبت پر مسکین یتیم اور اسیر کو ان سے کہتے ہیں ہم تمہیں خالص اللہ کیلئے کھانا دیتے ہیں اور تم سے کوئی بدلہ یا شکرگزاری نہیں مانگتے بے شک اپنے رب سے ایک ایسے دن کا ڈر ہے

Marfat.com

ذالک الیوم ولقاھم نضرۃ و سرورا ۞ (پ ۲۹ الدھر ۸ تا ۱۱)

جو بہت ترش نہایت سخت ہے تو انہیں اللہ نے اس دن کے شر سے بچالیا اور انہیں تازگی و شادمانی دی ۔

وحدت نسل انسانی :

انسان ایک معاشرتی مخلوق ہے اس کو باہمی میل جول سے رہنے کیلئے پیدا کیا گیا ہے تفاوت دلفوق کی خواہش اس کیلئے زہر قاتل ہے اس لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم کا مقصد اولین یہ ہے کہ انسانی معاشرہ کسی بدامنی نابمواری کا شکار نہ ہو اور ہر طرح مساوات سے ہم آہنگ ہے ہر طبقے کا ہر فرد باہمی اخوت و بھائی چارہ کی محبت سے سرشار ہے اس لئے ہر طرح کی نفرت و فرق کی بیخ کنی کرتے ہوئے ارشاد فرمایا گیا ۔

یا ایھا الناس اتقوا ربکم الذی خلقکم من نفس واحدۃ وخلق منھما زوجھا وبث منھما رجالا کثیرا ونساء ج واتقوا اللہ الذی تساء لون بہ والارحام ان اللہ کان علیکم رقیبا ۞ (پ۴ النساء ۱)

اے لوگو اپنے رب کا تقویٰ اختیار کرو جس نے تم کو ایک ہی اصل سے پیدا کیا اور اسی سے اس کا جوڑ پیدا کیا اور ان دونوں سے مرد اور عورتیں پھیلائیں اور اللہ سے ڈرتے رہو کہ جس اللہ کے ذریعہ تم ایک دوسرے سے سوال کرتے ہو اور رحموں (رشتوں) کی نگہداشت کرو اور اللہ تم پر نگہبان ہے ۔

اسلام وحدت نسل انسانی کا داعی ہے اور تفریق بین الناس کا شدید مخالف ہے ' قوم و نسل ' رنگ و زبان کے امتیازات کا استیصال کرتا ہے نسل انسانی کی وحدت کا نظریہ اسلام کے علاوہ کسی دوسری تہذیب میں نظر نہیں آتا یہی وجہ ہے کہ اسلام کا یہ نظریہ امن کی بنیاد مرصوص پر دائمی اخوت و مساوات کی مستحکم تعمیر کرتا ہے یہی وحدانیت معبود کا مضمرہ ہے ۔ اللہ تعالیٰ بلا شرکت غیرے واحد و یکتا ' سب جہانوں کا رب ہے ۔ اللہ معبود ہے اور تمام انسان اس کے بندے ہیں اسی لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا : ان العباد کلھم اخوۃ ' اللہ کے بندے (تمام انسان) آپس میں بھائی ہیں (احمد ابو داؤد)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تمام انسانوں کو یہ بات ذہن نشین کرائی کہ زندگی ضرورتوں

Marfat.com

اور کفالتوں میں جملہ نوع انسانی ایک خاندان کی طرح ہے اور ان میں باہم کسی کو کسی پر کوئی بڑائی حاصل نہیں ۔ قبیلوں اور خاندانوں کے ناموں وغیرہ میں اختلاف محض شناخت کیلئے ہے ورنہ کسی کو کسی پر کوئی تفوق نہیں ہے سب باہم جنس ہیں رنگ ونسل وغیرہ کے امتیاز کے بغیر مساوی ہیں ۔

یا ایھا الناس انا خلقناکم من ذکر و انثیٰ وجعلناکم شعوباً وقبائل لتعارفوا ان اکرمکم عند اللّٰہ اتقاکم (پ ۱۱ الحجرات ۱۳) ۔

اے لوگو ہم نے تم کو ایک مرد (آدم) اور ایک عورت (حوا) سے پیدا کیا پھر مختلف قومیں اور مختلف خاندان بنایا تاکہ ایک دوسرے کو شناخت کرسکو اللہ کے نزدیک معزز و مکرم وہ ہے جو اپنے دل میں سب سے زیادہ خدا کا خوف رکھتا ہو اور صاحب تقویٰ ہو ۔

اسلام نے اگرچہ شرافت وکرامت کو تقویٰ کی بنیاد پر تسلیم کیا ہے مگر یہاں طبقاتی کمتری وبرتری کو کوئی دخل نہیں ہے کیونکہ عمل مواخاۃ میں ہم دیکھتے ہیں کہ حضرت حمزہ بن عبدالمطلب (عم رسول اللہ) کو حضرت زید آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے آزاد کردہ غلام کا ، حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو حضرت خارجہ بن زید کا اور حضرت خالد بن رویحہ کو حضرت بلال حبشی کا بھائی ٹھہرایا گیا گویا زندہ رہنے ،پھولنے پھلنے کائنات سے استفادہ کرنے اور اپنا مقام بنانے میں کسی کو بڑائی یا کمتری حاصل نہیں ۔ سب ہی کائنات میں پھیلی ہوئی نعمتوں سے اکتساب کرسکتے ہیں ۔ یہ ایک اعلیٰ معاشرتی نصب العین ہے کہ زندگی کی ضرورتوں اور کفالتوں میں جملہ نوع انسانی ایک برادری کی طرح ہے جس میں سب ہی کو زندہ رہنے پھلنے اور پھولنے کا مساوی حق ہے ۔ اس سے معاشرتی زندگی کی ایسی تنظیم ہوتی ہے جو افراط وتفریط سے محفوظ اور رنگ ونسل اور علاقے کے تعصب سے بالا اور قبائل وشعوب کی بنا پر برتری وفوقیت سے پاک ہوتی ہے ۔ یہی وجہ ہے کہ ہم اسلامی معاشرہ میں سربرآوردہ لوگوں کے مقابلہ میں غلاموں کو اور گوروں کے مقابلے میں کالوں کو بڑے بڑے مناصب پر فائز دیکھتے ہیں ، یا غلام وآقا اور احمر واسود کو ایک ہی مسند پر بیٹھا پاتے ہیں ۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ کی مسند فقہ کا صدر نشین ان کے غلام حضرت نافع ، حضرت عباس کے صاحبزادے حضرت عبداللہ کے مکتب علم کے صدر نشین ان کے غلام حضرت عکرمہ اور فن قرأت کا امام حضرت ام سلمہ کے غلام حضرت ابی میمون کو پاتے ہیں ۔

اسلامی تہذیب سے رونما ہونیوالے انسانی مساوات کے تاریخ ساز واقعے ماضی

Marfat.com

میں بھی مشعلِ راہ ہے آج بھی روشن و تابندہ ہیں اور مستقبل کیلئے بھی اسی طرح منارۂ نور بنے رہیں گے کہ دنیا ان کی افادیت سے انکار نہ کر سکے گی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا فقید المثال صحابی مسلمانوں کا صاحب جاہ و جلال امیر حضرتِ عمر فاروق رضی اللہ عنہ جب حضرت بلال حبشی سے جو دنیاوی اعتبار سے کالے کلوٹے عام حیثیت کے غلام ہیں ملاقات کرتا ہے۔ تو ان کی تعظیم و تکریم میں کوئی طریقہ فروگزاشت نہیں کرتا اور یا سیّدی یا سیّدی کے عظیم کلمات زبان پر ہیں۔ ——— یہی عظیم المرتبت امیر المومنین جب اپنے غلام کے ساتھ بیت المقدس کا سفر کرتے ہیں تو زمانے نے چشمِ حیراں سے دیکھا کہ غلام کے اصرار کے باوجود اپنی باری پر اپنے غلام کو اونٹ پر بٹھا کر سواری کے اونٹ کی نکیل پکڑے بیت المقدس میں داخل ہو رہا ہے۔ (الیسی ہی روایت الفاظ کے اختلاف کے ساتھ امام مالکؒ نے بھی بیان کی ہے) چشم عالم نے اس لشکر کو بھی دیکھا کہ جس کے سپہ سالار مولی النبی زید بن حارثہ تھے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا زاد بھائی حضرت جعفر بن ابی طالب اور سیف اللہ خالد بن ولید جیسے صاحب مرتبت اشخاص ان کے ماتحت لشکر کے تھے اور وہ لشکر بھی دیکھا کہ (باصطلاح دنیا آنحضرت کے غلام زادے) حضرت اسامہ بن زید کی امارت میں ترتیب دیا گیا جس میں حضرت ابوبکر صدیق اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہما جیسے اکابر و مہاجر و انصار کو حضرت اسامہ کا تابع بنایا گیا۔ حضرت حذیفہ کے غلام حضرت سالم کے متعلق حضرت عمر فاروق نے اپنے انتقال کے وقت فرمایا اگر آج سالم مولی حذیفہ زندہ ہوتے تو میں ان کو خلافت کیلئے نامزد کرتا۔ یہ سب اسلام کی انسانی مساوات کے مظاہر ہیں۔

سنوارا ظاہر و باطن خرد کو روشنی بخشی
مساوات و محبت کی جہاں کو زندگی بخشی

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم ہے "اے لوگو! ہاں بے شک تمہارا رب ایک ہے تمہارا باپ ایک ہے عربی کو عجمی پر، سرخ کو کالے پر اور کالے کو سرخ پر کوئی فضیلت نہیں مگر تقویٰ کی"۔ پس اسلامی معاشرہ میں انسان ہونے کی حیثیت سے سب ہی برابر ہیں۔ نہ تو امارت کسی کیلئے وجۂ تکریم ہے اور نہ غربت وجہ ذلت، نہ کوئی نسل کے لحاظ سے مسند صدارت پر بیٹھنے کا زیادہ مستحق ہو سکتا ہے اور نہ ہی کوئی کسی منصب پر فائز ہونے سے انسانوں سے ممتاز ہستی بن سکتا ہے بلکہ اسلامی معاشرہ کا ہر فرد انسان ہونے کے لحاظ سے

Marfat.com

سے احترام کا مستحق ہے، ارشادِ الٰہی ہے "لقد کرمنا بنی آدم" ہم نے آدم کے بیٹوں کو عزت کے قابل بنایا ہے۔

عصر حاضر کی فضائے امن مسموم کرنے والی اہم وجہ قومی، لسانی، نسلی اور طبقاتی تفریق بھی ہے ہر طبقہ تفاخر و تفوق کی دلدل میں پھنسا ہوا ہے۔ ہر قوم خود کو دوسری قوم سے افضل سمجھتی ہے گروہ بندی میں دنیا تقسیم ہو کر رہ گئی ہے، ہر گروہ دوسرے گروہ پر مسلط ہونے کیلئے برسرپیکار ہے اور کسی نہ کسی انداز میں غلام و محکوم بنانے کی تگ و دو میں ہے۔ اسلام اللہ اور قانون الٰہی کی پابندی کے سوا ہر قسم کی آزادی دلاتا ہے۔ آزادی کا مفہوم بھی یہی ہے کہ انسان شتر بے مہار ہونے کے بجائے نیکیوں کا پیکر بن جائے، یونانی مفکر فیثا غورث سے دریافت کیا گیا کہ آزاد آدمی کون ہے اس نے جواب دیا جو نیکی کیلئے وقف ہو۔ اسلام ہر فرد کو حدود شریعت میں رہ کر تمام انسانی حقوق سے فائدہ اٹھانے کی ترغیب دیتا ہے۔ یوں تو آج کل انسانی حقوق کا اعلان بڑے زور شور سے کیا جاتا ہے مگر ہر جگہ انسانی حقوق کو پامال کیا جا رہا ہے۔ آج سے چودہ سو سال قبل آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دنیائے انسانیت کو جو مساوات انسانی کا درس دیا۔ آج کے ترقی یافتہ دور میں خود کو ترقی کی بلندیوں کا مسند نشین سمجھنے والے اس کا عشر عشیر بھی انسانی حقوق کی ادائیگی نہ کر سکے۔ اس اعتبار سے بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے انسانیت کو اس حیات بخش نظام دیا جسکا مستشرقین نے بھی اعتراف کیا ہے مشہور مستشرقین برنارڈ شا نے کہا۔

"میں نہایت ہی وثوق کے ساتھ کہہ رہا ہوں کہ بشریت اور انسانیت کا نجات دہندہ اگر کوئی دین ہو سکتا ہے تو وہ اسلام ہی ہے۔"

یورپ کا مشہور مورخ فلپ ہٹی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عطا کردہ نظامِ حیات کے بارہ میں لکھتا ہے۔

عرب کی تاریخ میں یہ پہلی کوشش تھی کہ انہیں مذہب کے نام پر متحد کیا جا رہا تھا اس سلطنت کا حاکم اعلیٰ اللہ ہے اس لئے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اپنے روحانی فرائض کے علاوہ نظامِ سلطنت کے فرائض بھی انجام دیتے تھے ان کی ملت کے افراد سب کے سب قبائلی رشتوں اور پرانے تعلقوں سے یکسر منقطع ہو کر اصولاً بھائی بھائی بن گئے (تاریخ ہٹی)

مشہور مستشرقین مسٹر ریمنڈ لیبروگ نے کہا، بنی عربی اس معاشرتی اور بین الاقوامی انقلاب

Marfat.com

کے بانی ہیں جس کا سراغ اس سے قبل تاریخ میں نہیں ملتا انہوں نے ایسی حکومت کی بنیاد رکھی جسے تمام کرہ ارض پر پھیلنا تھا اور جس میں سوائے عدل و احسان کے اور کسی قانون کو رائج نہیں ہونا تھا ان کی تعلیم تمام انسانوں کی مساوات، باہمی تعاون اور عالمگیر اخوت تھی۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے انسانی اخوت و مساوات اور عالمی امن کا آئینہ دار جو نظام زندگی انسانیت کو دیا وہ دنیا کی رائج تمام تہذیبوں میں کم از کم چار خصائص کی وجہ سے ممتاز ہے۔

اولاً اللہ تعالیٰ کی حاکمیت پر ایمان لانا اور غیر اللہ کی تابعداری سے گریز کرنا کیونکہ عقیدہ توحید یعنی ایک معبود کی بندگی و اطاعت ہی نسلِ انسانی کے شیرازے کو مستحکم کرتا ہے۔ نسلِ انسانی کی وحدت کے استحکام کیلئے روحانی دعوت کو خاص اہمیت دی گئی ہے کیونکہ صرف مادی وسائل کے ذریعہ جو شیرازہ بندی ہوتی ہے۔ وہ یقینی نہیں ہوتی۔ انبیائے کرام روحانی عقیدوں کے ذریعہ انسانی وحدت و تنظیم کا کام کرتے رہے۔ اس انسانی وحدت سے اللہ تعالیٰ نے خطاب فرمایا۔

ان هٰذہٖ اُمتکم اُمّۃً واحدۃً وانا ربکم فاعبدون (پ۱۷ الانبیاء ۹۲)	بے شک تمہاری یہ ملت ایک ہی ملت ہے اور تمہارا رب ہوں پس میری پوجا کرو۔
وان هٰذہٖ اُمتکم امۃ واحدۃً وانا ربکم فاتقون (پ۱۸ المومنون ۵۲)	بے شک تمہاری یہ امت ایک ہی امت ہے اور میں تمہارا رب ہوں پس مجھ سے ڈرو۔

ثانیاً۔ بنیادی انسانی ضرورتوں میں سب کے ساتھ برابری کا سلوک کرنا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

الخلق عیال اللہ فاحب الخلق الی اللہ من احسن الی عیالہ	تمام مخلوق اللہ کا کنبہ ہے اور مخلوق میں وہی اللہ کو محبوب ہے جو اللہ کی مخلوق کے ساتھ بہتر سلوک کرے (شیخین)

ثالثاً۔ رنگ و نسل، قبیلہ اور ذات پات کی بجائے تقویٰ کو معیار فضیلت قرار دینا۔

یا ایھا الناس انا خلقنکم من ذکر و انثی و جعلنکم شعوباً و قبائل لتعارفوا ان اکرمکم عند	اے لوگو ہم نے تمہیں مرد و عورت سے پیدا کیا اور شاخیں اور قبیلے بنائے تاکہ تم ایک دوسرے کو پہچانو تم میں سے اللہ کے نزدیک

Marfat.com

اللہ اتقاکم (پ الحجرات ۱۳) سب سے مکرم وہ ہے جو سب سے زیادہ پرہیزگار اللہ سے ڈرنے والا ہے۔

رابعاً: باہم اتحاد واتفاق رکھنا اگر کہیں اختلاف کی صورت ہو جائے تو اس کی اصلاح کرنا خواہ اس کے لئے جان کی بازی لگانی پڑے۔

وان طائفتان من المومنین اقتتلوا فاصلحوا بینہما فان بغت احدٰھما علی الاخرٰی فقاتلوا التی تبغی حتیٰ تفیٓء الیٰ امر اللہ فان فاءت فاصلحوا بینہما بالعدل واقسطوا ان اللہ یحب المقسطین ۰ پ ۲۶ الحجرات ۹

اور اگر مسلمانوں کے دو گروہ آپس میں لڑیں تو ان میں صلح کراؤ پھر ایک دوسرے پر زیادتی کرے تو اس زیادتی کرنے والے سے لڑو یہاں تک کہ وہ اللہ کے حکم کی طرف پلٹ آئے تو انصاف کے ساتھ ان میں صلح کرا دو اور عدل کرو بے شک عدل والے اللہ کو پیارے ہیں۔

صلح کی یہ تعلیم صرف مسلمانوں کو باہمی بھائی چارہ کی بنا پر نہیں دی گئی۔ غیر مسلم متحاربین کے بارہ میں بھی مسلمانوں کو فرمایا گیا۔

وان جنحوا للسلم فاجنح لہا وتوکل علی اللہ انہ ھو السمیع العلیم ۰ وان یریدوا ان یخدعوک فان حسبک اللہ (پ الانفال ۶۱-۶۲)

اور اگر وہ (غیر مسلم) صلح (امن و سلامتی) کی طرف جھکیں تو تم بھی جھکو (صلح کرو) اور اللہ پر بھروسہ رکھو بے شک وہی ہے۔ سنتا جانتا اور اگر وہ تمہیں فریب دیا چاہیں تو بے شک اللہ تمہیں کافی ہے۔

غیر مسلم متحاربین کے مقابلہ میں اللہ تعالیٰ کی کفایت کا بیان کرتے ہوئے فرمایا گیا۔

الذین قال لھم الناس ان الناس قد جمعوا لکم فاخشوھم فزادھم ایمانا قلے وقالوا حسبنا اللہ ونعم الوکیل ۰ فانقلبوا بنعمۃ من اللہ وفضل لم یمسسھم سوٓء لا واتبعوا رضوان اللہ

وہ (مسلمان) جن سے لوگوں نے کہا کہ لوگوں نے تمہارے لئے جتھا جوڑا تو ان سے ڈرو۔ تو ان (مسلمانوں) کا ایمان زیادہ ہوا اور بولے اللہ ہم کو کافی ہے اور اچھا کارساز ہے پس وہ اللہ کے احسان اور فضل سے اس حال میں لوٹے کہ انہیں کوئی برائی نہ پہنچی اور اللہ

Marfat.com

واللّٰہ ذو فضلٍ عظیم ٥ انما ذالکم الشیطان یخوف اولیاءہٗ فلا تخافوھم وخافون ان کنتم مؤمنین ٥ پ۴ ال عمران ۱۷۴، ۱۷۵)

کی خوشی پر چلے ۔ اللہ بڑے فضل والا ہے وہ تو شیطان ہی ہے کہ اپنے دوستوں سے دھمکاتا ہے تو ان سے نہ ڈرو اور مجھ (اللہ) سے ڈرو اگر ایمان رکھتے ہو۔

اللہ نے اپنے ایماندار بندوں کو قیامت تک سربلندی کی سند دے دی، ارشاد فرمایا!

ولا تھنوا ولا تحزنوا وانتم الاعلون ان کنتم مؤمنین ٥

اور نہ سستی کرو اور نہ غم کھاؤ تم ہی غالب آؤ گے اگر تم اللہ کی ذات پر ایمان رکھتے ہو۔

(پ۴ ال عمران ۱۳۹)

ساتھ ہی ان کے بارے میں جو اللہ کے بندوں سے متحارب نہیں ہیں، صلح و آشتی، اور محبت کی تعلیم دی گئی، ارشاد ہے :۔

لاینھٰکم اللّٰہ عن الذین لم یقاتلوکم فی الدین ولم یخرجوکم من دیارکم ان تبروھم وتقسطوا الیھم ان اللّٰہ یحب المقسطین ٥

اللہ تمہیں منع نہیں کرتا جو تم سے دین میں نہ لڑے اور تمہیں تمہارے گھروں سے نہ نکالا کہ ان کے ساتھ احسان کرو اور ان سے انصاف کرو بے شک انصاف والے اللہ کو پسند ہیں (۲۸ الممتحنہ ۸)

غرض اسلام نے تمام انسانوں کو باہم میل جول اور ربط و مدارت کی تلقین کی ہے کہ اس سے دشمنی بھی باہم مودت میں بدل جاتی ہے، ارشاد ہے ۔

عسی اللّٰہ ان یجعل بینکم وبین الذین عادیتم منھم مودۃً واللّٰہ غفورٌ رحیم ٥

قریب ہے کہ اللہ تم میں اور ان میں جو ان میں سے تمہارے دشمن ہیں دوستی کر دے اور اللہ قادر ہے اور بخشنے والا مہربان ہے۔

(پ ۲۸ الممتحنہ ۷)۔

پس اس مودت کا مظاہرہ چشم عالم نے دیکھا کہ مسلمان اپنے جینے کا حق کا تحفظ کرتے ہوئے جس ملک میں فاتحانہ داخل ہوتے وہاں کے لوگ مسلمانوں کے اس قدر گرویدہ ہو جاتے کہ اختلاف مذہب کے باوجود ان کی سلطنت کا زوال نہیں چاہتے تھے جیسے بقول علامہ شبلی یرموک کے معرکہ میں جب مسلمان شام کے اضلاع سے نکلے تو وہاں کے تمام عیسائی رعایا نے پکارا " خدا تم کو پھر اس ملک میں لائے اور یہودیوں نے توراۃ ہاتھ میں لے کر کہا"

Marfat.com

ہمارے جینے بھی اب تیسر یہاں نہیں آسکتا ۔"

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے پر امن فضا اور مساوات و محبت سے مزین ماحول کے حصول کے لئے ایک ایسے معاشرہ کی تاسیس فرمائی کہ جس کا ہر فرد صالح اور متقی ہو صالح اور متقی سے وہ انسان مراد ہے جو اللہ کے خوف سے گناہ کی ہر شکل سے اجتناب کرے اور ان تمام اعمال صالحہ بجالانے کا حامی ہو جن سے روحانی پاکیزگی معاشرہ میں نیکی اور زندگی کے نیک مقاصد کو ترقی حاصل ہوسکتی ہے اور یہ مکمل ضابطہ حیات اسوۂ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی صورت میں ہمارے پاس موجود ہے ۔

دیکھو گے جس طرف بھی پاؤ گے روشنی کو
پُر امن اس فضا میں پر لطف زندگی کو

وما علینا الا البلاغ

Marfat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم بحیثیت داعی امن و اخوت

بریگیڈیئر گلزار احمد، راولپنڈی

یایھا الذین امنوا	اے ایمان والو
استجیبوا للہ وللرسول	اللہ اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم پر لبیک کہو
اذا دعاکم لما یحییکم ۵	جب وہ تمہیں ایسے کام کیلئے بلاتے ہیں جو تمہیں زندگی
واعلموا ان اللہ	بخشتا ہے اور جان لو کہ اللہ
یحول بین المرء وقلبہ	انسان اور اس کے دل کے درمیان حائل ہو جاتا
وانہ الیہ تحشرون ۵	ہے اور یہ بھی (یاد رکھو) کہ تم نے اسی کی طرف لوٹ
الانفال ۸ : ۲۴	کر جمع ہونا ہے۔

محمد رسول اللہ پیغمبر آخر الزمان صلی اللہ علیہ وسلم خالقِ کائنات کی طرف سے بنی نوع انسان کے آخری نبی اور رسول کی حیثیت سے مبعوث ہوئے ہیں [۱]۔ اب قیامت تک صرف آپؐ کی حیاتِ طیبہ ہی نسلِ انسانی کو صراطِ مستقیم کی طرف رہبری کر سکتی ہے [۲]۔ اللہ العلیمن نے یہ کائنات اور اس کے اندر جو کچھ ہے وہ نہ کھیل تماشے کیلئے پیدا کیا ہے [۳] اور نہ ہی یہ سب

۱۔ ما کان محمد ابا احد من رجالکم ولکن رسول اللہ وخاتم النبین ط — الاحزاب ۳۳ : ۴۰

۲۔ لقد کان لکم فی رسول اللہ اسوۃ حسنۃ — ″ ۳۳ : ۲۱

۳۔ ما خلقنا السماء والارض وما بینھما لعبین — الانبیاء ۲۱ : ۱۶

Marfat.com

کچھ بے مقصد نا حق تخلیق کیا ہے[1] ظاہر ہے کہ جس آخری رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت کے اتباع کا حکم دیا ہے وہ سیرت انسانیت کو حق و صداقت اور امن و اخوت ہی کی طرف رہبری کر سکتی ہے۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ سیرت خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کے کون کون سے پہلو درج بالا آیت کریمہ کی روشنی میں اللہ پر ایمان لانے والوں کو حقیقی اور کامیاب زندگی صراطِ مستقیم دکھاتے ہیں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

هُوَ الَّذِي يُنَزِّلُ عَلَىٰ عَبْدِهِ آيَاتٍ بَيِّنَاتٍ لِّيُخْرِجَكُم مِّنَ الظُّلُمَاتِ إِلَى النُّورِ ۚ وَإِنَّ اللَّهَ بِكُمْ لَرَءُوفٌ رَّحِيمٌ ٥ (الحدید ۵۷: ۹)

وہی تو ہے جو اپنے بندے پر واضح (مطالب کی) آیات نازل کرتا ہے تاکہ تم لوگوں کو اندھیروں میں سے نکال کر روشنی میں لے آئے۔ بے شک اللہ تم لوگوں پر نہایت شفقت کرنے والا اور مہربان ہے۔

اور اندھیروں سے اجالے میں پہنچانے کا یہ منصب پوری انسانیت کیلئے مقرر کیا گیا ہے نہ کہ کسی خاص دور، خاص علاقے، خاص قوم یا کسی خاص رنگ و نسل کے لوگوں کیلئے اس لئے جب سرورِ عالم کی رحمت و شفقت اور آپ کے لائے ہوئے سلامتی کے دین کا ذکر ہوتا ہے تو وہ پوری انسانیت کیلئے ہوتا ہے۔

وَمَا أَرْسَلْنَاكَ إِلَّا كَافَّةً لِّلنَّاسِ بَشِيرًا وَنَذِيرًا (سبا ۳۴ : ۲۸)

اور (اے محمد) ہم نے تمہیں تمام انسانیت کیلئے روانہ کیا ہے۔ خوشخبری سنانے والا اور ڈرانے والا بنا کر۔

اور یہ حق و صداقت پر مبنی کتاب دلوں کو بلکہ قلب و نظر دونوں کو شفا عطا کرتی ہے اس لئے کہ اس کتاب کے مطابق گزاری جانیوالی زندگی کے ذریعہ افراد کے قلب کی تطہیر ہو چکی ہوتی ہے۔

يَا أَيُّهَا النَّاسُ قَدْ جَاءَتْكُم مَّوْعِظَةٌ مِّن رَّبِّكُمْ وَشِفَاءٌ لِّمَا فِي الصُّدُورِ

اے بنی نوع انسان تمہارے لئے ایک نصیحت آ چکی ہے تمہارے رب کی طرف سے اور جو کچھ (بیماری) دلوں میں ہے اس کے

۱۔ وما خلقنا السماء والارض وما بینهما باطلاً ط ص ۳۸ : ۲۷

وھدی ورحمۃ للمؤمنین ٥ — لئے شفا ہے۔ اور ایمان لانیوالوں کیلئے ہدایت بھی ہے اور (اللہ کی) رحمت بھی۔ (یونس ۱۰: ۵۷)

پوری انسانیت کیلئے یہ وعظ و نصیحت ہے اور جب وہ اس پر ایمان لے آتے ہیں اور اپنی زندگی اس کتاب کے مطابق اور اس کتاب کی عملی تفسیر یعنی سیرت داعی، امن و اخوت کے مطابق اپنے شب و روز کو ترتیب دیتے ہیں تو ان کو مزید ہدایت عطا ہوتی ہے اور وہ اللہ کی رحمت کی چھاؤں میں انتہائی پرسکون اور پریشانیوں سے مصفا زندگی گزارتے ہیں۔ اس لئے کہ اس کتاب کا حکم ہے کہ ایمان لانے کے نتیجے میں تم سب بھائی بھائی بن گئے ہو اور بھائیوں کے درمیان حسد، کینہ، دشمنی اور خوف سے پاک زندگی بسر ہونی چاہیئے اور جہاں کہیں دلوں میں میل آجائے قرآن اور سیرت کی روشنی میں اسے دور کرو۔

انما المؤمنون اخوۃ — (یقیناً) ایمان لانے والے سب بھائی بھائی ہیں
فاصلحوا بین اخویکم — پس اپنے دو بھائیوں کے درمیان صلح کرا دیا کرو۔
(الحجرات: ۴۹: ۱۰)

یہ احکام اجتماعی زندگی کیلئے صحت مندی اور شفا کا مقام رکھتے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اصحابِ کرام رضوان اللہ علیہم کے مابین اسی اخوت اور بھائی چارے کی زندگی استوار فرمائی تھی۔ جب مہاجر اصحابؓ مدینہ پہنچے اور نئے ماحول میں ان کے پاس گزر بسر کے لئے کچھ نہ تھا تو رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مہاجر صحابی اور ایک انصار صحابی کے درمیان مواخات کیلئے اخوت کا ایک نظام قائم کیا جو عالم انسانی میں اس طرح کی واحد مثال ہے "حضرت انسؓ بن مالک جو اس وقت دس سال کے تھے، ان کے مکان میں لوگ جمع ہوئے۔ مہاجرین کی تعداد پینتالیس تھی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے انصار کی طرف خطاب کرکے فرمایا۔ "یہ تمہارے بھائی ہیں" پھر مہاجرین اور انصار میں سے دو دو شخص کو بلا کر فرماتے گئے کہ یہ اور تم بھائی بھائی ہو اور اب وہ درحقیقت بھائی بھائی تھے۔

قرآن حکیم میں حق و صداقت کے آنے کے اور باطل کے نابود ہونے کے ذکر کے بعد ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

وننزل من القرآن ماھو شفاءٌ ورحمۃ للمؤمنین ٧ — اور ہم قرآن کے ذریعے سے وہ شے نازل کرتے ہیں جو مومنوں کیلئے شفاء اور رحمت ہے۔

Marfat.com

یہ اخوت جو سرورِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں کے درمیان قائم فرمائی ہے یہ قیامت تک قائم رہنے کیلئے اس ہدایت کا نتیجہ ہے جو اللہ تبارک وتعالےٰ نے آپؐ کو نزولِ قرآن کے ذریعہ عطا فرمائی۔ اللہ اور اللہ کے رسولؐ پر ایمان لانے والوں پر اس احسانِ عظیم کو دیکھ کر منہ سے بے اختیار نکلتا ہے۔

تبارک الذی نزل الفرقان علی عبدہٖ لیکون للعالمین نذیراہ

خدائے عزوجل انتہائی بابرکت ہے جس نے اپنے بندے (محمدؐ) پر قرآن نازل فرمایا تاکہ یہ اہل عالم کیلئے ہدایت کرنے والا ہے رہے ۱

(الفرقان ۲۵: ۱)

رحیم وکریم اللہ نے آپؐ کی ذاتِ بابرکات کو ایمان والوں کیلئے امن و اخوت کا مرکز قرار دیتے ہوئے فرمایا ہے :-

لقد جاءکم رسول من انفسکم عزیز علیہ ما عنتم حریص علیکم بالمؤمنین رءوف رحیم

(التوبہ ۹: ۱۲۸)

(اے لوگو) تمہارے پاس تم ہی میں سے ایک رسول آئے ہیں۔ تمہاری تکلیف ان لوگوں کو گراں معلوم ہوتی ہے اور (وہ) تمہاری بھلائی کے بہت خواہشمند ہیں اور مومنوں پر نہایت شفقت کرنے والے اور مہربان ہیں۔

مستشرقین نے قرآن کا بغور مطالعہ کئے بغیر یا خبثِ باطن کے نتیجے میں یہ رائے پیش کی ہے کہ آغازِ اسلام کے وقت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت صرف عربوں کیلئے تھی۔ اور عالمی سطح تک اس پیغام کو پہنچانے کا خیال مدینہ کی ریاست کے قیام کے بعد ہوا۔ اگر وہ مکی سورتوں کا مطالعہ نیک نیتی سے کرتے تو وہ ہرگز یہ اعتراض نہ کرتے۔ مستشرقین کا تربیت یافتہ مجید خدوری لکھتا ہے۔

یہ درست ہے کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) نے اسلام کے عالمی پیغام ہونے کا دعویٰ مکی دور میں نہیں کیا مگر مدنی سورتیں اور احادیث اس پیغام کے عالمی ہونے کا بین ثبوت ہیں۔ ۲

۱: یہ آیہ کریمہ بھی مکی دور کی آیہ ہے۔ مستشرقین کس طرح کہتے ہیں کہ اوائل میں حضور اقدسؐ صرف عرب کو مخاطب کرتے تھے، اس امر کو دوبارہ زیرِ غور لایا جائے گا۔

۲: مجید خدوری The Laws of Peace & War in Islam لیوزک لندن ۱۹۴۱ء صفحہ ۴۔

Marfat.com

یہ غلط رائے ولیم میور سے شروع ہوتی ہے، وہ لکھتا ہے۔

اسلام کی تمامتر دعوت کا عالمی ہونا بعد کا خیال ہے۔ محمد (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) کی دنیا عرب تک محدود تھی۔ اور اسلام اسی کیلئے محدود تھا۔ شروع سے آخر تک یہ دعوت صرف عربوں کو دی گئی تھی۔ (۱)

یوں محسوس ہوتا ہے کہ حسب معمول یورپی مصنفین غلط رائے اس لئے دیتے ہیں کہ ان کے قاریوں نے ان کی دسخ کردہ رائے کو غیر جانبدارانہ سمجھ کر کبھی دیکھنا اور پرکھنا ہی نہیں۔ مکی آیات شروع سے اللہ کی جانب سے آنیوالی اس آخری دعوت کو عالم انسانی کو مخاطب کرتی ہیں اور اللہ پر ایمان کو مضبوط کرنے کا حکم پہنچاتی ہیں۔

صرف چند آیات پیش کی جاتی ہیں۔ اس سے قبل بھی اس امر کی طرف اشارہ کیا جاچکا ہے ملاحظہ فرمائیے:۔

یا یها الانسان ما غرك بربك الكريم (الانفطار ۸۲:۶)	اے انسان تجھ کو اپنے پروردگار کرم گستر کے بارے میں کس بات نے دھوکے میں ڈالا ہے۔
انا انزلنا عليك الكتب للناس بالحق ۰ (الزمر ۳۹:۴۱)	ہم نے تم پر یہ کتاب عالم انسانی کیلئے سچائی کے ساتھ نازل کی ہے۔
وما ارسلنك الا كافة للناس بشيرا ونذيرا۔	(اے محمدؐ) ہم نے تم کو تمام انسانیت کیلئے بھیجا ہے۔ خوشخبری سنانے والے اور ڈرانے والے کے طور پر
ولكن اكثر الناس لا يعلمون ۰	لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے۔ (سبا ۳۴:۲۸)

یا شاید باور نہیں کرنا چاہتے اور نہ ہی اس قلبی گمراہی کا اعتراف کرتے ہیں

میور اپنی کتاب "حیات محمد صلی اللہ علیہ وسلم" میں لکھتا ہے۔

"قرآن کو عربی زبان میں صرف مکہ والوں کیلئے اور آس پاس کے لوگوں کیلئے بنایا گیا اور ماقبل کی کتابوں کی تائید میں بھیجا جانا بنایا گیا۔"

---

(۱) ولیم میور Annals of Early Caliphate سمتھ اینڈ کمپنی لندن ۱۸۸۳ء صفحہ ۶۱، بحوالہ مجید خضوری جس صفحہ ۴)

Marfat.com

ظاہر ہے کہ قرآن جس خطے میں نازل ہو رہا تھا اسی کی زبان میں اُسے اتارا جاتا تھا اور سب سے پہلے مخاطب بھی اسی خطے کے لوگ ہونے تھے مگر یہ کہنا کہ مکی دور کی آیات سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ قرآن کا نسل انسانی کیلئے ہدایت کے طور پر نازل ہونا مدنی دور کا فیصلہ ہے ۔ یہ جیسا کہ درج بالا آیات سے ثابت ہوتا ہے میور اور اس کے شاگردوں کی عمداً حقیقت کو چھپانے کی ناکام سی کوشش ہے ۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا خاتم المرسلین ہونا اور کافۃ للناس کے لئے مبعوث ہونا مخالفین اسلام کا بنیادی ہدف رہا ہے ۔ اس لئے کہ اگر یہ حضورؐ کی عالمی حیثیت قبول کریں تو پھر شریعت اسلام کو نبوت کے طور پر قبول کرنا ان کیلئے لازم ہو جاتا ہے ۔ آپؐ کا تمام عالموں کے رحمت ہونے کا مطلب یہ ہے کہ آپ کے لائے ہوئے قوانین اور آپؐ کی سیرت ہر زمان اور ہر مکان کیلئے قابل عمل ہے ۔ اور عالم انسانی کیلئے امن واخوت کا واحد ذریعہ ہے ۔ مکی اور مدنی دور کی حدود رسالت میں فرق بتا کر وہ اس اہم پہلو کو نظروں سے اوجھل رکھنا چاہتے ہیں ۔ علاوہ بریں اگر محمد رسول صلی اللہ علیہ وسلم صرف عربوں کیلئے پیغمبر ہونے کا دعویٰ کسی وقت بھی کرتے تو جس طرح ماقبل کے پیغمبروں سے متعلق واقعات کے ساتھ ان کو اپنی قوم کی نسبت سے یاد کیا گیا ہے یہاں بھی یہی طریق تخاطب اختیار کیا جاتا ، مغربی مفکرین انسان اور انسانیت کے مقام کو نہیں سمجھ سکے اسی لئے وہ ختم نبوت کے فلسفہ تک نہیں پہنچ پائے ۔ وہ انسانیت جو اوائل میں " کان الناس امۃً واحدۃ (البقرہ ۲ : ۲۱۳) کا مقام رکھتی تھی وہ ایک بار پھر امتِ واحدہ صرف ختم نبوت کی بنا پر بن سکتی ہے اور عالم انسانی کے اندر امن اور اخوت کا دور دورہ صرف اللہ کے آخری دین کے عطا کردہ قوانین کے مطابق زندگی گزارنے کے ذریعہ ہو سکتا ہے ۔ جب پوری انسانیت کو یہ کہا گیا :-

یا ایھا الناس قد جاءکم موعظۃ من ربکم وشفاءٌ لما فی الصدور ؕ وھدیً	اے نسلِ انسانی تمہاری طرف سے اللہ کی جانب سے نصیحت آچکی ہے اور جو کچھ تمہارے دلوں میں (کمزوری) ہے اس کی

قومِ نوح ۷ : ۶۹ / الیٰ قومِ لوطٍ ۵ : ۱۱ ، ۷ / اذ قال موسیٰ لقومہٖ ۶ : ۱۴

Marfat.com

ورحمۃ للمؤمنین ۝ یہ شفا ہے اور جو (اس پر) ایمان لے آئے
(یونس ۱۱: ۵۷) ہیں ان کیلئے یہ ہدایت بھی ہے اور (اسی لئے)
رحمت بھی۔

قلب و ذہن کی شفا کا سلسلہ جاری رہے گا اور بالآخر انسانیت خاتم الرسل ؐ کے عطا کردہ طریق امن و اخوت کے ماحول میں ان تمام علوم پر عبور حاصل کرے گی جن کے بغیر تسخیر ارض وسما کی منزل تک پہنچا نہیں جا سکتا۔ امن و اخوت کی ضرورت کا اس سے بڑھ کر کیا ثبوت ہو سکتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب مدینہ کی ریاست قائم کی اور اسے ایک آئین عطا فرمایا۔ تو اس میں دنیا کیلئے یہ اعلان کیا کہ "مسلمانوں کا امن ایک ہے" یعنی اسے تقسیم نہیں کیا جا سکتا۔ دنیا کیلئے یہ اعلان تھا مگر امت کیلئے یہ حکم ہے کہ اے مسلمانو تمہارا امن اور تمہاری جنگ کو بانٹا نہیں جا سکتا۔ تمہارے لئے صحیح راستہ یہ ہے کہ جب کسی سے صلح کرو تو اکھٹے ہو کر کرو اور جب جہاد فی سبیل اللہ واقع ہو تو سب اس میں شریک ہوں اور رہو تاکہ تمہارا امن غیر منقسم ہے اس لئے آپس میں جنگ مت کرنا ورنہ دشمن تمہیں ایک ایک کر کے ختم کر دے گا۔ عالمی سطح پر امت مسلمہ امن و اخوت اسی وقت قائم کرنے کی طرف قدم بڑھا سکتی ہے جب خود اس امت کے اندر امن و اخوت موجود ہو یعنی وہ میثاق مدینہ کی تحریر کے مطابق "وان سلم المؤمنین وحدۃ"[۱] اللہ العلمین نے بار بار حکم دیا ہے اطیعوا اللہ واطیعوا الرسول[۲] اس لئے انہیں میثاق مدینہ کی اس شق پر عمل کرتے رہنا چاہئیے تھا کہ مسلمان اس کے باوجود امن بین المسلمین کو تباہ کرتے رہے ہیں، اسی وجہ سے وہ کرۂ ارض پر حضور ؐ پر نور صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت کے مطابق امن و اخوت کی فضا قائم نہیں کر سکے۔

درج بالا آیت کریمہ جس کی روشنی میں سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت مقدسہ کے مطالعہ سے آپ ؐ کا دائمی امن و اخوت واضح ہوتا ہے۔ اس سے پہلے حصہ میں اللہ اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے احکام پر لبیک کہنے کا حکم ہے اس حکم کے ساتھ جن مواقع پر لبیک کہنے کی طرف خصوصی توجہ دی گئی ہے وہ امت کو زندگی عطا کرنے کے اہم مواقع ہیں۔

م۱: شق ۱۹ میثاق مدینہ، ابن ہشام، سیرۃ النبی ؐ الجز ثانی مطبع حجازی قاہرہ، صفحہ ۱۲۱ - ابن اسحاق،
" انگریزی ترجمہ از گلیوم، آکسفورڈ پریس کراچی ۱۹۶۸ صفحہ - ۲۳۲
م۲: مضمون کے صفحہ اول پر درج آیۂ کریمہ۔

Marfat.com

یایھا الذین امنوا استجیبوا للہ وللرسول اذا دعاکم لما یحییکم

(اے ایمان والو! اللہ اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم پر لبیک کہو، جب وہ تمہیں ایسے کام کیلئے بلاتے ہیں جو تمہیں زندگی بخشتا ہے۔)

کس قدر بلند و بالا مقاصد کا حامل ہے یہ حکم اللہ اور اس کے رسولؐ کا وہ بلاوا وہ دعوت وہ پکار جو امت کو زندگی عطا کرتے ہیں اس پر فوراً لبیک کہنے کا حکم ہے۔ خیال رہے کہ حکم کسی اور کو زندگی نہیں بخشتا بلکہ اس پر عمل کرنے سے خود عمل کرنے والے کو زندگی عطا ہوتی ہے۔ کہا جا رہا ہے کہ اے مسلمانو! اپنے اندر حرارت، حرکت، توانائی اور زندہ رہنے کی خواہش پیدا کرو۔

حضور رحمت للعٰلمین نے اپنے دین اور اپنی ریاست کے خلاف بغاوت کرنے والے قبیلہ بنو قینقاع کے خلاف جنگی کارروائی کی مگر جب انہوں نے غیر مشروط صلح کیلئے ہتھیار ڈال دیئے تو رحمت عالمؐ نے انہیں مدینہ شہر سے تمام منقولہ سامان (سوائے ہتھیار جنگ) سمیت چلے جانے کی اجازت دے دی اور ان کے کسی فرد کو سزا نہ دی۔ اسلام کے خلاف یہ پہلی اندرون مملکت بغاوت تھی۔ اس دور میں تحریف شدہ تورات کے مطابق بغاوت کی سزا انتہائی سخت تھی مگر حضور رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس باغی قبیلے کو اپنے ساز و سامان، سونا چاندی حتیٰ کہ مکانوں کے دروازوں تک اونٹوں پر لاد کرلے جانے کی اجازت دے دی۔ ان پہلے باغی "حشر اول" کے جانیوالوں کے متعلق ہی قرآن حکیم نے فرمایا ہے کہ ان کے خیال میں ان کے قلعے ان کو عذاب سے بچا لیں گے۔ مگر وہ!

یخربون بیوتھم بایدیھم

(اپنے گھروں کو خود اپنے ہاتھوں سے اجاڑنے لگے) الحشر ۲:۵۹)

اس بخشش کے بعد بھی جو یہودی ابھی مدینہ منورہ میں رہ رہے تھے وہ بھی فتنہ و فساد کی راہ پر قائم رہے ان کے بعد دوسرے قبیلے بنو نظیر نے پہلے تو ابو سفیان کو مدینہ شہر کے دفاع کی معلومات بہم پہنچائیں اور پھر میثاق مدینہ میں موجود اشتقاق کی خلاف ورزی کی یہاں تک کہ حضورؐ اقدس کو قتل کرنے کا منصوبہ بنایا۔ ان کے قلعہ کا بھی محاصرہ ہوا اور ایمان

Marfat.com

والوں نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت پر لبیک کہتے ہوئے اس محاصرہ کو کامیاب بنایا اور ایک بار پھر آپؐ کی جانب سے بروقت اقدام کے نتیجے میں مدینے کے اندر امن و سکون برقرار رہا - اس مرتبہ بھی آپؐ نے باغی قبیلے کی جان بخشی کی اور انہیں اپنی تمام منقولہ اشیاء لے جانے کی اجازت عطا فرمائی - اس بار بھی اللہ کا وعدہ سچ ثابت ہوا -

ان ینصرکم اللہ فلا غالب لکم اور اگر اللہ تمہارا مددگار ہوگا تو تم پر کوئی غالب نہیں آسکتا - (آل عمران ۳: ۱۶۰)

اور چونکہ انہوں نے اللہ کی مدد کی تھی اللہ نے بھی ان کی مدد کی اور ان پر یہودی غالب نہ ہو سکے ایک بار پھر اس آیۂ کریمہ کے اس حصے پر عمل کیا جا چکا تھا -

استجیبوا للہ وللرسول اذا دعاکم لما یحییکم

افضل الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کے دور میں جو امن و اخوت کی فضا ہر سو مد طرہا کرتی تھی وہ اس لئے تھی کہ رحمت عالمؐ خود امن چاہتے تھے اور اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ دوست و دشمن ہر ایک امن و اخوت سے مستفید ہوتا رہا -

زیر مطالعہ آیۂ کریمہ کو پوری طرح سمجھنے کیلئے سورۃ انفال کی چند دوسری آیات کو بھی ذہن میں رکھنے سے مطلب و مقاصد سامنے آجاتے ہیں - اس لئے کہ جس امن و اخوت کی تعلیم خاتم المرسلینؐ نے دی ہے اس کو قلب و ذہن میں جاگزیں کرنے میں ان آیاتِ کریمہ سے مدد ملتی ہے - اس سورہ کی پہلی آیت سے ایمان والوں کے اندر امن و اخوت کی فضا قائم رکھنے والا حکم حاصل ہوتا ہے - اگر معاشرے کے اندر یا جنگ کے دوران خود اپنی فوج کے اندر اخوت و یگانگت موجود نہ ہو تو فتح ممکن نہیں ہوتی - افواج کے اندر صلح اور دوستی کو تباہ کرنے والی شئے مالِ غنیمت ہوا کرتا ہے ، اس پہلی آیۂ کریمہ کے الفاظ غور طلب ہیں -

یسئلونک عن الانفال قل الانفال للہ والرسول فاتقوا اللہ واصلحوا ذات بینکم

(اے محمدؐ) لوگ تم سے مالِ غنیمت کے متعلق دریافت کرتے ہیں کہہ دو کہ غنیمت اللہ اور اس کے رسولؐ کا مال ہے -

---

۱: ابن ہشام ج ۔ ۳ جلد صفحہ ۴۲۹ - ابن اسحاق ج ۳ صفحہ ۳۶۳ -

Marfat.com

واطیعوا اللہ ورسولہٗ ان کنتم مؤمنین ٥ (الانفال ٨ : ١)

پس اللہ سے ڈرتے رہو اور آپس میں صلح قائم رکھو اور اگر ایمان رکھتے ہو تو اللہ اور اس کے رسول کے حکم کے تابع رہو ۔

اس حکم نے ہمیشہ ہمیشہ کیلئے ایک ایسا نظام قائم کیا جس کے نتیجے میں فوجوں کا انضباط مضبوط ہو گیا عرب ہی نہیں بلکہ پوری دنیا میں اس سے قبل مالِ غنیمت اس کا حق سمجھا جاتا تھا جو اس پر قبضہ کر لیتا تھا ۔ جب دست بدست لڑائی ہوتی تو مقتول کی زرع، اس کی تلوار اور اس کی پوشاک سے یا وردی بھی قتل کرنے والے کا مال سمجھا جاتا تھا مگر اس دستور کے نتیجے میں لڑائی میں تعطل واقع ہونے کا خطرہ رہتا تھا ۔ علاوہ ازیں یہ قرینِ عدل و انصاف نہ تھا کہ تیر انداز اور دوسرے دستے جو فوج کا دفاع دوسرے مقامات پر کر رہے ہوتے انہیں مالِ غنیمت سے محروم رکھا جائے یا وہ لوگ جو دشمن کے تعاقب میں دور نکل جاتے اور مالِ غنیمت جمع نہ کرتے انہیں بھی محروم رکھا جاتا ۔ بعد کے ادوار یا آج کے دور کو دیکھیں جہاں فوجوں کا پھیلاؤ میلوں بلکہ سینکڑوں، ہزاروں میلوں پر محیط ہوتا ہے وہاں مالِ غنیمت کو یکجا کرنے کے سوا کوئی چارہ ہی نہیں ہو سکتا اس طرح مالِ غنیمت کو اللہ اور اللہ کے رسول کا مال قرار دے کر باہمی رنجشوں کے پیدا ہونے کا امکان ہی نہ رہا ۔ اگر فوج مالِ غنیمت کی طرف متوجہ ہو جائے تو جیتی ہوئی لڑائی بھی ہاتھوں سے نکل جاتی ہے جس کا تلخ تجربہ میدانِ احد میں ہوا ۔

میدانِ جنگ میں زر و جواہر کے انبار نہیں ہوتے مگر وہاں اسلحہ ہوتا ہے، زرع و بکتر شمشیر و سنان ہوتے ہیں جو سپاہی کو بڑے مرغوب ہوتے ہیں مگر انہیں اٹھا لینے سے وہ ناکارہ ہو جاتا ہے ۔ ضرورت سے زائد اسلحہ سنبھالا نہیں جا سکتا اور وہ دشمن کا ہدف بن جاتا ہے ۔

اس موضوع پر اسی سورہ میں ایک اور آیہ بھی ہے جس کے مطالعے سے یہ واضح ہوتا ہے کہ احکامِ قرآنی کس طرح زمان و مکان کی قیود سے بالاتر ہیں ۔ فرمانِ الٰہی ہے ۔

واعلموا انما غنمتم من شیءٍ فان للہ خمسہٗ وللرسول ولذی القربٰی والیتٰمی والمسٰکین وابن السبیل (الانفال ٨ : ٤١)

اور جان لو کہ جو شے تم نے مالِ غنیمت کے طور پر حاصل کی ہے اس کا پانچواں حصہ اللہ اور رسولؐ کا ہے ۔ اور اہلِ قرابت اور یتامیٰ، مساکین اور مسافروں کیلئے ہے ۔

Marfat.com

دورِ نبوی میں سپاہی اپنے ہتھیار اور اسلحہ اپنی گرہ سے خرید کر لاتا تھا۔ اسے تنخواہ نہ ملتی تھی۔ اس کو راشن نہ ملتا تھا، اس کی سواری اپنی ہوتی تھی، اس لئے اس دور کے مجاہدوں کو مجموعی طور پر غنیمت کے چار حصے ملتے تھے۔ اور پانچواں حصہ اللہ اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی ملکیت قرار دیکر اہل قرابت، ملت کے یتیموں، مساکین اور مسافروں، مہمانوں کیلئے رکھ لیا جاتا تھا۔ اللہ کے اس حکم کے مطابق آپؐ مالِ غنیمت تقسیم فرماتے تھے۔ تالیف قلوب کیلئے اسی خمس سے رقم خرچ کی جاتی تھی۔ آج سپاہی کو تنخواہ، راشن، وردی، اسلحہ اور سواری لینے پر سر تسے ریاست کی طرف سے ملتی ہے اس لئے مالِ غنیمت آیہ کریمہ (۸ : ۱) کے مطابق تمام کا تمام ریاست کا ملکیت پاتا ہے، آج پوری دنیا اللہ کے اس عطا کردہ حکم کے مطابق مالِ غنیمت کا استعمال کرتی ہے۔

دورِ نبویؐ کے مجاہد شمع رسالت کے ایسے پروانے تھے کہ ہوا

واذا سمعوا ما انزل الی الرسول ترٰی اعینھم تفیض من الدمع (المائدہ ۵ : ۸۳)	اور جب یہ لوگ رسولؐ پر نازل ہونے والا کلام سنتے ہیں تو دیکھتے ہو کہ ان کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو جاتے ہیں

یہ اس امت کے افراد تھے جس کو اللہ العلمین نے بہترین امت کا خطاب دیا ہے۔

کنتم خیر امۃٍ اخرجت للناس	جتنی امتیں انسانوں کی وجود میں آئیں انسانوں میں سے تم بہترین اُمت ہو۔
تأمرون بالمعروف وتنھون عن المنکر وتؤمنون باللہ۔	تم نیک کام کا حکم دیتے ہو اور برائی سے روکتے ہو اور اللہ پر ایمان رکھتے ہو۔

(آل عمران ۳ : ۱۱۰)

عالم انسانی کے اندر نیکی کا حکم دینے اور بدی سے ظالم کا ہاتھ روکنے کیلئے مضبوط ہاتھوں کی گرفت کو آہنی پنجے کی مانند ہونا ہوتا ہے۔ امن اور اخوت قائم ہی اس صورت میں ہو سکتے ہیں جب کوئی طاقت بدی کو ختم کر سکے اور نیکی کی طرف لوگوں کو لینے دوسری امتوں کو مائل کرے۔ یہ کردار صرف وہ امت ادا کر سکتی ہے جس کے پاس طاقت ہو اور جو اللہ اور اللہ کی طرف سے دی گئی زندگی بخش دعوت پر لبیک کہہ کر میدان میں اترنے کی ہمت رکھتی ہو۔ اس کی بنیادی شرط اللہ پر مکمل ایمان ہے۔ اپنی طاقت کو امر بالمعروف

Marfat.com

اور نہی عن المنکر کیلئے وہی امت استعمال کر سکتی ہے جو اللہ پر اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان رکھتی ہو۔ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ریاست قائم کی اُسے بنیادی قانون یعنی آئین مملکت عطا کیا اور پھر اس مملکت اور اس ریاست کو طاقت ور بنایا۔ مگر اس طاقت کا استعمال امر بالمعروف کیلئے استعمال کیا۔

"آج کا فلسفہ یہ ہے کہ طاقت کو اپنے سیاسی مقاصد کے حصول کیلئے استعمال کیا جائے ایک مغربی مفکر لکھتا ہے۔ " طاقت کا حصول اور اس کا استعمال ایک خاص مقصد کا محض ذریعہ ہے۔ سوال یہ ہے کہ ہم طاقت کس لئے حاصل کرنا چاہتے ہیں؟ جواب ہمیشہ کی طرح آج بھی یہی ہے کہ ہم طاقت کے ذریعے اپنا سیاسی مقصد حاصل کر سکیں۔" (۱)

طاقت کے اس مقصد کا موازنہ طاقت کے اس مقصد کے ساتھ کیا جائے جو خاتم الرسل صلی اللہ علیہ وسلم نے صلح حدیبیہ کو توڑنے والوں کے خلاف کیا تھا۔ بنو بکر جنہوں نے صلح حدیبیہ کے وقت اعلان کیا تھا کہ وہ آئندہ مکہ کے حلیف ہوں گے۔ انہوں نے مکہ کی مدد سے بنو خزاعہ پر حملہ کر دیا جو مدینہ کے حلیف تھے ظلم کی انتہا یہ تھی کہ حدود حرم کعبہ تک ان کا پیچھا کیا گیا۔

جب بنو خزاعہ شکایت لیکر حضور اقدس کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپؐ نے طاقتور ہونے کے باوجود اہل مکہ کو خون بہا ادا کرنے کا حکم دیا۔ انہوں نے انکار کر دیا تو آپؐ نے فرمایا کہ پھر صلح حدیبیہ کو ختم کرنے کا اعلان کر دو۔ اہل مکہ نے کہا کہ جہاں تک ان کا تعلق ہے صلح ختم ہو چکی ہے۔ اب مکہ کے خلاف کارروائی عمل میں آئی۔ جارحیت کا ارتکاب کرنے والے کو دو موقع دیئے گئے کہ وہ امن و صلح کو قائم رکھے مگر اپنی طاقت کے نشے میں مدہوش تھے۔ اور جب جارح دشمن امن قائم کرنے سے منکر ہو گیا تو آپؐ نے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے فلسفہ کا عملی نمونہ پیش کرتے ہوئے ایسی فتح حاصل کی کہ دشمن سرنگوں ہو گئے۔ جی چاہتا ہے کہ " خیر امۃ اخرجت للناس" کے فلسفہ پر مبسوط تحریر

۱۔ Rear Admiral Henary E. Eccles کی کتاب Military Concepts and Philosphy
رٹلیج یونیورسٹی پریس، نیوجرسی ۱۹۶۵ء صفحہ ۳۱

Marfat.com

صبح وشام پیش ہوتی رہیں اور ہر بار " صلوا علیہ وسلموا تسلیما کی صدا بلند ہوتی ہے ۔ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جن کیلئے رؤف رحیم اور رحمۃ للعالمین کے خطاب خود خالق کائنات نے عطا فرمائے ہیں ۔ وہی دنیا کی واحد ہستی ہے جن کی بعثت طاقتور انسان کو اور طاقتور ریاست کو صراط مستقیم پر قائم رکھ کر خیر امتّہ کے اعزاز کے قابل بنا سکتی ہے ۔

آج اس بہترین امت کے ناخلف اخلاف پر چہار سو ظلم وستم دیکھتے ہوئے اور خود اپنے اوپر ظلم وستم ہیا ہوتے ہوئے کچھ نہیں کر سکتے ۔ ان کو تو کہا گیا تھا کہ کسی مظلوم کی آہ سنو تو دست شمشیر کو بلند کرتے ہوئے میدان کارزار کا رخ کرو ۔

وما لکم لا تقاتلون فی سبیل اللہ	اور تمہیں کیا ہو گیا ہے کہ تم اللہ کی راہ میں
والمستضعفین من الرجال والنساء	قتال نہیں کرتے ہو اور ضعیف اور بے بس
والولدان الذین یقولون ربنا	مرد عورتیں اور بچے موجود ہیں جو پکار تے
اخرجنا من ھذہ القریۃ	رہے ہیں کہ اے اللہ ہمیں اس بستی سے
الظالم اھلھا ۔	نکال جس کے رہنے والے ظالم ہیں ۔
واجعل لنا من لدنک ولیاً	اور اپنی طرف سے کسی کو ہمارا حامی بنا اور
واجعل لنا من لدنک نصیراً ۔	اپنی طرف سے کسی کو ہمارا مددگار بنا ۔

النساء ۴ : ۷۵

اگر بہترین امت موجود ہو اور اس میں وہ طاقت جو

استجیبوا للہ وللرسول اذا دعاکم لما یحییکم ۸ : ۲۴

پر عمل کرنے سے حاصل ہوتی ہے تو وہی مظلوموں کی پکار پر پہنچ سکتی ہے ۔

جب نو خزاعہ کی مظلومیت کی پکار ریاست مدینہ کے سربراہ اور اللہ کے آخری نظام حیات کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے سنی تو وہ ظلم کو ختم کرنے کیلئے اور ظالم کے ہاتھ ظلم سے روکنے کیلئے مظلوم کے حامی اور مددگار ہو کر پہنچے اور پھر اس سرزمین میں صدیوں تک ظلم کا ہاتھ بلند نہ ہو سکا ۔ اس طرح کی طاقت کے وجود کو عصر حاضر کا ایک معروف سیاست دان بھی مانتا ہے ۔ وہ لکھتا ہے ۔

وہ لوگ جو امن چاہتے ہیں اور امن سے محبت رکھتے ہیں ۔ انہیں چاہیئے کہ وہ سلح

Marfat.com

کیلئے اتنی ہی طاقت استعمال کریں جتنی وہ اپنی فتح کیلئے کرتے ہیں اور عدل وانصاف کے لئے اتنے ہی کوشاں رہیں جتنا کہ وہ امن کیلئے کرتے ہیں ۔ اگر یہ نہ کریں گے تو ان کو نہ عدل حاصل ہوگا ۔ اور نہ امن ۔ امن کے بھی سکے کی طرح دو رخ ہوتے ہیں ۔ ایک رخ وہ ہے جو طاقت کا ہوتا ہے اور دوسرا رخ قیام امن کا ہوتا ہے ۔ امن اور عدل کو علیحدہ نہیں کیا جاسکتا ۔[1] ڈلس نے جو کچھ کہا ہے اس کو عملی طور پر صرف امت مسلمہ نے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رہبری میں ادا کیا ورنہ اس معروف سیاستدان کے الفاظ کو متمدن یورپ آج تک عمل کا جامہ نہیں پہنا سکا ۔ سندھ کے ساحل پر ایک مظلوم لڑکی کی آواز پر ہزاروں میل دور سے اللہ نے کمک بھیجی اور اس پکار کے جواب نے کئی مظلوموں کی آزادی دلانے کے علاوہ اس برصغیر پر نور کی شعاؤں کی بارش شروع کردی ۔[2] مگر اس وقت امت کا امن منقسم نہ تھا ۔ جب مسلمانوں کا امن منقسم ہوگیا تو رفتہ رفتہ انہوں نے جہاد سے بھی موہنہ موڑ لیا اور وہ بھول گئے کہ جہاد فرض ہو جانے پر اس سے غفلت کا انجام سخت ہونے کے متعلق اللہ نے شروع سے باخبر کر دیا تھا :-

الا تنفروا یعذبکم عذابا الیما ویستبدل قوما غیرکم	اگر تم (میدان جنگ کو) کوچ نہ کرو گے تو تمہیں بڑا سخت عذاب دے گا ۔ اور تمہاری جگہ
(التوبہ ۹ : ۳۹)	دوسری قوم سے بدل دے گا ۔

حملہ آور جارح کا مقابلہ نہ کرنے کے یہ معنی ہیں کہ جس قوم یا ملت پر حملہ ہو رہا ہے وہ اپنے دفاع کی طرف غفلت برتتے رہے ہیں اور اب شکست کے خوف سے بغیر لڑے ہتھیار ڈالنے پر تیار ہیں ۔ یہ بزدلی اور موت کے خوف کا نتیجہ ہوا کرتا ہے موت سے وہی انسان خوف کھاتے ہیں جنہیں اللہ پر ایمان نہیں ہوتا اور اس دنیا کی زندگی کی[3] کوششوں میں وہ اس قدر منہمک ہو چکے ہوتے ہیں کہ انہیں یہ خیال ہی نہیں رہتا کہ موت تو بہرحال آتی ہے ۔ میدان جنگ کی طرف کوچ کرنے سے انکار یا وہاں سے بھاگ

---

۱ - جان فاسٹر ڈلس ۔ جنگ اور امن WAR OR PEACE میک ملن کمپنی ، نیو یارک ۱۹۵۰ء

۲ - محمد بن قاسم کے ہاتھوں سندھ کی فتح کا واقعہ

۳ - قل متاع الدنیا قلیل (النساء ۴ : ۷۷)

آنے سے موت ٹل نہیں سکتی۔ موت تو مضبوط قلعوں کے اندر بھی پہنچ جاتی ہے۔ لہٰذا اس لئے جب اللہ اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم یہ حکم دیتے ہیں:۔

اذا دعاکم لما یحییکم تو اس وقت اس دعوت پر لبیک لبیک کہتے ہوئے ان کے حکم کی تعمیل کرو۔ اور پھر اس تعمیل حکم کے انعام کے طور پر آزاد زندگی بسر کرو۔ ایسی آزاد زندگی جس میں تم اللہ اور اللہ کے رسولؐ کی عطا کردہ شریعت کے مطابق اپنے شب و روز گزار سکو گے۔ ورنہ اگر جہاد سے منہ موڑو گے یا کمزوری کے باعث دشمن سے اس کی شرائط پر صلح کی درخواست کرو گے تو اللہ کی عبادت سے بھی محروم کر دیئے جاؤ گے اس لئے اپنے آپ کو کمزور سمجھتے ہوئے صلح کی درخواست مت کرو۔

مکہ اور مدینہ کی جنگ میں پہل مکہ کی جانب سے ہوئی تھی۔ مسلمان تعداد میں کم اور جنگی وسائل کے اعتبار سے انتہائی طور پر کمزور تھے۔ مگر اس کے باوجود رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے اس جنگ کے چیلنج کو قبول فرمایا۔ اس کمزوری کے باوجود تعمیل حکم خداوندی کے سلسلے میں اللہ نے انہیں فتح فرمائی۔

ولقد نصرکم اللہ ببدرٍ وانتم اذلۃ ج	اور اللہ نے بدر (کی لڑائی) میں تم لوگوں کی مدد کی تھی اور جب تم انتہا درجہ تک بے سر و سامان تھے۔

(آل عمران ۳: ۱۲۳)

گو شروع میں چند لوگ ایسے بھی تھے جن کے دلوں پر خوف طاری ہو گیا تھا اور وہ ایسے سفر پر جانے سے ڈر رہے تھے جس کے دوران جنگ کا خطرہ ہوا۔ اطلاع مل چکی تھی کہ مکہ والوں کے دو گروہ مکہ سے باہر ہیں۔ ایک قافلہ اور دوسرا لشکر۔ اس لئے بعض افراد اس سفر سے جان بچانا چاہتے تھے۔ اس واقعہ کو یاد دلاتے ہوئے الٰہ العلمین نے فرمایا ہے۔

کما اخرجک ربک من بیتک بالحق وان فریقا من المؤمنین لکرھون ہ یجادلونک فی الحق بعد ما تبین کانما یساقون الی الموت وھم ینظرون ہ	جب اللہ نے (اے محمد) تم کو حق کے ساتھ گھر سے روانہ کیا تھا اور مسلمانوں کا ایک گروہ اس کے خلاف تھا وہ لوگ حقیقت معلوم ہونے کے بعد بھی تمہارے ساتھ جھگڑ رہے تھے۔ جیسے وہ نظر آتی ہوئی موت کی طرف دھکیلے جا رہے تھے۔

(الانفال ۸: ۵-۶)

Marfat.com

اس لئے آج کا دور ہو یا گزرے ہوئے ادوار کا کوئی حصہ تاریخ اس بات کی شہادت دیتا ہے کہ جب کبھی،

ا۔ اینما تکونوا یدرکم الموت
ولو کنتم فی بروج
مشیدہ ط (النساء ۴:۷۸)

مسلمانوں کی کسی جماعت نے جارح اور ظالم دشمن کے خلاف محاذ آرائی کی تو اللہ نے ان کی مدد فرمائی اور وہ کامیاب رہے۔ اور جہاں کہیں وہ متحد نہ ہوئے یا جہاد سے مکمل طور پر منہ موڑ لیا تو ان کی جگہ کسی دوسری قوم کو وہاں کی سرزمین کا وارث بنا دیا گیا اور پھر وہ اللہ کی حاکیت کے اعتراف و اعلان سے محروم کرائے گئے۔ ان کی مساجد ان سے چھین لی گئیں اور بار ہا انہیں جبراً دوسرا دین اختیار کرنے پر مجبور ہونا پڑا۔ یہ صرف اس لئے کہ انہوں نے اتباع سنت نہ کیا اور آپ کے جان بخش پیغام پر عمل نہ کیا۔ جب پورا یورپ متحد ہو کر فلسطین کی ارضِ مقدس پر حملہ آور ہوا تھا تو دنیائے اسلام سوئی ہوئی تھی اور وہاں کے مظلوم مسلمانوں کی مدد کیلئے باقی ماندہ مسلمان ممالک اور ان کے حکمران آگے نہ بڑھنے اور جہاد میں حصہ نہ لیا، ایک نومسلم اس دور کا ذکر کرتے ہوئے لکھتا ہے۔

" صلیبی جنگیں فیصلہ کن ثابت ہوئیں۔ اس لئے کہ انہوں نے یورپ کی اجتماعی نفسیات کو جھنجھوڑ کر رکھ دیا تھا ۔۔۔۔ پورا یورپ ایک طرح کے نشے میں ڈوبا ہوا نظر آتا تھا۔ یہاں تک کہ یورپ کے لوگوں میں ملکوں اور ریاستوں کے اختلاف ختم ہوتے نظر آنے لگے "[۱] ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

اس طرح امت کے عدم اتحاد کا فائدہ یورپ کی بہت سی ریاستوں نے اٹھایا پہلے پرتگالی بحر افریشیا (بحر ہند) میں پہنچے اور ان کے بحری قزاقوں نے مسلمانوں کے جہازوں پر حملے کر دیئے۔ پھر ڈچ یہاں آئے، پھر فرانسیسی اور پھر انگریز، ہسپانیوں نے بھی شرکت کی اور ہر ایک نے مسلمانوں کے بیڑوں کو تباہ کرنا جاری رکھا۔ حتیٰ کہ مسلمانوں کے ہاتھوں سے بحری تجارت بالکل نکل گئی۔ ترکوں نے دو بحری بیڑے پرتگالیوں کے مقابلے کیلئے ان سمندروں

۱: محمد اسد Islam at the Cross Roads شیخ محمد اشرف، لاہور سن ۱۹۴۱ء صفحہ۔ ۶۱۔

Marfat.com

بیں تیار کیئے مگر مذہبی اختلافات کی وجہ سے ایران کے حکمرانوں نے انہیں اپنی بندرگاہوں سے پانی نہ لینے دیا اور وہ دونوں بیڑے ختم کر دیئے گئے۔ اس کے نتیجے میں یورپی قزاقوں کو کھل کر کھیلنے کا پورا پورا موقع ملتا رہا۔" ان قزاقوں کی دونوں اقسام (ایک آزاد اور دوسرے اپنی حکومت کی طرف سے فرستادہ) مسلمان جہازوں کو نشانہ بناتی تھیں۔ مسلمانوں کے یہ جہاز ہندوستان اور خلیج کی بندرگاہوں کے مابین تجارت کرتے تھے۔ آزاد قزاق اور وہ جہاز جو قزاقی کیلئے چارلس اول،[1] کارڈینل ریشلو اور سان مالو اور سان اور یہاں کے تاجر سامان حرب سے لیس کر کے روانہ کرتے تھے وہ سبھی مسلمانوں کے خلاف استعمال ہوتے تھے۔ ... عرا ایک ایک جہاز سے لاکھوں روپے اور دوسرا سامان لوٹا جاتا تھا۔ اوسطاً ساڑھے تین ٹن سونا ہر سفر کے بعد یہ جہاز مسلمانوں سے لوٹ کر یورپ لے جاتے تھے۔ یہ اس لئے کہ اب زندگی بخش دعوت پر عمل مسلمانوں کے بس کی بات نہ رہی تھی۔ اگر یہی دولت جو ان سے لوٹ لی جاتی تھی وہ جہاد فی سبیل اللہ پر خرچ کرتے تو ان کی تجارت اور حکومت بھی قائم رہتی۔ صرف سمندروں پر ہی نہیں خشکی پر بھی مسلمان ظلم سہہ رہے تھے۔ مگر اتحاد امت کی طرف کسی سمت سے دعوت بلند نہ ہوتی تھی۔ "ہزاروں (مسلمان) جو عیسائی بننے سے انکار کرتے تھے وہ پاک عدالتوں (Holy Inquisitions) کے رحم و کرم کے حوالے کیئے جاتے اور سخت عذاب کے بعد قتل کر دیئے جاتے تھے۔"[2] یہ سزا انہیں اس لئے دی گئی تھی کہ انہوں نے متحد ہو کر کفار کے مقابلے کیلئے اللہ اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی بخش دعوت پر لبیک کہنے سے انکار کیا تھا۔ مسلمانوں نے فتنوں کے خلاف جہاد کی تیاریاں ختم کر دی تھیں۔ حالانکہ حکم ہے!

وَقٰتِلُوْهُمْ حَتّٰى لَا تَكُوْنَ فِتْنَةٌ وَّيَكُوْنَ الدِّيْنُ لِلّٰهِ ؕ	اور جب تک فتنہ ختم نہ ہو ان کے خلاف لڑائی جاری رکھو اور دین اللہ ہی کا ہو جائے۔

(البقرۃ ۲: ۱۹۳)

---

[1] چارلس گرے Pirates of the Eastern Seas مارشدن لندن ۱۹۳۳ء صفحہ ۱۲
[2] ڈانلڈ میکارتی The Khalifate of the West مارشل ہملٹن اور کینٹ اینڈ کمپنی لندن۔

Marfat.com

سیرت طیبہ ہمہ وقت ملت اسلامیہ کے سامنے رہنی چاہیئے ۔ حضور سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی ریاست مدینہ پر جب تیسری بار قریش مکہ نے حملہ کیا تو ان کے ہمراہ خیبر کے یہودیوں کا ہزاروں پر مشتمل لشکر بھی موجود تھا ۔ اس حملے کے نتیجے میں مدینہ اور خیبر کے درمیان حالت جنگ (State of war) کا قانونی طور پر آغاز ہو چکا تھا ۔ پھر رحمت دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے حدیبیہ کے مقام پر قریش مکہ کے ساتھ صلح کر لی ۔ اس معاہدے کی ایک شق میں واضح طور پر دوسرے لوگوں کو بھی اجازت دی گئی تھی کہ وہ مدینہ یا قریش مکہ میں سے ایک کے حلیف بن جائیں ۔ اس شق کے اعلان ہونے پر بنو خزعہ نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حلیف بننے کا اعلان کیا اور بنو بکر اہل مکہ کے حلیف بنے ۔ اگر خیبر کے یہودی اس شق سے فائدہ اٹھا کر مدینہ کے ساتھ حالت جنگ (State of war) ختم کرنا چاہتے تو جنگ ختم ہو سکتی تھی ۔ مگر انہوں نے جنگ ختم کرنے کی بجائے بنو غطفان کے ساتھ مل کر ایک بار پھر مدینہ پر حملے کی تیاریاں شروع کر دیں اس کے نتیجے میں غزوہ خیبر عمل میں لایا گیا مگر شکست خوردہ دشمن کو معاف فرما کر ان کی زمینوں پر مزارع کی حیثیت سے رہنے کی ان کی درخواست کو شرف قبولیت فرمایا ۔ خیبر کے یہودیوں کی شکست کے نتیجے میں اپنے غزوہ خیبر کے زندگی بخش عمل کے نتیجے میں اس خطہ میں مکمل امن وامان قائم ہو گیا ۔

آج کی جنگوں سے جو غیر تسلی بخش نتائج برآمد ہوتے ہیں اور جس طرح ایک جنگ کا خاتمہ دوسری جنگ کا پیش خیمہ بن جاتا ہے اگر ان کا موازنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے غزوات کے ساتھ کیا جائے تو صاف ظاہر ہوتا ہے کہ آج کی جنگ کبھی نہ ختم ہونے والی جنگ ہوا کرتی ہے ۔ قتال کے ختم ہو جانے پر سرد جنگ اور اقتصادی جنگ شروع ہو کر پوری نوع انسانی کو اپنی لپیٹ میں لے لیتی ہے ۔ دوسری طرف غزوات نبی ؐ کا ہر غزوہ اور ہر سریہ اس خطے کو امن وامان اور صلح و اخوت کی گراں بہا دولت عطا کرتا تو مغرب کے ایک مفکر نے جنگ کے بعد ایام صلح کی اہمیت کا ذکر کرتے ہوئے لکھا ہے ۔

" اگر تم اپنی توجہ صرف فتح پر مرکوز کر دو گے اور جنگ کے بعد کے نتائج پر توجہ نہ دو گے تو شاید تم جنگ جیتنے تک اس قدر کمزور ہو چکے ہو گے کہ اپنی فتح سے فائدہ نہ اٹھا سکو گے ۔ " ۱۱۱

Marfat.com

یہ صورت حال دوسری جنگ عظیم کے بعد برطانیہ کو پیش آچکی تھی۔ صلح حدیبیہ اور پھر فتح خیبر کے بعد کی صلح کو دیکھا جائے تو کس قدر فرق معلوم ہوتا ہے۔ یعنی اللہ اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی بخش دعوت پر لبیک کہنے والوں نے کس طرح جزیرۃ العرب میں امن اور اخوت کے بیج بوئے تھے جو صدیوں تک اپنے پھل دیتے رہے۔

اگر یہ زندگی بخش دعوت وقتاً فوقتاً دی جائے اور اللہ پر ایمان رکھنے والے جہاد فی سبیل اللہ کا عزم نہ کریں تو دنیا فتنہ و فساد کے کبھی نہ ختم ہونے والے تسلسل کا شکار ہو جائے جیسا کہ گزشتہ صدیوں کے دوران ہوتا رہا ہے۔ ایک مورخ نے لکھا ہے

"۱۹۰۱ء سے عیسوی سے لے کر اب تک روس نے اوسطاً ہر صدی کے چھیالیس سال جنگ کرنے میں گزارے ہیں۔"

اور اس کے نتیجے میں لاتعداد معصوم جانیں ضائع ہوئی ہیں اور متعدد مسلمان ریاستوں کے اندر اللہ کا نام لینا ممنوع قرار دیا جا چکا ہے۔ اللہ العلمین کا ارشاد ایسے موقعوں پر یاد آنا چاہیئے:۔

ولولا دفع اللہ الناس بعضھم ببعض لھدمت صوامع وبیع وصلوات ومسٰجد یذکر فیھا اسم اللہ کثیرا ط ولینصرن اللہ من ینصرہ ط

اگر اللہ انسانوں کو ایک دوسرے سے نہ بچاتا تو گرجے اور عبادت خانے اور مسجدیں توڑ دی جاتیں جن میں اللہ کا بہت ذکر کیا جاتا ہے۔ اور جو اللہ کی مدد کرتا ہے اللہ بھی اس کی مدد کرتا ہے۔

اور چونکہ مسلمان اللہ کی مدد کرنے سے غافل رہا اللہ نے اس کی مدد نہ کی اور اس کی مساجد پر تالے ڈال دیئے گئے۔ اس زندگی بخش دعوت کا حکم ماننے کے بعد جہاد کی تمام آزمائشوں پر پورا اترنے میں اللہ تعالیٰ مسلمان کو پوری پوری مدد عطا فرماتا ہے۔ ذات اللہ العلمین ہی تو ہے جو انسان اور اس کے خوف کھاتے ہوئے قلب کے درمیان حائل ہو کر اسے جنگ کی تمام آزمائشوں میں سرخرو کرتی ہے ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

ﻏ۱: جیافری بلےنی The Causes of War سیبک ملن، لندن ۱۹۷۳ء، صفحہ ۳۔

Marfat.com

واعلموا ان اللہ یحول بین المرء وقلبہ وانہ الیہ تحشرون ○ | اور (سب لوگ) جان لو کہ اللہ حائل ہوجاتا ہے انسان اور اس کے قلب کے درمیان اور یہ بھی (یاد رکھو) کہ (بالآخر) تم سب اس کے روبرو جمع کئے جاؤ گے۔ (الانفال ۸: ۲۴)

اور انسان کا قلب اللہ کی جانب سے مضبوط اسی صورت ہو سکتا ہے کہ انسان کو قیامت پر ایمان ہو اور اس کا دل گواہی دیتا ہو کہ قیامت کے دن مالکِ کل وہ جل نشانہٗ ہو گا جو طاقتور سے طاقتور دشمن کے مقابلے میں اللہ کی راہ میں جہاد کرنیوالے کے قلب کو مضبوط رکھتا ہے اور اس کے پائے ثبات میں لغزش نہیں ہوتی۔ اللہ جل جلالہٗ انسان کے ذہن کے منتشر خیالات اور شیطان کے ڈالے ہوئے وسوسوں کا مقابلہ اللہ پر ایمان ہی کے ذریعے کر سکتا ہے، ایک مغربی مفکر کہتا ہے۔

"ایمان بہت بڑی چیز ہے، زندگی بخش، اس کے ذریعے قوموں کی تاریخ ثمر بار ہوجاتی ہے۔ اس سے روح کو بالیدگی حاصل ہوتی ہے۔"[۱]

یہ ایمان کی دولت ہی تو تھی جس نے بازنطین جیسی طاقتور سلطنت کو سرنگوں کیا۔ اس دور کی بازنطینی فوج کی تعریف میں ایک عسکری مورخ لکھتا ہے۔

"جرأت میں وہ اپنے دشمنوں کے برابر تھی، انضباط، تنظیم اور اسلحہ میں وہ ان سے طاقتور تھی۔ سب سے بڑھ کر یہ کہ ان کے پاس رزمی تدبیرات (strategy) اور تدبیرات (Tactic) کی مکمل تعلیم موجود تھی۔"[۲]

ایسی فوج کو مسلمان مجاہدوں کے ایمان ہی نے شکست دی تھی۔ ورنہ مسلمان تعداد اور اسلحہ میں بازنطینیوں سے بہت کم تھے۔ آج اسلام ایک بار پھر مغرب کا مقابلہ کر رہا ہے مگر اب اس کی پیٹھ دیوار کے ساتھ ہے اور وہ دفاع کر رہا ہے اس بار حالات پہلے سے زیادہ اسلام کے خلاف ہیں۔ صلیبی جنگوں کے وقت سے بھی زیادہ سے اسلئے کہ دورِ جدید کے مغرب کے پاس بہتر اقتصادی وسائل اور عسکری طاقت موجود ہے۔[۳]

۱۔ کرنل جیارج اسلا Sea Land & Air strategy جان مرے لندن ۱۹۱۴ء صفحہ ۳۱۱

۲۔ اومن The Art of War in the Middle ages کارنل یونیورسٹی پریس نیو یارک ۱۹۵۳ء صفحہ ۳۲

۳۔ ٹائن بی Civilisation on Trial آکسفورڈ یونیورسٹی پریس لندن ۱۹۳۱ء صفحہ ۱۸۷۔

Marfat.com

یورپ کی اس برتری کا مقابلہ بھی وہی دولتِ ایمان کر سکے گی جو اللہ اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت پر لبیک کہنے کے نتیجے میں اللہ ایمان والوں کے درمیان اور ان کے قلوب کے درمیان حائل ہو کر ان کے تمام قوائ کو مضبوط کر دیتا ہے اور ان کو پائے ثبات عطا فرماتا ہے۔ یہ دولت انہیں عطا ہوتی ہے جو اس پر بغیر جیل و حجت ایمان بالغیب سے مشرف ہوتے ہیں۔ ذالک الکتٰب لا ریب فیہ (البقرہ ۲:۲) مگر اس لاریب کتاب کے ذریعہ ہدایت انہیں نصیب ہوتی ہے جو متقی ہوں اور مزید یہ بھی فرمایا ہے کہ:۔

ومن یؤمن باللہ یھد قلبہ	اور جو شخص اللہ پر ایمان لاتا ہے وہ اس
التغابن ۶۴ : ۱۱	کے قلب کو ہدایت بخشتا ہے۔

اور جب قلب ہدایت حاصل کرنے کی جانب مائل ہو جاتا ہے تو پھر انسان کیلئے ہدایت حاصل کرنے کا دوسرا امر علیہ ہوتا ہے کہ وہ اپنے اعمال کو اللہ کے قائم کردہ حدود کے اندر رکھے فرمایا ہے:۔

الذین یستمعون القول فیتبعون	وہ لوگ جو (نصیحت کی) بات سنتے ہیں
احسنہ اولٰئک الذین ھداھم	اور اس کے بہترین حصول پر عمل کرتے
اللہ واولٰئک ھم اولوا الالباب	ہیں وہی لوگ ہیں جن کو خدا ہدایت بخشتا
الزمر ۳۹ : ۱۸	ہے اور یہی لوگ ہیں جو عقل والے ہیں۔

اور وہ لوگ جو اللہ کے وجود سے ہی انکار کرتے ہیں انہیں وہ ہرگز ہدایت کے قابل نہیں سمجھتا ا۔

واللہ لا یھدی القوم	اور اللہ کفر (انکار) کرنے والوں کو
الکٰفرین ٥ (البقر ۲ : ۲۶۴)	ہدایت نہیں دیتا

ایمان والے اللہ کی جانب سے ہدایت حاصل ہونے پر اللہ کا شکر بجا لاتے ہیں اس لئے کہ مشکل اوقات میں جب معرکہ حق و باطل بپا ہو تو اس ہدایت ہی کا کرشمہ ہوتا ہے کہ اللہ ان کے اور ان کے قلوب کے درمیان حائل ہو کر ان کو ثابت قدمی کے قابل بناتا ہے۔

Marfat.com

ولتکبروا اللہ علی ماھدٰکم ولعلکم تشکرون ○

البقرۃ ۲ : ۱۸۵)

اور تم اللہ کی اس کی بزرگی کی نسبت سے یاد کرو اس لئے کہ اس نے تمہیں ہدایت بخشی ہے اور اس کا شکر ادا کرو۔

اس حقیقت سے کون انکار کر سکتا ہے کہ اللہ کی عطا کردہ ہدایت ہی انجام کار نفع بخش ثابت ہوتی ہے۔

قل ان ھدی اللہ ھو الھدٰی

(البقرۃ ۲ : ۱۲۰)

کہدو اللہ کی دی ہوئی ہدایت ہی ہے (اصل ہدایت ہے۔

فلسفۂ جہاد کے مطابق عمل ہی کے ذریعہ امن واماں اور سلامتی واخوت کی فضا پیدا کرنے کا یقین اہل ایمان ہی کر سکتے ہیں۔ مستشرقین بعض اوقات عمداً اور بعض حالات میں جہالت کی وجہ سے فلسفۂ جہاد کو سمجھنے سے قاصر رہے ہیں۔ مثلاً ان کو شکایت ہے کہ اسلام ایک ہی بار ضابطہ اور قانون کے طور پر کیوں نہیں آیا، مجید خضوری کہتا ہے۔

" اسلام ایک مکمل ضابطہ کے طور پر نہیں آیا، اس کو آغاز کے طور پر حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ کی جانب سے ایک انتباہ (نذیر) کے طور پر پیش کیا اور اللہ کے رسول[۴] پر ایمان لانے کے سوا اور کسی بات کا تقاضہ نہ کیا، "[۱]

اس سے شاید اس کی مراد یہ ہے کہ اللہ اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانا صرف لفظی سا اقرار مقصود تھا اور اس کے بعد نیک اعمال کی ضرورت نہ تھی حالانکہ ایمان کے ساتھ اعمال صالح کا حکم بار بار آیا ہے۔

من امن باللہ والیوم الاخر وعمل صالحاً

فلھم اجرھم عند ربھم ولا خوف علیھم ولا ھم یحزنون ○ البقرۃ ۲ : ۶۲)

جو اللہ اور یوم آخرت پر ایمان لے آیا اور نیک عمل کئے۔

ایسے لوگوں کیلئے اجر ان کے اللہ کے پاس ہے ان کیلئے نہ کوئی خوف ہوگا اور نہ ہی وہ غمناک ہوں گے۔

اہل ایمان کی ایک صفت یہ بیان کی گئی ہے۔ کہ وہ

ر ۱ : مجید خضوری ۔ ج س صفحہ ۔ ۳

انما المؤمنون الذین اذا ذکر اللہ وجلت قلوبھم واذا تلیت علیھم ایتہ زادتھم ایمانا و علی ربھم یتوکلون ○ (الانفال ۸:۲)

ایمان والے تو ایسے ہیں جب اللہ کا ذکر ہوتا ہے تو ان کے دل ڈر جاتے ہیں۔ اور جب انہیں اس کی آیات پڑھ کر سنائی جاتی ہیں تو ان کا ایمان بڑھ جاتا ہے۔

یہی وہ مسلمان تھے جو جہاد کی زندگی بخش دعوت پر مسکراتے ہوئے اور شہادت کی تمنا کرتے ہوئے اور اپنے خون سے اس کرۂ ارض کی آبیاری کرتے ہوئے بنی نوع انسان کیلئے امن و اخوت کی زندگی کو ممکن بنا کر رخصت ہوئے تھے اگر وہ یہ نہ کرتے تو ظالم لوگ اپنے کمزور پڑوسیوں کو ان کے گھروں سے نکالتے رہتے۔ اس لئے کہ وہ اللہ پر ایمان لے آئے تھے۔ اور جب ان گنتی کے ایمان والوں نے اللہ اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی بخش دعوت کے حکم کو قبول کیا۔ اور جب وہ عین دشمن کے دروازے پر تا حد شہادت لڑنے کے بیعت کر رہے تھے تو اللہ ان سے بہت راضی ہوا:۔

لقد رضی اللہ عن المؤمنین اذ یبایعونک تحت الشجرۃ فعلم ما فی قلوبھم فانزل السکینۃ علیھم واثابھم فتحا قریبا ○ (الفتح ۴۸:۱۸)

اللہ ایمان والوں پر بہت راضی ہوا جب وہ تم سے درخت کے نیچے بیعت کر رہے تھے اور جو (صدق) ان کے دلوں میں تھا اللہ اس کو جانتا تھا تو اس نے ان پر تسلی نازل فرمائی اور انہیں جلد فتح عطا کی۔

تاریخ شاہد ہے کہ ان اللہ پر ایمان لانے والوں نے صحیح معنوں میں زیر مطالعہ آیۂ کریمہ پر عمل کر دکھایا اور وہ لوگ جنہوں نے ان کیلئے حرم کا راستہ بند کر دیا تھا اللہ کے حکم کے مطابق ان کے معاملوں میں بھی نہ صرف انصاف قائم رکھا بلکہ ان پر رحم و کرم کی بارش بھی کر دی۔ اللہ نے حکم دیا تھا۔

ولا یجرمنکم شنان قوم ان صدوکم عن المسجد الحرام ان تعتدوا۔ (المائدہ ۵:۲)

اور لوگوں کی دشمنی اس بنا پر تمہیں آمادہ نہ کر دے اس وجہ سے کہ انہوں نے تمہیں حرم جانے سے روکا ہے کہ تم ان پر زیادتی کرو۔

Marfat.com

اس حکم کو مانتے ہوئے خاتم النبین محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حرم کا راستہ روکنے والوں کو جب مکمل طور پر شکست دی تو فرمایا ! لا تثریب علیکم الیوم ۔ انتم الطلقاء ۔ اور ان کے لئے امن اور اخوت کے سمندروں کے راستے کھلے کر دئے آج بھی اگر عالم اسلام دکھوں اور مظالم کی ستائی ہوئی نسل انسانی کو امن و اخوت کی فضا سے مستفیض کرنا چاہتا ہے تو اسے اس حکم کے مطابق عمل کرنا ہوگا ۔

اذا دعاکم لما یحییکم واعلموا ان اللہ یحول بین المرء وقلبه وانه الیه تحشرون ○

الانفال ٨ : ٢٤

جب وہ تمہیں ایسے کام کرنے کیلئے بلاتے ہیں جو تمہیں زندگی بخشتا ہے اور جان لو کہ اللہ انسان اور اس کے دل کے درمیان حائل ہو جاتا ہے اور یہ بھی (یاد رکھو کہ تم نے اسی کی طرف لوٹ کر جمع ہونا ہے ۔

کتابیات

اردو ۔ عربی

١ ۔ شبلی نعمانی — سیرۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم

٢ ۔ ابن ہشام — (عربی) سیرۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم

انگریزی :

١ ۔ مجید خضوری — The Laws of Peace & War in Islam

٢ ۔ ولیم میور — Annals of early caliphate

٣ ۔ ولیم میور — Life of Mahomet (S.A.W.).

٤ ۔ ابن اسحاق (انگریزی ترجمہ) — Life of Muhammad (S.A.W.).

Marfat.com

Military concepts & Philosopy	۵۔ ہنری۔ ای۔ ایکلاس (ایڈمرل)
War and Peace.	۶۔ جان فاسٹر۔ ڈلس
Islam at the Cross Roads.	۷۔ محمد اسد
Pirates of the Eastern Seas.	۸۔ چارلس گرے۔
The caliphate of the West	۹۔ ڈانلڈ میکانری
Thoughts of War.	۱۰۔ لڈل ہارٹ
The Causes of War.	۱۱۔ جیافری ملے نی
Sea Lands & Air strategy.	۱۲۔ (کرنل) جیارج اسلا
The Art of War in the Middle Ages.	۱۳۔ اومن
Civilisation on Trial.	۱۴۔ ٹائن بی

Marfat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ؕ

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بحیثیت پیغمبر امن و عافیت

پروفیسر سمیع اللہ قریشی، جھنگ

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے موقع پر معلوم دنیا کی تہذیبی صورتِ حال کو قرآن مجید نے بہت مختصر الفاظ میں مگر بے حد جامعیت کے ساتھ پورے واقعہ کے دیباچہ کے طور پر یہ کہتے ہوئے سمیٹ لیا کہ :-

ظھر الفساد فی البر والبحر (الروم: ۴۱)

پوری زمین میں جہاں جہاں انسان کا تسلط اور رسائی تھی ، ایک تہذیبی انتشار اور فتنہ و فساد کی کیفیت پیدا ہو چکی تھی ۔ چھٹی صدی عیسوی کی معلوم دنیا کے بارے میں جو قرآن نے حکم لگایا تاریخ اس کی مصدق ہے ۔ مثلاً ایران میں مانی نے عیسائیت اور مجوسیت کے امتزاج سے ایک ایسے فلسفۂ زندگی کو رواج دینے کی کوشش کی جس میں امتناعِ نسل اور تہذیب گریز رویہ اختیار کرنے کو ترجیح دی گئی تھی اور مزدک نے عورت کیلئے ماں بیٹی اور بیوی کے رشتوں کا امتیاز ختم کر کے معاشرتی انارکی کو رواج دیا تھا ۔ ایران اور روم کے سیاسی جھگڑوں کی زد میں عراق ، ایران ، مصر اور شام کے بے گناہ عوام حرفِ غلط کی طرح مٹائے جا رہے تھے ۔ مشرقی روم ایرانی حملوں کی پے در پے یلغار سے تہس نہس ہو رہا اور مغربی روم پر جرمن وحشی ٹوٹتے رہے ۔ مذہبی ابتری اس پر مستزاد تھی ۔ حضرت عیسیٰؑ کی بشریت کو جبراً الوہیت میں ڈھالا جا چکا تھا ۔ عیسائیوں کے مختلف فرقے آپس میں دست و گریباں تھے ۔ مذہبی رہنمائی بدکار پادریوں کے ہاتھوں میں آ چکی تھی ۔ جس سے بے چارے عوام کا ذہنی اور باطنی سکون بھی درہم

Marfat.com

برسرِ عام تھا۔ یہ جملہ جارج سیل کا ہے کہ :۔

" اس زمانے میں گرجا کے پادریوں نے مذہب کو پارہ پارہ کر رکھا تھا اور امن، محبت اور نیکی مفقود ہو چکے تھے۔ انصاف اعلانیہ فروخت کیا جاتا اور ہر طرح کی بدعنوانی ہوتی تھی۔"

بالائے عرب، ایران اور رومی علاقوں میں اس ناگفتہ بہ بے سکونی کے علاوہ ہمسایہ ملک مصر بیک وقت ایرانیوں اور یونانیوں کی دستبرد کا شکار تھا اور مصری عوام محکوم اقوام کے ہاتھوں چوپایوں کی حیثیت رکھتے تھے۔ بت پرستی کی کثرت نے شرفِ انسانی کو مجروح کر رکھا تھا۔ دُور برِ صغیر میں اس زمانے کی تاریخ ایک نازک دور سے گزر رہی تھی۔ ار۔ سی دت نے اپنی مشہور کتاب " ہندوستانِ قدیم " میں تسلیم کیا ہے کہ اس عہد میں یہاں تین کروڑ دیوتا پوجے جا رہے تھے اور بداخلاق پرستوں کے ہاتھوں عوام کا ذہنی سکون برباد ہو چکا تھا۔ چھوت چھات اپنے عروج پر تھی۔ تناہراہوں پر آوارہ گرد اور جرائم پیشہ گروہ موجود رہتے تھے۔ جنسی بدامنی کی ایک صورت یہ بھی تھی کہ ایک عورت بیک وقت کئی مردوں کی بیوی شمار ہوتی تھی۔

چین میں ہن خاندان کے خاتمے کے بعد بیک وقت تین خاندانوں میں خانہ جنگی برپا تھی۔ بیچ میں سوئی خاندان نے چین کو کسی قدر سنبھالا بھی دیا اور امن قائم کرنے کی کوشش کی مگر پھر تائی سنگ خاندان کے ہاتھوں صورتِ حال ابتر ہو گئی۔ ساتھ ہی ساتھ کنفیوشس کی تعلیمات میں بگاڑ نے رسمیات کو اس قدر پھیلایا کہ معاشرہ ذہنی عذاب میں مبتلا ہو کر رہ گیا۔

خود جزیرہ نمائے عرب جہاں نبی اکرم (صلی اللہ علیہ وسلم) کے اجداد مکہ کی آبادی میں دو ہزار سالوں سے بھی زیادہ عرصہ سے نسلاً بعد نسلاً سرداری کر رہے تھے اور آس پاس کی عرب آبادیاں جو شام اور عراق سے یمن تک کہیں کہیں موجود تھیں۔ ہر جگہ انسان ذات کے اندر اور ذات کے باہر کے سکون کو کھو چکا تھا۔ سود، جوئے اور شراب کی غارت گری نے پوری عرب آبادی کو گھن کی طرح چاٹ لیا تھا۔ چوری چکاری اور جنگ و جدل کے بازار ہر طرف ہر وقت گرم رہتے تھے۔ پورے خطے کی سیاسی، معاشرتی اور معاشی حالت دگرگوں تھی۔ قبائل کی نہ ختم ہونے والی جنگوں نے پورے عرب کا امن و سکون تباہ کر رکھا تھا۔

عربوں کے پاس تو کوئی الہامی ہدایت پہلے سے موجود نہ تھی۔ مگر حیرت اس بات پر ہے کہ موجود مذہبی کتب کی تعلیمات بھی قیامِ امن کی بجائے غارت گری اور فتنہ و فساد پر ہی اکسانے کی تعلیم دیتی تھیں۔ ہندوؤں کی مذہبی کتاب ، سام وید ، میں درج اس ہدایت پر پورا پورا

Marfat.com

عمل کیا جاتا رہا کہ :۔

"اے ویدک دھرمی راجاؤ! اور دوسرے ویدک دھرمیو! تم شیر جیسے بن کر دشمنوں کو کھاؤ اور چیتے جیسے بن کر اپنے دشمنوں کو باندھ کر جکڑ لو۔ پھر اس کے بعد اپنی مخالفت کرنے والوں کے سامنے سے ان کے کھانے تک اٹھا لو۔"

یہودیوں کی مقدس کتاب "تورات" کے باب استثناء میں زیر نگیں آجانے والی قوموں کے بارے میں لکھا ہے کہ :

"جب خداوند تیرا خدا انہیں تیرے حوالے کرے تو تو انہیں مار لو اور محروم کیجیو۔ نہ ان سے کوئی عہد کیجیو اور نہ ان پر رحم کیجیو۔"

اور یہ بھی لکھا ہے کہ !

"تم کنعان میں گھس پڑو اور ان کی قوموں کو شکست دیکر اس علاقے میں اپنی قوم کو آباد کرو۔"

ظاہر ہے کہ تورات جو وحی الٰہی تھی اس میں یہودی ربیوں نے یہ ظالمانہ اور امن دشمن تعلیم تحریف کرتے ہوئے داخل کر دی تھی اور یہودی اقوام اس پر باقاعدہ عمل پیرا ہی تھیں وہ "انجیل" جس میں یہ لکھا ہے کہ :

"اگر کوئی تیرے دائیں گال پر تھپڑ مارے تو تو اپنا بایاں گال بھی اس کے سامنے کر دے"

اسی میں متی کی انجیل میں یہ بھی درج ہے کہ :

"یہ مت سمجھو کہ میں زمین پر صلح کروانے آیا ہوں صلح کروانے نہیں بلکہ تلوار چلانے آیا ہوں۔"

اور یہ بھی متی کی انجیل میں لکھا ہے کہ :

"جس کے پاس تلوار نہیں اپنے کپڑے بیچ کر تلوار خریدے"

اس بارے میں قرآن حکیم کی تعلیم جو نبی اکرم (صلی اللہ علیہ وسلم) نے وحی الٰہی اور اپنے اسوۂ حسنہ سے دی وہ ان مذہبی کتابوں کی تعلیم سے مختلف ہے۔ امن کی خاطر جارحیت کا مقابلہ کرنے کی تعلیم ہے۔ اسلام جو صلح جوئی پر اکساتا ہے اور لڑائی کی صورت میں بھی امن عامہ کی تباہی کے رویے کی نفی کرتا ہے۔ دنیا میں انسانی آزادی کی حفاظت کیلئے نبی اکرم

Marfat.com

صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کے حکم کی روشنی میں مظلوموں اور ایسی قوموں کو جن کے خلاف دشمن پہلے اعلان جنگ کر دیتا ہے۔ جنگ کی اجازت دی ہے۔ مگر یہ قیام امن کی دفاعی کوشش ہے، جارحیت ہرگز نہیں۔ یہاں اگر دشمن ہتھیار ڈال دیتا ہے یا صلح کی درخواست کرتا ہے تو فوراً محض قیام امن کی خاطر جنگ سے ہاتھ روک لینے کا حکم دیتا ہے اور تنبیہہ ہے کہ دشمن سے ساتھ بھی زیادتی نہ کی جائے، احادیث میں بے شمار ایسی ہدایات موجود ہیں جن کا بظاہر حالت جنگ سے تعلق ہے مگر جن سے مقصود محض معاشرتی عافیت ہے مثلاً دشمن کا مثلہ نہ کیا جائے یعنی مقتولوں کے اعضاء الگ الگ کر کے لاش کی بے حرمتی نہ کی جائے (مسلم)۔

بچوں اور عورتوں کو قتل کرنے سے گریز کیا جائے (مسلم)

مذہبی رہنما قتل نہ کیئے جائیں (بخاری)

بوڑھے، بچے اور عورتوں کو نہ مارا جائے، ہمیشہ صلح اور احسان کو مدنظر رکھا جائے (ابوداؤد)

مسلمان لڑائی کیلیئے نکلیں تو دشمن کے علاقے میں خوف نہ پھیلائیں، اور عوام پر سختی نہ کریں۔ (مسلم)

ایسی جگہ پڑاؤ نہ ڈالا جائے جہاں مقامی آبادی کو تکلیف پہنچتی ہو اور کوچ کے وقت مقامی آبادی کو تکلیف نہ ہونی چاہیئے۔ (ابوداؤد)

جنگی قیدیوں کو ان کے رشتہ داروں سے واسطہ رکھنے کی اجازت باقی رہنی چاہیئے۔ (ابوداؤد)

ان کے آرام کا خیال رکھا جائے۔ (ترمذی)

امن و عافیت کی زندگی سے مراد ایک ایسی زندگی ہے جو جامد ہو نہ منفیت اور زوال کی طرف رحجان رکھے بلکہ اس کا تہذیبی رخ نمو کی جانب ہو اور معاشرہ اس میں ہمیشہ ارتقاء پذیر رہے۔ عافیت اور امن واقعتاً صرف ایسے ہی معاشرے کو نصیب ہو سکتے ہے چنانچہ اول تو اس دین کا مزاج اس کے نام ہی سے واضح ہو جاتا ہے۔ جو ہر چند کہ اساسی طور پر وہی ہے جو سابقہ تمام انبیاء دنیا کے سامنے پیش کرتے رہے۔ مگر جو صرف عیسائیت اور یہودیت جیسے ناموں سے پہچانے گئے۔ جبکہ نبی اکرم (صلی اللہ علیہ وسلم نے دین کو اپنی مکمل ترین شکل میں محمدیت کے نام سے پیش نہیں کیا بلکہ صرف اسلام

کے نام سے دنیا کے سامنے رکھا اور اسلام کا لفظ سلّم سے ماخوذ ہے ۔ جس کے ایک معنی امام راغب نے اپنی مفردات میں امن وعافیت کے بھی بتائے ہیں ۔ جبکہ ایمان اس دین میں شمولیت کی پہلی شرط ہے اور یہ لفظ بھی امن کے مادہ ہی سے مشتق ہے اور سلامتی اور پناہ کے معنی اس میں شامل ہیں ۔ اسمائے حُسنیٰ میں ایک نام السّلام کے معنی بھی امن اور سلامتی عطا کرنے والے کے ہیں ۔ اللہ تعالیٰ کا ایک نام المومن بھی ہے جس کے معنی بھی امن عطا کرنیوالے کے ہیں ۔ قرآن مجید میں :

ادخلوا فی السلم کافۃ (البقرۃ ۲۰۸) سبل السلام (المائدہ: ۱۶)

اور دارالسّلام کی جملہ تراکیب اپنے سیاق وسباق کے حوالے سے جس بات کے اظہار کیلئے استعمال کی گئیں ، وہ یہی ہے کہ سب کے سب امن وسلامتی والی زندگی کے دائرے میں آجائیں اور چاہئیے کہ انسان سلامتی اور امن کے گھر تک پہنچنے کیلئے امن کے راستے تلاش کریں ۔ قرآن مجید کی لغت کے یہ جملہ الفاظ اور تراکیب اس پیغام کی ایک خاص روح کی طرف اشارہ کرتے ہیں جسے نبی اکرم (صلی اللہ علیہ وسلم) بحیثیت پیغمبر امن وعافیت اس دنیا میں لے کر آئے اور آپ نے جس اجتماعی لہجے میں دنیا بھر کے لوگوں کو خطاب کیا ۔ قرآن اس کا گواہ ہے ۔ تاریخ انبیاء میں آپؐ وہ پہلے پیغمبر ہیں جن کا تخاطب کسی ایک قوم ، قبیلے ، نسل ، گروہ ، لسانی اور جغرافیائی وحدت سے نہیں ہے بلکہ پوری نوع انسانی سے ہے ۔

اور دنیا بھر کے انسانوں کو آپؐ نے ایک پُرامن بنیاد پر جمع کرنے کیلئے انہیں ایک ہی آدم کی اولاد قرار دیا ۔ تاکہ رنگ ونسل اور زبان وخطے سے تعلق رکھنے کے باعث جو اختلافات ابھر کر دنیا بھر کے امن کو تباہ کر سکتے ہیں ان کی جڑیں کٹ جائیں اور ان امتیازات کی بنیادوں پر جو فسادات ابھرتے ہیں انہیں وحدتِ انسانی کے رشتے کا احساس ختم کر سکے ۔ یہ خطاب پوری نسلِ انسانی کو بحیثیت پیامبر امن وعافیت آپؐ ہی کا تھا کہ

یاایھا الذین آمنوا اتقوا ربکم الذی خلقکم من نفسٍ واحدۃ

(النساء)

اور یہ گویا اس بات کا اعلان تھا کہ سارے انسانوں کا خالق ایک ہے اور وہ سب ایک ہی انسان کی اولاد ہیں اگر وہ حیاتیاتی اعتبار سے ایک ہی نوع سے متعلق ہیں تو پھر باہمی فساد اور انتشار کیوں برپا ہو ۔ یہ درست ہے کہ آبادیوں اور نسلوں کے پھیلاؤ میں نسلی عقوق کے

Marfat.com

احساسات بھی ابھرتے ہیں جو باہمی نزاع کا باعث بن جاتے ہیں۔ مگر قرآن مجید ان نسلی اور قومی گروہوں کے وجود کو بھی کسی باہمی فوقیت کی بنیاد نہیں بناتا۔ بلکہ اس کا مؤقف یہ ہے کہ اونچ نیچ کا کوئی باہمی تصور ان سے قائم نہیں ہونا چاہیئے۔ بلکہ یہ تو صرف باہمی شناخت اور پہچان کی ایک صورت ہے چنانچہ اسے اپنی حد کے اندر رہنا چاہیئے۔ اس سے ذات پات کا وہ تصور بہر حال نہیں ابھرنا چاہیئے جو بالآخر معاشرتی امن کو تہہ و بالا کر دینے کا باعث بنتا ہے۔ بات صرف اس قدر ہے کہ:

وجعلناکم شعوبا وقبائل لتعارفوا ان اکرمکم عند اللہ اتقکم

(الحجرات)

انسانی معاشرے میں بالعموم فسادِ خلق کی ایک صورت اس وقت بھی پیدا ہو جایا کرتی ہے جب انسان اپنے جذبات پر قابو نہ رکھ سکے اور اینٹ کا جواب پتھر سے دینے پر اتر آئے۔ قرآن نے اس رویّے کو بھی ایک مثبت شکل دے دی ہے اور برائی کا جواب برائی کے بجائے نیکی اور حسن سلوک سے دینے کی تعلیم دی ہے۔ جو ہر چند کہ ایک مشکل کام ہے مگر اسلام جو انسان دنیا میں کھڑے کرنا چاہتا ہے ان سے اس مشکل ترین کام کی نہ صرف توقع کرتا ہے بلکہ انہیں اس کی تربیت بھی دیتا ہے۔ چنانچہ قرآن نے کہا:

ولا تستوی الحسنۃ ولا السیئۃ ط ادفع بالتی ھی احسن فاذا الذی بینک وبینہ عداوۃ کانہ ولی حمیم ٥ وما یلقّھا الا الذین صبروا وما یلقّھا الا ذو حظ عظیم ٥

(حم السجدہ)

قرآن نے زبان رسولؐ بڑی خوبصورت بات یہ کہتے ہوئے ادا کی ہے کہ نیکی اور بدی کبھی ہم پلہ نہیں ہو سکیں۔ برائی کا جواب حسن و سلوک سے دینا چاہیئے۔ اگر لوگ یہ وطیرہ اپنائیں تو انسانوں کے تجربے میں یہ بات آئے گی کہ تمہارا دشمن بھی تمہارا ولی دوست بن جائے گا۔ یہ درست ہے کہ انسانیت کے اس بہت اعلیٰ مقام پر وہی پہنچ سکتا ہے جسے اپنے وجود پر قابو اور گرفت ہو اور جس کے مقدر میں خیر اور سعادت کا بڑا حصہ بھی ہو۔

تاریخ عالم کا مطالعہ بتاتا ہے کہ کچھ ادارے ہمیشہ ایسے موجود رہے ہیں جنکے باعث انجام

Marfat.com

کارفسادِ خلق اور امنِ عامہ کی ابتری کی صورت ہی پیدا ہوتی رہی ہے۔ ان میں سے ایک بادشاہت یا آمریت ہے جس سے انسان کی خدائی کا مکروہ تصور ابھر کر انسان کو غلامی کے درجے پر لاکھڑا کرتا رہا۔ قرآن "الملک للہ" کا تصور پیش کرکے اس ادارے کی نفی کردیتا ہے اور مشاورت کی بنیاد پر قیام امن کی خواہش رکھتا ہے۔ دوسرا ادارہ سرمایہ داری کا ہے کہ اس میں پھر انسانوں کی اکثریت کیلئے ذلت کے سامان ہیں۔ قرآن پھر دولت کو سرمایہ داروں کے مابین گردش کرتے رہنے کے رجحان کی نفی کرتا ہے اور اس کی بجائے اسے عامۃ الناس میں گردش کے مواقع مہیا کرنے کے احکامات واضح کرتا ہے جس سے معاشرتی امن خود بخود قائم ہونے کے سامان پیدا ہونے لگتے ہیں۔ پھر نسلی گروہ بندی کا ادارہ ہے جس سے استیلا اور مار دھاڑ اور تغلب کا رواج ملتا ہے۔ نبی اکرم (صلی اللہ علیہ وسلم) نے عربی اور عجمی کا فرق ہی ختم کردیا اور فرمایا!

"لوگوں کو چاہیئے کہ وہ اپنی قومیتوں پر فخر کرنا چھوڑ دیں، یہی عصبیت ہے۔ اور عصبیت ہی وہ زہر ہے جو قوموں کو جنگ اور بدامنی پر اکساتا ہے"

نبی اکرم (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا! اس کا ہم سے کیا واسطہ جو عصبیت پر اصرار کرے۔"

مذہبی غلو اور تشدد پسندی بھی ایک ایسا رویہ ہے جو بلاشبہ معاشرتی امن کا دشمن ہے۔ نبی اکرم (صلی اللہ علیہ وسلم) وہ پہلے پیغمبر ہیں جنہوں نے سابقہ ادیان، ان کے نبیوں کے مساوی احترام کا حکم دیا۔ بلکہ اس رویے کو اسلامی ایمانیات کا لازمی حصہ بنادیا گیا تاکہ ممکن حد تک ایک دوسرے کے احترام کی صورت پیدا ہوسکے اور مذہبی منافرت کو ہوا نہ ملے۔ قرآن نے یہاں تک کہہ کر مذہبی بنیادوں پر قیام امن کے رویے کو عام کیا کہ:

"لا اکراہ فی الدین"

یعنی دینی معاملات میں اپنوں بیگانوں کے ساتھ جبر اور اکراہ کا سوال ہی نہیں پیدا ہوتا۔ سیرت نبوی میں کم از کم دو ایسی مثالیں واضح طور پر موجود ہیں جب تبدیلی مذہب کے سلسلے میں ایک ذرا سی دخل اندازی کا سوال اٹھا تو آپ نے اسی آیت سے استدلال کرتے ہوئے دوسروں کو جبراً اسلام کی طرف لوٹانے سے روک دیا۔ ایک موقعہ پر

Marfat.com

جب ابوالحصین انصاری کے دو جوان بیٹوں نے بعض عیسائی عرب تاجروں کے خیالات سے متاثر ہو کر عیسائیت قبول کر لی اور ان کے ساتھ شام چلے گئے ۔ باپ نے حضورؐ سے انہیں لوٹا لانے کی اجازت چاہی تو آپ نے یہی آیت پڑھی ۔ مدینہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی آمد سے قبل یثربی عربوں میں رواج تھا کہ کسی عورت کے بچے پیدائش کے بعد زندہ نہ رہتے تو وہ نذر مانتی کہ اگر اس کا بچہ زندہ رہا تو وہ اُسے یہودی بنا دے گی چنانچہ ایسے کئی نوجوان مدینہ میں موجود تھے جو عرب یہودی تھے اور بنو نضیر کے ساتھ شامل تھے ۔ جب بنو نضیر کو مدینہ بدر کیا گیا تو انصار والدین نے اپنے بچوں کو ان کے ساتھ جانے سے روکنا چاہا ۔ یہ آیت اسی مسئلے پر نازل ہوئی اور معاشرتی عافیت کی خاطر کسی بھی قسم کے مذہبی جبر سے مسلمان کو روک دیا گیا ۔

غیر مذہب کے ساتھ ایک پُر امن رابطہ اور رشتہ قائم رکھنے کیلئے قرآن نے ان مذاہب کے ماننے والوں کو یوں دعوت امن و آشتی دی ہے کہ :

تعالوا إلى كلمة سواء بيننا وبينكم (آل عمران)

اور کہا کہ تم دوسروں کے دیوی دیوتاؤں اور اکابرین مذہب کو بُرا مت کہو مبادا وہ تمہارے رب کو بُرا بھلا کہیں ۔ مذہبیت کے جنون میں یہی وہ نازک مراحل ہوتے ہیں جہاں باہمی جھگڑے اور فساد کھڑے کئے جا سکتے ہیں ۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا رویہ قرآنی تعلیمات کے حوالے سے ایسے تمام امکانات ختم کرتا ہے بلکہ : ۔

"لا نفرق بين احد من رسل"

کہہ کر احترام عقائد و مسالک و قائدین مذاہب کی ایک ایسی خوبصورت مثال قائم کر دیتا ہے جس سے مذہبی منافرتوں کی جڑیں کٹ جاتی ہیں ۔ کسی شخص یا گروہ کو جبر و کراہ کے ساتھ دائرہ اسلام میں لانے کی تعلیم نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہرگز نہیں دی ۔ کیونکہ جبر و کراہ ہی وہ صورتیں ہیں جو معاشرتی ہیئت کے امن و سکون کو تلپٹ کر کے رکھ دیتی ہیں ۔ قرآن نے کہا ہے :

أفأنت تكره الناس حتى يكونوا مؤمنين — کیا تم لوگوں کو مجبور کرو گے کہ وہ ایمان لے آئیں ۔

امن و عافیت کے رشتے ہمیشہ عادلانہ رویوں سے قائم ہوتے ہیں اور عدل ایک ایسی چیز ہے جس میں اپنے بیگانے کی تمیز اٹھ جانی چاہیئے ۔ جانب دارانہ رویہ عدل کی بجائے

Marfat.com

ظلم کو راہ دیتا ہے۔ اس باب میں پھیلی ہوئی بدگمانیاں معاشرتی فساد کی بنیاد بن جاتی ہیں۔ قرآن نے اس کی جڑ بھی یہ کہتے ہوئے کاٹ دی۔

ولا یجرمنکم شنآن قوم علی الا تعدلوا اعدلوا ھو اقرب للتقوی۔" (المائدہ)

کسی قوم کی دشمنی مسلمانوں کو اس قوم سے بے انصافی پر آمادہ نہ کرے۔ دامن عدل کبھی نہ چھوڑو کیونکہ خدا خوفی کے رویے سے یہی زیادہ قریب ہے"

معاشرتی زندگی میں ایسے مواقع بھی آجاتے ہیں کہ دوسروں پر انفرادی یا قومی حیثیت میں زیادتی ہو جائے یا کوئی دوسرا زیادتی پر اتر آئے۔ معافی وہ پہلا اصول ہے جس کا کھلے دل سے اظہار قرآن اور رسول عربی (صلی اللہ علیہ وسلم) تجویز کرتے ہیں۔ لیکن بعض صورتوں میں جب زیادتی کا جواب دینا ہی لازم ٹھہرے تو قرآن میں حدِ اعتدال سے بڑھنا اس معاملے میں بھی ہرگز درست نہیں کہا گیا۔

فمن اعتدی علیکم فاعتدوا علیہ بمثل ما اعتدی علیکم

" کوئی تم سے زیادتی کرے تو تم بھی اس کے جواب میں اس حد تک جا سکتے ہو جیسا کچھ کہ دشمن تمہارے ساتھ کرے" (البقرہ)

ظاہر ہے یہ عوض معاوضہ گلہ نداردکی حد ہے اور اسی میں عافیت کے سامان ہیں۔ جیسے قتل کے بدلے میں قاتل کی موت یا قصاص میں معاشرتی عافیت کے سامان ہیں۔ اگرچہ قرآن یہاں بھی معافی کے رویے ہی کو ترجیح دیتا ہے۔

ولمن صبر و غفر إن ذالک لمن عزم الامور (زمر)

ہرچند کے اس باب میں صبر اور معافی کی روش اختیار کرنا ایک بے حد مشکل امر ہے اور بجائے خود ایک کٹھن مہم ہے لیکن اللہ تعالیٰ معاشرتی امن کے قیام کی خاطر انسان کیلئے لازم ٹھہراتا ہے کہ وہ خدا کی خوشنودی حاصل کرنے کی کوشش کرے کیونکہ اس معافی کا صلہ بے اندازہ ہے جو محض اس لئے دی جائے کہ بربادی کا سلسلہ کسی طور دیر تک اور دور تک نہ پھیل سکے۔

" فمن عفا و اصلح فاجرہ علی اللہ "

صلح جوئی اور معاف کر دینے کی روش اختیار کرنے والے کا صلہ اللہ تعالیٰ کے پاس ہے"

Marfat.com

خوبصورت اور نپے تلے معاشرتی قیام امن کے امکانات کی حد تک، دنیا کے ہر مذہب و ملت میں بہت کچھ مل جاتا ہے لیکن بات وہاں بگڑتی ہے جہاں کہنے اور کر کے دکھانے میں زمین و آسمان کا فرق نظر آئے۔ قرآن امتِ مسلمہ کے سیاسی دائرے میں بھی ایک قوم کی دوسری قوم پر زیادتی کو برداشت نہیں کرتا۔ چنانچہ اس نے صرف قیام امن کی خاطر مسلمان معاشرے کے مسلمان زیادتی کرنے والے گروہ یا قوم کو مل کر سزا دینا تجویز کیا ہے جب تک کہ وہ اپنی غلطی تسلیم نہ کر لے اور معاشرہ میں امن کی صورتِ حال واپس نہ لوٹ آئے۔

وان طائفتان من المؤمنین اقتتلوا فاصلحوا بینہما فان بغت احداھما علی الاخریٰ فقاتلوا التی تبغی حتیٰ تفیٓئ الیٰ امر اللہ، فان فآءت فاصلحوا بینہما بالعدل واقسطوا ان اللہ یحب المقسطین۔ انما المؤمنون اخوۃ، فاصلحوا بین اخویکم۔ واتقوا اللہ لعلکم ترحمون (الحجرات)

اسلام گویا ایک ایسا معاشرہ قائم کرنا چاہتا ہے جس میں اتنی طاقت ہو کہ وہ ہر فرد اور گروہ کو سیدھے راستے پر گامزن رکھ سکے اور معاشرہ دنگے فساد سے بچا رہے۔ چنانچہ اہل ایمان کے لئے واضح ہدایت ہے کہ اگر ان میں دو گروہ لڑائی پر اتر آئیں تو معاشرے کے بااثر افراد آگے بڑھ کر دونوں گروہوں کو سمجھائیں اور لڑائی ختم کرانے کی کوشش کریں۔ لیکن اگر سمجھانے بجھانے سے معاملہ رفع دفع نہیں ہوتا تو معاشرے کو اپنے کمزور اور مظلوم گروہ کی حمایت میں ظالم اور جبر کرنے والے گروہ سے لڑنا چاہیئے اور جب یہ باغی اور ظالم گروہ حق کی طرف لوٹ آئے یعنی اپنی زیادتی ختم کر دے تو اس کے خلاف قوت کا استعمال بند کر دیا جائے۔ دونوں کے درمیان اس انداز سے صلح کرا دینی چاہیئے کہ کوئی گروہ بھی اس میں اپنی بے عزتی محسوس نہ کرے۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا کمالِ سیرت یہ ہے کہ اپنی زبان سے لوگوں کے سامنے پیش کردہ وحی کو صرف قرآن کی صورت میں ہی تحریری شکل میں دنیا کے سامنے نہیں چھوڑا بلکہ سب سے پہلے خود ان احکامات پر عمل کر کے دکھایا اور اپنے آپ کو اپنے عمل سے پیامبر امن و عافیت ثابت کیا۔ کسی بھی دوسرے فاتح سے یہ توقع کی جا سکتی تھی کہ جب وہ واپس ان لوگوں کے درمیان لوٹتا جنہوں نے تیرہ برس اس پر اور اس کے مٹھی بھر ساتھیوں

Marfat.com

پر ظلم توڑا اور ہر ستم آزمایا یہاں تک کہ زندگی اجیرن کر دی تو وہ بھی انہی باتوں کو دہراتا اور ناسخ کی حیثیت میں اپنا بدلہ لیتا اور یوں معاشرتی عافیت کا بیج ہی مارا جاتا ۔ مگر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ لوٹ کر سب سے پہلا اعلان قرآن کی زبان میں یہی فرمایا کہ !

لاتثریب علیکم الیوم اذھبوا فانتم الطلقاء

" آج تم پر میری طرف سے کوئی بھی سرزنش نہیں ۔ جاؤ تم امن وعافیت کی زندگی گزارنے کیلئے آزاد ہو ۔ "

رسم انتقام سے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا مزاج آشنا ہی نہ تھا ۔ حجتہ الوداع کے موقع پر کتنی خوبصورت مگر کٹھن بات ، منتقم مزاج عرب قبائل کے ڈیڑھ لاکھ افراد کے سامنے جن کی اکثریت نئی نئی دائرہ اسلام میں آئی تھی ، کہہ دی ۔ ایک بات جو سب کیلئے عافیت کی تطہیر کا حکم رکھتی تھی ، فرمایا !

لوگو ! سن لو میں جاہلیت کی تمام رسوم اپنے پاؤں تلے روندتا ہوں اور خون کے انتقام کی رسم بھی اپنے پاؤں تلے روندتا ہوں اور خود اپنے بھائی ربیعہ کے خون کے مطالبے سے دست بردار ہوتا ہوں ۔ "

اپنی ذاتی مثال پیش کر کے عرب معاشرے میں اس غارتگری اور سلسلہ در سلسلہ قتل کو روکنے کی ایک عملی کوشش پیش فرمائی جس سے امن عامہ خلل پذیر رہتا تھا ۔ کتنی دلنواز بات یہ پوچھے جانے پر کہ اسلام کی بہترین اور اعلیٰ صورت کیا ہے ؟ آپ نے فرمائی !

المسلم من سلم المسلمون من لسانہ ویدہ ۔

امن وعافیت کا قائم کرنیوالا مسلمان تو وہی ہے جس کی زبان اور ہاتھ دونوں سے دوسرے لوگ اپنے آپ کو محفوظ اور مامون پائیں ۔

اس بات سے انکار ممکن ہی نہیں کہ بعض صورتوں میں قیام امن کیلئے جنگ کے سوا کوئی چارہ باقی نہیں رہ جاتا کیونکہ معاشرتی امن کا تقاضہ یہ ہے کہ اس میں فتنے کا وجود ہی باقی نہ رہے ۔ اس لئے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بتایا کہ فتنہ تو قتل وغارتگری سے بھی خوفناک چیز ہے ۔ اس لئے قرآن ایک ایسی جنگ کا قائل ہے جو قیام امن پر منتج ہو مگر امن کو برباد کرنے والوں کے ساتھ اللہ کی راہ میں لڑنے کا حکم تو دیتا ہے ، پر زیادتی کرنے کا حکم ان کے لئے بھی نہیں جاری کرتا ۔ اپنے عمومی رویے میں اسلام جارحیت کو رواج

Marfat.com

نہیں دیتا بلکہ مدافعت کا قائل ہے اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی بھی موقع پر کسی بھی ایسی درخواست کو رد نہیں فرمایا جو قیام امن کیلئے پیش کی گئی ہو۔ صلح حدیبیہ اس کی بین مثال ہے جسے ابتدا میں صحابہ رضؓ نے بادل ناخواستہ قبول کیا تھا اور شاید بعض نے تو اسے اپنی بے عزتی بھی خیال کیا لیکن چونکہ اس کے نتیجے میں ایک فتنے اور جھگڑے کے اسباب ختم ہونے کے امکانات روشن ہو رہے تھے۔ یہ شق اس عہد نامے کا باقاعدہ حصہ تھی کہ :

"عرب قبائل کو اس بات کا آزادانہ اختیار ہے کہ وہ چاہیں تو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے حلیف بن جائیں اور چاہیں تو قریش مکہ کے ساتھ ہو لیں۔"

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دس برس کی صلح اور امن کے مطالبے پر اپنی مہر تصدیق ثبت کر دی۔ اس لئے کہ قرآن نے یہ حکم جاری کر رکھا تھا کہ :

"فان جنحوا للسلم فاجنح لها"

"اگر دشمن صلح پر اتر آئے تو تم بھی صلح جوئی اختیار کرو۔"

چنانچہ اپنی حیات طیبہ میں دشمنوں کی جارحیت کے خلاف جو کچھ مدافعتی جنگی رویہ آپؐ کو اختیار کرنا پڑا وہ مار دھاڑ کی پالیسی پر نہیں تھا اور قیام امن و عافیت کی ایک ممکن حد تک محتاط مدافعانہ جنگی پالیسی تھا۔ ڈاکٹر حمید اللہ نے بہت مناسب لفظوں میں یوں کہا کہ :

"اصل میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دشمنوں کو نیست و نابود کرنے کی جگہ مجبور کرنا پسند فرمایا۔"

اور پھر لکھا کہ :

"آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سیاست قریش کو تباہ و نابود کرنے پر نہیں بلکہ بالکل کمزور رکھ کر بے بس اور مغلوب کر دینے پر مشتمل تھی۔"

ظاہر ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے نظریۂ قتال و جہاد کے پیچھے بھی قیام امن کا جذبہ ہی کارفرما تھا۔ یا پھر ایک ایسا جذبہ اصلاح کارفرما تھا جس کا آخری نتیجہ قیام امن کے سوا اور کچھ بھی نہ تھا۔

مکہ میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا فاتحانہ داخلہ اپنے اندر کئی اعتبار سے آپؐ کو پیام بر امن و عافیت ثابت کرنے کے دلائل رکھتا ہے۔ مہاجرین اپنے اس آبائی شہر میں داخل ہو رہے تھے جہاں ان کا جینا دوبھر کر دیا گیا تھا۔ ان کی جائیدادیں اور اہل و عیال چھینے گئے تھے۔

Marfat.com

ان کے کاروبار ختم کر دیئے گئے تھے۔ ان پر کھلے بندوں ظلم و ستم روا رکھا گیا تھا۔ لیکن کس قدر حیرت انگیز بات ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اعلان فرمایا کہ:

"جو شخص کعبہ میں چلا جائے یا اپنے گھروں کے دروازے بند کر کے بیٹھ رہے یا ابو سفیان رضؓ کی حویلی میں پناہ لے لے یا حکیم ابن حزام رضؓ کے گھر میں چلا جائے گا ان سب کیلئے امن و عافیت کی ضمانت ہے۔"

چند برس پہلے اس شہر کی گلیوں میں بلال رضؓ کو پتھروں پر گھسیٹا جاتا تھا۔ ممکن ہے ان کے جی میں انتقام کا لاوا ابل رہا ہو مگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے بھی ایک امن بھری کیفیت میں تبدیل کر دیا جب آپ نے یہ حکم جاری فرمایا کہ:

"جو شخص ابن رویحہ رضؓ کے جھنڈے تلے کھڑا ہو گا جو بلال رضؓ کے مدنی بھائی تھے اسے بھی امان دی جائے گی اور ساتھ ہی بلال رضؓ سے ارشاد فرمایا کہ تم ساتھ ساتھ یہ کہتے جاؤ کہ جو کوئی میرے بھائی کے پرچم تلے آجائے گا اسے امان ہے۔

چنانچہ قریش مکہ نے اس منظر کو دیکھا اور حیرت زدہ ہوئے۔

مکّہ کے اندر داخلے سے پہلے جب مدینہ سے چلتے ہوئے ابو سفیان رضؓ نے صحابہ رضؓ کے لشکر کا جوش و خروش اور ان کی تعداد دیکھی اور ایک دستے کے کمانڈر سعد بن عبادہ رضؓ کے اس جوش بھرے جملے کو سنا کہ:

"آج اللہ نے ہمارے لئے تلوار کے بل پر مکہ میں داخل ہونا حلال کر دیا ہے آج ہم قریش کو ذلیل کر کے رکھ دیں گے۔

تب ابو سفیان رضؓ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے فوراً ملے اور کہا۔

"یا رسول اللہ! کیا آپ نے اپنے لشکر کو اپنی قوم کے قتل کی اجازت دیدی ہے؟ ابھی سعد رضؓ کو میں نے یہ کہتے سنا ہے۔"

فرمایا: ابو سفیان! آج رحم اور امن و عافیت کا دن ہے۔ سعد رضؓ نے بے شک غلط کہا۔"

پھر سعد رضؓ کو حکم بھجوایا کہ فوراً اپنا جھنڈا اپنے بیٹے قیس رضؓ کے حوالے کر دیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے عمل سے صرف اس بات کا اظہار مقصود تھا کہ میں بستیوں کو اجاڑنے کیلئے اور جاہلی انداز میں انتقام لینے کیلئے نہیں آیا ہوں۔ مجھے ہر حالت میں قیام امن کی

Marfat.com

صورت پیدا کرنا ہے۔ ابو سفیان رضؓ کے ساتھی حکیم ابن حزام رضؓ مسلمان ہو چکے تھے۔ انہوں نے صحابہ رضؓ کا لشکر جرار دیکھا تو کہا۔ یا رسول اللہ! کیا یہ لشکر آپؐ اپنی قوم کو ہلاک کرنے کیلئے اٹھا لائے ہیں۔" فرمایا " ان لوگوں نے گناہ کیا اور ظلم کیا اور تم لوگوں نے حدیبیہ میں باندھے ہوئے امن کے عہد کو توڑ دیا اور بے گناہ بنو خزاعہ کا خون حرم کی حدود میں بے دردی سے بہایا اور حرم جائے امن ہے۔ حکیم رضؓ نے کہا، ہاں یا رسول اللہ! یہ تو ٹھیک ہے فتح مکہ کے موقع پر دراصل نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ پالیسی ہی نہ تھی کہ مکہ پر جارحیت کی جائے اور قتل و غارت گری ہو۔ اس موقع پر تو معافی کا اعلان عام تھا۔ اور مکہ کے اندر مختلف سمتوں سے داخل ہونے والے کمانڈروں کو یہ حکم تھا جب تک دشمن ہتھیار نہ اٹھائے تم ہتھیار مت اٹھاؤ۔ پھر یوں ہوا کہ مکے کی ایک جانب غالباً اعلان معافی کی اطلاع نہ ہو سکی تھی۔ یا ممکن ہے کچھ لوگ مقابلے پر اتر آئے ہوں کہ خالد بن ولید رضؓ کا ان سے مقابلہ ہوا اور کچھ لوگ مارے گئے۔ ابو سفیان رضؓ کی شکایت پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فوراً خالد رضؓ کو طلب فرمایا اور شدید ناراضی کا اظہار فرماتے ہوئے پوچھا کہ تم نے ہتھیار کیوں اٹھائے جب کہ میرا پیام امن سارے مکہ کیلئے عام تھا۔ خالد رضؓ نے صورت حال بیان کی تو بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے امن و عافیت ہی کا رویہ اپنانے پر زور دیا قلعہ قموص کو خیبر کے علاقے میں فتح کرنے کے لیے علی رضؓ کو روانہ کرتے ہوئے انہیں لوگوں کو تہس نہس کرنے کا حکم دینے کی بجائے یہ ارشاد فرمایا کہ دیکھو اگر تمہارے ذریعہ کسی ایک شخص کو بھی ہدایت مل جاتی ہے تو یہ تمہارے لئے زیادہ بڑی نعمت ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ کے سامنے امن و عافیت کی ایک تاریخی مثال وہ تحریری عہد نامہ بھی ہے جو آپؐ نے نجران کے عیسائیوں کیلئے بطور ایک امان نامہ کے لکھوایا۔ اس کے الفاظ اس بات کی شہادت دیتے ہیں کہ آپؐ انسانوں کے درمیان عمر بھر قیام امن ہی کیلئے کوشاں رہے۔ معاہدے میں یہ باتیں محفوظ ہیں کہ:

- نجران اور اس کے اطراف کے باشندوں کی جانیں، ان کا مذہب ان کی زمینیں ان کا مال، ان کے حاضر و غائب ان کے قافلے، ان کے قاصد، ان کی مورتیاں، ان کی امان اور امن کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی امانت میں ہیں۔ ان کی موجودہ حالت میں کوئی تغیر نہ کیا جائے گا اور نہ ان کے حقوق میں سے کسی حق میں دست اندازی کی جائے گی اور نہ

Marfat.com

مورتیاں بگاڑی جائیں گی ۔ کوئی اسقف اپنی اسقفیت سے، کوئی راہب اپنی رہبانیت سے اور کلیسا کا کوئی منتظم اپنے عہدہ سے نہ ہٹایا جائے گا اور جو بھی کم یا زیادہ ان کے قبضے میں ہے اسی طرح رہیگا ۔ ان سے زمانہ جاہلیت کے کسی جرم یا خون کا بدلہ نہ لیا جائے گا نہ ان سے فوجی خدمت لی جائے گی اور نہ ان پر عشر لگایا جائے گا اور نہ مسلم فوج ان کی سرزمین کو پامال کرے گی ۔ ان میں سے جو شخص اپنے کسی حق میں مطالبہ کرے گا تو اس کے ساتھ انصاف کیا جائے گا نہ انہیں ظلم کرنے دیا جائیگا اور نہ ان پر ظلم ہوگا ۔ ان میں سے جو شخص سود کھائے گا وہ میری امانت سے بری ہے ۔ اس صحیفہ میں جو لکھا گیا ہے اس کے ایفاء کے بارے میں اللہ کی امان اور محمد رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم کی ذمہ داری ہے یہاں تک کہ اس بارے میں اللہ کا کوئی دوسرا حکم نازل ہو ۔ جب تک وہ لوگ مسلمانوں کے خیر خواہ رہیں گے ۔ ان کے ساتھ جو شرائط طے کی گئی ہیں ان کی پابندی ہوگی ۔ ان کو ظلم سے کسی بات پر مجبور نہ کیا جائے گا ۔

فتوح البلدان بلاذری وکتاب الخراج ابو یوسف)

عہد جاہلیت میں برپا ہونے والی عرب قبائل کے درمیان ایک طویل جنگ فجار کی غارت گری نے بعض عربوں کو یہ احساس دلایا تھا کہ اصلاً جنگ ایک بری چیز ہے چنانچہ ان جڑوں کو کاٹ دینا چاہیئے جو جنگ کا باعث بنیں ۔ کیونکہ انہی سے معاشرے کا امن وسکون مسلسل تہہ وبالا ہوتا رہتا ہے ۔ چنانچہ مکہ میں زبیر بن عبد المطلب رضی کی تحریک پر چند نیک نہاد نوجوان عبداللہ بن جدعان کے گھر جمع ہوئے اور علاقے میں قیام امن کے لئے ایک انجمن قائم کی جس میں ان باتوں پر حلف اٹھایا کہ ہم علاقے میں بے امنی دور کریں گے، غریبوں کی اعانت کی جائے گی، مسافروں کو پناہ دی جائے گی اور مظلوموں کو ظالموں کے استحصال اور جبر سے رہائی دلائی جائے گی ۔ ایک نوجوان کی حیثیت میں حضور (صلی اللہ علیہ وسلم) بھی اس میں شریک ہوئے مگر کمال یہ ہے کہ شریعت اسلامی کے نزول کے بعد اور پورے ملک عرب کے اپنے اختیار میں آجانے کے بعد بھی ایک موقع پر جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا کہ کیا حضور اب بھی امن کے قیام کے نام پر حلف الفضول کے ڈھب کی کسی تحریک میں شرکت اختیار کرنا پسند فرمائیں گے خواہ اس کا آغاز کسی بھی جانب سے کیا گیا ہو ۔ آپ نے فرمایا، مجھے حلف الفضول میں اپنی شرکت یاد ہے اگر اسوقت مجھے یہ کہا

Marfat.com

جانا کہ تم سو سرخ اونٹ قبول کرلو مگر اس معاہدۂ امن و آشتی میں شرکت سے باز رہو تو میں اس پیش کش کو رد کر دینا اور اگر ایسا کوئی معاہدہ آج بھی لکھا جائے تو میں ہر لمحہ اس میں شرکت کیلئے تیار ہوں۔

نعیم صدیقی نے نبی اکرم (صلی اللہ علیہ وسلم) کے اس باب میں رویّے پر ایک بے حد خوبصورت عمومی رائے قائم کی ہے جس سے معاشرے میں قیام امن و عافیت کے سلسلے میں آپؐ کی پالیسی بالکل واضح ہو جاتی ہے انہوں نے لکھا:

"انسانوں کے خوشنما دعاوٰں کو پرکھنے کی کسوٹی یہ ہے کہ خدا نے اپنے انبیاء کے ذریعے تعمیر و فلاح کے رستے کی نشاندہی کس طرف کی ہے۔ عرب کو نزاع کی حالت سے منظم سلطنت کی بلندی پر لانا، قبائلی ٹکڑیوں کو جوڑ کر ایک سیاسی وحدت بنانا، لاکھوں باشندوں کو علم و اخلاق سے آراستہ کرنا اور انہیں امن و انصاف کا ایک نیا دور عطا کرنا ایک ایسا مقدس کارنامہ ہے کہ اگر اس کیلئے قوت کا استعمال روا نہیں تو پھر سرے سے انسانی تاریخ میں قوت کے استعمال کا کوئی بھی مقام باقی نہیں رہ جاتا۔"

قرآن اور سیرت النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے احکامات امن و عافیت و اخوت باہمی اور جہاد و قتال اور دفاع کے احکامات میں بربادی اور موت کے سامان پنہاں نہیں ہیں بلکہ ان کی روح میں زندگی کی روح دوڑ رہی ہے۔ اسوۂ حسنہ کا ہر موڑ اس کی شہادت دے رہا ہے۔

سورۃ انفال میں اسی بابت ارشاد ہوا!

یا ایھا الذین امنوا استجیبوا للہ وللرسول اذا دعاکم لما یحییکم

"اے اہل ایمان! اللہ اور رسول کا حکم مانو، جب وہ تمہیں اس کام کیلئے بلائے جو تمہارے لئے زندگی بخش ہو۔"

گویا اسلام اور سیرت کا پیغام محض امن و عافیت کا پیغام نہیں بلکہ زندگی بخش دائمی امن و عافیت کا پیغام ہے۔

Marfat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

دعوت امن و اخوت اور اصلاحِ معاشرہ

سیرت طیبہ کے عملی پہلو کی روشنی میں

ڈاکٹر عبدالرشید، کراچی

الحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علی رحمۃ للعالمین

خانہ کعبہ کی تعمیر نو کے بعد حجرِ اسود کو اپنی جگہ نصب کرنے کا معاملہ ہے۔ ہر قبیلہ اپنا حق مقدم سمجھتا ہے نزاعی صورتحال ہے جس کے نتائج سخت خوفناک معلوم ہوتے ہیں لیکن کچھ لوگ سمجھ بوجھ سے کام لیتے ہوئے سب کو اس بات پر آمادہ کردیتے ہیں کہ جو شخص علی الصبح سب سے پہلے خانہ کعبہ کی چہار دیواری میں داخل ہو وہ اس نزاعی مسئلہ کا جو بھی حل پیش کرے سب کیلئے قابل قبول ہوگا۔

آنے والی صبح اہل مکہ کیلئے پیامِ امن لاتی ہے (محمد صلی اللہ علیہ وسلم) کعبہ کی چہار دیواری میں داخل ہونے والے پہلے شخص ہوتے ہیں اور سب بے اختیار پکار اٹھتے ہیں کہ:۔

ھذا الامین، رضینا، ھذا محمد، یہ امین ہیں ہم ان کے فیصلہ پر راضی ہیں یہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ہیں

توجہ فرمایئے کہ داعی امن واخوت کا کیا عمل ہے۔ آپ چاہتے تو خود حجرِ اسود اٹھا کر اسے اس کی جگہ نصب فرمادیتے اور کسی کو کوئی اعتراض نہ ہوتا۔ مگر بات محبت واخوت کی تھی، دلوں کو جوڑنے کی تھی، جنگ وجدال کے بجائے امن وآشتی اور اصلاح

Marfat.com

معاشرہ کی کشمکش - آپ نے چادر زمین پر بچھائی اِس میں حجر اسود رکھا اور تمام قبیلوں کو چادر پکڑنے کو فرمایا اور دست مبارک سے حجرِ اسود کو اس کی جگہ نصب فرما دیا - اور یوں —— بعثت سے قبل ہی اپنے عمل سے اہل عرب کو ایک بہت بڑی خانہ جنگی سے نجات دلاتے ہوئے ان کے مابین امن و اخوت کی فضا قائم فرماتے ہوئے انہیں نئی زندگی بخش دی - اور ایک ایسے معاشرہ کی اصلاح فرما دی جو چند لمحوں میں نہ ختم ہونے والے سلسلۂ فساد کی جانب گامزن ہوا چاہتا تھا -

اس لئے بعثت کے بعد اہل ایمان کو یہ باور کرا دیا گیا کہ اسی داعی امن و اخوت کی آواز پر لبیک کہو -

یا ایہا الذین آمنوا استجیبوا للہ وللرسول اذا دعاکم لما یحییکم [۲]	اے ایمان والو اللہ اور رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بلانے پر حاضر ہو جب رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تمہیں اس چیز کیلئے بلائیں جو تمہیں زندگی بخشے گی -

امام رازی[۳] ، علامہ آلوسی[۴] اور دیگر مفسرین نے اس آیت کی تفسیر میں سعید بن معلی اور ابی بن کعب رضی اللہ عنہما کے اس واقعہ کا ذکر کیا ہے کہ جب دوران نماز ان حضرات کو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پکارا اور ان کے جواب نہ دینے پر بعد از ان فرمایا ! —— کیا تم نے قرآن پاک میں یہ نہیں پایا کہ اللہ اور رسول کے بلانے پر حاضر ہو؟[۵] گویا اللہ نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ادب ہر شے پر مقدم قرار دیا - قرآن کریم میں نو مقامات پر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ادب کی تعلیم دی گئی ہے[۶] اور چھ مقامات ایسے ہیں جہاں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شان میں کسی طرح کی بھی گستاخی کو کفر قرار دیا گیا ہے -[۷]

اور یہ اس لئے کہ ان کی دعوت کو معمولی بات نہ سمجھا جائے بلکہ یہ یقین کامل ہو کہ اس دعوت پر لبیک کہنے سے حیات نو ملتی ہے اور معاشرہ اصلاح کی جانب گامزن ہوتا ہے - جبکہ آپ کی شان میں گستاخانہ رویہ اختیار کرنا بربادی ہی بربادی ہے -

حقیقت یہ ہے کہ حیات ارضی میں جہاں بنی آدم میں زمانہ قابیل سے ہی امن کے لئے قربانی جسم و جاں کی ریت رہی وہاں پیغمبران امن (انبیاء کرام) کی دعوت رشد و ہدایت نے اس سسکتی ہوئی انسانیت کی آہ و بکا کو قرار امن و سکون میں تبدیل کر کے اُسے

Marfat.com

"اسفل سافلین" ۸ سے نجات دلا کر " احسن تقویم " ۹ کے حقیقی معیار پر لا کھڑا کیا۔

انسانی معاشرے پر رحمان کا یہ سلسلہ رحم صدیوں انبیائے مرسلین کے ذریعہ جاری رہا لیکن اس کے ساتھ ساتھ طاغوتی اذہان اپنی طاغونیت سے ان بندگانِ خدا کو ایذا رسانی میں مبتلا کرتے ہوئے بر و بحر میں فساد کا سبب بنتے رہے جس سے خالقِ کائنات کی قہاریت بھی اپنا کام دکھاتی رہی ——————۔

ظھر الفساد فی البر والبحر بما کسبت ایدی الناس لیذیقھم بعض الذی عملوا لعلھم یرجعون ۱۰

خشکی اور تری میں لوگوں کے اعمال کی وجہ سے فساد پھیل گیا ہے تاکہ خدا ان کے بعض اعمال کا مزہ چکھائے عجب نہیں کہ وہ باز آئیں۔

چنانچہ اللہ تبارک و تعالیٰ کی جانب سے انسانوں کو غلط کاموں سے پھیرنے کیلئے اور مجرموں کو ان کے اعمال کی پاداش میں سزاوار ٹھہرانے کیلئے مکافات عمل کا سلسلہ جاری رہا۔ کیونکہ قانونِ قدرت یہی ہے اور عدل بھی ——

عدل ہے فاطر ہستی کا ازل سے دستور ۱۱

آخر کار ذاتِ رحمانی جوش میں آئی اور اس نے حیات انسانی کو جاہلیت کی تاریکیوں سے نکالا اور انہیں شعور عطا فرما کر اپنے حبیب خاتم النبیین حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ذریعے امن و اخوت کی نوید سنائی۔

وما ارسلنک الا رحمۃ للعالمین ۱۲ اور محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہم نے آپ کو تمام جہانوں کیلئے رحمت (بنا کر) بھیجا۔

اور اسی داعی امن و اخوت نے اپنے عمل سے جو انقلاب برپا کیا وہ بھی عجیب تھا۔ شاید چشم عالم نے ایسا انقلاب نہ دیکھا ہو۔ ہر ایک قوم کی جگہ دوسری قوم کو نہیں لایا گیا بلکہ اسی قوم اور اسی معاشرے کی اصلاح کی گئی اور بھی اس طرح کہ انسان کو انسان سے پیار کرنا سکھا دیا اس کی تعظیم و تکریم سکھا دی اور اس کو یاس و ناامیدی سے نکال کر اتنا نوازا اتنا نوازا کہ وہ خود کہہ اٹھا۔

اتنا دیا سرکار نے مجھ کو جتنی میری اوقات نہیں
یہ تو کرم ہے ان کا ورنہ مجھ میں کوئی ایسی بات نہیں

Marfat.com

اصلاح معاشرہ کیلئے دعوت امن واخوت اور اس کا ردِ عمل

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی اجتماعی جدوجہد کا آغاز کوہ صفا کے اعلان سے فرمایا۔ ۱۴؎ آپ کوہ صفا پر تشریف لے گئے اور لوگوں کو پکارا۔ آپ کی شخصیت ان کے دلوں میں اس قدر گھر کیئے ہوئے تھی کہ ہر شخص آپ کی پکار سن کر دوڑا ہوا آپ کے پاس پہنچا تو آپ نے سب سے پہلے یہ نہیں فرمایا کہ تم لوگ برائیاں چھوڑ دو ۱۵؎ بلکہ سب سے پہلے اپنی شخصیت کو ان کے سامنے رکھا اور فرمایا! لوگو! تمہاری میرے متعلق کیا رائے ہے۔ سب نے یک زبان جواب دیا ہم آپ کو امین اور صادق سمجھتے ہیں۔ رحمۃ للعالمین نے اسی پر اکتفا نہیں کیا بلکہ اپنی ذات کے لئے مزید اقرار لینا ضروری سمجھا اور فرمایا کہ میں اگر یہ کہوں کہ اس پہاڑی کے پیچھے دشمن کا لشکر چھپا ہے اور وہ آن کی آن میں تم پر حملہ کیا چاہتا ہے تو کیا تم اس بات کو مان لوگے؟ قریش مکہ بے ساختہ بولے، اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) ہم اس بات کو ضرور مان لیں گے۔ جب شخصیت کی عینیت واضح طور پر متعین ہو گئی تو پھر آپ نے ان کے سامنے اصلاح و معاشرہ کا عملی پروگرام رکھا۔ ۱۶؎ گویا ان کی اصلاح سے قبل یہ بات واضح کردی کہ تم خود گواہ ہو کہ میں اصلاح یافتہ ہوں۔

اس کے بعد کے واقعات پر ہم اگر نظر کریں تو معلوم ہوتا ہے کہ ہر موقع پر آپ نے اپنے عمل سے یہ ثابت فرمایا کہ آپ انسانیت کو دعوت امن واخوت دینے آئے ہیں تاکہ انسانی معاشرہ اصلاح پا سکے۔

(الف) مسلمانوں پہ زیادتیاں ہوتے دیکھ کر آپ نے انہیں طاقت سے جواب دینے کے لئے نہیں فرمایا بلکہ قیام امن کو مدنظر رکھتے ہوئے فرمایا کہ وہ ہی حبشہ کی طرف ہجرت کر جائیں۔ ۱۷

(ب) قریش کے قطع تعلق کا جواب قطع تعلق سے نہیں دیا بلکہ امن وامان کی خاطر اپنے ساتھیوں کے ہمراہ شعب ابی طالب میں محصور ہو گئے۔ ۱۸

(ج) سفر طائف میں جب آپ کی دعوت پہ لبیک کہنے کی بجائے وہ لوگ آپ کی ایذا رسانی کا سبب بنے تو بھی آپ نے ان کے لئے امن وعافیت کی دعا کرتے ہوئے فرمایا۔ "میں ان لوگوں کے تباہی کیلئے کیوں بددعا کروں۔ یہ اگر ایمان نہیں لاتے تو

Marfat.com

کوئی بات نہیں امید ہے کہ ان کی آئندہ نسلیں ضرور اللہ پر ایمان لانے والی ہوں گی۔

(د) جب قریش نے مدینہ منورہ ہجرت کیلئے مجبور کر دیا اور سفر ہجرت کے دوران سراقہ بن مالک بن جعشم انعام کے لالچ میں پیچھا کرتے ہوئے مبتلا عذاب ہونے کے بعد امن کا خواستگار ہوا تو اس داعی امن و اخوت نے اسے بھی پروانہ امن لکھ دیا ۔ ۲۰

(ہ) مدینہ پہنچنے پر آپ نے میثاق مدینہ [۲۱] اور رشتہ مواخات [۲۲] کا سلسلہ قائم کرتے ہوئے امن و اخوت کی وہ بنیاد ڈال دی جو اصلاح معاشرہ کا ایسا سبب بنی کہ آج تک تاریخ اس کی مثال پیش کرنے سے قاصر ہے ۔

(و) صلح حدیبیہ کے نکات پر غور کیجیے ۔ یہاں تک کہ آپ نے امن قائم کرنے کی خاطر اپنے نام کے ساتھ رسول اللہ نہ لکھنے کی بھی اجازت دے دی [۲۳]

(ز) صلح حدیبیہ کے بعد آپ نے سلاطین اور امراء عالم کی طرف جو تبلیغی خطوط تحریر فرمائے ان میں بھی بنیادی موضوع قیام امن و اخوت تھا ۔ خصوصاً کسری پرویز بن ہرمز شاہ فارس کے نام خط میں بالکل واضح طور پر یہ عبارت موجود ہے ۔

اسلم تسلم [۲۴]

اسلام قبول کر لو امن میں رہو گے ۔

(ح) اور پھر فتح مکہ کا وہ دن آ پہنچا جو کسی بھی فاتح کی خوابوں کی تعبیر ہوتی ہے ۔ دنیا نے پہلی جنگ عظیم کے بعد WARSAN PACT [۲۵] کی صورت میں فاتح اور مفتوح کا معاملہ دیکھا ہے اور دوسری جنگِ عظیم کے بعد بھی ۔ لیکن کیا داعی امن و اخوت کے اس عمل کی مثال پیش کی جا سکتی ہے کہ پوری انسانی تاریخ میں اتنی عظیم فتح جو اکیس برس کی طویل اور جان لیوا کشمکش کے بعد حاصل ہوئی اور وہ بھی اس پر امن طریقہ پر کہ قتل و غارت سے اسلامی فوج کو بالکل منع کر دیا ۔ اور یہ اس شہر کی بات ہے جس میں آپ کے قدم قدم پر کانٹے بچھائے گئے ۔ گلے میں کپڑا ڈال کر ایذا رسانی کی گئی ۔ آپ کے قتل کے منصوبے تیار کئے گئے اور آخر کار آپ کو اس شہر سے نکل جانے کیلئے مجبور کیا گیا ۔ اسی شہر میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خون کا ایک قطرہ بھی گرانا پسند نہ فرمایا —— بڑے بڑے جانی دشمن مفتوح ہو کر

Marfat.com

سامنے آئے تو اس داعی امن و اخوت نے فرمایا، میں تمہارے ساتھ وہی سلوک کروں گا جو حضرت یوسف علیہ السلام نے اپنے بھائیوں کے ساتھ کیا تھا ——

لا تثریب علیکم الیوم اذھبوا فانتم الطلقاء (۲۶)

(آج کے دن تم سے کوئی باز پرس نہیں، جاؤ تم سب آزاد ہو)

(ط) پیغمبر اسلام نے اپنے عمل سے نہ صرف وقتاً فوقتاً ہمارے لئے دعوت امن واخوت کی مثالیں چھوڑیں بلکہ اپنے آخری پیغام حجۃ الوداع میں ان تمام رسموں کو ختم کرنے کا اعلان کیا جو امن و اخوت کو درہم برہم کرنے اور معاشرے کی تباہی کا سبب تھی۔

عربوں میں یہ رواج تھا کہ جب کسی خاندان کا کوئی شخص کسی کے ہاتھ سے قتل ہوتا تو اس کا انتقام لینا خاندان والوں کا فرض بن جاتا اور سینکڑوں برس گزر جانے کے بعد بھی ادائیگی فرض کا یہ سلسلہ جاری رہتا۔ یوں لڑائیوں کا ایک غیر منقطع سلسلہ قائم ہو جاتا اور لوگوں کیلئے امن واخوت کی زندگی ایک خواب بنی رہتی۔ داعی امن واخوت نے نہ صرف اس دن اس بیہودہ رسم کے خاتمہ کا اعلان کیا بلکہ اپنے عمل سے ہمیں مشعلِ راہ بھی دکھادی۔ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ——

ودماء الجاھلیۃ موضوعۃ وان اول دم اضعہ، دماء نا دم ابن ربیعۃ ۔ ۲۷

جاہلیت کے تمام انتقامی خون باطل کر دیئے گئے اور سب سے پہلے میں اپنے خاندان کی طرف سے ربیعہ بن الحارث کا خون باطل کرتا ہوں)۔

توجہ فرمایئے کہ ہم سے پیغمبر اسلام کی دعوت امن واخوت کا عملی تقاضا کیا ہے، اور ہم کس جانب جا رہے ہیں۔

ابھی تک آدمی صید زبوں شہر یاری ہے
قیامت ہے کہ انسان نوع انساں کا شکاری ہے ۲۸

کاش کہ آج کے دور کا انسان اس حقیقت سے آشنا ہو جائے تو اختلاف قوم، رنگ و نسل اور زبان تمام جھگڑے از خود مفقود و متروک ہو جائیں اور نہ صرف دنیائے اسلام بلکہ دنیائے عالم میں امن و اخوت کا عظیم رشتہ قائم ہو جائے، جس کیلئے قرآن کریم کا ارشاد ہے کہ:-

Marfat.com

وماکان الناس الا امۃً واحدۃً فاختلفوا (یونس ۱۹)

اور سب لوگ پہلے ایک ملت تھے پھر جدا جدا ہو گئے۔

آج ہمارا المیہ یہ ہے کہ ہم نے داعی امن و اخوت کے عطا کردہ اس عظیم الشان عملی نظام کو پس پشت ڈال دیا ہے اور اپنے اذہان کے ناکام اصول و قوانین کی پیروی میں لگے ہوئے آج ہماری دنیا میں امن قائم کرنا مشکل کیوں ہوتا جا رہا ہے۔ اس لئے کہ ہم نے جس تیزی سے مادی ترقی کی ہے اخلاقی طور پر اس کا ساتھ نہ دے سکے۔

ڈھونڈنے والا ستاروں کی گذرگاہوں کا

اپنے افکار کی دنیا میں سفر کر نہ سکا ۳۰

ذرا غور کیجئے یہ ہم سب کیلئے لمحۂ فکریہ ہے کہ آج وطن عزیز پاکستان کا سب سے بڑا شہر جو شہر قائد بھی ہے کن تفرقات اور نفرت و عداوت کی آماجگاہ بنا ہوا ہے۔ یہ وہی فرزندان شہر ہیں جن کے آباؤ اجداد نے حضرت قائداعظم محمد علی جناح رحمۃ اللہ علیہ کی قیادت میں یک جان ہو کر رشتہ ملی کے عظیم جذبہ سے سرشار اسلامی رشتہ مواخات کو مدنظر رکھتے ہوئے مسلمانان برصغیر کی فلاح و نجات اور استحکام و ترقی کیلئے پاکستان کو وجود بخشا۔ کیا تاسف ہے کہ ہمارے آباؤ اجداد نے ایک طرف پاکستان کو وجود تو بخش دیا لیکن اس وجود عظیمی کو برقرار رکھنے کا سلیقہ اپنے فرزندوں میں ودیعت نہ کر سکے جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ہم ایک دوسرے سے آگے بڑھنے کے جوش میں ہوش کھو بیٹھے اور اپنے ہی بھائی کے خون سے اپنے ہاتھوں کو رنگ رہے ہیں۔ یاد رکھیے اگر ہم اب بھی ہوش میں نہ آئے تو ہمارے رنگ و نسب میں غبار آلود بہ پر ہمیں، محو پرواز کے بجائے زمین بوس کر دیں گے۔ آیئے پہلے اس کا علاج کریں جیسا کہ مفکر پاکستان حضرت علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا۔

غبار آلودہ رنگ و نسب ہیں بال و پر تیرے

تو اے مرغ حرم اڑنے سے پہلے پرفشاں ہو جا ۳۱

ذرا غور کیجئے! یہ کیسی قبیح حرکت ہے جس میں آج ہم ملوث ہیں ہماری امن و سلامتی عزت و وقار، ترقی و استحکام اور سکون و آشتی کا واحد ذریعہ داعی امن و اخوت کے اس فرمان میں پوشیدہ ہے کہ۔

کونوا عباد اللہ اخوانا المسلم اخو المسلم لا یظلمہ ولا یخذلہ ولا یحقرہ ۳۲

Marfat.com

اے اللہ کے بندوں بھائی بھائی ہو جاؤ، مسلمان مسلمان کا بھائی ہے وہ نہ اس پر ظلم کرتا ہے اور نہ اسے ذلیل و خوار کرتا ہے۔

اور پھر اپنے آخری پیغام میں ہمیں یہ درس دیا کہ:

المسلم من سلم المسلمون من لسانہ ویدہ والمہاجر من ھجر مانھی اللہ ۳۳

مسلمان وہ ہے جس کی زبان اور ہاتھ سے مسلمان محفوظ ہوں اور مہاجر وہ ہے جو اللہ کی منع کی ہوئی چیزوں سے الگ ہو جاتا ہے۔

اور پھر قرآن کریم میں متعدد مقامات پر ایک مسلمان کو دوسرے مسلمان کا بھائی قرار دیا گیا ہے۔ ۳۴

اہل وطن کی ذمہ داری

الحمدللہ ہم سب مسلمان ہیں اور ایک مسلمان کا دوسرے مسلمان سے کیا رشتہ اور کیا حق ہے اس کا تذکرہ گزشتہ سطور میں تاریخی حقائق فرمان خداوندی اور سیرۃ طیبہؐ کی روشنی میں کیا گیا۔ تو آئیے آج کے دن ہم سب یہ عہد کریں کہ ہم اس داعی امن واخوت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نقش قدم پر چلتے ہوئے رشتہ مواخات کی طرف پلٹ جائیں گے جس کی مثال آج سے چودہ سو برس قبل انصار و مہاجرین کے رشتہ مواخات نے کی تھی اور یہی ہماری فلاح و کامرانی کی ضمانت ہے۔

غور کا مقام ہے کہ وہ لوگ جنہوں نے اسلام کا کلمہ نہیں پڑھا اور محض علم برائے علم کی خاطر اس ہستی بے مثال کی سیرت کا مطالعہ کیا تو وہ بھی یہ کہنے پر مجبور ہو گئے کہ اس انسان کامل کی زندگی کا ہر ورق آفتاب و ماہتاب سے بھی زیادہ تابندہ و درخشندہ ہے اور جب بھی دنیا کی اہم شخصیتوں کا ذکر کیا گیا تو اس داعی امن واخوت کو سرفہرست دکھا گیا۔ ۳۵ اور ہم تو اپنے آپ کو ان کی امت کہتے ہیں اور ہاں ایک بات اور ذہن نشین رکھنی ضروری ہے کہ ہم امن واخوت کی فضا قائم کرنے کی ذمہ داری صرف حکومت پر نہیں ڈال سکتے کہ وہ اصلاح معاشرہ کی ذمہ دار ہے بلکہ اس ذمہ داری میں ہم سب برابر کے شریک ہیں اور ہم سب اللہ کے سامنے جوابدہ ہوں گے کیونکہ داعی امن واخوت

Marfat.com

کا یہ حکم بالکل واضح ہے کہ :

کلکم راع و کلکم مسئول عن رعیتہ ۳۶

تم میں سے ہر ایک نگہبان ہے اور ہر ایک سے اس کی نگہبانی کی بازپرس ہوگی۔

داعی امن و اخوت پیغمبرِ اسلام حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے عمل سے نہ صرف دعوت امن و اخوت کے ذریعہ اصلاح معاشرہ کا کام انتہائی کامیابی سے سرانجام دیا بلکہ پوری امتِ مسلمہ کو نگہبان اور نگراں ٹھہرا کر اس سلسلہ کو جاری و ساری فرمایا۔ اب یہ ہماری ذمہ داری ہے کہ ہم اس سے عہدہ برآ ہوں۔ اگر ہم اپنے معاشرہ کی اصلاح چاہتے ہیں تو پھر ہمیں اپنے عمل سے یہ سب کچھ کر دکھانا ہوگا اور پھر ہمارا معاشرہ امن و اخوت اور محبت کی منہ بولتی تصویر ہوگا اور یہی مقصودِ فطرت اور رمزِ مسلمانی ہے۔ جس کا ذکر مفکرِ پاکستان حضرت علامہ اقبال ان الفاظ میں کرتے ہیں۔

یہی مقصودِ فطرت ہے یہی رمزِ مسلمانی
اخوت کی جہاں گیری محبت کی فراوانی ۳۷

مراجع و مصادر اور حواشی

۱۔ ابن ہشام، ابو محمد عبدالمالک، السیرۃ النبویّہ، مصر، مصطفی البابی حلبی، ۱۳۵۵ھ ص ۲۰۹، الجزالاول۔

۲۔ القرآن ۴۹/۸

۳۔ رازی، امام محمد الرازی فخرالدین، تفسیر الکبیر، طہران دارالکتب العلمیہ ص ۱۴۶، الجز خامس عشر۔

۴۔ آلوسی، ابی الفضل شہاب الدین، السید محمود، روح المعانی، بیروت، احیاء التراث العربی، ص ۱۹۱ الجزء التاسع۔

۵۔ ابن حجر، احمد بن علی عسقلانی، فتح الباری (شرح بخاری) بیروت، دارالمعرفۃ ص ۳۰۷، حدیث ۴۶۴۷۔

Marfat.com

۶۔ القرآن ۴/۶۵ ، ۵/۱۲ ، ۷/۱۵۷ ، ۸/۲۴ ، ۲۴/۶۳ ، ۳۳/۳۶ ، ۳۳/۳۶ ، ۴۸/۹ اور ۴۹/۱-۲

۷۔ القرآن ، ۲/۱۰۴ ، ۹/۶۱ ، ۹/۶۵ ، ۳۳/۵۷ ، ۳۸/۶۸-۷۰ اور ۴۹/۲

۸۔ القرآن ۹۵/۵

۹۔ القرآن ۹۵/۴

۱۰۔ القرآن ۳۰/۴۱

۱۱۔ اقبال ، علامہ ، کلیات اقبال ، لاہور ، شیخ غلام علی اینڈ سنز ، ۱۹۸۴ء ص ۲۰۲

۱۲۔ القرآن ۲۱/۱۰۷

۱۳۔ کلام ، سلیم کوثر

۱۴۔ جب قرآن کی آیت ـــــــ وانذر عشیرتک الاقربین " (القرآن ۲۶/۲۱۴) نازل ہوئی تو آپ نے اہل قریش کو اکٹھا کر کے ان کو دعوت اسلام دی ۔

۱۵۔ جبکہ آپ کے پیش رو پیغمبر حضرت عیسٰی علیہ السلام کی تعلیمات سے واضح ہوتا ہے کہ آپ نے خطبۂ کوہ میں سب سے پہلے برائیوں سے اجتناب کی طرف توجہ دلائی اور وہ بھی اس انداز سے کہ

(And if Thy right eye offend thee, pluck it out, and cast it from Thee.... And if Thy right hand offend thee, cut it off, and cast it from thee: for it is profitable for thee that one of thee members should perish, and not that thy whole body should be cast into hell)... The Gospal According to Saint Mathew, 5/27.

جبکہ وہ معاشرہ اتنا بگڑ چکا تھا کہ فوراً برائیوں سے اجتناب، اور وہ بھی اس قدر سخت ان کے بس کی بات نہ تھی ۔ یہی حال عرب معاشرے کا تھا اسی لیے خاتم النبیین نے قریش کے سامنے اپنی مثال رکھی کہ میں بھی اسی معاشرے کا فرد ہوں اور میرے اخلاق کریمانہ کے تم قائل ہو تو پھر میری دعوت پہ لبیک کہو تاکہ تم بھی اصلاح پاؤ اور پورے معاشرے کی اصلاح ہو جائے اور تم امن واخوت کی فضا میں زندگی بسر کر سکو۔

۱۶۔ ابن حجر ، احمد بن علی عسقلانی ، فتح الباری (شرح بخاری) محولہ بالا ص ۳۷ ، جلد نمبر ۸

۱۷۔ جوزی ابن عبداللہ ابن القیم ۔ زاد المعاد ، بیروت دار الفکر ص ۲۴ الجز الاول

۱۸ جوزی ابن عبداللہ بن القیم ۔ زاد المعاد ، محولہ بالا ص ۴۶ الجزء الثانی

۱۹۔ مسلم ، امام مسلم بن الحجاج القشیری ، صحیح مسلم ، بیروت دار الفکر ۱۴۰۰ھ ص ۱۴۲۱۔

Marfat.com

۲۰۔ جوزری، ابی عبداللہ بن القیم، زادالمعاد، محولہ بالا ص ۵۳ الجزالثانی
۲۱۔ ابن ہشام، ابومحمد عبدالمالک، السیرۃ النبویہ، بیروت، تراث الاسلام ص ۵۰۱ تا ۵۰۴ القسم الاول۔
۲۲۔ جوزری۔ ابی عبداللہ بن القیم زادالمعاد۔ محولہ بالا ص ۵۶ الجزالثانی
۲۳۔ مسلم، امام مسلم بن الحجاج القشیری، صحیح مسلم، محولہ بالا ص ۱۴۰۹ ھ الجزءالثالث
۲۴۔ ابن حجر، احمد بن علی عسقلانی، فتح الباری (شرح بخاری) محولہ بالا ص ۳۲، الجزء الاول
۲۵۔ تفصیلات کیلئے ملاحظہ کیجئے۔

(1) The New Encyclopaedia Britannica, Encyclopaedia Britannica Inc. p. 758 Vol. 12 10th Edition.
(2) Collier's Encyclopaedia, New York, MacMillan Educational Company. (p. 277 Vol. 23 WARSA PACT)

۲۶۔ القرآن ۱۲/۹۲ و ابن ہشام، ابومحمد بن عبدالملک، السیرۃ النبویہ، محولہ ا ص ۵۵ الجزاء الرابع۔
۲۷۔ ابی داؤد، سلیمان بن اشعث۔ سنن ابی داؤد، بیروت ۔ داراحیاءالتراث العربی ص ۱۸۵ الجزءالثانی
۲۸۔ اقبال کلیات اقبال محولہ بالا ص ۲۷۴
۲۹۔ القرآن ۱۰/۱۹
۳۰۔ اقبال کلیات اقبال محولہ بالا ص ۲۷۳
۳۱۔ ایضاً ص ۲۷۳
۳۲۔ مسلم ابوالحسین بن الحجاج القشیری ۔ الصحیح المسلم ۔ کراچی نور محمد اصح المطابع ۱۳۷۵ھ ص ۳۱۷ جلد ثانی
۳۳۔ بخاری محمد بن اسماعیل صحیح البخاری، کراچی، نور محمد اصح المطابع ۱۳۸۱ ص ۶ جلد اول
۳۴۔ القرآن ۲/۱۶۸، ۲/۲۲۰ اور ۱۰/۴۹ وغیرہ

Marfat.com

۴۵. اس کی واضح مثال کتاب THE 100 ہے جس کے مصنف نے محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو پہلے نمبر پہ رکھا ہے۔

۴۶. احمد امام حنبل۔ مسند احمد، بیروت، المکتب الاسلامی ص ۵۴ الجزء الثانی

۴۷. اقبال علامہ۔ کلیات اقبال محولہ بالا ص ۲۷۰۔

Marfat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم بحیثیت داعی امن و اخوت

پروفیسر محمد لطیف، راولپنڈی

یٰایها الذین امنوا استجیبوا للہ وللرسول اذا دعاکم لما یحییکم واعلموا ان اللہ یحول بین المرء وقلبہ وانہ الیہ تحشرون ٥ (الانفال - ۲۴)

اے ایمان والو ! اللہ اور اس کے رسول کی پکار پر لبیک کہو، جبکہ رسول تمہیں اس چیز کی طرف بلائے جو تمہیں زندگی بخشنے والی ہے اور جان رکھو کہ اللہ آدمی اور اس کے دل کے درمیان حائل ہے اور اسی کی طرف تم سمیٹے جاؤ گے۔

معنی اور مفہوم : آیت زیر نظر میں مومنوں کو اللہ تعالیٰ نے استجابت کا حکم دیا ہے امام بخاری ؒ نے ابو عبید کا قول نقل کیا ہے کہ استجابت بمعنی اجابت ہے (اس طرح "سین" اور "تا" زائد ہو جاتے ہیں)۔

استجابت متعدی بلام آتا ہے جیسا اس آیت میں ہے اور کبھی استجابت بھی خود متعدی ہوتا ہے، مگر اجابت خود بلا حرف متعدی ہوتا ہے۔

اجابت کے معنی قبولیت حکم یعنی اطاعت کرنے کے ہیں اور اس آیت میں اجابت کی تاکید اذا دعاکم لما یحییکم کے قول سے کی گئی ہے۔

Marfat.com

امام بخاریؒ کے نزدیک لما یحییکم سے مراد لما یصلحکم ہے یعنی جس سے تمہاری اصلاح فرماتا ہے۔

للرسول پر لام کا اعادہ تاکید کی غرض سے آیا ہے اس سے مراد یہ ہے کہ جو حکم اللہ کا رسول دے وہ بھی مانو، کیونکہ وہ بھی حکم الٰہی ہے اور حدیث پاک میں آیا ہے، کہ مجھ کو دیا گیا قرآن اور اس کے ساتھ اس کے مثل بھی یعنی سنت۔ لہٰذا حدیث میں آپ نے اہل بدعت کے فتنے سے پہلے ہوشیار کر دیا کہ آدمی تکیہ لگا کر بیٹھے اور کہے کہ یہ بات تو مجھے کتاب الٰہی میں نہیں ملتی ہے۔ پس ہوشیار کر دیا کہ جو حکم سنت نبویؐ سے ثابت ہے وہ جس طرح ثابت ہے واجب العمل ہے اور اس قول پر عمل کرنا لازم ہے۔ ما اتاکم الرسول فخذوہ وما نھکم عنہ فانتھوا۔

- زندگی بخشنے والے امور سے مراد بعض کے نزدیک علوم شرعیہ ہیں۔ کیونکہ علم حیات ہے اور جہل موت ہے۔
- جمہور علمائے اسلام کے نزدیک قرآن و حدیث کے اوامر و نواہی میں طاعت کے ساتھ استجابت کا حکم ہے اور اسی سے حیاتِ ابدی ملتی ہے۔
- بعض اکابر علماء نے جہاد مراد لیا ہے جو ظاہری سبب حیات ہے۔ کیونکہ دشمن پر جہاد نہ کیا جائے تو وہ حملہ آور ہو جاتا ہے۔
- محمد بن اسحاق نے کہا اس سے مراد شہادت ہے، جو موجب حیات ہے۔
- سدیؒ نے اس سے مراد ایمان لیا ہے کیونکہ کافر جو دراصل مردہ ہوتا ہے اس سے روحانی طور پر زندہ ہو جاتا ہے۔
- مجاہد نے اس سے مراد حق لیا ہے۔
- قتادہؒ نے قرآن بتایا ہے۔

مختصراً کہا جا سکتا ہے کہ اس سے مراد امر دین ہے اور یہی بات سب مفسرین حضرات نے مختلف انداز میں بیان فرمائی ہے۔

بعض حضرات نے لما یحییکم میں لام تعلیل کا احتمال ظاہر فرمایا ہے پھر ترجمہ اس طرح ہو جاتا ہے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت قبول کرو اس لئے کہ اس سے (اس کی برکت سے) تمہیں کو زندہ کرتا ہے۔

Marfat.com

تاکیدِ رسول : ابو سعید بن المعلی کی صحیح میں روایت ہے کہ میں مسجد میں نماز پڑھ رہا تھا کہ اتنے میں آنحضورؐ نے مجھے پکارا میں نے استجابت نہ کی پھر میں نماز سے فارغ ہو کر حاضر ہوا۔ اور عرض کی ، یا رسول اللہ ! میں نماز میں تھا ، تو آپؐ نے فرمایا ، تو نہیں جانتا ! کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا !

استجیبوا للہ وللرسول اذا دعاکم

ایک دوسری حدیث میں اُبی بن کعب کے بارے میں ایسا ہی واقعہ بیان کیا گیا ہے اور اس میں جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تجھے معلوم نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے وحی کے ساتھ حکم بھیجا ہے کہ استجیبوا اذا دعاکم یعنی جب بلاوے اور پکارے تو استجابت کرو۔ اس پر ابی بن کعب نے عرض کیا ، یارسول اللہ ! مجھے معلوم تو تھا مگر خطا ہو گئی اور انشاء اللہ تعالیٰ آئندہ ایسا نہ کروں گا ۔ (ترمذی) ۔

ایسی استجابت آنحضورؐ کے ساتھ مخصوص تھی اب کسی کیلئے نماز توڑنے کی اجازت نہیں ہے۔ ہاں اگر نماز نفل ہو اور باپ نے بلایا ہو اور استجابت نہ کرنے پر باپ کے ناراض ہونے کا خدشہ ہو تو نماز توڑ کر باپ کو جواب دینا ضروری ہے کیونکہ سخط اللہ فی سخط الوالد باپ کی ناراضگی میں اللہ کی ناراضگی ہے ۔

آیت کے الفاظ سے صرف استجابت کا حکم معلوم ہوتا ہے۔ وہ فی الفور بھی کی جا سکتی ہے اور کسی عذر کی بناء پر کچھ دیر کے بعد بھی ! لیکن حدیث سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ فی الفور استجابت مقصود ہے کیونکہ ابو سعیدؓ اور ابی بن کعبؓ نے نماز سے فارغ ہو کر اور سلام پھیر کر استجابت کی تھی اور آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر عتاب فرمایا تھا ۔ اس سے یہ نتیجہ نکلا کہ فی الفور استجابت واجب ہے اور اس حکم کو حضرت حنظلہ بن صفوانؓ کا واقعہ مزید ثابت کر دیتا ہے ۔ آپ اپنی بیوی کے ساتھ ہم بستر تھے کہ جہاد اُحد کے لئے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے پکارا گیا اور استجابت میں تاخیر کے ڈر سے انہوں نے غسل جنابت نہ کیا کہ جنگ میں اسی حالت میں شہید ہو گئے اور ملائکہ نے ان کو نہلا دیا ، اس پر آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ! کہ اس کا کیا حال تھا کہ ملائکہ اس کو غسل دیتے ہیں ۔ اس کی بیوی سے دریافت کرو اور پھر ان سے یہی کچھ معلوم ہوا ۔ اسی وجہ سے آپ کا لقب غسیل ملائکہ پڑ گیا ۔

Marfat.com

ان واقعات اور احکامات سے ثابت ہوا کہ جو حکم سنت سے ثابت ہو اس کی فوراً استجابت واجب ہے یعنی اسی وقت ادا کرنے کا حکم ہو تو اسی وقت اور اگر کوئی وقت مقرر ہو تو مقررہ وقت پر واجب ہے۔

استجابت کی اہمیت :

انسان کی انسانیت کا تمامتر انحصار اس کی عقل اور بصیرت پر ہے اگر اس کی روح اور دل زندہ ہے تو انسان زندہ ہے۔ اگر وہ صحیح فکر، کلمہ حق اور صحیح عمل سے عاری اور محروم ہو جائے تو وہ مقصدِ تخلیق کے اعتبار سے مردہ ہو جاتا ہے۔ اسی وجہ سے قرآن نے کفار کو جگہ جگہ مردہ کہا ہے۔ اللہ اور رسول حقیقی زندگی کی دعوت دیتے ہیں اس کو قبول کرنے سے بصارت کو بصیرت ملتی ہے۔ اور عقل کو وہ نور حاصل ہوتا ہے جو آفاق و انفس کے اسرار و حقائق سے اس کے لیے پردے اٹھاتا ہے۔ یہی دعوتِ انسان کے دل کے ٹکڑے کو انوار الٰہی کا مسکن بنا دیتی ہے۔ اسی لئے کہا گیا کہ اللہ اور اس کے رسول کی اس دعوت پر لبیک کہو کہ اسی سے تم کو حقیقی اور جاوداں زندگی حاصل ہوگی۔ سیدنا مسیحؑ نے کیا خوب فرمایا انسان روٹی سے نہیں جیتا بلکہ اس کلمہ سے جیتا ہے جو خدا کی طرف سے آتا ہے۔

نافدری کے نقصانات :

اسی آیت میں واعلموا سے آخر آیت تک ایک سخت تنبیہ موجود ہے جو لوگ کسی دعوت خیر بالخصوص پیغمبر کی حیات بخش دعوت کی قدر نہیں کرتے بلکہ گونگے، بہرے اور اندھے بن جاتے ہیں ان کے اور ان کے دلوں کے درمیان خدا حائل ہو جاتا ہے یعنی خدا کا قانون حائل ہو جاتا ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ ایسے لوگوں کے دل ان سے بے قابو ہو جاتے ہیں اور ایک خاص حد سے بڑھ جانے کے بعد انسان اس کو لگام دینے کے قابل نہیں رہتا۔ اس وقت آدمی کا ہاتھ باگ پر نہیں رہ جاتا اور پاؤں رکاب سے نکل جاتا ہے اور وہ دل کے ہاتھوں مجبور ہو جاتا ہے۔ نبیؐ کی دعوت آنکھوں، کانوں اور دلوں کو کھولنے کیلئے سب سے زیادہ مؤثر دعوت ہوتی ہے۔ اسی وجہ سے جو لوگ اس دعوت سے اپنے کان بند کر لیں وہ خدا کے اس قانون کی زد میں آجاتے ہیں جس کو قرآن "ختم قلوب" کہتا ہے۔

Marfat.com

لہٰذا جو سنبھلنا چاہے، سنبھل جائے اس میں اس کا اپنا نفع ہے۔ ورنہ اسے یاد رکھنا چاہیے کہ اُسے خدا کے حضور میں بھی حاضر ہونا ہے۔ اسی لئے اس دن کے احوال و نتائج کو بھی سوچ لے۔

نفاق سے بچاؤ

استجابت پر عمل سے روکنے والی چیز منافقت ہے اور اس روش سے انسان کو بچانے کیلئے دو عقیدے انسان کے ذہن نشین کرائے گئے ہیں ایک یہ کہ معاملہ اس خدا کے ساتھ ہے جو دلوں کے حال تک جانتا ہے اس پر آدمی کی نیت، خواہش، اغراض و منفاسد اور چھپائے ہوئے خیالات تک عیاں ہیں دوسری یہ بات بھی کہ جانا بھی بہرحال اسی خدا ہی کے سامنے ہے تم ادھر اُدھر بھاگ نہیں سکتے۔ قرآن ان دونوں عقیدوں کا بار بار اسی لئے ذکر کرتا ہے کہ یہ دونوں عقیدے جتنے زیادہ پختہ ہوں گے اتنا ہی انسان نفاق سے دُور اور ایمان اور استجابت کے قریب ہوگا۔

پہلی رکاوٹ

استجابت کی راہ کا سب سے پہلا روڑا "طاغوت ہے" یہ لفظ طغیٰ کے مادہ سے ہے اور اس کا معنیٰ ہے حد سے آگے بڑھ جانا۔ اہل لغت اس لفظ کی اس طرح تشریح کرتے ہیں۔۔۔

"الطاغوت عبارۃ عن کل معتد و کل معبود من دون اللہ" یعنی طاغوت سے مراد ہر وہ وجود ہے جو بندگی سے نکل جائے اور ہر وہ معبود ہے جس کی اللہ کے سوا پرستش کی جائے۔

قرآن کریم میں یہ لفظ ماسوا اللہ (البقرہ میں) سورۂ نحل میں معبودانِ باطل، سورہ نساء میں شیاطینِ جن و انس اور بعض دوسرے مقامات پر کتاب الٰہی اور سنت رسول کی مخالف چیزوں کے لئے استعمال ہوا ہے۔ گویا ہر وہ شخص یا چیز جو خدا کی بندگی اور اطاعت سے نکل جانے یا نکل جانے کا باعث ہے وہ طاغوت ہے۔

خدا کے مقابلے میں ایک بندے کی سرکشی کے تین درجے ہیں، پہلا یہ کہ بندہ اس کی فرمانبرداری کو حق مانے مگر اس کے احکام کی خلاف ورزی کرے اسے فسق کہتے ہیں، دوسرا یہ کہ بندہ

Marfat.com

اللہ کی فرمانبرداری سے منحرف ہو کر خود مختار بن جائے یا کسی دوسرے کی بندگی کرنے لگے اس کا نام کفر ہے ۔ تیسرا مرتبہ یہ ہے کہ وہ مالک الملک سے باغی ہو کر اس کے ملک اور رعیت میں خود اپنا حکم چلانے لگے اس مرتبے پر فائز ہونے والا طاغوت کہلاتا ہے ۔

سورۂ نساء آیت ۶۰ میں " طاغوت اس حاکم کو کہا گیا ہے جو قانونِ الٰہی کے سوا کسی دوسرے قانون کے مطابق فیصلے کرتا ہو اور ایسے نظامِ عدالت کو بھی جو نہ تو اللہ کے اقتدارِ اعلیٰ کا مطیع ہو اور نہ اللہ کی کتاب کو آخری سند مانتا ہے ۔ ایمان کا تقاضا یہ ہے کہ ایسی عدالت کا انکار کر دیا جائے ۔ کیونکہ اللہ پر ایمان اور طاغوت کا انکار لازم و ملزوم امور ہیں ۔ سورہ بقرہ آیت نمبر ۲۵۷ ، میں اللہ کا ارشاد ہے ۔

والذین کفروا اولیٰئہم الطاغوت لا یخرجونہم من النور الی الظلمٰت

اور جن لوگوں نے کفر کیا ان کے کارساز طاغوت بنتے ہیں وہ ان کو روشنی سے تاریکیوں کی طرف دھکیلتے ہیں " معلوم ہوا کہ خدا سے منہ موڑنے کے بعد انسان کئی " طواغیت " کے چنگل میں پھنس جاتا ہے ۔ شیطان ، اس کا اپنا نفس اس کے بیوی ، بچے ، اعزہ و اقربا ، برادری و خاندان ، دوست و آشنا ، سوسائٹی ، قوم ، پیشوا اور رہنما ، حکومت و حکام یہ سب اُس سے اپنی اغراض کی بندگی کراتے ہیں ۔ اور یہ ساری عمر ان ہی کو راضی رکھنے کا ناکام کوشش کرتا رہتا ہے ۔

قرآن کریم میں انجام کار کے اعتبار سے بہت بُرے لوگوں میں عبدالطاغوت کا ذکر ہوا ہے ۔ یہ لوگ انتہائی فسق و فجور میں اور اخلاقی منزل میں گرے ہوئے ہیں اور سچی دینداری کا مظاہرہ کرنے والے لوگوں کے پیچھے ہاتھ دھو کر پڑ جاتے ہیں ۔ طاغوت کے بارے میں قرآن پاک میں اللہ کا ارشاد ہے ۔

ولقد بعثنا فی کلِ اُمۃٍ رسولاً ان اعبدوا اللہ واجتنبوا الطاغوت ۔ (النحل - ۳۶)

ہم نے ہر اُمت میں ایک رسول بھیج دیا اور اس کے ذریعے سب کو خبردار کر دیا کہ اللہ کی بندگی کرو اور طاغوت کی بندگی سے بچو ، سورہ ص آیات نمبر ۵۵ اور ۵۶ میں سرکشوں کے لئے بہت بُرے ٹھکانے یعنی جہنم کی خبر دی گئی ہے یعنی اس میں ان کو داخل کیا جائے گا ۔

Marfat.com

فتنہ

دوسری بڑی رکاوٹ فتنہ ہے۔ "فتنہ" کے معنی امتحان اور آزمائش ہیں۔ قرآن کریم میں یہ لفظ انگریزی لفظ (Persecution) کے معنوں میں بھی استعمال ہوتا ہے۔ مثلاً ارشاد ربانی ہے: والفتنۃ اشد من القتل یعنی قتل اگرچہ برا ہے مگر فتنہ اس سے بھی برا ہے۔ اس کے معنی یہ ہوئے کہ کسی گروہ یا شخص کو محض اس بنا پر ظلم و ستم کا نشانہ بنانا کہ اس نے رائج الوقت خیالات و نظریات کی جگہ کچھ الہامی خیالات و نظریات کو حق پا کر قبول کر لیا ہے اور وہ تبلیغ و تنقید کے ذریعے سے سوسائٹی کے موجودالوقت نظام کی اصلاح کی کوشش کرتا ہے۔ اسی طرح جب کوئی انسانی گروہ زبردستی اپنا فکری استبداد دوسروں پر مسلط کرے اور لوگوں کو قبول حق سے بجبر روکے اور اصلاح و تغیر کی جائز اور معقول کوششوں کا مقابلہ دلائل سے کرنے کی بجائے "حیوانی طاقت" سے کرنے لگے تو وہ قتل کی بہ نسبت زیادہ سخت برائی کا ارتکاب کرتا ہے۔ اور ایسے گروہ کو بزور شمشیر مٹا دینا بالکل جائز ہے۔ یہی فتنہ بالعموم استجابت کی راہ روکتا ہے۔

ان معانی سے تھوڑے سے مختلف معنوں میں "فتنہ" کا لفظ اس طرح بھی آیا ہے مثلاً ارشادِ خداوندی ہے۔

وقاتلوھم حتیٰ لا تکون فتنۃ ویکون الدین للہ ط (البقرۃ - ۱۹۳)

"تم ان سے لڑتے رہو یہاں تک کہ فتنہ باقی نہ رہے اور دین اللہ کے لئے ہو جائے"

اس مقام پر فتنے سے مراد وہ حالت ہے۔ جس میں دین اللہ کی بجائے کسی اور کے لئے ہو اور دین کو خالص اللہ کیلئے کرنے کی خاطر لڑنا جائز ہے۔ دین سے مراد وہ نظام زندگی ہے جو کسی ہستی کو بالاتر مان کر اس کے احکام و قوانین کی پیروی میں اختیار کیا جائے۔ لہٰذا سوسائٹی کی وہ حالت جس میں بندوں پر بندوں کی فرمانروائی قائم ہو اور جس میں اللہ کے قانون کے مطابق زندگی بسر کرنا ممکن نہ رہے فتنے کی حالت ہے۔ بلاشبہ اسی فتنے کو رفع کرنے کیلئے حسب موقع اور حسب امکان تبلیغ و شمشیر دونوں سے کام لیا جانا چاہیئے۔

فتنہ سے مراد کفار کے وہ جارحانہ اور ظالمانہ اقدامات ہیں جو وہ مسلمانوں کو اسلام سے پھیرنے اور بزعم خویش اسلام کو مٹانے کیلئے کر رہے تھے۔ اس میں ایک صورت منافقت کی بھی تھی وہ اسلام کا دعوے کر کے مسلمانوں کے حملے سے اور اپنی قوم میں شامل رہ کر ان کی ناراضگی کے خطرے سے بھی محفوظ و مامون رہنا چاہتے تھے۔

Marfat.com

ایسے فتنہ پرور لوگوں کی سزا جہنم بتائی گئی ہے مثلاً سورۂ بروج میں ہے۔

ان الذین فتنوا المؤمنین والمؤمنات ثم لم یتوبوا فلهم عذاب جهنم (آیت - ۱۰)

"بے شک جن لوگوں نے ایمان لانے والوں اور ایمان لانے والیوں کو دین سے پھیرنے کے لئے اذیتیں پہنچائیں ان کے لئے جہنم کا عذاب ہے"

"فتنہ" کی ایک صبر آزما قسم مال اور اولاد ہے، سورۂ التغابن میں آتا ہے۔

انما اموالکم واولادکم فتنة والله عنده اجر عظیم

(آیت - ۱۵)

"تمہارے مال اور تمہاری اولاد تو ایک آزمائش ہے اور اللہ ہی ہے جس کے پاس بڑا اجر ہے" بعض دفعہ ایک نیک آدمی کو ایسی اولاد ملتی ہے۔ جو اس کی دیانت، امانت اور راستبازی کو اپنے حق میں بدقسمتی سمجھتی ہے اور چاہتی ہے ان کا باپ حرام و حلال کی تمیز چھوڑ کر ہر طریقے سے عیش و طرب اور فسق و فجور کے سامان فراہم کرے۔ بعض دفعہ کسی غیر مسلم معاشرے میں کسی اسلام قبول کرنے والے باپ کو اس کے بچے اسلام سے پھیرے جانے کیلئے کوشاں رہے ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔ تیرا اصل دشمن وہ نہیں ہے۔ جسے تو اگر قتل کر دے تو تیرے لئے کامیابی ہے اور وہ تجھے قتل کر دے تو تیرے لئے جنت ہے بلکہ تیرا اصل دشمن ہو سکتا ہے کہ تیرا اپنا وہ بچہ ہو جو تیری صلب سے پیدا ہوا ہے۔ پھر تیرا سب سے بڑا دشمن تیرا وہ مال ہے۔ جس کا تو مالک ہے اسی لئے اللہ تعالٰے نے ان لوگوں کیلئے بہت بڑے اجر کا ذکر فرمایا ہے جو مال اور اولاد کے فتنے سے اپنے آپ کو بچائے جائیں گے۔

فساد

فساد فی الارض وہ تیسری چیز ہے جو استنجابت کیلئے سد راہ ہے۔ فساد سے مراد انسانی زندگی کے نظام کا وہ بگاڑ ہے جو حق سے تجاوز کرنے کے نتیجے میں لازماً رونما ہوتا ہے۔ خدا تعالی کی بندگی اور اس کے قوانین کی اطاعت سے نکل کر آدمی جو کچھ بھی کرتا ہے وہ سراسر فساد ہی فساد ہے۔

فساد فی الارض قرآن مجید کی ایک معروف اصطلاح ہے جس کا مفہوم اس نظام حق کو بگاڑنا یا

Marfat.com

اس کو بگاڑنے کی کوشش کرنا ہے جو اللہ واحد کی عبادت اور اس کے احکام و قوانین کی اطاعت پر مبنی ہوتا ہے اور جس کی دعوت انبیاء کرام علیہم السلام لے کر آئے ہیں۔ قرآن کریم کا دعوے ہے کہ جس طرح اس کائنات کا نظام تکوینی اس وجہ سے قائم ہے کہ اس کے اندر ایک ہی رب قدیر قہار کا ارادہ کارفرما ہے۔ اگر اس کے اندر کسی اور کا زور و اختیار بھی چلتا تو یہ ان کی آن میں درہم برہم ہو جاتا اسی طرح اس کے نظام تشریعی کے اندر اگر کسی اور کی عبادت و اطاعت کے جواز یا دخل کو تسلیم کر لیا جائے تو اس سے امن کا مزاج بالکل ہی بگڑ کے رہ جاتا ہے اور یہ سارے نظام تمدن کو بگاڑ کے رکھ دیتا ہے اس لحاظ سے ہر وہ کوشش جو اس بگاڑ کا دروازہ کھولے "فساد فی الارض" کہلاتی ہے۔

زمین کا نظم و نسق اللہ تعالیٰ کے احکام و قوانین کے مطابق چلانے کی بجائے من مانے طریقے پر چلایا جائے۔ خدا کی شریعت کی نافرمانی اور اپنی خواہشوں کی پیروی کی جائے زمین کے اصلی حکمران کی مرضی نظر انداز کی جائے اور انسان خود اپنی مرضی چلائے یہ چیز بجائے خود "فساد فی الارض" اور بغاوت ہے۔ عام اس سے کہ یہ دھینگا مشتی اور سرکشی کے ساتھ واقع ہو یا کسی فکر و فلسفہ کے تحت پروان چڑھے۔ اس زمین کا اصلی حکمران اللہ تعالیٰ ہے انسان کی حیثیت اس کے نائب کی ہے اس وجہ سے زمین کے امن و عدل کا انحصار اس چیز پر ہے کہ اس کے ہر گوشے میں خدا ہی کا قانون چلے ورنہ خدا کے قانون کے باقی نہ رہنے کا مطلب یہی ہے کہ بغاوت پھوٹ پڑی اور زمین کے باشندوں کیلئے خطرہ پیدا ہو گیا۔

فساد کے اسباب میں سب سے بڑا سبب شرک ہے۔ یہ تمام فساد کی جڑ ہے۔ دوسرا سبب اللہ کے ساتھ کئے ہوئے عہد و پیمان کو توڑنا ہے۔ تیسرا سبب صلہ رحمی سے بے پرواہی یا ان میں بے اعتدالی اور ناانصافی ہے۔ رشتہ رحم کے احترام نہ کرنے سے تمام صلاح و فلاح کے منصوبے ناکام ہو جاتے ہیں اور تمدن و معاشرت کی بنیادیں ہل جاتی ہیں۔ اس کے علاوہ وہ مال و اسباب جو حرام طریقوں سے سمیٹا اور حرام راستوں پر خرچ کیا جاتا ہے وہ بھی فساد کے باعث ہے۔

اس فساد کا نتیجہ خونریزی کی صورت میں نکلتا ہے۔ قتل و غارت، رہزنی اور ڈکیتی آئے روز کا معمول بن جاتی ہے۔ کسی شخص کی جان و مال اور آبرو کی کوئی ضمانت باقی نہیں رہتی جس کی لاٹھی اس کی بھینس کا قانون جاری ہو جاتا ہے۔ اللہ کے بندے، چند غنڈوں کے بندے

Marfat.com

بننے پر مجبور ہو جاتے ہیں ۔ ان کی مرضی ہی قانون ہوتی ہے جسے جس حال میں رکھنا چاہیں ان کے ہاتھ روکنا کسی کے بس میں نہیں ہوتا ۔

تفرقہ فی الدین :

یہ استجابت کی راہ میں چوتھی رکاوٹ ہے ۔ دین میں تفرقہ سے مراد یہ ہے کہ آدمی دین کے اندر اپنی طرف سے کوئی نرالی بات ایسی نکالے جس کی کوئی معقول گنجائش اس میں نہ ہو اور اصرار کرے کہ اس کی نکالی ہوئی بات کے ماننے ہی پر کفر و ایمان کا مدار ہے پھر جو ماننے والے ہیں انہیں لے کر نہ ماننے والوں سے جدا ہو جائے اور نرالی بات یہ بھی ہو سکتی ہے کہ جو چیز دین میں نہ ہو وہ اس میں شامل کی جائے آیا دین میں سے کوئی بات نکال دی جائے ۔ نفوص میں من مانی تاویلات کر کے نرالے عقائد اور انوکھے اعمال ایجاد کر دیئے جائیں ۔ دین کی اہم چیزوں کو غیر اہم اور مباح کو فرض و واجب بلکہ آگے بڑھ کر اسلام کا رکن رکین بنا ڈالا جائے ان تمام حرکتوں سے تفرقہ پیدا ہو جاتا ہے ۔ اور پھر ان ہی مختلف بنیادوں پر مستقل ادیان وجود میں آجاتے ہیں اور ان مذاہب مسالک کا اصلی دین کے اصولوں اور شریعت کے واضح احکام سے دور کا بھی واسطہ نہیں ہوتا ۔

دین میں تفریق پیدا کرنے والی اولین چیز شرک ہے ۔ اس سے عقائد دین متزلزل ہو جاتے ہیں ۔ ایک خدا کی بجائے سینکڑوں خدا بنا ڈالے جاتے ہیں اور ہر گروہ اپنے معبودِ باطل پر اس طرح فدا ہو جاتا ہے کہ اسکے خلاف کوئی بات سننے کیلئے تیار نہیں ہوتا ۔

دین میں تفریق کے نتیجے میں مختلف مذاہب وجود میں آئے اور وہ سب کے سب اس طرح ہے کہ مختلف زبانوں کے لوگوں نے اپنے دین کے غلط اپروچ سے یا خواہشات نفس کے غلبے سے ، یا عقیدت کے غلو سے اصل دین کو بدل ڈالا اور اس میں نئی نئی باتیں ملائیں ۔ اس کے عقائد میں اپنے اوہام و قیاسات اور فلسفوں سے کمی بیشی اور ترمیم و تحریف کی ۔ اس کے احکام میں بدعات کے اضافے کئے ۔ خود ساختہ قوانین بنائے جزئیات میں موشگافیاں کیں ۔ فروعی اختلافات میں مبالغہ کیا ۔ دین کے لانے والے انبیاء علیہم السلام اور اس کے علمبردار بزرگوں میں سے کسی کی عقیدت میں غلو کیا ۔ کسی کو بغض و مخالفت کا نشانہ بنایا ۔ اس طرح بے شمار مذاہب اور فرقے وجود میں آئے اور نوع انسانی متخاصم گروہوں

Marfat.com

میں تقسیم ہو گیا۔ حالانکہ اصل دینِ حق ان ساری گروہ بندیوں اور تفرقہ بازیوں سے بالکل الگ تھا۔ اور اس کا راستہ ان سب سے جدا تھا۔

عداوتِ شیطان :

شیطان انسان کا ابدی دشمن ہے۔ اس کا نام ہی اللہ کے بندوں کو راہِ حق سے ہٹانا ہے، قرآن میں ارشاد ہوتا ہے :

وکذالک جعلنا لکل نبیٍ عدوا شیٰطین الانس والجن یوحی بعضھم الیٰ بعض زخرف القول غرورا (الانعام - ۱۱۲)

"اور ہم نے تو اسی طرح ہمیشہ شیطان انسانوں اور شیطان جنوں کو ہر نبی کا دشمن بنایا ہے، جو ایک دوسرے پر خوش آئند باتیں دھوکے اور فریب کے طور پر القا کرتے رہے ہیں۔

اس آیت میں خوش آئند باتوں سے مراد شیاطین جن و انس کی وہ تمام چالیں اور تدبیریں اور شکوک و شبہات و اعتراضات ہیں جن سے یہ عوام کو داعیٔ حق اور اس کی دعوت کے خلاف بھڑکانے اور اُکسانے کا کام لیتے ہیں اور استجابت کی راہ میں رکاوٹیں ڈالتے ہیں۔

شیطان کے دھوکے کی سب سے کارگر قسم خیر خواہ، مشفق اور ناصح بن کر انسان کو زندگی جاوداں اور سلطنت لازوال کا لالچ دینا ہے۔ جیسے حضرت آدمؑ اور حواؑ کے ساتھ کیا۔ پھر انسان پر ذہول طاری ہو جاتا ہے اور ضبطِ نفس کی گرفت ڈھیلی ہو جاتی ہے اور وہ طاعت کے مقام بلند سے معصیت کی پستی میں جا گرتا ہے۔

شیطان کی عداوت کا ایک اور ذریعہ بھی ہے جس کا ذکر قرآن کریم میں اس طرح ہوا ہے۔

انما یرید الشیطٰن ان یوقع بینکم العداوۃ والبغضاء فی الخمر والمیسر (المائدہ - ۹۱)

"شیطان تو بس یہ چاہتا ہے کہ تمہیں شراب اور جوئے میں لگا کر تمہارے درمیان دشمنی اور کینہ ڈالے"

سچ ہے کہ جس معاشرے میں یہ وبا پھیل جائے اس میں یا تو عفت، عزت، ناموس

Marfat.com

وفا وحیا کا احساس مٹ جائے گا جیسا کہ مغرب زدہ سوسائٹی میں آج مشاہدہ ہو رہا ہے اور اگر ان کی کوئی رمق باقی رہ گئی تو ناگزیر رہے ۔ کہ آئے روز ان کی بدولت تلواریں کھنچی رہیں مثلاً عرب عفت وعصمت اور خودداری اور غیرت کے معاملے میں بڑے حساس تھے اور یہ ان کی بہت بڑی خوبی تھی ۔ لیکن ساتھ ہی شراب اور جوئے کے بھی رسیا تھے اسی لئے تاریخ عرب کی کئی جنگیں جوئے اور شراب کی وجہ سے شروع ہوئیں اور صدیوں تک ان کی آگ نہ بجھی۔ بہر حال یہ چیز یا تو مرد کو دیوث بناتی ہے یا خانہ خراب کرتی ہے اس لئے ہر دو صورتوں میں استجابت کی راہ کی رکاوٹ بنتی ہے ۔

غیر اللہ کی عبادت اور پرستش بھی شیطان کا ایجاد کردہ پھندا ہے ۔ شیطان خلق خدا کو صراط مستقیم سے روکنے کیلئے اس کا استعمال نہایت خوبصورتی سے کرتا ہے۔ اس جال کو سمجھنے والے اس جال میں نہیں پھنسا کرتے جیسے حضرت ابراہیمؑ کے بارے میں سورہ الشعراء میں ارشادِ خداوندی ہے ۔ فانھم عدو لی الا رب العلمین " میرے تو یہ سب دشمن ہیں بجز ایک رب العالمین کے " (آیت ۔۷۷) اس آیت میں سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے تمام ان معبودوں کو جو اللہ کے سوا گھڑ لئے گئے ہوں اپنا دشمن بتایا ہے ۔

شیطان انسان کا دشمن ہے ۔ اپنے دشمن سے دوستی گانٹھنا احمق اور ناعاقبت اندیش لوگوں ہی کا کام ہے ۔ انسان اور شیطان کی دشمنی فطری ہے اور تا قیام قیامت ہے۔ شیطان نے حسد کی بنا پر انسان سے اپنی دشمنی کا اعلان کیا ہوا ہے ۔ وہ ہر چال اور حربہ استعمال کرکے انسان کو اللہ اور اس کے بنائے ہوئے طریقے پر چلنے سے روکنے کیلئے ایڑی چوٹی کا زور لگاتا ہے ۔

ولایتِ کفّار

ولی کے معنی ، مددگار ، کارساز ، ساتھی اور حمایتی کے ہیں ۔ اس سے مراد دلی دوست اور قلبی ساتھی ہے ۔ کفار کے ساتھی مددگار طاغوت کہلاتے ہیں اور یہ روشنی سے تاریکیوں کی طرف کھینچ لے جانے والے لوگ ہوتے ہیں ۔ بقول خداوند کریم " والذین کفروا اولیٰئھم الطاغوت یخرجونھم من النور الی الظلمٰت ط (البقرہ ۔ ۲۵۷) اور جو لوگ کفر کی راہ اختیار کرتے ہیں ان کے حامی و مددگار طاغوت ہیں اور وہ انہیں روشنی سے

Marfat.com

تاریکیوں کی طرف کھینچ لے جاتے ہیں۔ تاریکیوں سے مراد جہالت کی تاریکیاں ہیں۔ جن میں بھٹک کر انسان فلاح و سعادت کی راہ سے دور نکل جاتا ہے اور حقیقت کے خلاف چل کر اپنی تمام قوتوں اور کوششوں کو غلط راستوں میں صرف کرنے لگتا ہے۔

کوئی بندہ جب اپنے رب سے دور دوڑ کر رب کے کسی دشمن کا دامن تھامتا ہے تو پھر گویا شیطان اور اس کی ذریت کے ہتھے چڑھ جاتا ہے اور وہ اس کی نکیل اپنے ہاتھ میں لے کر عقل و فطرت کی ہر روشنی سے دور کر کے اس کو ضلالت کو راہوں میں گرا دیتا ہے۔ مثل مشہور ہے "خانہ خالی را دیو میگیرد" اسی طرح جو دل ایمان سے خالی ہوتا ہے وہی کفار سے محبت کی پینگیں بڑھاتا ہے اور شیطان اس دل کو اپنی کارروائیوں کیلئے اڈہ بنا لیتا ہے اور پھر اس شخص کو گمراہی کی وادیوں میں سرگشتہ و حیران رکھتا ہے۔

جو مسلمان اسلام اور مسلمانوں کے خلاف کفار سے موالات رکھتے ہیں ان کا اللہ سے کوئی تعلق نہیں ہے اس قسم کے لوگ انہی لوگوں کے اندر شامل ہیں جن سے یہ معاملات رکھتے ہیں۔ اللہ اور اعداء اللہ دونوں کے ساتھ بیک وقت دوستی قائم نہیں کی جا سکتی۔ اس لئے کہ اعداء اللہ کی دوستی تو اللہ اور اس کے رسول کی استجابت سے روکنے والی ہے۔

اہل کتاب اور کفار دین اسلام کا مذاق اڑاتے ہیں اور اسلامی شعائر کو کھیل تماشا بناتے ہیں۔ اہل ایمان میں سے جو لوگ ان کے ساتھ دوستی کا دم بھرتے ہیں۔ وہ اس توہین اور تذلیل کو برداشت اور گوارا کرتے ہیں اس طرح ان کے بے حمیت اور بے غیرت ہونے کا امکان ہے۔ اور صاف ظاہر ہے کہ ایسا نام نہاد مسلمان استجابت کی راہ کسطرح اختیار کر سکتا ہے؟

عداوتِ شیطان کی حرمت:

شیطان کے بڑے بڑے حربے جن کے ذریعے بغض و عداوت ڈالتا ہے اور لوگوں کو خدا کی یاد سے غافل کرتا اور نماز سے روکتا ہے شراب اور جوا ہیں مثلاً قرآن کہتا ہے "شیطان تو یہ چاہتا ہے کہ شراب اور جوئے کے ذریعے تمہارے درمیان عداوت اور بغض ڈالدے اور تمہیں خدا کی یاد سے اور نماز سے روک دے پھر کیا تم ان چیزوں سے

Marfat.com

باز رہو گے (المائدہ - ۹۱) اللہ تعالیٰ نے ان اعمال کو شیطانی اعمال کا نام دیا اور فلاح و کامرانی کی خاطر ان سے اجتناب کا حکم صادر فرمایا چنانچہ ارشاد ہوتا ہے۔ انما الخمر والمیسر والانصاب والازلام رجس من عمل الشیطٰن فاجتنبوہ لعلکم تفلحون ۰ اے لوگو جو ایمان لائے ہو "یہ شراب اور جوا اور یہ آستانے اور پانسے یہ سب گندے شیطانی کام ہیں، ان سے پرہیز کرو امید ہے کہ تمہیں فلاح نصیب ہو گی" نصب کسی خاص مشرکانہ عقیدہ سے وابستہ وہ سب مقامات ہوتے ہیں جن کو غیر اللہ کی نذر نیاز چڑھانے کیلئے لوگ مخصوص کر لیتے ہیں، ازلام" اولاً مشرکانہ فال گیری اور قرعہ اندازی ہوتی ہے جس میں کسی غیر اللہ (دیوی یا دیوتا یا صاحب قبر) سے قسمت کا فیصلہ پوچھا جاتا ہے - غیب کی خبر دریافت کرنا اور باہمی نزاعات کا تصفیہ کرانا بھی اس میں شامل ہے - اور ثانیاً توہم پرستانہ فال گیری مثلاً رمل، نجوم، جفر، مختلف قسم کے شگون بچھتر اور بے شمار دوسرے طریقے اس میں شامل ہیں - اپنی نوعیت کے اعتبار سے یہ بھی جوئے کی ایک قسم کا نام ہے "میسر" کا معنی جوا ہے اور اس کا اطلاق ان کھیلوں اور کاموں پر ہوتا ہے جن میں اتفاقی امور کو کمائی اور قسمت آزمائی اور تقسیم اموال و اشیاء کا ذریعہ بنایا جاتا ہے مثلاً لاٹری اور معمے وغیرہ -

ان تینوں اقسام کو اسلام نے حرام قرار دے دیا اور صرف قرعہ اندازی کی وہ سادہ صورت جائز رکھی جس میں دو برابر کاموں یا دو برابر کے حقوق کے درمیان فیصلہ کرنا ہو - رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایسے مواقع پر یہ طریقہ اختیار فرمایا کرتے تھے جبکہ دو برابر کے حقداروں کے درمیان ایک کو ترجیح دینے کی ضرورت پیش آجاتی تھی اور آپ کو اندیشہ ہوتا تھا کہ اگر آپ خود ایک کو ترجیح دیں گے تو دوسرے کو ملال ہو گا -

"خمر" سے مراد انگوری شراب ہے اور مجازاً یہ لفظ گیہوں، جو، کشمش، کھجور اور شہد کی شرابوں کیلئے بھی بولا جاتا تھا - ابن عمرؓ کی روایت ہے کہ حضورؐ نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے لعنت فرمائی ہے شراب پر اور اس کے پینے والے پر اور پلانے والے اور بیچنے والے پر اور خریدنے والے پر اور کشید کرنے والے پر اور کشید کرانے والے پر اور ڈھو کر لے جانے والے پر اور جس کیلئے وہ ڈھو کر لے جائی گئی - ایک دوسری حدیث میں ہے کہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے اس دسترخوان پر کھانا کھانے سے منع فرمایا -

Marfat.com

جس پر شراب پی جا رہی ہو بلکہ آپؐ نے نشہ پیدا کرنے والی تمام اشیاء کو حرام قرار دے دیا ان کی کثیر مقدار کو بھی اور قلیل کو بھی ۔ آپ کے ارشادات مبارکہ ہیں کل مسکر خمر و کل مسکر حرام ۔ کل شراب اسکر فهو حرام ، وانا انهی عن کل مسکر حضرت عمرؓ فاروق نے فرمایا ! الخمر ما خامر العقل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے شرابی کو جوتے ، لاتیں ، مکے ، بل دی ہوئی چادروں کے سونٹے اور کھجور کے سونٹے مروائے اور زیادہ سے زیادہ ۴۵ تک مروائے ۔ حضرت ابوبکرؓ کے زمانے میں ۴۵ کوڑے اور عمرؓ کے زمانے میں ۸۰ کوڑے مارے جاتے تھے اسی کو امام ابو حنیفہؒ ، امام مالکؒ حد مانتے ہیں مگر حضرت علیؓ اور امام شافعیؒ ۴۵ کو حد بتاتے ہیں ۔ حضرت عمرؓ نے اپنے دورِ خلافت میں رویشد کی دکان اور ایک پورا گاؤں اس لئے جلوا دیا کہ وہاں خفیہ شراب کا کاروبار ہوتا تھا ۔ اس طرح اللہ کے رسولؐ کی سنت پر عمل پیرا ہو کر شرک کی طرف لے جانے والے تفرقہ اور فتنہ و فساد کا باعث بننے والے تمام راستوں کو بند کر دیا گیا ۔ لوگوں کے لئے استجابت کی راہ آسان کر دی گئی ۔ امن و اخوت کی منزل کی تمام رکاوٹیں ہٹا دی گئیں ۔

انسانی معاشرے کو اتفاق اتحاد سے محروم رکھنے کیلئے شیطان نے "سود" کے کاروبار کو خوب چمکایا ہوا تھا ۔ اس لعنت کے اثر سے لوگ مخبوط الحواس ، غیر معتدل حرکات کرنے والے ، دولت کے پیچھے دیوانے ، خود غرضی کے جنون میں مبتلا انسانی محبت ، اخوت اور ہمدردی سے بیگانہ ہو گئے قرآن میں ارشاد باری تعالیٰ ہے " جو لوگ سود کھاتے ہیں ان کا حال اس شخص کا سا ہوتا ہے جیسے صدقات کا حکم دیا تو شیطان لوگوں کو مفلسی سے ڈراتے اور شرمناک طرز عمل اختیار کرنے کی ترغیب دینے لگا ۔ (البقرہ ۔ ۲۶۸) ۔ مگر اللہ جل وشانہ کے رسول مقبولؐ نے انفاق فی سبیل اللہ کا ایسا درس دیا کہ لوگ ، دوسرے بھائیوں کو اپنی ذات پر ترجیح دینے لگے ۔ صدقات و خیرات لے کر ایک ایک دروازے پر جاتے تھے مگر اس کو لینے والا کوئی نہیں ہوتا تھا ۔ پہلے جن لوگوں کو صرف اپنی تجوریاں بھرنے کی فکر لاحق رہتی تھی ۔ اب انہیں اپنے پڑوسیوں ، رشتہ داروں بلکہ غیر مسلم غریب انسانوں کی فکر رہنے لگی ۔ اس طرح پورے معاشرے میں فیاضی ، ہمدردی فراخ دلی ، عالی ظرفی ، باہمی محبت ، خلوص اور امن و بھائی چارے کا دور دورہ ہو گیا ۔ سود پر پابندی لگا کر شیطان کی امیدوں پر پانی پھیر دیا گیا ۔

Marfat.com

معاملات کفار کی ممانعت :

اللہ تعالیٰ کا حکم ہے یاایھا الذین امنوا لاتتخذوا عدوی وعدوکم اولیاء " اے لوگو جو ایمان لائے ہو میرے اور اپنے دشمنوں کو دوست نہ بناؤ۔" (الممتحنہ - ۱) اس آیت مبارکہ میں اہل ایمان کو یہ درس دیا گیا ہے۔ کہ جہاں کفر و اسلام کا مقابلہ ہو، اور کچھ لوگ دوسرے لوگوں کے مسلمان ہونے کی بناء پر دشمنی کر رہے ہوں۔ وہاں کسی شخص کا کسی غرض اور کسی مصلحت سے بھی کوئی ایسا کام کرنا جس سے اسلام کے مفاد کو نقصان پہنچتا ہو اور کفر اور کفار کی مدد ہوتی ہو، ایمان کے منافی حرکت ہے۔ کوئی شخص اگر اسلام کی بدخواہی کے جذبے سے بالکل خالی ہو اور بدنیتی سے نہیں بلکہ محض اپنی کسی شدید ترین مصلحت کی خاطر ہی یہ کام کر دے پھر بھی یہ فعل کسی مومن کے کرنے کا نہیں ہے اور جس نے بھی یہ کام کیا تو وہ راہ راست سے بھٹک گیا۔

اہل ایمان کا کام یہ ہے کہ وہ حضرت ابراہیمؑ کے "اسوۂ حسنہ" پر عمل کرتے ہوئے اپنی کافر و مشرک قوم سے صاف صاف قطع تعلق اور بیزاری کا اعلان کریں۔ اور ان کے ساتھ محبت اور ہمدردی کا اتنا تعلق بھی نہ رکھیں کہ ان کیلئے دعا تک کریں۔ خواہ کافر و مشرک ان کا باپ ہی کیوں نہ ہو۔ یہ کہ وہ اپنے کفر و شرک سے تائب ہو کر عقیدۂ توحید پر عمل پیرا ہو جائے۔

اسی جذبۂ ایمانی کا نتیجہ تھا کہ آنحضورؐ کے جان نثاروں نے بدر و احد میں اپنے کافر و مشرک باپوں اور بھائیوں کی گردنیں کاٹنے سے گریز نہ کیا اور نہ ہی انہیں قابو آنے پر قیدی بنا لینے سے رکے۔ اسی تعلیم کے نتیجے میں کالا کلوٹا حبشی غلام بلال بن رباعمرؓ کا سید کہلایا اور ابوجہل قابل گردن زدنی قرار پایا۔

تفرقہ فی الدین کا علاج :

دین میں تفریق کی بنیاد آنحضورؐ کی تعلیمات سے روگردانی ہے۔ "ان اختلافات کی وجہ محض دنیوی لالچ، حسد اور ضد ہے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے ظہور پذیر ہونے کے وجوہات کا سد باب کرتے ہوئے فرمایا۔ خیر الحدیث کتاب اللہ وخیر الہدیٰ، ہدی محمد وشر الامور محدثاتھا و کل بدعۃ ضلالۃ سب سے اچھی بات اللہ کی کتاب

Marfat.com

ہے اور سب سے بہتر طریقہ سنت رسولؐ ہے۔ سب سے بُری چیز دنیا میں نئی نکالی ہوئی چیز ہے اور ہر بدعت گمراہی ہے۔ ایک دوسری حدیث ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا! میں نے تم میں دو چیزیں چھوڑی ہیں جب تک تم انہیں مضبوط پکڑے رہو گے گمراہ نہ ہو گے یعنی کتاب اللہ اور سنتِ رسول اللہ۔ ایک اور حدیث میں آپ کا یہ ارشاد معلوم ہوتا ہے۔ "جس نے ہمارے اس دین میں کوئی نئی بات نکالی جو اس میں نہیں ہے پس وہ دور ہے" ان حدود کے اندر آپ نے اپنی ساری اُمت کو کام کرنا سکھایا اور ان تعلیمات کی برکت سے امن اور بھائی چارے کی فضا قائم ہوئی۔ مسلمان سنتِ رسول اللہ سے بال برابر ہٹنا بھی گوارا نہ کرتے تھے، لہٰذا فرقہ فرقہ ہونے کا سوال ہی نہ تھا۔

آپ کے بعد خلفائے راشدین نے بھی آپ ہی کے طریقے کو مشعلِ راہ بنایا۔ حضرت ابوبکرؓ کے پاس ایک دادی اپنے فوت شدہ پوتے کی میراث کا معاملہ لے کر آئی جس پوتے کی ماں پہلے ہی فوت ہو چکی تھی۔ ابوبکرؓ نے دادی کو ماں کا حصّہ دینے سے انکار کر دیا۔ مگر جونہی انہیں مغیرہ بن شعبہؓ اور محمد بن مسلمہ کی شہادت سے آنحضورؐ کا طریقہ معلوم ہوا۔ آپ نے فوراً اپنے فیصلے سے رجوع فرمایا اور اس کو چھٹا حصّہ (مادری) دلوا دیا۔ (بخاری و مسلم)

ابوبکرؓ نے خلیفہ بننے کے بعد سب سے پہلا اعلان یہ فرمایا! اطیعونی ما اطعت اللہ ورسولہ فان عصیت اللہ ورسولہ فلا طاعۃ لی علیکم جب تک میں اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرتا رہوں تم میری اطاعت کرو اور اگر میں اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کروں تو میری کوئی اطاعت تم پر نہیں ہے۔

آپ کسی حال میں بھی حضرت اسامہؓ والے لشکر کو روکنے پر آمادہ نہ کئے جا سکے اور آپ نے فرمایا! "لو خطفتنی الکلاب والذئاب لم ارد قضاء قضابہ رسول اللہ" اگر کتے اور بھیڑیے بھی مجھے اُچک لے جائیں تو میں اس فیصلے کو نہ بدلوں گا، جو رسول اللہ نے کر دیا تھا۔ حضرت عمرؓ نے حضرت اسامہؓ کی بجائے کسی اور کو امیر مقرر کرنے کا مشورہ دیا تو ان کو داڑھی سے پکڑ لیا اور غصّے سے ارشاد فرمایا! ثکلتک امک وعدمتک یا ابن الخطاب استعمل

Marfat.com

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وتامری ان انزعہ خطاب کے بیٹے!
تیری ماں تجھے کھوئے اور روئے صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو مامور کیا اور تو مجھ سے
کہتا ہے کہ میں اس کو ہٹا دوں" یہی صورت حال تمام خلفاء کے دور میں رہی۔ دراصل
بدعت وہ بیماری ہے جو اہم کو غیر اہم۔ مباح کو فرض اور فرض کو مباح بناکر کئی
فرقوں کی پیدائش کا موجب ہوتی ہے۔ اللہ کے رسول نے اس کو گمراہی اور مردود
چیز قرار دیا ہے۔

غیر اللہ کا جبری تسلط:

غیر اللہ کے جبری تسلط کا نتیجہ فتنہ و فساد کی شکل میں ظاہر ہوتا ہے۔ حقیقی خالق
مالک، رب اور حکم کی بجائے جب کوئی طاقت اللہ کے بندوں پر جبر و اکراہ اپنے
احکام چلانا شروع کرتا ہے تو فتنہ و فساد کی لہر اٹھتی ہے۔ اللہ کے کچھ بندے بندوں
کے خدا بن بیٹھتے ہیں اور کچھ دوسرے بندوں کے بندے بننے پر مجبور ہو جاتے ہیں
نسل، زبان، رنگ، قوم اور وطن کے تعصبات جنم لیتے ہیں، انسان برہمن اور شودر
میں بٹ جاتے ہیں۔ بداخلاقی، بدامنی اور ظلم وجود کا دور دورہ ہو جاتا ہے۔ اسلام
نے اللہ کی رسی کو مضبوطی سے پکڑنے کا طریقہ بتاتے ہوئے فرمایا! فمن یکفر
بالطاغوت ویؤمن باللہ فقد استمسک بالعروۃ الوثقی یعنی
جس نے طاغوت کا انکار کیا اور اللہ تعالیٰ پر ایمان لایا اس نے مضبوط رسی پکڑی جو ٹوٹنے
والی نہیں ہے" یعنی اللہ تعالیٰ پر پختہ ایمان اور طاغوت کے ساتھ کفر وہ طریقہ ہے
جس سے امن قائم ہو سکتا ہے اور استجابت کا راہ آسان ہو سکتی ہے۔ اللہ
تعالیٰ کا مزید حکم ہے " اَن اعبدوا اللہ واجتنبوا الطاغوت"
اللہ کی بندگی کرو اور طاغوت کی بندگی سے بچو۔
آنحضور نے تکمیل نفوس انسانی کی خاطر ان رکاوٹوں کو دور کیا جو صدیوں سے بدامنی
کا باعث چلی آرہی تھیں اور انسانی بھائی چارے کی راہ میں مستقل رکاوٹ تھیں۔ مثلاً خون
کا انتقام لینا، میراث کے طور پر ایک فرض خاندانی ہوا کرتا تھا۔ اس کے بارے میں آنحضور
نے فرمایا!

Marfat.com

ودماء الجاهلیۃ موضوعۃ وان اول دمہ اضع من دمائنا دم ابن ربیعۃ بن الحارث (بخاری ومسلم) ۔ جاہلیت کے تمام خون (یعنی انتقام خون) باطل کردیئے گئے اور سب سے پہلے میں (اپنے خاندان کا خون ربیعہ بن حارث کے بیٹے کا خون باطل کرتا ہوں ۔ مالی طاغوت پہ چوٹ لگائی اور فرمایا!

وربا الجاہلیہ موضوع واول ربا اضع من ربانا ربا عباس بن عبد المطلب " جاہلیت کے تمام سود بھی باطل کردیئے گئے اور میں سب سے پہلے اپنے خاندان کا سود یعنی عباس بن عبد المطلب کا سود باطل کرتا ہوں ۔ اصول یہ بتا دیا الا کل شئی من امر الجاھلیۃ تحت قدمی موضوع " یعنی جاہلیت کی ہر رسم کو باطل کرتا ہوں ۔

معاشرے کے پسے ہوئے اور نظرانداز کئے ہوئے طبقات کا ذکر اس طرح ارقاءکم ارقاءکم اطعموھم مما تاکلون واکسوھم مما تلبسون " (ابن سعد) تمہارے غلام! تمہارے غلام جو خود کھاؤ وہی ان کو کھلاؤ، جو خود پہنو وہی ان کو پہناؤ ۔ آپؐ نے فرمایا!

فاتقوا اللہ فی النساء عورتوں کے معاملے میں خدا سے ڈرو

پھر مجموعی طور پر سب کو نصیحت کی ان کل مسلم اخو المسلم وان المسلمین اخوۃ یعنی ہر مسلمان دوسرے مسلمان کا بھائی ہے اور مسلمان باہم بھائی بھائی ہیں (مستدرک حاکم، طبری)

اس اعلان سے کمال انسانی کی منزل کا سنگ گراں یعنی امتیاز مراتب کا طاغوت، سلاطین کا سایہ یزدانی ہونے کا وہ تصور باطل جس کیوجہ سے کسی کو ان کے آگے چوں چرا کی ہمت نہ تھی آئمہ مذہب کا وہ غرور و تکبر جس کیوجہ سے کوئی مذہبی مسائل میں ان کے ساتھ گفتگو کا مجاز نہ تھا ۔ شرفاء کا رذیلوں سے بالاتر ہونے کا گھمنڈ، غلام و آقا کی ظالمانہ تفریق اور باپ دادا سے چلے آنے والے جاہلیت کے ظالمانہ طور اطوار سب کا جنازہ نکال دیا اور اللہ کے بندوں کو بھائی بھائی بنا دیا ۔

آخر وسیع تر انسانی برادری کے قیام کا اعلان اس طرح فرمایا! الا ان ربکم واحد وان اباکم واحد الا لا فضل لعربی علی عجمی ولا لعجمی علی عربی ولا

Marfat.com

لاحمر علی اسود ولا لاسود علی احمر الا بالتقویٰ لوگو! بے شک تمہارا رب ایک ہے، تمہارا باپ ایک ہے، ہاں عربی کو عجمی پر، عجمی کو عربی پر، سرخ کو کالے پر اور کالے کو سرخ پر کوئی فضیلت نہیں، مگر تقویٰ کے سبب سے۔ اس طرح تباں رنگ و بو کو توڑ کر تمام انسان ملت میں گم ہو گئے اور افغانی اور طورانی کی تفریق مٹا دی گئی۔

استجابت کا یہ عالم تھا کہ وہ عورتیں جن کے بیٹے، باپ، بھائی اور شوہر جنگ میں شہید ہو گئے وہ ہر خبر کے بعد آنحضورؐ کی زندگی کے بارے میں دریافت کرتی تھیں اور جب یہ بتایا جاتا کہ آپؐ بخیر و عافیت ہیں تو خدا کا شکر ادا کرتیں اور کہتیں اگر آپؐ زندہ ہیں تو پھر ہر مصیبت آسان ہے۔

ایک عاشق رسولؐ نے ایک یہودی کے مقابلے میں مسلمان کہلوانے والے کی گردن محض اس لئے اتار دی کہ اس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فیصلے کے بعد مقدمہ آپ کے پاس پیش کیا تھا۔ گردن اڑاتے وقت اعلان کیا گیا جو شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فیصلہ نہیں مانتا عمرؓ اس کا فیصلہ اس طرح کرتا ہے اور تھوڑے ہی عرصہ بعد اس کے فیصلے کی صحت پر اللہ تعالیٰ نے مہر تصدیق ثبت فرما دی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فیصلے کے خلاف دل میں تنگی محسوس کرنے والا ایمان سے خارج ہو جاتا ہے۔

پورا دین اسلام دراصل استجابت پیغام خدا اور رسول کا ہی دوسرا نام ہے۔ اس تلبیہ کے راستے کی چند بڑی بڑی رکاوٹوں کا ذکر کر دیا گیا ہے اور مختصراً یہ بھی بتایا گیا ہے کہ آنحضورؐ نے اپنی امت کو استجابت کا درس کس طرح دیا اور بکھرے ہوئے انسانوں کو کیسے معجزانہ طریقے سے ایک لڑی میں پرو دیا اور اخوت و مساوات کی قدروں سے آشنا کر دیا۔ — وما توفیقی الا باللہ۔

Marfat.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم ○

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بحیثیت داعی امن و اخوت

پروفیسر سید ازکیا ہاشمی مانسہرہ

امن و سلامتی کا قیام ۔ وقت کا اہم ترین مسئلہ

کرۂ ارض پر جب سے انسانی شعور نے آنکھ کھولی ہے وہ ایک اہم سوال کے حل میں غلطاں و پیچاں نظر آتا ہے کہ اس دنیا میں امن و سلامتی کا حصول کس طرح ممکن ہے! یہ ظاہر ہے کہ باہمی معاشرت سے انسانی مفادات ایک دوسرے سے ٹکراتے ہیں۔ اس تصادم اور ٹکراؤ سے فساد کی چنگاریاں اٹھتی ہیں جو خرمنِ امن و سلامتی کو جلا کر راکھ کا ڈھیر بنا دیتی ہیں۔

"تاریخ انسانیت اسی سوال کے حل کی مسلسل داستان ہے جو ہمیں بتاتی ہے کہ انسان نے اس باب میں کیا کیا سوچا اور تجربہ نے اسے کس طرح غلط ثابت کر دیا۔

ادوار سابقہ کی طرح عصر حاضر کے انسان نے بھی اسی سوال کے حل میں اپنی ذہنی و فکری توانائیاں صرف کیں جس کے نتیجہ میں نیشنلزم" (وطنی بنیادوں پر قومیت کی تشکیل) کو شرف انسانیت کی انتہا تصور کر لیا گیا لیکن آج اس کے نتائج و عواقب سے یہ حقیقت بے نقاب ہو چکی ہے کہ جسے تریاق سمجھا جاتا ہے وہ انسانیت کیلئے زہر قاتل ہے۔ چنانچہ خود مغربی مفکرین اب اس کے قائل ہو چکے ہیں کہ قومیت پرستی دنیا کو فنا کی طرف لے جا رہی ہے [۱] اور یہ کہ جنگ کی بنیاد نیشنلزم ہے، ارتقائے جنگ کی ساری تاریخ کا سراغ ایسی بنیاد سے لگ سکتا ہے۔" [۲]

Marfat.com

چنانچہ انسان کو اس کی موجودہ پستی سے نکال کر بلندیوں کی طرف لے جانے کا ایک ہی راستہ ہے کہ وہ انسان خاندان وطن اور نسل کی تنگنایوں سے آگے بڑھ کر پوری نوع انسانی کو اپنی آغوش میں لے لے۔

آیئے انسانیت کے اس لاینحل مسئلہ کے حل کیلئے سیرت طیبہ کی طرف رجوع کریں کہ جس کے انقلابی اثرات سے نہ صرف خونریز و خون آشام جزیرۂ عرب امن و سلامتی سے متعارف ہوا بلکہ پوری دنیا کیلئے رشد و ہدایت کی ایسی قندیلیں روشن ہوئیں جو رہتی دنیا تک انسانیت کیلئے امن و سکون اور عافیت و اطمینان کی راہ دکھاتی رہیں گی۔

پیغمبر خدا کا عطا کردہ پیغام حیات اور اس کے اثرات

بعثت محمدی کا ظہور اس وقت ہوا جبکہ انسانیت تباہی و بربادی کے انتہائی نقطہ پر پہنچ چکی تھی، پوری دنیا سے امن و امان کا نام حرف غلط کی طرح مٹ چکا تھا، ہر طرف خود غرضی اور مفاد پرستی کا دور دورہ تھا، کوئی رنگ و نسل کے نام پر معرکہ آرا تھا تو کوئی وطنی لونی اور نسلی تعصب میں مبتلا ہو کر انسان خون سے ہولی کھیل رہا تھا۔

الغرض انسانیت دم توڑ چکی تھی، انسانوں کی بستیاں روئے زمین پر بسنی دو بھر تھی۔ مگر انسانی مجد و شرف سنے ہی دامن ہو چکی تھی۔ انسان انسان کے خون کا پیاسا تھا نہ انسانی جان کی کوئی قیمت تھی نہ اس کی عزت و آبرو کو کوئی تحفظ حاصل تھا۔

ملک عرب میں قبیلوں کے نام پر جنگیں برسہا برس تک مسلسل جاری رہتی تھیں، بیرون عرب آریوں نے طاقت پاکر غیر آریوں کو پامال کیا، برہمنوں اور چھتریوں نے شودروں کو غلام بنایا، رومیوں نے افریقیوں پر غلبہ پاکر ان پر ظلم و ستم کے پہاڑ ڈھائے، یونانیوں نے ایرانیوں کو کمزور پاکر خونریزی کی۔

اس پرآشوب دور میں جب بعثت محمدی کی کرنیں پھیلیں تو متحارب و متصادم قبائل شیر و شکر ہو گئے، کالے گورے عربی و عجمی آقا و غلام کا امتیاز ختم ہو گیا، اخوت و محبت کے پھول کھلنے لگے۔ فتنہ و فساد کی راہیں مسدود ہوئیں، امن و سلامتی کا دور دورہ ہوا۔ قرآن حکیم نے اہل ایمان کو اس انقلاب عظیم کی یاد دلاتے ہوئے

Marfat.com

ارشاد فرمایا :

" اور اللہ کے اس احسان کو یاد کرو جو اس نے تم پر کیا ۔ تم ایک دوسرے کے دشمن تھے ۔ اس نے تمہارے دلوں میں ایک دوسرے کی محبت ڈال دی اور اس کے فضل و کرم سے تم بھائی بھائی بن گئے ۔ تم آگ کے گڑھے کے کنارے کھڑے تھے اللہ نے تم کو بچا لیا ، اسی طرح اللہ اپنی نشانیاں تمہارے سامنے روشن کرتا ہے تاکہ تم ہدایت یاب ہوسکو ۔ " ۳

یہ انقلاب عظیم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی عطا کردہ لازوال تعلیمات پر عمل کا نتیجہ تھا جنکا عنوان ہی اسلام ہے جو کہ سلامتی و آشتی کے معنی کا حامل ہے ۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی پوری زندگی قبل از بعثت و بعد از بعثت اس حقیقت سے عبارت ہے کہ آپ اس دنیا میں امن کے خواہاں تھے ۔ زمانۂ جاہلیت میں تشدد و خونریزی کے انسداد کیلئے فضل بن فضالہ ، فضل بن وداعیہ اور فضل بن حارث نے ایک معاہدہ مرتب کیا جو انہی کے ناموں پر " حلف الفضول " کے عنوان سے مشہور ہوا ۔ جنگ فجار کے بعد اس معاہدہ کی تجدید عبداللہ بن جدعان کے گھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تحریک پر ہوئی جس میں طے پایا کہ آئندہ اگر کسی شخص سے خواہ ملکی ہو یا اجنبی ، آزاد ہو یا غلام ، مکہ کی حدود کے اندر ظلم و بے انصافی کی گئی تو مظلوم کی حمایت کی جائے گی اور مکہ کے اندر کوئی ظالم نہیں رہنے پائے گا ۔ آپ فرمایا کرتے تھے ۔

لقد شهدت فى دار عبد الله بن جدعان حلفاً ما احب ان لى به حمر النعم ولو دعى به فى الاسلام لاجبتُ ۴	اگر مجھے سرخ اونٹ بھی اس معاہدہ کے بدلے میں دیئے جاتے تو ہرگز پسند نہ کرتا اور اگر اب بھی اس قسم کے معاہدہ کی دعوت دی جائے تو اس میں ضرور شرکت قبول کروں گا ۔

یہ واقعہ درحقیقت آپ کی اس معصوم فطرت سلیمہ کا عکاس ہے کہ بعد ازاں اللہ تعالیٰ نے آپ کو امن و آشتی کا پیامبر بنا کر دنیا میں مبعوث کرنا تھا ۔ ہجرت مدینہ کے بعد آپ نے سب سے پہلے یہودیوں ، عیسائیوں اور مشرکین عرب سے معاہدہ کیا اور ریاست مدینہ کیلئے ایک آئین مرتب کیا جس سے قبائلی تشدد کا خاتمہ اور امن و امان

Marfat.com

کو فروغ ملا۔ اس کی دفعات سے واضح ہوتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو امن کا قیام، آشتی و بھائی چارہ کا فروغ اور فتنہ و فساد کا خاتمہ و انسداد کس قدر عزیز تھا۔

قیام امن کیلئے حدیبیہ جیسے معاہدے پر رضامندی کا اظہار آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اسی امن پسندی کا نتیجہ تھی۔ آپؐ نے احکامات امن کی پاسداری اور انسانیت سے محبت کا ثبوت فتح مکہ کے موقع پر فراہم کیا۔ جب کفار مکہ کو امان فراہم کرتے ہوئے سوائے چند ایک کے (جو کہ فتنہ و فساد کا منبع تھے) لا تثریب علیکم الیوم" کے ذریعہ عام معافی کا اعلان فرمایا۔

دس سالہ عہد نبویؐ میں جب پورا جزیرہ عرب اسلام کے زیر نگین آگیا تو امن و امان کا یہ عالم تھا کہ جس خطہ میں صدیوں سے آزادانہ سفر ممکن نہ تھا۔ ایک کمزور بڑھیا اس میں بڑی آزادی سے سفر کرتی تھی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ پیشین گوئی آپؐ کے عہد میں پوری ہو گئی تھی۔

" ایک وقت ایسا آنیوالا ہے جب ایک شتر سوار صنعاء یمن سے حضرموت تک تنہا سفر کرے گا۔ اور اس کو خدا کے سوا اور بھیڑئیے کے سوا (اگر اس کی بکریاں نہ اٹھالے جائے) اور کسی کا ڈر نہ ہوگا۔"[۵]

دوسری حدیث میں ہے کہ:

" ایک عورت حیرہ سے چلے گی اور آکر کعبہ کی زیارت کرے گی اور اس کو خدا کے سوا کسی کا ڈر نہ ہوگا۔"[۶]

طلوع اسلام کے بعد وہاں کی کایا کیوں اور کیسے پلٹ گئی وہ کرہ ارض جو نفرتوں اور عداوتوں کا جہنم بنا ہوا تھا اب اتحاد و اخوت امن و سلامتی اور عروج و ترقی کا نشان اعظم بن گیا۔ یہ نتیجہ تھا تعلیمات نبویؐ کی اثر انگیزی کا جس کے منطقی نتیجہ میں وہ قوم اپنے صدیوں قدیم باہمی تعصبات، انتقام، بغض و عداوت اور نسلی تفوق کو بھلا کر اتحاد و اخوت کے اٹوٹ رشتے میں منسلک ہو گئی۔

انہی تعلیمات کی اتباع و پیروی انسانیت کو حیات ابدی و سرمدی سے روشناس کر سکتی ہے۔ جس طرح اہل عرب کیلئے آپ کا یہ پیغام حیات نو کا باعث بنا اسی طرح موجودہ دور میں بھی امن و عافیت سے محروم انسانیت کے دکھوں کا مداوا بننے کی اہلیت رکھتا

Marfat.com

ہے اس لئے کہ آپ کے پیغام کا دائرہ کسی مخصوص قبیلے، خطے یا زمانے تک محدود نہیں بلکہ الی کافتہ للناس ہے اور اس کی افادیت دہمہ گیری زمان ومکان اور حال و مستقبل کی قیود سے بالاتر ہے۔

آج اگر امن وعافیت سے محروم اور ظلم و تشدد سے مجبور انسانیت 'نظام امن' کی متلاشی ہے تو اسے انسانیت کے محسن اعظم ہی کے عطا کردہ اصول و ضوابط کو زندگی کا لائحہ عمل بنانا ہوگا اسی کے لائے ہوئے نظام حیات کی اتباع میں بنی نوع انسان کی عظمت و رفعت کی ضمانت ہے۔

ایک غلط فہمی کا ازالہ

اسلام میں جہاد کا مقصد روئے زمین سے فتنہ و فساد اور ظلم و ستم کا خاتمہ، انسانی آزادی اور نسل انسانی کی حفاظت، بے کسوں کی دستگیری اور بندگان خدا کو امن و سلامتی کی نعمت سے ہمکنار کرنا ہے۔ اس کا بنیادی مقصد معاشرے میں امن و سلامتی کا قیام اور ظلم و جور کا خاتمہ ہے۔ اس کی حیثیت اس نشتر کی سی ہے جو جسد انسانیت کے فاسد عضو کو قطع کر کے پورے معاشرے کو تباہی و ہلاکت سے محفوظ رکھتا ہے۔ اسلام کو "مذہب امن" کے بجائے "مذہب جنگ" قرار دینے والے اگر تعصبات کی پٹیاں آنکھوں سے ہٹا کر اسلامی جہاد کا موازنہ دیگر اقوام کی جنگوں کے ساتھ کریں تو یہ حقیقت سامنے آئے گی "کہ دیگر قومیں جنگ کرتی ہیں خون بہانے کیلئے، کشور کشائی اور اقتدار طلبی کیلئے سیاسی مفادات کے حصول کیلئے اپنی فوقیت و برتری قائم کرنے کیلئے مگر مومن کا جہاد ہوتا ہے۔ اعلاء کلمۃ اللہ کیلئے انسانی حقوق کے تحفظ کیلئے اعلیٰ اخلاقی قدر اقدار کے تحفظ و بقا کیلئے مظلوموں کو ظالم کے ظلم سے چھڑانے کیلئے امن کی راہ میں حائل رکاوٹوں کو دور کرنے کیلئے، اس دوران دشمن کی عورتیں، بچے، بوڑھے، کھیتی باڑی اور درخت محفوظ ہوتے ہیں۔" یہ جہاد اخلاق و آداب و ضوابط اور شریفانہ تعلیمات کے اس قدر پابند ہوتے ہیں کہ نوع انسانی کے حق میں "تعذیب" کے بجائے "تادیب" کا درجہ رکھتے ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے غزوات سب اسی حقیقت پر مبنی ہیں۔

Marfat.com

سیرت طیبہ کی روشنی میں امن و سلامتی کی بنیادیں

انسانی زندگی کا کوئی تصور، کوئی بھی فلسفہ، کوئی بھی نظریۂ حیات جو جغرافیائی، علاقائی، لسانی، رنگ و نسل یا انسان کی مخصوص معاشی یا سیاسی وفاداری پر مبنی ہو امن عالم کا کبھی نہ امن اور کفیل نہیں ہو سکتا کیونکہ جب اس کی وفاداری کی اساس کسی خاص علاقے یا کسی خاص قوم کے ساتھ وابستہ ہے تو اس کا لازمی اور منطقی نتیجہ یہ ہوگا کہ اپنے دائرے سے باہر اس کا طرزِ عمل جارحانہ ہوگا۔

اسلام جو کہ دینِ فطرت ہے، دینِ رحمت ہے اس نے اجتماعی امن کی اساس و بنیاد اس نظریہ پر رکھی کہ پوری انسانیت، پوری نوعِ انسانی ایک وحدت ہے اور جب تمام انسان ایک ہی وحدت کی لڑی میں پروئے ہوئے ہیں تو انہیں آپس میں محبت والفت، تعاون واحترام باہمی سے امن و سکون کے ساتھ زندگی بسر کرنی چاہیئے، ارشادِ ربانی ہے۔

یا ایہا الناس اتقوا ربکم الذی خلقکم من نفس واحدة وخلق منہا زوجہا وبث منہما رجالاً کثیراً ونساءً واتقوا اللہ الذی تساءلون بہ والارحام۔ ان اللہ کان علیکم رقیبا ۞

اے لوگو! اپنے پروردگار سے ڈرو جس نے تمہیں ایک جان سے پیدا کیا اور اس جان سے اس کا جوڑا پیدا کیا اور ان دونوں سے بہت سے مرد اور عورتیں پھیلائیں اور تم خدا تعالیٰ سے ڈرتے رہو جس کے نام سے تم ایک دوسرے سے سوال کرتے ہو اور قرابت داروں (کی حق تلفی) سے بھی ڈرو یقیناً اللہ تم سب کی اطلاع رکھتا ہے۔

اس آیت میں وحدتِ نوعِ انسانی سے متعلق چار مختلف صورتیں سامنے آتی ہیں

۱۔ وحدتِ تخلیق
۲۔ وحدتِ نوعِ انسانی
۳۔ وحدتِ مقصد
۴۔ وحدتِ ہدایت

Marfat.com

مندرجہ بالا وحدتوں کا لازمی اور منطقی نتیجہ یہ ہے کہ جب خالق ایک ، نوع انسانی ایک ، نوع انسانی کا مقصد ایک ، تو اس مقصد کے حصول کیلئے طریق حیات یا ہدایت بھی ایک ہے ۔ جو مطلوب و مقصود ہوگی تاکہ اس مقصدِ وحید تک رسائی کیلئے وہ کامیابی و کامرانی کے ساتھ گامزن ہو سکے ۔

ان چار وحدتوں کا تصور پیش کرنے کے ساتھ ساتھ قرآن نے اس آیت میں " والارحام " کی طرف جو لطیف اشارہ فرمایا ہے وہ انتہائی بلیغ اور معنی خیز ہے کہ " ارحام " سے مراد بالعموم نسبی رشتے دار لئے جاتے ہیں ۔ لیکن (اس آیت میں عالمگیریت کے مفہوم کی عمومیت کو ملحوظ رکھتے ہوئے پوری انسانی برادری مراد لی جاسکتی ہے یا دونوں میں تطبیق دیتے ہوئے اس مفہوم کو متعین کیا جاسکتا ہے کہ نسبی رشتہ داروں سے ساتھ حسن سلوک کے دائرے کا آغاز کرکے اسے عالمی برادری تک وسیع کرتے جاؤ ۔

ظاہر ہے کہ جب انسانی اخوت کے احساس کے ساتھ انسان چلے کہ وہ پوری عالمی برادری کا فرد ہے اور باقی افراد نوع انسانی سے وہ مودت باہمی کے رشتے سے پیوستہ رہے تو انسانوں کا باہمی معاملہ ہمیشہ حسن تعاون ، حسن سلوک اور اجتماعی امن کا علمبردار ہوگا اور ایک دوسرے کی اذیت رسانی ، حق تلفی اور استحصال کے مذموم تصورات سے پاک و منزہ ہوگا ۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسی مضمون کو بنیاد بناتے ہوئے مخلوق کو " عیال اللہ " کہا ۔ فرمایا " الخلق عیال اللہ " (۹) یعنی ساری مخلوق خدا کا کنبہ ہے ۔

کلام الٰہی اور تعلیمات نبوی سے یہ حقیقت بخوبی آشکارا ہوتی ہے کہ بنی نوع انسان کے مختلف افراد ایک ہی نفس حیات کے مظاہر ہیں اس طرح جیسے پنکھے ، بلب ، مشین سب بجلی کی ایک لہر current کے حرکیاتی مظاہر ہوتے ہیں ۔ تمام انسان ایک ہی خاندان کے افراد ، ایک ہی درخت کے پتے اور ایک ہی سمندر کے قطرے ہیں جن کی اصل بنیاد ایک ہے ۔ یہ ایک جوئے رواں ہیں جس کا ہر قطرہ ندی کا لاینفک حصہ ہے ۔

پھر اشخاص و افراد کے درمیان انسانیت کا یہ رشتہ اس وقت مزید مضبوط و مستحکم ہو جاتا ہے جب ان کے دل ایک محکم اساس اور ایک مضبوط رابطہ کے ساتھ مربوط ہوں ۔ اور وہ مضبوط رشتہ ہے اسلامی اخوت کا کہ کوئی رشتہ اسلامی رابطہ سے بڑھ کر محکم و

Marfat.com

استوار نہیں، معاشرے میں امن وسلامتی کی بنیاد واساس بھی رشتۂ اخوت ومودت ہے پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اخوت اسلامی کی بنیاد خدا کے اس حکم پہ رکھی۔

انما المومنون اخوة فاصلحوا بين اخويكم واتقوا الله لعلكم ترحمون ۰ ۱۰

مسلمان سب بھائی بھائی ہیں سو اپنے بھائیوں کے درمیان صلح کرو اللہ سے ڈرتے رہو تاکہ تم پر رحمت کی جائے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس رشتے کی مضبوطی کی طرف اشارہ فرماتے ہوئے اسے "جسد واحد" سے تعبیر کیا ارشاد فرمایا:

ترى المؤمنين في تراحمهم وتوادهم وتعاطفهم كمثل الجسد اذا اشتكى عضوا تداعى له سائر جسده بالسهر والحمى" ۱۱

تم مسلمانوں کو دیکھو گے کہ وہ آپس میں رحم کرنے مہربانی کرنے میں ایک جسم کی مانند ہیں جب جسم کا ایک حصہ کسی تکلیف کی شکایت کرتا ہے تو باقی جسم بھی اسی کی خاطر شب بیداری اور بخار میں مبتلا ہو جاتا ہے۔

نیز مومنین میں باہمی رشتہ اخوت کو "بنیان مرصوص" سے تعبیر کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

المؤمن للمؤمن كالبنيان المرصوص يشد بعضه بعضاً ۱۲

مومنین ایک دوسرے کیلئے ایک دیوار کی اینٹوں کی طرح ہوتے ہیں کہ ہر ایک دوسرے سے تقویت پاتا ہے۔

مومنین میں باہمی جذبۂ رحمت کو اجاگر کرنے کیلئے فرمایا!

لا يؤمن احدكم حتى يحب لاخيه ما يحب لنفسه ۱۳

تم میں سے کوئی شخص کامل مومن نہیں ہو سکتا جب تک کہ وہ اپنے بھائی کیلئے وہی چیز پسند کرے جو اپنے لئے پسند کرتا ہے۔

نیز ارشاد فرمایا۔

المسلم اخو المسلم لا يظلمه ولا يكذبه ولا يحقره" ۱۴

مسلمان مسلمان کا بھائی ہے نہ اس پر ظلم کرتا ہے نہ اسے رسوا کرتا ہے نہ اس سے جھوٹ بولتا ہے اور نہ ہی اس کی تحقیر کرتا ہے۔

جذبہ اخوت کے استحکام کیلئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان تمام باتوں کی تلقین فرمائی۔

Marfat.com

جن سے باہمی اخوت واتحاد کو فروغ ملتا ہو اور ان تمام باتوں سے مجتنب رہنے کی تاکید فرمائی جن سے مسلمانوں کے باہمی تعلق وارتباط میں رخنہ پڑتا ہو۔ ایسے اخلاق عالیہ منصف وآراستہ ہونے کا حکم دیا جن کی بناء پر صالح افراد تیار ہوں تاکہ صالح معاشرہ وجود میں آسکے اور ان تمام رذائل اخلاق سے منع فرمایا جن کی وجہ سے افراد بداخلاقی کا شکار ہو کر پورے معاشرے کو پراگندہ کرتے ہیں فضائل اخلاق مثلاً صبر وشکر، توکل، صدق، ایفائے عہد، عدل وانصاف، تواضع شیریں زبانی، عفو ودرگزر، اتفاق واتحاد، احسان، نیکی، ایثار، تقویٰ، اصلاح بین الناس مجلسی آداب، شرافت، رازداری، صدقہ وخیرات پر مبنی تعلیمات کی ترغیب دی جن کے اپنانے سے پورا معاشرہ باغ وبہار بن جاتا ہے۔ ان کے بالمقابل، رذائل اخلاق، مثلاً جھوٹ، افتراء غیبت، بہتان، قول بے عمل، ریاکاری، خوشامد، رشوت، تکبر، غصہ، حرص وبخل، فضول خرچی، حسد، بغاوت، بغض، بدگوئی، سوء ظن، بزدلی، خود ستائی، گالی گلوچ استہزاء، ہوائے نفس کی اتباع، فحشاء، معصیت، غفلت، المختصر ان تمام رذائل اخلاق سے بچنے کی تلقین فرمائی جو انفرادی واجتماعی زندگی کو تباہ وبرباد کرکے رکھ دیتے ہیں۔

اگر مذکورہ بالا دستوں کو اختصار کے دامن میں سمیٹنے کی کوشش کی جائے تو ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ معاشرے میں تین امور ایسے ہیں کہ ان کی حفاظت سے معاشرہ صالح اور صحتمند بن جاتا ہے اور ان کے بگاڑ اور فساد سے معاشرہ فساد کی ظلمتوں میں ڈوب جاتا ہے وہ تین امور جو بالخصوص معاشرے کو امن کا گہوارہ بناتے ہیں یہ ہیں۔

۱۔ حفاظت جان ۲۔ حفاظت عزت وآبرو ۳۔ حفاظت مال

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان تینوں چیزوں کی حرمت کی وضاحت کرتے ہوئے ارشاد فرمایا!

كل المسلم على المسلم حرام ماله وعرضه ودمه [۱۵]

ایک مسلمان پر دوسرے مسلمان کا خون، مال اور آبرو حرام ہے۔

پہلی بنیادی چیز جس سے معاشرے کے امن وسکون کی ضمانت فراہم ہوتی ہے یہ ہے کہ انسانی جان محفوظ ہو۔ انسانی جان کا تحفظ جو ہمیں دین محمدی نے عطا کیا ہے وہ دنیا کے کسی دستور اور نظام نے نہیں دیا۔ اس تحفظ کیلئے اولاً تو ترغیب وترہیب کے ذریعے قتل وخونریزی کو بند کرنے کی کوشش کی۔ پھر ان مفاسد کی نشاندہی کی جو خون ناحق سے

Marfat.com

پیدا ہوتے ہیں۔ اس کے ساتھ امن داماں سے اس کا جو گہرا تعلق ہے اس کی وضاحت کی ہے۔[16]

انسانی جان کی حرمت کا اندازہ اس سے لگایا جا سکتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے شرک کے بعد قتل کو بڑا گناہ قرار دیا۔[17]

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب اسلام کی بیعت لیا کرتے تو دیگر ضروری باتوں کا اقرار لینے کے ساتھ ساتھ قتل نہ کرنے کا بھی اقرار لیتے تھے۔ حضرت عبادہ رضی اللہ عنہ بن صامت فرماتے ہیں۔

"ہم نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اس بات پر بیعت لی کہ ہم نہ تو اللہ کے ساتھ کسی کو شریک بنائیں گے، نہ زنا کریں گے، نہ چوری کریں گے، نہ اس شخص کو قتل کریں گے جس کا قتل اللہ نے حرام کیا ہے اور نہ لوٹ مار کریں گے۔[18]

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مومن کی جان کی قدر و قیمت کا اظہار کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

قتل المومن اعظم عند اللہ من زوال الدنیا[19] — مومن کا قتل اللہ کے نزدیک دنیا کے تہہ و بالا ہونے سے بڑھ کر ہے۔

حتیٰ کہ ذمی کے قتل کے بارے میں فرمایا!

من قتل معاھد الم یرح رائحۃ الجنۃ[20] — جس نے کسی معاہد (ذمی) کو قتل کیا وہ جنت کی بو سے بھی محروم ہوگا۔

امن و سلامتی کے قیام اور اخوت کے استحکام کیلئے دوسری بنیادی چیز یہ ہے کہ ان تمام چیزوں سے اجتناب کیا جائے جن سے کسی مسلمان بھائی کی عزت نفس مجروح ہو جس سے دلوں میں کدورت و نفرت پڑتی اور عداوت و مناقشت اور انتقام کی آگ بھڑکتی ہو۔

قرآن حکیم نے چند ایسے ہی مفاسد کی نشاندہی کی جن سے انسان کی عزت آبرو کو خطرہ لاحق ہو اور عزت نفس مجروح ہو جو رشتہ اخوت کو کمزور کرکے فساد کی راہیں ہموار کریں انہیں بیخ و بن اکھاڑنے کی ہدایت و تلقین کی، ارشاد ربانی ہے۔

"اے ایمان والو! کوئی قوم کسی قوم کا تمسخر نہ اڑائے کیا عجب کہ وہ ان سے بہتر ہوں اور نہ عورتوں کو عورتوں کا مذاق اڑانا چاہیے۔ کیا عجب ہے کہ وہ ان سے بہتر ہوں

Marfat.com

اور نہ ایک دوسرے کو طعنہ دو اور نہ ایک دوسرے کو برے القاب سے پکارو۔ ایمان لانے کے بعد گناہ کا نام لگنا ہی برا ہے۔ اور جو باز نہ آئیں گے تو وہ ظلم کرنے والے ہیں ۲۱۔ اے ایمان والو! بہت سے گمانوں سے بچو کیونکہ بعض گمان گناہ ہوتے ہیں اور جاسوسی نہ کیا کرو اور نہ کوئی کسی کی غیبت کیا کرے کیا تم میں سے کوئی اس بات کو پسند کرتا ہے کہ اپنے مرے ہوئے بھائی کا گوشت کھائے اس کو تم ناگوار سمجھتے ہو اور اللہ سے ڈرتے رہو بے شک اللہ بڑا توبہ قبول کرنے والا مہربان ہے ۲۲۔

یہ وہ اخلاقی چارٹر ہے جسے پیغمبر اسلام نے آج سے چودہ صدیاں قبل جذبہ اخوت کی تقویت اور انسانی معاشرے کے استحکام کیلئے امت کے سامنے پیش کیا ماہرین عمرانیات وعلمین اخلاق اس بات پر متفق ہیں کہ معاشرہ امن وسکون کا گہوارہ بن سکتا ہے۔

آنحضرت صلی اللہ نے انسانی عزت وآبرو کے تحفظ کیلئے اور جذبہ اخوت کی بیداری کیلئے انہی رذائل سے اجتناب کی دعوت دی ہے جو نفرت وکدورت اور بغض وعداوت کا باعث بنتے ہیں، ارشاد نبوی ہے۔

لا تحاسدوا ولا تباغضوا ولا تدابروا وکونوا عباد اللہ اخوانا ۲۳

آپس میں ایک دوسرے سے حسد نہ کرو۔ نہ آپس میں بغض رکھو۔ نہ آپس میں کسی کی پیٹھ پیچھے برائی کرو اور اے اللہ کے بندو ایک دوسرے کے بھائی بھائی بن جاؤ۔

اسی طرح غیبت کی مخالفت فرماتے ہوئے اُسے زنا سے زیادہ سخت قرار دیا۔

امن وسلامتی کے تحفظ کیلئے تیسری اہم چیز یہ ہے کہ انسان کا مال واسباب جسے قرآن نے قیاما للناس ۲۴ اور زینت ۲۵ سے تعبیر کیا ہے محفوظ ہو اس لئے کہ اسے انسانی راحت وآرام اور سکون میں بڑا دخل ہے۔ مال کی حرمت کے بارے میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

من اقتطع حق امرئ مسلم بیمینہ فقد اوجب اللہ لہ النار وحرم علیہ الجنۃ وان کان قضیبا من اراک ۲۶

جس نے کسی مسلمان کا حق اپنی قسم کے ذریعے ہڑپ کر لیا اس کیلئے اللہ نے جہنم کی آگ واجب اور جنت حرام کر دی گو وہ پیلو کی لکڑی کی ایک شاخ ہی کیوں نہ ہو۔

Marfat.com

نیز ارشاد فرمایا !

من قتل دون مالہ فھو شہید — جو اپنے مال کی حفاظت کے سلسلہ میں قتل کیا جائے وہ شہید ہے۔ ۲۷

اسلام نے مال و دولت کے حصول کی جائز صورتیں متعین کیں اور ان تمام صورتوں کو ناجائز قرار دیا جس سے دوسروں کے حقوق تلف ہوں یا فتنہ و فساد کی راہیں ہموار ہوتی ہوں۔ چنانچہ چوری، ڈکیتی وغیرہ کی شکل میں قطع ید کی حد نافذ کی گئی ہیں۔

درج بالا روشن حقائق سے یہ امر بخوبی واضح ہوتا ہے کہ فتنہ و فساد کے انسداد، فروغ امن اور قیام اخوت کیلئے ضروری ہے کہ انسانی جان و مال اور عزت و آبرو کو تحفظ حاصل ہو اور وہ دین محمدؐ ہی ہے جو انسانی جان و مال اور عزت نفس کی حفاظت کی پوری پوری ضمانت فراہم کرتا ہے جس کی اتباع سے نفرتیں اور عداوتیں دور ہوتی ہیں، اخوت و محبت کے پھول کھلتے ہیں اور معاشرہ ذہنی، قلبی، انفرادی و اجتماعی

معاشرہ میں بدامنی اور بے چینی کا ایک سبب اصحاب حقوق کے حقوق کی عدم ادائیگی وحق تلفی ہے۔ اگر ہر ذی حق کو اس کا حق جو شریعت نے مقرر کیا ہے حاصل ہو جائے تو معاشرہ امن و سلامتی کی راہ پر گامزن ہو سکتا ہے۔ قرآن حکیم نے بکمال اعجاز معاشرے کے اصحاب حقوق اور حاجت مندوں کا ذکر اس آیت میں کر دیا ہے۔

واعبدوا اللہ ولا تشرکوا بہ شیأ وبالوالدین احسانا وبذی القربی والیتمی والمسکین والجار ذی القربی والجار الجنب والصاحب بالجنب وابن السبیل وما ملکت ایمانکم = ۲۸

اور تم اللہ کی عبادت اختیار کرو اس کے ساتھ کسی چیز کو شریک مت کرو اور والدین کے ساتھ حسن وسلوک اور اہل قرابت کے ساتھ بھی اور یتیموں کے ساتھ اور غریب کے ساتھ بھی اور قریب اور دور کے پڑوسی کے ساتھ بھی اور ہم مجلس کے ساتھ بھی اور مسافر کے ساتھ بھی اور وہ جو تمہارے زیر تصرف ہیں۔

اس آیت میں خدا کی بندگی اور اس کی توحید کے بعد ہر قسم کی بھلائی کا جو حکم دیا ہے وہ معاشرے کے ہر قسم کے گروہ سے تعلق رکھتا ہے، والدین، رشتہ دار، یتیم، مسکین، قریب اور دور کے ہمسائے، دوست احباب، نوکر خادم وغیرہ تاکہ پورا معاشرہ امن کا گہوارہ بن سکے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان تمام حقوق میں سے ہر نوع کے حقوق کی ادائیگی کے متعلق

Marfat.com

احکامات بھی صادر فرمائے اور اپنے پاکیزہ عمل سے امۃ المسلمین کو ان کی ترغیب بھی دی۔ جس کی تفصیل کیلئے ایک دفترِ عظیم درکار ہے۔

داماں نگہ تنگ و گل حسن تو بسیار ۔۔۔ گلچیں بہار تو ز داماں گلہ دارد

اخوت و محبت کے فروغ کیلئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ حدیث آب زر سے لکھنے کے قابل ہے، ارشاد فرمایا!

للمؤمن على المؤمن ست خصال يعوده اذا مرض ويشهده اذا مات ويجيبه اذا دعاه ويسلم عليه اذا لقيه ويشمته اذا عطس وينصح له اذا غاب او شهد ٢٩

ایک مسلمان کے دوسرے مسلمان پر چھ حقوق ہیں ۱/ جب وہ بیمار ہو تو اس کی عیادت کرے ۲/ انتقال ہو جائے تو اس کے جنازے میں شریک ہو ۳/ جب وہ دعوت دے تو اسے قبول کرے ۴/ ملاقات ہو تو سلام کرے ۵/ اسے چھینک آئے تو یرحمک اللہ کہے ۶/ وہ موجود ہو یا غائب ہر حال میں اس کی خیر خواہی کرے۔

اگر مسلمان ان چھ زریں ہدایات پر عمل کر لیں تو ان کے درمیان باہمی محبت و یگانگت اور اتحاد و اتفاق کی ایسی خوشگوار فضا پیدا ہو جائے جو آخرت کی فلاح و کامیابی کے ساتھ ساتھ ان کی دنیوی زندگی کو بھی راحت و مسرت اور سکون و اطمینان کا گہوارہ بنا دے اور ان کے دلوں کو آپس میں جوڑ کر انہیں اخوت ایمانی کا ایسا حسین نمونہ بنا دے جو دوسری اقوام کیلئے قابل رشک اور باعث کشش ہو۔

آج ہماری زندگیوں سے سکون و اطمینان ختم ہو چکا ہے، آدمی آدمی کیلئے بھیڑیا بن گیا ہے قومیں قوموں سے ٹکرا رہی ہیں، لڑائیوں اور ظلم و جور کی چکی میں پیسی ہوئی انسانیت سسک رہی ہے۔ موجودہ معاشرہ پھر اسی دورِ جاہلیت کا نقشہ پیش کر رہا ہے بلکہ انسانیت تباہی و ہلاکت کے آخری کنارے پہ پہنچ چکی ہے۔ آج بالخصوص امت مسلمہ باہمی محبت و اخوت و الفت اور فضائل اخلاق سے عاری ہو کر بدامنی، افتراق و انتشار کا شکار ہو چکی ہے۔ اسلام دشمن طاقتیں مسلمانوں کی اس زبوں حالی سے فائدہ اٹھا کر ان پر چاروں طرف سے یلغار کر رہی ہیں، ان میں مزید انتشار پیدا کرنے کیلئے نت نئی سازشوں کے جال بچھائے جا رہے ہیں۔

Marfat.com

ایران و عراق کی باہمی چپقلش، افغانستان کا خلفشار، فلسطینی مسلمانوں کی آزمائش و ابتلاء خود وطنِ عزیز میں علاقائی، لسانی تعصبات اور فرقہ ورانہ نوعیت کے مذہبی اختلافات طاغوتی قوتوں کی منفی و تخریبی کارروائیوں کا نتیجہ ہیں۔

ان حالات میں ملتِ اسلامیہ کا فرض ہے کہ وہ تمام تعصبات و اختلافات کو ختم کر کے یہ بلائی ہوئی دیواریں ڈھا جائیں اور رجوع الی اللہ، ربط و اخوت خدا اور رسول نے ہمارے لئے تجویز و متعین کیا ہے صرف اسی کی اتباع سے ہمارے دلوں میں یکجہتی اور نگاہوں میں یک رنگی پیدا ہو سکتی ہے۔ ہماری زندگی کے چشمے اسی حیات آفریں پیغام سے پھوٹ سکتے ہیں۔ اور اسی سے ہماری کشتِ حیات سرسبز و شاداب اور اسی کے فیضان سے ہماری زندگی امن و سالمیت اور سکون و طمانیت سے آشنا ہو سکتی ہے۔

تمت بالخیر

Marfat.com

حواشی و مراجع

۱۔ مسلمانوں کے تہذیبی کارنامے ص ۔ ۲۳۲

۲۔ Creative Freedom ص ۔ ۱۱۰

۳۔ قرآن : سورۂ آل عمران آیت نمبر ۱۰۳

۴۔ ابن کثیر البدایۃ والنہایۃ ج ۲ ص ۲۹۳

۵۔ بخاری محمد بن اسمٰعیل ۔ صحیح بخاری " باب مالقی النبیؐ واصحابہ من المشرکین بمکۃ "

۶۔ ایضاً باب علامات النبوۃ "

۷۔ مسلم بن حجاج صحیح المسلم " باب تحریم قتل النساء والصبیان "

۸۔ قرآن سورۂ النساء آیت ۱۰

۹۔ خطیب تبریزی ، مشکوٰۃ المصابیح " باب الشفقۃ والرحمۃ علی الخلق "

۱۰۔ قرآن سورۂ الحجرات آیت نمبر ۱۰

۱۱۔ خطیب تبریزی ، مشکوٰۃ المصابیح ۔ باب الشفقۃ والرحمۃ علی الخلق " متفق علیہ

۱۲۔ ایضاً ۔ " "

۱۳۔ ایضاً " "

۱۴۔ مسلم بن حجاج صحیح المسلم " باب تحریم التحاسد والتباغض والتدابر "

۱۵۔ ایضاً " باب تحریم ظلم المسلم وخذلہ "

۱۶۔ قرآن سورۃ المائدۃ آیت نمبر ۳۲

۱۷۔ مسلم بن حجاج صحیح المسلم " باب الکبائر واکبرھا "

۱۸۔ بخاری محمد بن اسمٰعیل صحیح البخاری " کتاب الایمان "

۱۹۔ النسائی ، ابوعبدالرحمٰن بن شعیب ، سنن نسائی

۲۰۔ ابن کثیر ، تفسیر ابن کثیر ج ۲ صـ ۱۸۹

۲۱۔ قرآن ، الحجرات آیت نمبر ۱۱

۲۲۔ ایضاً آیت ۱۲

Marfat.com

۲۳۔ مسلم بن حجاج : صحیح مسلم" باب تحریم التحاسد والتباغض والتدابر"
۲۴۔ قرآن سورۃ النساء آیت نمبر ۵
۲۵۔ قرآن سورۃ الحدید آیت نمبر ۲۰
۲۶۔ مسلم بن حجاج ، صحیح مسلم" باب وعید من اقتطع حق مسلم بیمین فاجرۃ بالنار"
۲۷۔ خطیب تبریزی مشکوٰۃ المصابیح ۳۰۶
۲۸۔ قرآن سورۃ النساء آیت ۳۶
۲۹۔ خطیب تبریزی مشکوٰۃ المصابیح " باب السلام"

Marfat.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نبی اکرمؐ بحیثیت داعی امن واخوت

نوید شبلی' پشاور

ابتدائی تعارف' آیت وسورۃ الانفال

کائنات رنگ وبو میں روز ازل سے لیکر روزِ ابد تک رونما ہونے والے مجموعے "قرآن حکیم فرقان حمید کے نویں پارے اور آٹھویں سورہ الانفال کی چوبیسویں آیت کا پہلا حصہ کچھ یوں ہے۔ "یاایھا الذین آمنوا استجیبوا للہ وللرسول اذا دعاکم لما یحییکم ہے۔ اس آیت مبارکہ کا ترجمہ یہ ہے۔

اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو بات مانو اللہ کی اور رسول کی جب بلادے تم کو واسطے اس کے جو زندہ کرے تم کو

مولانا احمد سعید والقرآن کشف الرحمٰن میں رقمطراز ہیں۔

اللہ اور اس کے رسول کا حکم بجالایا کرو، جب رسول تمہیں زندگی بخشنے والے کام کی طرف بلایا کرے اور پکارا کرے جیسے جہاد وغیرہ کی طرف تو امتثال امر میں جلدی کیا کرو" —— یعنی" حکم بجالانے میں جلدی کرو شاید اسی وقت دل ایسا نہ رہے دل اللہ کے ہاتھ ہیں۔ پس بھلے کام میں تاخیر نہ کرو۔

ڈاکٹر سید حامد حسین بلگرامی فیوض القرآن میں یوں فرماتے ہیں، اللہ اور اس کے

Marfat.com

رسول کی آواز جو تمہارے قلب میں ہے اس کو سنو جب بلائیں تو ان کی آواز پر کان رکھو ان کی طرف آجاؤ تاکہ حیات جاودانی پاؤ، مستجاب الدعوات ہو جاؤ جو مانگو اللہ عطا فرمائے گا۔

مولانا ابوالاعلیٰ مودودی تفہیم القرآن میں اس آیت کے بارے میں فرماتے ہیں۔

"نفاق کی روسے انسان کو بچانے کیلئے اگر کوئی سب سے مؤثر تدبیر ہے تو وہ صرف یہ ہے کہ دو عقیدے انسان کے ذہن نشین ہو جائیں ایک یہ کہ معاملہ اس خدا کے ساتھ ہے جو دلوں کے حال تک جانتا ہے اور ایسا رازدان ہے کہ آدمی اپنے دل میں جو نیتیں جو خواہش جو اغراض و مقاصد جو خیالات چھپا کر رکھتا ہے اس پر عیاں ہیں۔ دوسرے یہ کہ جانا بہر حال خدا کی طرف ہے۔ اور اس سے بھاگ کر کہیں نہیں جا سکتے۔

مولانا خواجہ عبدالحیٔ فاروقی (مرحوم) درس قرآن میں اس سلسلے میں وضاحت کے ساتھ بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔ اس آیت میں اللہ۔ اور اس کے رسول کا حکم ماننے کیلئے کہا گیا ہے اور یہی معنی اسلام کے ہیں یقیناً اللہ اور اس کا رسول اس میں باتوں کا حکم دیتے ہیں۔ جس میں انسان کا فائدہ ہی فائدہ ہے۔ اللہ کا حکم اور اس کے رسول کا حکم ایک ہی بات ہے کیونکہ رسول کسی ایسی بات کا حکم نہیں دیتے جو اللہ کی مرضی کے خلاف ہو۔ اس حکم کے ماننے کے دو نتیجے لازمی ہیں ایک یہ کہ دنیا میں عزت نصیب ہوگی۔ دوسرے کہ آخرت میں ہمیشہ آرام وسکون کے ساتھ بسر کرے گا۔ اور یہی وہ زندگی ہے جس کی طرف اللہ کا رسول دعوت دیتا ہے۔

ابھی تک دیکھا جائے تو اس آیت کریمہ کی تفاسیر کے حوالے سے دو باتیں سامنے آئی ہیں۔

۱۔ خدا اور اس کا رسول صلی اللہ علیہ وسلم جس کام کا حکم دے فوراً سر انجام دیا جائے۔

۲۔ خدا اور اس کا رسول کا ہر حکم زندگی بخش اور زندگی افروز ہوتا ہے۔

لیکن ان دو اصولوں کے وسیع تر تناظر میں جائزے کیلئے یہ بات ضروری ہو جاتی ہے۔ کہ اس آیت کریمہ کی اہمیت اور پس منظر پر بھی ایک نظر ڈال لی جائے جیسا کہ قبل ازیں لکھا جا چکا ہے کہ متذکرہ آیت کریمہ سورہ الانفال کی ایک آیت ہے جو کہ بذات خود اسلامی تاریخ کے باب میں ایک بہت بڑی تبدیلی کے موقع پر نازل ہوئی جیسا کہ اس سورہ کے نام "الانفال" سے ظاہر ہے۔ "الانفال" (معنی لوٹی ہوئی چیزیں ہیں) یہ نفل کی جمع ہے اور نفل وہ مال ہے جسے دشمن لڑائی چھوڑ کر بھاگ جائے اور وہ مسلمانوں کے قبضے میں آجائے۔ دوسرے لفظوں میں یہ

Marfat.com

اس مال سے بحث کرتی ہے جو مسلمانوں کے ہاتھ اپنی پہلی لڑائی کے بعد لگا۔ اور سلطنت اسلامی کے خزانے میں پہلا بڑا اضافہ ثابت ہوا۔

اس سورۃ کے بارے میں مولانا مودودی لکھتے ہیں۔

یہ سورۃ ۲ھ میں جنگ بدر کے بعد نازل ہوئی۔ جبکہ اسی بات کی تصدیق کرتے ہوئے مولانا عبدالحئی فاروقی مزید فرماتے ہیں۔ یہ سورہ مدینہ میں ۲ ھجری کے اندر نازل ہوئی اس سے پہلے بدر کی مشہور جنگ ہو چکی تھی۔ اس جنگ میں مسلمانوں کو مکہ کے کافروں پر عظیم الشان فتح حاصل ہوئی۔ مسئلہ یہ درپیش ہے کہ مال غنیمت جو مسلمانوں کے ہاتھ لگا اس کو کیسے تقسیم کیا جائے۔ یہ مسلمانوں کی پہلی لڑائی تھی۔ اس سے پہلے دشمن سے چھینے ہوئے مال بانٹنے کا موقعہ نہیں آیا تھا۔ عرب میں ان دنوں جس کی لاٹھی اس کی بھینس کا قانون تھا۔ زبردست سب کچھ اپنے قبضے میں کر لیتا اور باقی منہ دیکھتے رہ جاتے۔ اس طرح اول مرتبہ دولت کی تقسیم کے قانون کی عرب میں بنیاد رکھی گئی اور بتلایا گیا کہ اس بابت تم آپس میں جھگڑا مت کرو۔ مال کسی کا نہیں اللہ اور اس کے رسول کی ملکیت ہے۔ اس لئے اس کے مقرر کردہ قانون کے مطابق اس کی تقسیم ہوگی۔

اس سورہ کی ایک اور اہم اور قابل غور بات یہ ہے کہ اس کا تعلق قرآن مجید کی ۱۱۴ میں ان ۲۶ سورتوں سے ہے جو مدینہ میں نازل ہوئیں اور ان ہی سورتوں میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھیوں کو حکم ہوا تھا کہ مکہ کے کافروں کے ساتھ اہل کتاب بھی مل گئے ہیں بغیر گوشمالی کے باز نہ آئیں گے۔ اس لئے ان سے لڑو لیکن زیادتی اور ظلم مت کرو کیونکہ لڑائی کا مقصد صرف فساد دفع کرنا ہے۔

علاوہ ازیں اس سورہ کی اہمیت اور لڑائی کا منظر ایک اور حوالے سے بدر کا اہم ہونا بھی بنتا ہے۔ چنانچہ مولانا سلیمان ندوی سیرت النبی میں رقمطراز ہیں۔ "جس طرح دوسری قوموں کیلئے مختلف معجزات آئے اسی طرح جس قوم میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مبعوث ہوئے اس کے لئے جنگ بدر "معجزہ عذاب" تھا۔ پس قرآن نے اس "معجزہ عذاب" کا ذکر لبطشۃ کبری (بڑی پکڑ) کہہ کر کر دیا تھا اور کفار کیلئے اسے ہلاکت کا باعث قرار دیا تھا۔

بدر کے غزوہ کی اہمیت صحیح بخاری کے حوالے سے حضرت ابن عباس کے حوالے سے بھی سامنے آتی ہے۔ جس میں انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے حوالے سے بیان کیا کہ کہا وہ

Marfat.com

لوگ جو بدر میں شریک ہوئے اور جو لوگ بدر میں شریک نہیں ہوئے برابر ہو سکتے ہیں ۔"
(صحیح بخاری)

اس سورہ کی اہمیت کے بارے میں پکتھال رقمطراز ہیں ۔

''Al-Anfal'' ''The Spoils'' takes its name from the first verse by which it is proclaimed that property in war belongs to Allah and his messenger– The date of revelation of this surah as established, from the Nahire of the contents, as the time that elapsed between the battle of Badre and the division of spoils–a space of only one month in the second year of Hijrah''.

پس اب نتائج اخذ کرنے میں انتہائی آسانی ہو جاتی ہے اور مندرجہ بالا واقعات تفاسیر کے مطالعے کے بعد یہ بات کھل کر سامنے آجاتی ہے ۔ زیر بحث آیۂ کریمہ اور سورہ کئی لحاظ اور حیثیتوں سے اسلامی زندگی میں انتہائی اہمیت کی حامل ہے جن میں سے چند ایک درج ذیل ہیں :-

۱۔ خدا اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کی تعمیل میں جلدی

۲۔ خدا اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم زندگی بخش ہے یا اس کے ماننے بغیر زندگی کا کوئی تصور نہیں ۔

۳۔ دولت کی تقسیم کسی بھی معاشرے میں حیات افروزی میں ایک اہم قدر ہے ۔

۴۔ بدر کا معرکہ مسلمانوں کیلئے ایک نئے لائحہ عمل اور طرز زندگی کا پیش خیمہ ہے ۔

۵۔ معرکہ بدر اور اسلامی معاشیات کا باہمی تعلق ۔

لیکن یہاں چونکہ ہم نے اپنے آپ کو زیر بحث آیۂ کریمہ کے حوالے سے صرف اسی سورہ کی دعوت امن ہونے اور باعث اخوت ہونے کے حوالے سے گفتگو کرنا ہے اس لئے مندرجہ بالا نتائج بر سبیل تذکرہ تو مندرج موضوعات کے ساتھ ساتھ چلیں گے لیکن ماسکہ بحث عموماً اور زیادہ تر زیر بحث موضوعات زندگی ۔ امن اور اخوت کا ہی زیادہ احاطہ کرے گا ۔

پس مندرجہ بالا موضوعات پر آیات قرآنی کے حوالے سے بحث کرنے سے پیشتر بہتر ہے ایک دفعہ ان کے لغوی مطالب کا جائزہ لیا جائے تاکہ ان موضوعات پر بحث مزید نکھر سکے اور مؤثر ہو سکے ۔

فیروز اللغات (عبدالحمید ۱۹۲۵) کے مطابق زیر بحث موضوعات کے معنی کچھ یوں ہیں ۔

Marfat.com

لفظ	معنی
امن	چین ، دلجمعی ، سکون و اطمینان ، صلح ، آشتی ، پناہ ، حفاظت
اخوت	برادری اور بھائی بندی
دعوت	کھانے کے واسطے بلانا ۔ کسی مذہب کی طرف بلانا ، طلبی
حکم	فرمان ، پروانہ ، ارشاد ، ہدایت ، تشرعی فیصلہ ، فتویٰ
زندگی	زیست ۔ حیات ۔ جیون

آکسفورڈ ڈکشنری میں بھی امن جس کا انگریزی متبادل ہے ۔ کم و بیش فیروز اللغات والے معنی میں استعمال ہوا ہے ۔ آئیے اب ایک نظر جائزہ لیں کہ مندرجہ بالا آیت کریمہ کے اثرات امنِ عالم پر کیا پڑتے ہیں اور زندگی اور امن کا کیا تعلق ہے ۔

زندگی اور امن کا تعلق :

جیسا کہ اس آیت کریمہ میں اللہ اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کی تعمیل کرنے کے نتیجے میں وقوع پذیر ہونے والے منظر کیلئے لفظ استعمال ہوا ہے ۔

یحییکم جس کا مطلب ہے (جلائے تمہیں) جو کہ یحیی مضارع کا صیغہ ہے جس کا مصدر احیاء ہے ۔ جس کا مطلب جلانا ، زندہ کرنا ہیں اور یہ لفظ حیات سے بنا ہے پس اب دیکھنا یہ ہے کہ مندرکرہ آیت کریمہ کس حوالے سے دعوتِ امن کی مظہر ٹھہرتی ہے اور کس طرح سے یہ آیت کریمہ جو کہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے قتال کی طرف بلانے کے حکم کے بارے میں ہے زندگی بخش بنتی ہے ۔

قرآن مجید فرقان حمید کا ایک یہ معجزہ بھی ہے کہ اس کی ہر ایک آیت کے اندر اسرار و معنی کے سمندر پنہاں ہیں ۔ اب اگر ہم زیر بحث آیت کریمہ کا ظاہری مطلب لیں تو اس کیلئے بھی استدلال اور منطق ہمیں دنیا کے اس سب سے بڑے معجزے قرآن کریم میں مل جاتی ہے اور اگر اس آیت مقدسہ کے باطنی مطلب کا جائزہ لیں تو تب بھی معنی کے اسرار کھولنے کیلئے قرآن مجید میں معنی کا ایک بحر زخار ٹھاٹھیں مار رہا ہے ۔

اب آپ ظاہری پہلو سے اس آیت مقدسہ کا جائزہ لیں جس کے مطابق قتال کی طرف یا دنیاوی معنی میں جنگ کی طرف بلائے جانے کا حکم جس کے اندر موت کے ہونے کا امکان بہت

Marfat.com

بڑے حد تک موجود ہے کیسے زندگی بخش بن کر اللہ تعالیٰ کے زیر بحث فرمان کے لیے مواز فراہم کرتا ہے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے سامنے واعی امن بن کر ظاہر ہوتے ہیں ، ارشادِ خداوندی ہے۔

"اور جو لوگ اللہ کی راہ میں مارے جائیں ان کی نسبت یہ نہ کہنا کہ وہ مرے ہوئے ہیں (وہ مردہ نہیں) بلکہ زندہ ہیں لیکن تم نہیں جانتے" (۲: ۱۵۴)

ایک اور جگہ ارشاد فرمایا !

"اور اگر تم اللہ کے رستے میں مارے جاؤ یا مر جاؤ تو جو (مال و متاع) لوگ جمع کرتے ہیں اس سے اللہ کی رحمت و بخشش کہیں بہتر ہے اور اگر تم مر جاؤ یا مارے جاؤ اللہ کے حضور میں ضرور اکھٹے کئے جاؤ گے ۔ (۳: ۱۵۸ - ۱۵۷)

پھر ایک اور جگہ ارشاد ہوتا ہے ۔

"جو لوگ اللہ کی راہ میں مارے گئے ان کو مرے ہوئے نہ سمجھنا (وہ مرے ہوئے نہیں ہیں) بلکہ اللہ کے نزدیک زندہ ہیں اور ان کو رزق مل رہا ہے ۔" (۳: ۱۶۹)

پس جس طرح سے قرآن حکیم نے ہر معاملہ میں چاہے وہ اخلاقیات ہوں سیاسیات ہو معاشیات ہو اقتصادیات یا عمرانیات ہو اپنا ایک مخصوص طرز فکر دیا ہے اسی طرح سے اس آیت کریمہ کے حوالے سے جنگ کے مروج معنی اور زندگی کے مروج معنی کو بھی نئے مطالب اور نئے افقوں سے روشناس کرایا ہے جس میں جنگ باعث زحمت نہیں بلکہ

" تو جو لوگ آخرت (کو خریدتے اور اس) کے بدلے دنیا کی زندگی کو بیچنا چاہتے ہیں ان کو چاہیئے کہ اللہ کی راہ میں جنگ کریں اور جو شخص اللہ کی راہ میں جنگ کرے پھر شہید ہو جائے یا غلبہ پائے ہم اس کو عنقریب بڑا ثواب دیں گے ۔ (۴: ۷۴)

پھر اسلام نے بجائے جنگ و قتال سے منع کرنے کے اور جنگ کو ایک منفی شے کہنے کے قتال کو مثبت قدر میں تبدیل کر دیا ، فرمایا !

" مومن تو وہ ہیں جو اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لائے پھر شک میں نہ پڑے اور اللہ کی راہ میں جان و مال سے لڑے یہی لوگ (ایمان کے) سچے ہیں ۔ (۴۹: ۱۵)

بلکہ اس کے اندر زندگی کے زیان کو زیاں نہیں بلکہ منافع کا سودا گردانا اور کہا !

" جو لوگ ایمان لائے اور وطن چھوڑ گئے اور اللہ کی راہ میں مال اور جان سے جہاد کرتے

Marfat.com

رہے اللہ کے ہاں ان کے درجے بہت بڑے ہیں اور وہی مراد کو پہنچنے والے ہیں ۔
(۹ : ۲۰)

دوسرے لفظوں میں مندرجہ بالا آیات کریمہ کی روشنی میں کہا جا سکتا ہے کہ بظاہر نظر آنیوالی جنگ اور موت اسلامی نقطہ نظر اور قرآنی فرمودات کی روشنی میں اپنے لغوی اور لفظی معنی سے ہٹ کر دوسرے معنی کی قابل ہو جاتی ہے گویا اس کیلئے ہم مروج الفاظ امن اور زندگی ان کے مروج معنوں میں استعمال کر سکتے ہیں ۔ امن سے مراد جیسا کہ ہم قبل ازیں عرض کر چکے ہیں چین دلجمعی وغیرہ وغیرہ ہیں اور اسلام میں چین اور دلجمعی خدا اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی رضا ہے ۔ پس عمومی لفظوں میں جنگ اور اسلامی لغت کے مطابق جہاد فی سبیل اللہ عام زندگی میں مروج طرز فکر کے برخلاف مسلمانوں کیلئے زحمت اور پریشانی اور تکلیف بننے کے ساتھ ساتھ موت کا پیغام ہونے کے نہ صرف یہ کہ سکھ سکون اور اطمینان کی علامت بنا دکھائی دیتا ہے بلکہ حیات جاوداں اور ابدی زندگی کا آئینہ دار بھی ہو جاتا ہے ۔ اور اس حوالے سے زندگی ہمیں اپنے وسیع تر معنی میں ظاہر ہوتی دکھائی دیتی ہے اور مغربی فکر و نفسیات کے برخلاف جس کے مشہور مفکرین مثلاً فرائڈ کے "شعور و لاشعور" کی محدودیت" ینگ کے اجتماعی لاشعور" اور ایڈلر کی کوششیں تھا اور مارٹن کی محدود اصطلاح "مصدقیت" کے دائروں سے نکل کر آفاقیت کی اس معراج تک پہنچ جاتی ہے جہاں پر بقا ہی بقا ہے اور فنا کا نام بھی بقا رکھ دیا گیا ہے ۔ بلکہ فنا کو "بقائے عظیم" سے تعبیر کیا گیا ہے اور جہاں تخریب یا جنگ وجہ ریخیت نہیں بلکہ وجہ تعمیر قرار پا کر کائنات زنگ و بو کو زیادہ رجائی اور پُر اثر بناتی دکھائی دیتی ہے ۔

گویا اس طرح سے قرآن کریم کی اس آیت کریمہ کی حیثیت تاریخ فکر میں ایک تاریخی حیثیت حاصل کر لیتی ہے اور انسانی زندگی کی فنا و بقا کے بارے میں نئی اصطلاحات وضع کرتے ہوئے زندگی اور امن کے نئے آلاتی معنی متعارف کروائی ہے ۔

ایمان اور اخوت کا تعلق :

اب اگر ایک اور نقطہ نظر سے اس آیت کریمہ کا جائزہ لیا جائے تو اسرار و معنی کے اس گہر قرآن کے اس جوہر کے مزید رموز آشکار ہو کر فکر کے نئے افق پیدا کریں گے ۔ جیسا کہ آپ

Marfat.com

نے مطالعہ کیا۔ اس آیت میں جس طرح بعض آیات میں پوری کائنات کے لوگوں سے خطاب ہوتا ہے اس کے برخلاف لوگوں کے ساتھ اس آیت کو مخصوص کر دیا گیا۔ ان لوگوں کے ساتھ جو ایمان لائے ہیں یا ایمان لا چکے ہیں یا "صاحب ایمان" ہیں، گویا یہ آیت صرف ان گول کیلئے ہے جو صاحبِ ایمان ہیں یا دوسرے لفظوں میں یہ آیت لوگوں کے اس مخصوص گروہ یا گروپ کیلئے ہے جو ایمان یا ایک جیسے اعتقادات یا خیالات یا اخلاقی نظام کے تحت ایک گروہ کی تشکل اختیار کر کے ایک خاص طبقہ میں تبدیل ہو چکے ہیں۔ جن کے بارے میں قرآن "ایمان والوں" کی اصطلاح استعمال کرتا ہے۔ پس بات کچھ یوں بنتی دکھائی دیتی ہے کہ دنیا میں ایک یا ایک سے زیادہ گروہ موجود ہیں۔ کیونکہ ایک ہی گروہ ہونے کی صورت میں دوسرے گروہ کو مخاطب کرنے کی ضرورت محسوس نہیں ہوتی گویا دوسرے گروہ کی موجودگی کی بنا پر ایک خاص گروہ یعنی "صاحبِ ایمان" لوگوں کے گروہ کو مخاطب کر کے کی گئی ہے۔ قرآن اس سلسلے میں مزید اس طرح سے خطاب کرتا ہے یا دوسرے لفظوں میں گروہوں کے بارے میں یوں بیان کرتا ہے۔

"... کہ جب تم (کہیں) سنو کہ اللہ کی آیتوں سے انکار ہو رہا ہے اور ان کی ہنسی اڑائی جاتی ہے تو جب تک وہ لوگ اور باتیں (نہ) کرنے لگیں ان کے پاس مت بیٹھو ورنہ تم بھی انہیں جیسے ہو جاؤ گے۔ (۱۴۰:۴)

گویا وہ اور طرح کے لوگ ہیں اور "ایمان والے" اور طرح کے لوگ ہیں اور انہیں اس طرح کے ہونے سے روکا جائے "اہلِ ایمان" اپنے لوگوں کی طرح کے رہیں گے تو "اہلِ ایمان" رہیں گے۔ وگرنہ "اہلِ ایمان" نہ رہ سکیں گے۔ پس قرآن اس سلسلے میں فرماتا ہے۔

"... اور آپس میں صلح رکھو اور اگر ایمان رکھتے ہو تو اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم پر چلو۔ (۸ : ۱)

اسی لئے کہا گیا کہ:

"اور مومن مرد اور مومن عورتیں ایک دوسرے کے دوست ہیں کہ اچھے کام کرنے کو کہتے ہیں اور بری باتوں سے منع کرتے ہیں ---- (۹ : ۷۱)

مزید صاحبِ ایمان لوگوں کی تشریح کرتے ہوئے قرآن کہتا ہے۔

" ہاں جنہوں نے توبہ کی اور اپنی حالت کو درست کیا اور اللہ (کی رسی) کو مضبوط پکڑا

Marfat.com

اور خاص اللہ کے حکم بردار ہو گئے تو ایسے لوگ مومنوں کے زمرے میں ہوں گے ۔۔۔۔"

(۴ : ۱۴۹)

اس کے ساتھ ساتھ دوسرے گروہ کے بارے میں مزید وضاحت کرتے ہوئے کہا ۔

" اور ظالم لوگ ایک دوسرے کے دوست ہوتے ہیں اور اللہ پرہیزگاروں کا دوست ہے " (۴۵ : ۱۹)

پس جب ایسے لوگوں کا ذکر ہوتا ہے جو ظلم کرتے ہیں تو ان کے مقابلے میں اللہ تعالیٰ ان لوگوں کا ذکر کرتے ہیں جو اہل ایمان " ہیں اور جو ظالموں کو ظلم کرنے سے روکتے ہیں ۔ پس ارشاد ہوا !

"۔۔۔۔ اور جو مومنوں کے حق میں نرمی کریں اور کافروں سے سختی سے پیش آئیں اللہ کی راہ میں جہاد کریں اور کسی ملامت کرنیوالے کی ملامت سے نہ ڈریں ۔ یہ اللہ کا فضل ہے ۔ (۵ : ۵۴)

پس زیر بحث آیت کریمہ میں استعمال کئے گئے الفاظ " اے اہل ایمان " اور " اہل ایمان " سے خطاب دراصل صرف ایک خطاب ہی نہیں بلکہ اپنے اندر گروہی اور سماجی نفسیات کے وسیع تر مفاہیم بھی سمیٹے ہوئے ہے ۔ جس کے اندر نہ صرف ایک مخصوص گروہ افراد کی نشاندہی کردی گئی ہے بلکہ اس کے اندر اس گروپ یا گروہ کے تشکیل پانے میں کارفرما بنیادی فکر اور محرک کا بھی ذکر کردیا ہے اور وہ ہے ایمان یا " عقیدہ " یا " یقین " اور یہ " ایمان " " عقیدہ " یا یقین " ہے اللہ کی وحدانیت اور حقانیت کا اقرار اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کا اقرار ۔ پس ایمان بھی گروہی نفسیات کی تشکیل کے حوالے سے اسلام نے مغربی سماجیات ، عمرانیات اور انسانیات کے مروجہ نظریات جن کے مطابق رنگ ، نسل ، زبان ، مشترکہ مفادات وغیرہ وغیرہ گروہ کی تشکیل کا باعث بنتے ہیں کو بالکل تبدیل کرکے رکھ دیا ہے اور گروہ کی تشکیل کیلئے بالکل نئے نظریہ اور فکر کو متعارف کروایا ہے ۔ جس کے مطابق اسلام کے نکتہ نظر سے گروہ کی تشکیل کیلئے صرف اور صرف اللہ اور اس کے رسول کے حکم پر ایمان ہی بنیاد بن سکتا ہے اور یہی عوامل خدا پر ایمان اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کا اقرار کسی بھی رنگ و نسل اور گروہ کے فرد کو ہے ۔ رنگ و نسل اور قومیت سے مبرا کرکے " اہل ایمان " کے گروہ کا جزو بنتی رہتی ہے ۔

اب جب کہ یہ بات ثابت ہوچکی ہے کہ زیر بحث آیت کریمہ اپنے گروہ کی تشکیل کا حوالہ

Marfat.com

بھی سمٹے ہوئے ہے پس اس گروہ کے حوالے میں اوپر مندرج آیات کے حوالے سے جو بات سامنے آتی ہے ۔ وہ یہ ہے کہ جیسے یہ گروہ (اہل ایمان کا گروہ) اپنے تشکیلی عناصر میں دنیا کے دوسرے عناصر سے مختلف ہے ۔ اس طرح ہی اپنے نوافل کے سلسلے میں بھی دوسرے گروہوں سے مختلف ہے ۔ یہاں جہاں اکٹھے ہونے کی بنیاد دوسرے گروہوں کے برخلاف خدا اور رسولؐ بنتے ہیں وہاں اس کے عوامل بھی شخصی مفادات ذاتی اغراض اور دنیاوی مقاصد کے حصول کی بجائے خدا اور اس کے رسول کی خوشنودی کے حصول کے تابع ہوتے ہیں پس خدا اور اس کے رسول صلعم کی اتباع اور خوشنودی کا حصول ہی اس گروہ کے افراد کی تبدیلی کا باعث بن جاتا ہے ۔ یہی وجہ ہے کہ اسلامی معاشرے میں ہی " اخوت " اور بھائی بندی کی ایسی مثالیں دیکھنے میں آتی ہیں کہ ایک مجاہد خود پینے کی بجائے میدان جنگ میں اپنے حصے کا پانی دوسرے مجاہد کو بھجوا دے اور دوسرا تیسرے کو حتیٰ کہ تینوں اسی کوشش میں جان دے دیں، کیونکہ قرآن میں ارشاد ہے ۔

" اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو خاص طور پر پسند کرتا ہے جو اس کے دشمنے میں اس طرح مل کر لڑتے ہیں گویا کہ وہ ایک عمارت ہے کہ جس میں سیسہ پلا یا گیا ہے "
(۶۱:۴)

پس اس طرح سے مسلمانوں کی گروہی زندگی کی طرف اشارہ کر کے یہ زیر بحث آیت کریمہ اسلامی معاشرے میں موجود اخوت کے وسیع تر مفاہیم کے در کھولتی دکھائی دیتی ہے اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی شخصیت داعی اخوت بنتی بھی دکھائی دیتی ہے ۔

حکم کی بجا آوری اور زندگی ،

زیر بحث آیت کریمہ میں ایک اور بہت ہی اہم اور حساس نکتہ بیان ہوا ہے کہ اسلام میں زندگی کا ایک اور بھی مطلب ہے اور وہ ہے اطاعت رسول و اطاعت پروردگار اور یہی وہ بنیادی مقاصد ہیں جن کے لئے انسان کو پیدا کیا گیا گویا کہ اطاعت خداوندی اور اقرار رسالت علت زندگی بنتے دکھائی دیتے ہیں کیونکہ حدیث قدسی میں ہے ۔

" میں نے انسان کو پیدا کیا تاکہ میری پہچان ہو سکے "

پس زندگی کی وجہ ظہور اللہ کی کبریائی اور محمد عربی کی مصطفائی کا اقرار ہے اور اس کے

Marfat.com

بغیر زندگی زندگی نہیں ہے ، فرمان خداوندی ہے ۔

" پکارتا ہے اللہ کے سوا ایسی چیز کو جو نہ اسے نقصان پہنچائے اور نہ فائدہ دے سکے یہی تو پرلے درجے کی گمراہی ہے ۔" (۲۲ : ۱۲)

گویا کہ اللہ کی حدود سے باہر گزرنے والی زندگی ، زندگی نہیں بلکہ ایک میکانکی ساعمل ہے جس میں انسان زندہ رہتا ہے اور مرجاتا ہے ، گویا زندگی تو وہ ہے جو اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم بجالاتے ہوئے ایک ایسے معاشرے کی تشکیل میں بسر کی جائے جس میں امن ہو اخوت ہو اور احسان ہو ۔ پس اسی لئے قرآن میں ارشاد ربانی ہے ۔

" (اور نہ) ان لوگوں میں (ہونا) جنہوں نے اپنے دین کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا اور (خود) فرقے فرقے ہو گئے اور سب فرقے اسی سے خوش ہیں جو ان کے پاس ہے جن لوگوں نے اپنے دین میں (بہت سے) رستے نکالے اور کئی کئی فرقے ہو گئے ان سے تم کو کچھ کام نہیں ان کا کام اللہ کے حوالے پھر جو جو کچھ وہ کرتے رہے ہیں وہ (ان) کو سب بتائے گا " (۹ : ۱۹)

خلاصہ :

پس اہل ایمان وہی ہیں جو اللہ کی رسی کو مضبوطی سے پکڑتے ہیں آپس میں تفرقہ نہیں ڈالتے اور اخوت اور بھائی چارے کی عظیم فضا قائم کرتے ہوئے ایک ایسا معاشرہ قائم کرتے ہیں جس میں امن ہوتا ہے اور جو امن اور رواداری کے سبب انصاف پر قائم ہوتا ہے ۔ ارشاد خداوندی ہے ۔

" ... ۔ اللہ انصاف کرنیوالوں کو دوست رکھتا ہے " (۵ : ۴۲)

اور اسلامی معاشرے میں اللہ کی دوستی سے بڑی کوئی اور رشتے نہیں اور اللہ جس کا دوست ہے کائنات اس کیلئے ہے اور تاریخی حوالے سے بات ثابت ہے کہ دنیا میں دو کام ہی سب سے کٹھن ہیں اور وہ ہیں انصاف کرنا اور گناہوں سے بچنا اور قرآن نے جگہ بہ جگہ رواداری اور انصاف اور بھائی چارے پر اصرار کیا ہے ۔ اور بار بار انسانوں سے اہل ایمان سے خطاب کر کے ان سے درخواست کی ہے کہ وہ بھائی چارے ، اخوت ، انصاف پر مبنی معاشرہ قائم کریں اور یقیناً جب بھائی چارہ ہو گا ۔ اخوت ہو گی ، انصاف ہو گا تو

Marfat.com

فساد نہیں ہوگا۔ جھگڑا نہیں ہوگا استحصال نہیں ہوگا۔ ظلم نہیں ہوگا اور جب کسی بھی معاشرے میں یہ تمام عناصر نہیں ہوں گے تو یقیناً ایک ایسی سوسائٹی معرض وجود میں آئے گی جس میں امن ہوگا۔ اور چونکہ تمام کا تمام کلام پاک بشمول زیر بحث آیت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارکہ سے بیان ہوا۔ پس قرآن کے حوالے سے بالعموم اور اس آیتِ مبارکہ کے حوالے سے بالخصوص نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی شخصیت داعی "امن واخوت" بن کر سامنے آتی ہے۔

Marfat.com

حوالہ جات

۱۔ "القرآن کشف الرحمٰن" حضرت مولانا احمد سعید دہلوی مکتبہ رشید قاری منزل پاکستان چوک کراچی۔

۲۔ بائبل قرآن اور سائنس" موریس بوکائیے مترجم ثناء الحق صدیقی آرمی بک کلب ۸۴-۱۹۸۳ء

۳۔ "توضیح القرآن" شاہ عبدالقادر حاجی ملک دین محمد اینڈ سنز تاجران کتب پبلشرز کشمیری بازار لاہور۔

۴۔ تفہیم القرآن" مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودی جلد دوئم ادارہ ترجمان القرآن، لاہور

۵۔ درس قرآن" مولانا خواجہ عبدالحیٔ فاروقی ادارہ اصلاح و تبلیغ لاہور

۶۔ "سیرت النبی" جلد سوئم مولانا سید سلیمان ندوی نیشنل بک فاؤنڈیشن، اسلام آباد

۷۔ علم الاخلاق" کتاب اول باب ششم مترجم پروفیسر عبدالباری

۸۔ معارف القرآن" مولانا مفتی محمد شفیع، ادارہ معارف کراچی نمبر ۱۴

۹۔ فیوض القرآن" ڈاکٹر سید حامد حسین بلگرامی، سعید ایچ ایچ کمپنی ادب منزل پاکستان چوک، کراچی

۱۰۔ وجودیت کرادیت اور اسلام" نوید شبلی، ندیم شبلی، نشید شبلی پبلیکیشنز ۹۹۳ بی، غلام محمد آباد، فیصل آباد۔

1. "Essentials of Psychology" Michel Walter, Random House, New York.

2. "Foundation of contemporary psychology" Mayer E Mork, New York, Oxford University Press.

3. "Practical knowledge for all" Sir John Hammerton, The Wavorley Book Company Ltd.

4. "The Subline Quran and Orientalism Muhammad Khalifa, Longman, London and New York.

پی سی پی پی آئی - ۱۶۶۰ (۹۰) مذہبی امور / ۱۰۰۰

Marfat.com

PCP پرنٹنگ کارپوریشن آف پاکستان پریس اسلام آباد

Marfat.com